

مشعلہ مذہب
(معدون)

جلد دوم
قریب

مناظر اسلام حضرت ابنا محمد علی حسینی

مکی نور حسینی

لالہ لاج، لاہور

علماء اہلسنت کی کتب Pdf فائل
میں ڈاؤن لوڈ کرنے کے ٹیگرا
پر ان چینل و گروپ کو جوائن
کریں

<https://telegram.me/Tehqiqat>

<https://telegram.me/faizanealahazrat>

<https://telegram.me/FiqahHanfiBooks>

<https://t.me/misbahilibrary>

آرکائیو لنک

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

https://archive.org/details/@muhammad_tariq

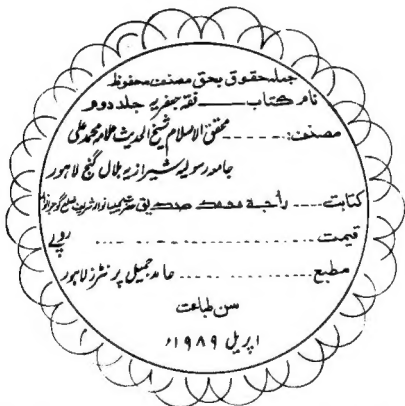
[hanafi_sunni_lahori](https://archive.org/details/hanafi_sunni_lahori)

بلاگسپوٹ لنک

<http://ataunnabi.blogspot.in>

عن علي بن ابي طالب قال سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول (لا يتبعوا نجومكم) (الاصحاح ١٢٢ الباب المتد)

حضرت علی رضی فرمایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے گھریلو
یا تو گدھے کا گوشت اور نکاح متد دونوں کو
حرام فرمادیا۔



ملاحظہ: فقہ جعفریہ جلد اول کے آخر میں دیئے جانے والے تعارف نامہ میں فقہ جعفریہ کی جلدوں کے مضامین کے متعلق دیا جانے والا خاکہ چونکہ قبل از کتابت تھا۔ اس لیے کتاب کی موجودہ ترتیب اس سے قطعی مختلف ہے۔

الانتساب

میں اپنی اس ناچیز تالیف کو قدوة السالکین حجتہ الاولیٰ صلیں
پیری و مرشدی حضرت قیلہ خواجہ سید نور الحسن شاہ صاحب رحمۃ
اللہ علیہ سرکار کیا ذالہ شریف اور نگہدار ناموس اصحاب رسول
محبت اولاد قبول سپر طریقت راہبیر شریعت حضرت قبلہ
پیر نبیہ محمد باقر علی شاہ صاحب زیب سجادہ کیا ذالہ شریف
کی ذات گرامی سے منسوب کرتا ہوں جن کے روحانی تصرف
نے ہر مشکل مقام پر میری مدد فرمائی۔

ان کے طفیل اللہ میری یہ سعی مقبول و مفید اور میرے لیے
ذریعہ نجات بنائے۔ آمین :

احقر العباد
محمد علی رضا اللہ عنہ

الْأَهْدَاءُ

میں اپنی یہ ناچیز تالیف زبدۃ العارفین حجۃ الکاملین، مبارک
 مکان، رحمۃ اللعالمین حضرت قبلہ مولانا فضل الرحمن صاحب
 ساکن مدینہ منورہ، خلف الرشید شیخ العرب العجم حضرت
 قبلہ مولانا غیاث الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ مدفون جنت البقیع
 مدینہ طیبہ خلیفہ اعلیٰ حضرت امام اہلسنت مولانا احمد رضا
 خان صاحب فیاض بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت مافیہ میں
 حدیث عقیدت پیش کرتا ہوں جن کی دعام سے فقیر نے اس
 کتاب کی تحریر کیا۔

نور قبول افتخار و توفیق

محمد علی عابد



| صفحہ | مضمون | نمبر شمار |
|------|---|-----------|
| ۲۷ | کتاب النکاح | ۱ |
| ۲۷ | فصل اول | ۲ |
| ۲۷ | نکاح کی حقیقت اور اس میں اختلافات | ۳ |
| ۲۷ | اہل سنت و جماعت کا عقیدہ | ۴ |
| ۲۸ | اہل تشیع کا عقیدہ | ۵ |
| ۲۸ | نکاح اور زنا میں فرق ہونا چاہیے | ۶ |
| ۳۰ | گواہوں کے بغیر نکاح ہو جانے کا ثبوت کتب شیعہ سے | ۷ |
| ۳۴ | فصل دوم | ۸ |
| ۳۴ | اہل تشیع اہل سنت سے نکاح کو حرام کہتے ہیں۔ | ۹ |

| نمبر شمار | مضمون | صفحہ |
|-----------|--|------|
| ۱۰ | اہل سنت، یہودیوں اور عیسائیوں سے بھی بدتر ہیں۔ | ۳۸ |
| ۱۱ | نامحی (سنی) حرام زنا سے بھی زیادہ بُرا ہے۔ | ۴۰ |
| ۱۲ | نامحی (سنی) کتے سے بھی بدتر ہے۔ (معاذ اللہ) | ۴۱ |
| ۱۳ | اہل سنت کو شیعوں سے رشتہ کرتے ہوئے شرم آنی چاہیے۔ | ۴۵ |
| ۱۴ | فرقہ شیوہ مرد فرقہ ہے، کتب اہل سنت سے | ۴۸ |
| ۱۵ | فصل سوہ | ۵۲ |
| ۱۶ | فقہ جعفریہ سے مسائل نکاح، | ۱۱ |
| ۱۷ | (۱) عورت کی شرمگاہ چومنا اور حصول لذت کے لیے اس میں انگلی پھیرنا جائز ہے۔ | ۱۱ |
| ۱۸ | (۲) بیوی کی خواہش نفسانی پوری کرنے کے لیے انوکھی ترکیب | ۵۵ |
| ۱۹ | (۳) بروقت جماع "بسم اللہ" نہ پڑھنے سے شیطان بھی اپنا آگناں عورت کی شرمگاہ میں داخل کر دیتا ہے۔ | ۵۷ |
| ۲۰ | وطی فی الدبر جائز ہے۔ | ۶۰ |
| ۲۱ | ایک بحث : وطی فی الدبر کے جواز پر اہل تشیع کے دلائل۔ | ۶۳ |
| ۲۲ | دلیل اول : امام باقر کی طرف منسوب فتویٰ | ۱۱ |
| ۲۳ | دلیل دوم : امام رضا کی طرف منسوب فتویٰ | ۶۴ |
| ۲۴ | نوٹ : وطی فی الدبر کی حرمت پر کتب اہل سنت سے احادیث | ۶۶ |

| صفحہ | مضمون | نمبر شمار |
|------|---|-----------|
| ۷۱ | مسئلہ ہشتم؛ | ۲۵ |
| ۷۱ | جب تک عورت کی غلیظ شرکاء نہ دیکھی جائے۔ جماع کی پوری لذت نہیں آتی۔ | ۲۶ |
| ۷۲ | مسئلہ ہفتم؛ | ۲۷ |
| ۷۲ | جماع میں مرد کی نسبت عورت ننانوے فی صد زیادہ لطف اندوز ہوتی ہے۔ | ۲۸ |
| ۷۳ | مسئلہ ہشتم؛ | ۲۹ |
| ۷۳ | خوبصورت عورت مل جائے تو عورت کی بلغم ختم ہو جاتی ہے۔ | ۳۰ |
| ۷۴ | مسئلہ نہم؛ | ۳۱ |
| ۷۴ | مرد کے آلت تناسل کے بڑا ہونے کی حکایت۔ | ۳۲ |
| ۷۹ | مسئلہ دہم؛ | ۳۳ |
| ۷۹ | مسجد میں پہنچ کر تن پاک کے لیے جنبی ہونا (وٹلی کرنا) جائز ہے۔ | ۳۴ |
| ۸۳ | مسئلہ یازدہم؛ | ۳۵ |
| ۸۳ | سیدہ فاطمہ کے زفاف پر ستر ہزار فرشتوں نے تبلیغ کی۔ | ۳۶ |
| ۸۷ | مسئلہ دوازدہم؛ | ۳۷ |
| ۸۷ | کثرت سے جماع کرنا انبیاء کی سنت ہے۔ | ۳۸ |
| ۹۱ | مسئلہ سیزدہم؛ | ۳۹ |
| ۹۱ | مرغ میں پیغمبروں کی پانچ خصلتیں موجود ہیں۔ اس سے تم بھی یہ عادتیں سیکھو۔ ان میں سے ایک عادت کثرت جماع بھی ہے۔ | ۴۰ |

| صفحہ | مضمون | نمبر شمار |
|------|---|-----------|
| ۹۴ | مسئلہ چہارم: | ۴۱ |
| ۱۱ | جنت میں سب سے زیادہ لازم نعمت جماع ہے۔ | ۴۲ |
| ۹۶ | مسئلہ پنجم: | ۴۳ |
| ۱۱ | جماع کے لیے لوندی ادھار پر دینا جائز ہے۔ | ۴۴ |
| ۹۸ | مسئلہ ششم: | ۴۵ |
| ۱۱ | محرم عورتوں سے کے ساتھ لعن حریر کی مودت میں جائز ہے۔ | ۴۶ |
| ۱۰۰ | لعن حریر کا مسئلہ ابو حنیفہ شیعہ کا ہے امام اعظم ابو حنیفہ کا اس سے کوئی تعلق نہیں۔ | ۴۷ |
| ۱۰۰ | ابو حنیفہ شیعہ کا فقہی مقام، شیعہ کتب کے حوالے سے | ۴۸ |
| ۱۰۱ | مسئلہ ہفتم: | ۴۹ |
| ۱۱۱ | ماں بہن وغیرہ محارم سے وطی کرنا ایک وجہ سے جائز ہے۔ | ۵۰ |
| ۱۱۴ | مسئلہ ہشتم: | ۵۱ |
| ۱۱ | باپ بیٹا ایک دوسرے کی بیوی سے جماع کریں یا ساس سے | ۵۲ |
| ۱۱۸ | وطی کی جائے تو اپنی بیوی کی زوجیت میں فرق نہیں آتا۔ | ۵۳ |
| ۱۱۸ | مسئلہ نہم: | ۵۴ |
| ۱۱ | اجنبی مرد کا نطفہ اگر عورت اپنے رحم میں ڈالی لے تو اس سے پیدا | ۵۵ |
| ۱۱۹ | ہونے والا بچہ شرعی اولاد ہے۔ | ۵۶ |
| ۱۱۹ | مسئلہ دہم: | ۵۷ |
| ۱۱ | بھانجی کے ساتھ اس کی خال کی موجودگی میں اور بھتیجی کے ساتھ اس کی چچی کی | ۵۸ |
| | موجودگی میں نکاح کرنا درست ہے۔ | |

| صفحہ | مضمون | نمبر شمار |
|------|---|-----------|
| ۱۲۰ | مذکورہ دونوں نکاح عند الاحناف باطل و حرام ہیں (حوالہ جات) | ۵۷ |
| ۱۲۲ | مسئلہ ۲۱: | ۵۸ |
| ۱۲۲ | غلات سے مناکحت جائز نہیں۔ | ۵۹ |
| ۱۲۷ | علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ مالک یوم الدین وغیرہ صفات البیہ کے مالک تھے۔ | ۶۰ |
| ۱۲۹ | حضرت علی المرتضیٰ میں نبوت رسالت اور علت کے مناصب عظمیٰ موجود تھے۔ | ۶۱ |
| ۱۳۲ | مسئلہ ۲۲: | ۶۲ |
| ۱۳۲ | میاں بیوی کے درمیان کفو ضروری نہیں۔ | ۶۳ |
| ۱۳۷ | نکاح میں اسلام کے سوا دوسری باتوں میں کفو نہ ہونے پر علامہ حاضری شیعہ کے دلائل۔ | ۶۴ |
| ۱۵۲ | احناف کے نزدیک غیر سید کا سید زادی سے نکاح حلال ہے۔ | ۶۵ |
| ۱۵۷ | مسئلہ ۲۳: | ۶۶ |
| ۱۵۷ | عدم وطی کی شرط پر نکاح۔ | ۶۷ |
| ۱۶۱ | مسئلہ ۲۴: | ۶۸ |
| ۱۶۱ | بعض شیعہ فرماتے ہیں کہ امام کو مان پھر ہر حرام حلال ہو جائے گا۔ | ۶۹ |
| ۱۶۲ | مسئلہ ۲۵: | ۷۰ |
| ۱۶۲ | ایک شیعہ فرقہ کہتا ہے کہ امام جعفر قضا اور الوالخطاب ان کا رسول ہے۔ | ۷۱ |

| صفحہ | مضمون | نمبر شمار |
|------|---|-----------|
| ۱۴۵ | مسئلہ ۲۶: | ۷۲ |
| ۱۱ | ایک شیعہ فرقہ "معمریہ" تنبیخ کا قائل ہے۔ | ۷۳ |
| ۱۴۸ | مسئلہ ۲۷: | ۷۴ |
| ۱۱ | علی بن موسیٰ اور ان کے ماننے والے کافر ہیں۔ | ۷۵ |
| ۱۵۳ | کتاب المتعہ | ۷۶ |
| ۱۶۷ | فصل اول | ۷۷ |
| ۱۱ | حقیقت متعہ کتب اہل سنت سے۔ | ۷۸ |
| ۱۱ | عقد متعہ اور عقد موقت میں فرق۔ | ۷۹ |
| ۱۱ | عقد موقت | ۸۰ |
| ۱۷۹ | عقد متعہ | ۸۱ |
| ۱۱ | حدیث علت | ۸۲ |
| ۱۸۰ | حدیث حرمت | ۸۳ |
| ۱۸۱ | حدیث علت و حرمت ۱ | ۸۴ |
| ۱۱ | حدیث علت و حرمت ۲ | ۸۵ |
| ۱۸۲ | حدیث حرمت | ۸۶ |
| ۱۱ | حدیث حرمت | ۸۷ |
| ۱۸۳ | عامل کلام | ۸۸ |
| ۱۸۵ | فصل دوم: | ۸۹ |

| نمبر شمار | مضمون | صفحہ |
|-----------|---|------|
| ۹۰ | کتب شیعہ کے ائینہ میں تعارف متعہ | ۱۸۵ |
| ۹۱ | عبارت تحفۃ العوام: "متعہ کے الفاظ کیا ہوتے ہیں؟" | " |
| ۹۲ | عبارت استبصار: "متعہ میں گڑا ہوں کی ضرورت نہیں کیونکہ اس میں اولاد حاصل کرنا مقصود نہیں ہوتا" | ۱۸۶ |
| ۹۳ | عبارت فروع کافی: متعہ کردہ عورت کو طلاق دینے کی ضرورت نہیں | ۱۸۷ |
| ۹۴ | عبارت فروع کافی: ایک مرد بیک وقت ہزار عورتوں کی متعہ کے لیے بگنگ کر سکتا ہے۔ | " |
| ۹۵ | عبارت فروع کافی: عورت سے یہ پوچھنے کی ضرورت نہیں کہ آیا تم شادی شدہ ہو؟ بس فوراً متعہ کرو اور چلتے بنو۔ | ۱۸۸ |
| ۹۶ | عبارت تہذیب الاحکام: کنجری سے متعہ کیا جاسکتا ہے۔ | ۱۸۹ |
| ۹۷ | عبارت من لایحضرہ الفقیہ: متعہ والی عورت کا اگر کہیں پکا کھاج ہو جائے تو بھی متعہ کی مقررہ مدت تک اس سے متعہ ہوتا ہے گا۔ | ۱۹۱ |
| ۹۸ | عبارت فروع کافی: متعہ میں حرمت غلیظہ کا کوئی سوال نہیں۔ | ۱۹۲ |
| ۹۹ | عبارت فروع کافی: متعہ کردہ عورت پر کوئی عدت نہیں (فوراً دوسرا مرد متعہ کر سکتا ہے) | ۱۹۳ |
| ۱۰۰ | عبارت فروع کافی: متعہ صرف یہ ہے کہ کتنی دیر اور کتنے پیسے؟ | ۱۹۴ |
| ۱۰۱ | عبارت فروع کافی: مٹھی بھر گندم پر بھی متعہ ہو سکتا ہے۔ | ۱۹۵ |
| ۱۰۲ | عبارت تہذیب الاحکام: سید زادیوں سے بھی شیعہ ہو سکتا ہے۔ (معاذ اللہ) | " |
| ۱۰۳ | عبارت تہذیب الاحکام: متعہ میں کسی کو بتلانے کی ضرورت نہیں (چکے چکے) | ۱۹۶ |

| صفحہ | مضمون | نمبر شمار |
|------|---|-----------|
| ۱۹۶ | مذکورہ عبارات سے متعلق فقہ جعفریہ کے کیا مسائل ثابت ہوئے۔ | ۱۰۴ |
| ۱۹۹ | فصل سوم | ۱۰۵ |
| ۱۰۶ | حکمت متہ پر شیعہ دلائل اور ان کے جوابات۔ | ۱۰۶ |
| ۱۰۷ | دلیل اول | ۱۰۷ |
| ۱۰۸ | آیت قرآنیہ فیما استمتعتم الخ۔ | ۱۰۸ |
| ۱۰۹ | جواب اول: پوری آیت پر غور کرو۔ | ۱۰۹ |
| ۱۱۰ | جواب دوم: آیت مذکورہ کی ترکیب سے کیا معنی پیدا ہوتا ہے۔ | ۱۱۰ |
| ۱۱۱ | جواب سوم: استمتعتم سے مراد مطلق نفع اٹھانا ہے۔ قرآنی شواہد | ۱۱۱ |
| ۱۱۲ | قرأت ابی بن کعب کا جائزہ | ۱۱۲ |
| ۱۱۳ | ایک بنیادی اعتراض اور اس کے جوابات۔ | ۱۱۳ |
| ۱۱۴ | حکمت متہ پر شیعوں کی دوسری دلیل | ۱۱۴ |
| ۱۱۵ | (حکمت متہ پر سلم شریف کی حدیث) | ۱۱۵ |
| ۱۱۶ | حکمت متہ پر شیعوں کی تیسری دلیل: | ۱۱۶ |
| ۱۱۷ | آیت استمتاع سے ابن عباس رضی اللہ عنہما کا حکمت متہ پر استدلال | ۱۱۷ |
| ۱۱۸ | از تفسیر طبری | ۱۱۸ |
| ۱۱۹ | جواب علماء | ۱۱۹ |

| صفحہ | مضمون | نمبر شمار |
|------|---|-----------|
| ۲۱۹ | حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہ کی پروردار و زید کی اور انہیں بھمایا (مسلم) | ۱۱۷ |
| ۲۲۲ | ابن عباس رضی اللہ عنہ کا جواز متعہ سے رجوع، بحوالہ ترمذی و بیہقی | ۱۱۸ |
| ۲۲۶ | جواب ۱۱۷: | ۱۱۹ |
| ۱۱ | تفسیر ابن عباس رضی اللہ عنہ سے آیت استمتاع کی تفسیر | ۱۲۰ |
| ۲۲۸ | حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کے رجوع پر تفسیر کبیر کی صاف عبارت | ۱۲۱ |
| ۲۲۹ | حلت متعہ پر شیعہ حضرات کی چوتھی دلیل | ۱۲۲ |
| ۱۱ | (اعلان عمر فاروق، دور نبوی میں ہونے والے متعہ کو میں حرام قرار دے رہا ہوں) | ۱۲۳ |
| ۲۳۱ | جواب اول: | |
| ۱۱ | (عمر فاروق کا تحریم متعہ کو اپنی طرف منسوب کرنا مجازاً ہے۔) | ۱۲۴ |
| ۲۳۶ | جواب دوم: | ۱۲۵ |
| ۱۱ | (صحابہ کا حرمت متعہ پر اجماع) | ۱۲۶ |
| ۲۳۹ | <u>ایک اعتراض</u> | ۱۲۷ |
| ۱۱ | ابو بکر صدیق کی بیٹی اسماء کہتی ہیں، ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دور میں متعہ کیا کرتی تھیں (نسائی طحاوی) | ۱۲۸ |
| ۲۴۰ | جواب: | ۱۲۹ |
| ۱۱ | جواس حدیث کی سند کہیں سے دکھا دے میں ہزار روپے انعام لے۔ | ۱۳۰ |

| صفحہ | مضمون | نمبر شمار |
|------|---|-----------|
| ۲۴۱ | تفسیر مظہری میں اس کے بجائے حرمت متعہ پر اجماع مذکور ہے۔ | ۱۳۱ |
| ۲۴۲ | مذکورہ اعتراض کی تائید میں ایک روایت اور اس کا جواب۔ | ۱۳۲ |
| ۲۴۳ | مجمع البیان کی عبارت اور اس کی تفسیر۔ | ۱۳۳ |
| ۲۴۴ | عت متعہ پر اہل تشیع کی پانچویں دلیل۔ | ۱۳۴ |
| ۱۱ | دشیموں کا اپنی کتب سے متعہ کو سنت رسول ثابت کرنے کی کوشش | ۱۳۵ |
| ۱۱ | عت متعہ پر سنت قول از وسائل الشیعہ | ۱۳۶ |
| ۲۴۹ | جواب اول تا سوم۔ | ۱۳۷ |
| ۲۵۱ | عت متعہ پر سنت فعلی۔ از وسائل الشیعہ | ۱۳۸ |
| ۲۵۳ | جواب: | ۱۳۹ |
| ۲۵۵ | لحمہ فکریہ: | ۱۴۰ |
| ۲۶۰ | مسئلہ متعہ پر اہل تشیع کی دو رنگی۔ | ۱۴۱ |
| ۱۱ | متعہ کے بغیر ایمان مکمل نہیں۔ (لام باقر) | ۱۴۲ |
| ۲۶۱ | عراق لبنان اور شام میں شیعہ متعہ کو دین کے چہرے پر بدنامی داغ سمجھتے ہیں۔ | ۱۴۳ |
| ۲۶۳ | متعہ زنا کی حد ختم کر دیتا ہے۔ | ۱۴۴ |
| ۲۶۴ | فصل چہارم: | ۱۴۵ |
| ۱۱ | حرمت متعہ پر قرآن مجید اور کتب شیعہ سے دلائل۔ | ۱۴۶ |

| صفحہ | مضمون | نمبر شمار |
|------|---|-----------|
| ۲۶۶ | دلیل ۷۱ آیت ۷۱: | ۱۴۷ |
| ۱۱ | ولیسستعنت الذین الخ۔ | ۱۴۸ |
| ۱۱ | دلیل ۷۱ آیت ۷۱: | ۱۴۹ |
| ۱۱ | ومن لم یستطع منکم طوعاً الخ | ۱۵۰ |
| ۲۶۷ | دلیل ۷۱ آیت ۷۱: | ۱۵۱ |
| ۱۱ | والذین ہم لفرد وجہ لہم الخ | ۱۵۲ |
| ۲۶۸ | حاصل کلام: | ۱۵۳ |
| ۲۶۹ | روایت علی اور اس کی شیعہ تاویل کا رد | ۱۵۴ |
| ۲۷۰ | آیت ۷۱ کی تشریح، تفسیر منبع المادقین اور مجمع البیان سے | ۱۵۵ |
| ۲۷۱ | دلیل ۷۱ آیت ۷۱: | ۱۵۶ |
| ۱۱ | یا ایہا النبی انا احلنا لک الخ | ۱۵۷ |
| ۲۷۲ | دلائل کتب شیعہ بر حرمت متہ | ۱۵۸ |
| ۱۱ | دلیل ۷۱ فردغ کافی: | ۱۵۹ |
| ۱۱ | متنہ کر کے طعون نہ بنو۔ حضرت علی کا ارشاد | ۱۶۰ |
| ۲۷۵ | دلیل ۷۱ فردغ کافی: | ۱۶۱ |
| ۱۱ | متنہ کے بارہ میں ایک عام شخص نے امام باقر کو لاجواب کر دیا۔ | ۱۶۲ |
| ۲۷۷ | کیا امام باقر نے واقعی مباہلہ سے فرار اختیار کیا تھا؟ | ۱۶۳ |
| ۲۷۹ | دلیل ۷۱ فردغ کافی: | ۱۶۴ |
| ۱۱ | امام جعفر نے فرمایا متنہ سے باز آ جاؤ یہ بے حیائی ہے۔ | ۱۶۵ |

| نمبر شمار | مضمون | صفحہ |
|-----------|---|------|
| ۱۶۷ | دلیل ۱۲ استنبصار: | ۲۸۰ |
| ۱۶۸ | حضرت علی کا فرمان۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے گھر لوگوں کا گوشت اور متعہ حرام قرار دیا تھا۔ | ۲۸۱ |
| ۱۶۹ | فصل پنجم: از متعہ ۲۸۳ تا ۳۱۶ صفحہ | ۲۸۳ |
| ۱۷۰ | شیعہ حضرات کے نزدیک بے حیائی کے انوکھے طریقے | ۲۸۴ |
| ۱۷۱ | بے حیائی کی مدہ ہو گئی۔ | ۲۸۵ |
| ۱۷۲ | فصل ششم: | ۳۱۷ |
| ۱۷۳ | شیعہ کتب سے متعہ کی تفصیلات اور برکتیں | ۳۱۸ |
| ۱۷۴ | متعہ کرنے والے کی مغفرت ہو چکی ہے۔ | ۳۱۹ |
| ۱۷۵ | آیت فما استمتعتم کے تحت تفسیر منی العادتی میں مذکور فضائل متعہ کی روایات۔ | ۳۲۰ |
| ۱۷۶ | متعہ میں ہر دوسے پر حج اور عمرہ کا ثواب اور ہر حرکت پر پہاڑوں جتنا اجر۔ | ۳۲۱ |
| ۱۷۷ | متعہ سے پیدا شدہ بچہ دوسرے بچوں سے افضل ہے۔ | ۳۲۲ |
| ۱۷۸ | متعہ کرنے والے کے تمام گناہ معاف اور غسل کے ہر قطرے کے برابر درجات کی بندی حاصل ہوتی ہے۔ | ۳۲۳ |
| ۱۷۹ | متعہ کرنے کے بعد غسل کرنے پر ہر قطرہ سے ستر فرشتے پیدا ہوں گے جو اس کے لیے تاقیامت مغفرت مانگیں گے۔ | ۳۲۴ |

| صفحہ | مضمون | نمبر شمار |
|------|--|-----------|
| ۳۳۳ | الحکمہ۔ | ۱۸۰ |
| ۳۳۵ | فصل ہفتم: | ۱۸۱ |
| ۱۱ | اشیر جاڑوی شیمی کی تصنیف "جواز متہ" کی کذب بیانیوں اور ان کا رد۔ | ۱۸۲ |
| ۳۳۷ | کذب بیانی اور دھوکہ ۱: | ۱۸۳ |
| ۱۱ | اشیر جاڑوی ص ۱۰ سے ص ۱۷ قرآنی آیات سے جواز متہ پر پانچ دلائل اور ان کے جوابات۔ | ۱۸۴ |
| ۳۴۷ | دھوکہ اور کذب بیانی ۲: | ۱۸۵ |
| ۱۱ | تفسیر طبری کی عبارت سے جواز متہ ثابت کرنے کی کوشش۔ | ۱۸۶ |
| ۳۵۳ | جواب تین امور۔ | ۱۸۷ |
| ۳۶۰ | دھوکہ اور کذب بیانی ۳: | ۱۸۸ |
| ۱۱ | حرمت متہ والی سنی روایات پر بے جا تنقید | ۱۸۹ |
| ۳۶۱ | جواب: | ۱۹۰ |
| ۳۶۳ | میزان الاعتدال سے معاویہ بن صالح کی شنعیت۔ | ۱۹۱ |
| ۳۶۹ | دھوکہ اور کذب بیانی ۴: | ۱۹۲ |
| ۳۷۶ | دھوکہ اور کذب بیانی ۵: | ۱۹۳ |
| ۱۱ | حرمت متہ والی روایات متواتر نہیں۔ | ۱۹۴ |
| ۳۷۷ | ابن رشد کی سیرت۔ | ۱۹۵ |
| ۳۷۸ | حدیث متواتر کی بحث۔ | ۱۹۶ |

| صفحہ | مضمون | نمبر شمار |
|------|--|-----------|
| ۳۸۲ | دھوکہ اور کذب بیانی ۵: | ۱۹۷ |
| ۱۱ | حرمت متہ والی حضرت علی کی روایت کا ایک راوی سفیان بن عیینہ مردس ہے۔ | ۱۹۸ |
| ۳۸۴ | جواب: | ۱۹۹ |
| ۱۱ | سفیان بن عیینہ کے بارے میں حقیقت حال۔ | ۲۰۰ |
| ۳۸۶ | تدلیس کیا ہے اور اس کا کیا حکم ہے۔ | ۲۰۱ |
| ۳۹۱ | دھوکہ اور کذب بیانی ۵: | ۲۰۲ |
| ۱۱ | جواز متہ پر طبری کی ایک عبارت۔ | ۲۰۳ |
| ۳۹۳ | جواب - چیلنج۔ | ۲۰۴ |
| ۱۱ | دھوکہ اور کذب بیانی ۵: | ۲۰۵ |
| ۳۹۶ | حرمت متہ والی حدیث مصححین میں تضاد اور حضرت علی سے حرمت متہ پر کسی بھی قول کے نہ ہونے کا دعویٰ۔ | ۲۰۶ |
| ۴۰۴ | دھوکہ اور کذب بیانی ۵: | ۲۰۷ |
| ۱۱ | حرمت متہ والی حدیث مسلم پر تنقید۔ | ۲۰۸ |
| ۴۱۰ | دھوکہ اور کذب بیانی ۵: | ۲۰۹ |
| ۱۱ | حرمت متہ والی حدیث مسلم پر تنقید۔ | ۲۱۰ |
| ۴۱۸ | دھوکہ اور کذب بیانی ۵: | ۲۱۱ |
| ۱۱ | امام نووی اور امام فخر الدین کی آراء میں تناقض ثابت کرنے کی کوشش | ۲۱۲ |
| ۴۲۴ | دھوکہ اور کذب بیانی ۵: | ۲۱۳ |
| ۱۱ | آیت استمتاع سے استنطاق۔ | ۲۱۴ |

| صفحہ | مضمون | نمبر شمار |
|------|---|-----------|
| ۴۳۲ | دھوکہ اور کذب بیانی ۱۳۱: | ۲۱۵ |
| " | دعویٰ کی منسوختیت آیت۔ | ۲۱۶ |
| ۴۴۷ | دھوکہ اور کذب بیانی ۱۳۱: | ۲۱۷ |
| " | حرمت متہ کب تک | ۲۱۸ |
| ۴۷۱ | دھوکہ اور کذب بیانی ۱۳۱: | ۲۱۹ |
| ۴۸۱ | دھوکہ اور کذب بیانی ۱۳۱: | ۲۲۰ |
| ۴۹۳ | دھوکہ اور کذب بیانی ۱۳۱: | ۲۲۱ |
| " | سکوت صحابہ۔ | ۲۲۲ |
| ۵۰۰ | دھوکہ اور کذب بیانی ۱۳۱: | ۲۲۳ |
| " | جابر بن عبد اللہ صحابی نے جوڑ متہ کا اعلان کیا۔ | ۲۲۴ |
| ۵۰۴ | جابر بن عبد اللہ اور متہ کی منسوخی۔ | ۲۲۵ |
| ۵۰۵ | حضرت عبد اللہ بن مسعود رحمہ اور متہ کی منسوخی۔ | ۲۲۶ |
| ۵۰۶ | ابی بن کعب اور ابن عباس رحمہ کی قرأت شاذہ ہے۔ | ۲۲۷ |
| ۵۰۸ | ابو سعید خدری رحمہ کی جوڑ متہ والی روایت مجروح ہے۔ | ۲۲۸ |
| ۵۱۰ | دھوکہ اور کذب بیانی ۱۳۱: | ۲۲۹ |
| " | عبد اللہ بن زبیر متہ کی پیداوار تھے۔ راعب اصغہانی۔ | ۲۳۰ |
| ۵۱۲ | راعب اصغہانی غالی شیعہ ہے۔ بحوالہ کتب شیعہ۔ | ۲۳۱ |
| ۵۲۰ | سلم بن امیہ، معبد بن امیہ اور عمرو بن حریس کے دعویٰ علت متہ کی حقیقت۔ | ۲۳۲ |
| ۵۲۶ | دھوکہ اور کذب بیانی ۱۳۱: حرمت متہ والی روایات باہم متضاد ہیں۔ | ۲۳۳ |

| صفحہ | مضمون | نمبر شمار |
|------|--|-----------|
| ۵۳۳ | دھوکہ اور کذب بیانی ۲۳۴: | ۲۳۴ |
| " | حاصل مطالعہ | ۲۳۵ |
| ۵۳۸ | دھوکہ اور کذب بیانی ۲۳۶: | ۲۳۶ |
| " | ابن نواز کے ساتھ شیخ مفید کا جواز متہ پر مناظرہ۔ | ۲۳۷ |
| ۵۴۳ | دھوکہ اور کذب بیانی ۲۳۸: | ۲۳۸ |
| " | متہ والی عورت کو میراث نہ ملنے کی بھونڈی بحث۔ | ۲۳۹ |
| ۵۵۱ | کتاب الحدود | |
| | شرعی حدود کے متعلق فقہ جعفریہ کے انوکھے مسائل | ۲۴۰ |
| " | حد زنا: | ۲۴۱ |
| ۵۵۳ | مسئلہ ۱: گواہی کے بغیر بھی نکاح شرعی ہو جاتا ہے۔ | ۲۴۲ |
| ۵۵۴ | مسئلہ ۲: عقد نکاح کیے بغیر بھول کر عورت سے وطی کر لی جائے تو کوئی حد نہیں۔ | ۲۴۳ |
| ۵۵۶ | مسئلہ ۳: ایجاب و قبول اور گواہی کے بغیر نکاح ہو سکتا ہے۔ | ۲۴۴ |
| ۵۶۰ | حد سرقت: | ۲۴۵ |
| " | صرف چار انگلیاں کاٹی جائیں۔ | ۲۴۶ |
| ۵۶۱ | پوری پر صرف انگلیاں کاٹنے کے دلائل اور ان کے جوابات۔ | ۲۴۷ |
| " | دلیل اول: | ۲۴۸ |

| صفحہ | مضمون | نمبر شمار |
|------|--|-----------|
| ۵۶۸ | دوسری دلیل۔ | ۲۴۹ |
| ۵۶۲ | تیسری دلیل۔ | ۲۵۰ |
| ۵۷۸ | پوری کے جرم پر کلائی سے ہاتھ کاٹنے پر اہل سنت کے دلائل۔ | ۲۵۱ |
| ۵۸۶ | زند کا کتب لغت سے معنی۔ | ۲۵۲ |
| ۵۸۸ | رُسنغ کی تحقیق۔ | ۲۵۳ |
| ۵۸۹ | دو اشکال اور ان کا جواب۔ | ۲۵۴ |
| ۵۹۲ | قطع یہ کی حکمت۔ | ۲۵۵ |
| ۵۹۷ | کتاب المحظر والاباحۃ ملت و حرمت سے متعلق فقہ جعفریہ کی خصوصی رعایتیں۔ | ۲۵۶ |
| ۵۹۸ | فقہ جعفریہ میں گدھا حلال ہے۔ | ۲۵۷ |
| ۶۰۰ | گھوڑے کا گوشت کھانا سنت رسول ہے۔ | ۲۵۸ |
| ۶۰۲ | فقہ حنفی میں گدھے کا گوشت کھانا حرام ہے۔ | ۲۵۹ |
| ۶۰۵ | فقہ جعفریہ میں کوا بھی حلال ہے۔ | ۲۶۰ |
| ۶۰۷ | سارے گیارہ تو درخون اگر جھڑیا میں گر جائے تو وہ کس نہیں ہوتی۔ | ۲۶۱ |
| ۶۱۰ | ہنڈیا میں جو ہاگر جانے سے نجاست نہیں آتی۔ | ۲۶۲ |
| ۶۱۲ | سنی کی دوکان سے خسر یا ہوا حلال گوشت خنزیر سے زیادہ حرام ہے۔ | ۲۶۳ |

| صفحہ | مضمون | نمبر شمار |
|------|---|-----------|
| ۴۱۷ | ایک بحث | ۲۶۴ |
| " | مچھلی کے ملال و حرام ہونے کے بارہ میں شیعہ سنی نظریہ۔ | ۲۶۵ |
| " | بر قسم کی مچھلی ملال ہے۔ (سنی) | ۲۶۶ |
| " | صرف پھلکے دار مچھلی ملال ہے۔ باقی سب حرام ہیں (شیعہ) | ۲۶۷ |
| " | ضروری نوٹ: | ۲۶۸ |
| ۴۱۸ | نبی شرمعی مسائل میں تقیہ نہیں کرتا۔ | ۲۶۹ |
| ۴۱۹ | مچھلی کے ملال و حرام ہونے کے بارے میں اثراہل بیت کے | ۲۷۰ |
| ۴۲۲ | مختلف فتوے۔ | |
| " | علا حضرت علی کے نزدیک مچھلی کی بہت سی اقسام حرام ہیں مرن | ۲۷۱ |
| | چھلکے دار مچھلی ملال ہے۔ | |
| ۴۲۴ | علا: امام جعفر کے نزدیک جبری مچھلی کے علاوہ کوئی مچھلی مکروہ نہیں | ۲۷۲ |
| " | علا: جریث نامی مچھلی مکروہ ہے، امام جعفر، | ۲۷۳ |
| ۴۲۵ | علا: سب مچھلیاں ملال ہیں۔ امام جعفر، | ۲۷۴ |
| ۴۲۶ | لمسکریہ: | ۲۷۵ |
| ۴۲۹ | مچھلی کی تمام اقسام کی علت پر اہل سنت کے دلائل۔ | ۲۷۶ |
| " | دلیل اول: | ۲۷۷ |
| " | حدیث پاک کی عمومیت | ۲۷۸ |
| ۴۳۰ | دلیل دوم: | ۲۷۹ |
| " | حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے جریث کو ملال قرار دیا۔ | ۲۸۰ |

| صفحہ | مضمون | نمبر شمار |
|------|--|-----------|
| ۶۳۳ | ہونیکر: | ۲۸۱ |
| ۶۳۴ | دوسری بحث: | ۲۸۲ |
| ۶۳۴ | زرگوش کی علت و حرمت میں شیوہ سنی اختلافات. | ۲۸۳ |
| ۶۳۴ | زرگوش کے حرام ہونے پر شیعوں کی طرف سے تین وجوہ - » دسامی اشید کی عبارت: | ۲۸۴ |
| ۶۳۵ | جواب وجہ اول: | ۲۸۵ |
| ۶۳۶ | جواب وجہ ثانی: | ۲۸۶ |
| ۶۳۶ | جواب وجہ ثالث: | ۲۸۷ |
| ۶۳۷ | زرگوش کی علت پر اہل سنت کے دلائل - | ۲۸۸ |
| ۶۳۷ | مأذوم اجماع | ۲۸۹ |



ہمداری نئی علمی و تحقیقی پیش کش



مصنف

قاری محمد طیب صاحب - نبیرہ مناظر اسلام علامہ محمد علی صاحب

مصنف



ناشر

مکتبہ نور چینیسیں، جامعہ رسولیہ شیرازیہ بلال گنج لاہور



کتاب النکاح

اس بحث میں ہم تین فصلیں لکھیں گے تاکہ نکاح اور اس کے تعلقات کی تفصیلی گفتگو ہو سکے۔ فصل اول میں ”حقیقت نکاح“ موضوع ہوگا۔ پھر اسی ضمن میں شیعہ سنی اختلاف، مجملہ حوالہ جات مذکور ہوگا۔ دوسری فصل میں اہل سنت اور اہل تشیع کی باہمی مناکحت کی بحث ہوگی۔ (انشاء اللہ) اور فصل سوم میں مسائل نکاح ہیں۔

فصل اول

نکاح کی حقیقت اور اس میں اختلاف

اہل سنت و جماعت کا عقیدہ

ہر دو مسلمان (جن میں ایک مرد اور دوسری عورت ہو) کہ جن کے باہم رشتہ ازدواجیت کے انعقاد کی شرعی رکاوٹ نہ ہو خود وہ یا ان کے ولی کم از کم

دو گواہوں کی موجودگی میں ایجاب و قبول کر لیں۔ اور اس ایجاب و قبول میں کسی مقررہ معیار کا دخل نہ ہو۔ عقد شرعی، مکملتا ہے۔ جس کے بعد مرد کی حیثیت خاوند کی اور عورت کی حیثیت اس کی زوجہ کی ہو جاتی ہے۔

اہل تشیع کا عقیدہ

مرد اور عورت آپس میں ایجاب و قبول کر لیں۔ تو عقد ہو گیا۔ دو گواہ ہوں تب بھی درست اور نہ ہوں تب بھی کوئی حرج نہیں۔ اسی طرح اگر ایجاب و قبول مخصوص وقت تک کے لیے کیا۔ تو یہی عقد صحیح ہو گا۔ لیکن اس کو دو عقد متعہ کہیں گے۔ اور اگر وقت و معیار سے کوئی پابندی نہیں۔ تو یہی صحیح لیکن اس قسم کے نکاح کو دو عقد دائمی کہا جائے گا۔

زنا اور نکاح میں فرق ہونا چاہیے

ایک مرد اور ایک عورت اگر تنہائی میں اپنی منی خواہشات پوری کرتے ہیں تو اس کی عام طور پر دو صورتیں سامنے آتی ہیں۔ ایک یہ کہ دونوں کا پہلے سے عقد شرعی ہو چکا ہے۔ اور دوسری صورت یہ کہ وہ اس سے قبل وہ عقد شرعی، کے بندھن سے آزاد ہیں۔ پہلی صورت میں نہ شرعاً جرم اور نہ عرفاً و عادتاً مغلطاً ناجائز، دوسری صورت میں اگرچہ باہمی رضامندی سے ہو یا اکراہ و جبر سے بہر حال شرعاً ناجائز ہے۔ اور عرفاً و عادتاً اس کو ناجائز و حرام کہا جاتا ہے۔ دیکھنا یہ ہے۔ کہ دونوں صورتوں میں غلاہشات نفسانہ کی تکمیل ہے۔ پھر ایک کو واجب الحد و دوسرے کو ادائیگی حتی کیوں قرار دیا گیا؟ اگر سوچا جائے۔ تو حقیقت یوں سامنے آئے گی۔ کہ ان دونوں میں حد فاصل اور باہم امتیاز دینے والی اگر کوئی چیز ہے۔ تو وہ دو شہادت، اور پابندی وقت

سے آزادی،“ اسی دو چیزیں ہیں۔

اسی لیے اگر دو گواہوں (شہادت) کو ضروری نہ سمجھا جائے۔ بلکہ ایک مرد اور ایک عورت آپس میں ایجاب و قبول کر لیں۔ تو تنہائی میں وہی سے قبل دونوں ایسا کر سکتے ہیں۔ پھر اس پر کوئی منہ نہیں نہ ہونا چاہیئے۔ کیونکہ ”عقد“ ہو جانے کے بعد جو کچھ ہوا سو ہوا۔ یونہی اگر مخصوص وقت تک نکاح جائز ہو۔ تو پھر بھی ایسے جوڑے کو کسی قسم کی سزا کا سامنا کرنا پڑے گا۔

لہذا معلوم ہوا کہ اہل تشیع کے طریقہ نکاح میں اور زنا میں کوئی خاص امتیاز نہیں۔ بلکہ صرف نیت ہی مابہ الامتیاز ہے۔ یعنی وہی اور بد معاشری سے قبل دونوں نے نیت ایجاب و قبول کر لی۔ (جو ہر ہی جاتی ہے) تو کوئی حرم نہ ہوا۔ نہ گواہوں کی ضرورت اور نہ ہمیشہ کے لیے بیوی بنانا ضروری۔ یہی وجہ ہے۔ کہ کوئی ضیاع حقیقت نکاح کے پیش نظر نہ زانی ہو سکتا ہے۔ اور نہ ہی اس کو زنا کی حد دی جاسکتی ہے۔ کیونکہ وہ جواب دعویٰ میں کہہ سکتے ہیں۔ کہ ہمارے نزدیک نہ گواہ ضروری۔ نہ علی الدوام زوجیت کی قید۔ اس لیے ہم دونوں نے گواہوں کے بغیر چند منٹوں کے لیے چند منٹوں کے عوض ایجاب و قبول کر لیا تھا۔ لہذا ہم زنا کے مرتکب نہیں ہوئے اس لیے اس کی مدد ہم پر جاری نہیں ہو سکتی۔

یہ جو کچھ ہم نے لکھا، محض عقلی صغریٰ کبیری جا کر دلیل پیش نہیں کی۔ بلکہ اس کے بہت سے شراہد موجود ہیں۔ بد قسمتی سے ہمارے ملک (پاکستان) میں بہت سے شہروں میں اسی قسم کے نکاح ہوتے ہیں۔ اور ان میں نیچے والی بیویاں اپنی دوکانیں سمجھتے بنت نئے خاندان کے انتظار میں گھڑباں بسر کرتی ہیں۔ ان کو اس کا رد بار کے لیے باقاعدہ لائسنس جاری ہوتے ہیں۔ جن میں ایک شرط یہ بھی لکھنا پڑتی ہے۔ کہ ہم اس دھندے کو اپنے مذہب میں جائز سمجھتی ہیں۔ تبھی یہ

ان اڈوں کی رونق بننے والی کسی صورت کو معتزنا نہیں لگائی جاتی۔ ہذا معلوم ہو کہ اہل تشیع کے نکاح اور ناکہ میں کوئی خاص فرق نہیں۔ اگر ہو بھی تو یہی نکالنے کے واسطے موجود ہیں۔

ہم یہ بھی واضح کر دیتے ہیں۔ کہ اگر کوئی شیعہ یہ کہے کہ بغیر گاہوں کے ہم نکاح کو جائز نہیں سمجھتے ہیں۔ یہ معنی ہم پر الزام ہے۔ مسلک شیعہ میں اس کا کوئی ثبوت نہیں۔ اور نہ ہی ائمہ اہل بیت سے اس قسم کی کوئی روایت موجود ہے۔ تو ہم خود ان کی کتب سے دو چار روایات ایسی پیش کر دیتے ہیں۔ جن سے یہ پتہ چل جائے گا۔ کہ یہ الزام ہے یا حقیقت حال؟

”وگواہوں کے بغیر نکاح ہو جانے کا ثبوت“

کتب شیعہ سے

فروع کافی؛

عَنْ زُرَّارَةَ ابْنِ اَعْيَنٍ قَالَ سَمِعْتُ اَبُو عَبْدِ اللَّهِ
عَلَيْهِ السَّلَامُ عَنِ الرَّجُلِ يَتَزَوَّجُ
امْرَاةً بِغَيْرِ شَهْوَدٍ فَقَالَ لَا بَأْسَ
بِئْزِ وَ يُجِزِ الْبَتَّةَ فِيمَا بَيْنَهُ وَ
بَيْنَ اللَّهِ اِنْ تَمَّ جُعِلَ الشَّهْوَدُ رَفِي
تَزْوِيجِ الْبَتَّةِ مِنْ اَجَدِ الْوَلَدِ
لَوْلَا ذَلِكَ لَمْ يَكُنْ بِهِ

بَاسَ۔

دفعہ کافی جلد ۵ صفحہ نمبر ۲۸
کتاب النکاح باب التزویم
بغیر بیعت - مطبوعہ تہران
طبع جدید ۱۔

ترجمہ:

ذرارہ بن امین کہتا ہے۔ کہ حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے
پوچھا گیا۔ کہ ایک مرد کسی عورت سے گواہوں کے بغیر نکاح کر لیتا ہے
(کیا یہ نکاح جائز ہے؟) فرمایا۔ اشد اور اس کے نکاح کرنے والے کے
درمیان اس نکاح کے منقذ ہونے میں کوئی حرج نہیں۔ یہ نکاح یقیناً
ہو گیا۔ گواہوں کو تو نکاح میں صحت اولاد کی خاطر ضروری رکھا گیا ہے۔
اگر اولاد کا معاملہ درمیان میں نہ ہو۔ تو گواہوں کی کوئی ضرورت نہیں۔

من لا یحضرہ الفقیہ:

عَنْ مُسْلِمِ بْنِ بَشِيرٍ عَنْ
أَبِي جَعْفَرٍ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ
سَأَلْتُهُ عَنْ رَجُلٍ تَزَوَّجَ بِغَيْرِ امْرَأَةٍ
وَلَمْ يُشْهَدْ فَقَالَ أَمَّا فِيمَا
بَيْنَهُ وَبَيْنَ اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ
فَلَيْسَ عَلَيْهِ شَيْءٌ وَلَكِنْ
إِنْ أَخَذَهُ سُلْطَانٌ جَائِرٌ

عاقبہ

دمن لایہ جعفریہ النقیبہ - جلد ۲ ص ۲۵۱

باب الولی والشہود والنظاہ

مطبوعہ تہران طبع جدید

ترجمہ:

مسلم بن بشیر حضرت امام ابو جعفر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہوئے
کہتا ہے کہ میں نے امام موصوف سے ایک ایسے مرد کے متعلق
پوچھا جس نے ایک عورت سے شادی رچائی۔ لیکن کوئی گواہ نہ بنایا
(کیا اس کا نکاح ہو گیا؟) فرمایا۔ اللہ تعالیٰ اور اس نکاح کرنے والے کے
ما بین کوئی حرج نہیں ہے۔ (کیونکہ عند اللہ یہ نکاح درست ہے۔)
لیکن اگر یہ شخص کسی ظالم حکمران کے ہتھے چڑھ گیا۔ تو وہ اسے ضرور سزا
دے گا۔

تہذیب الاحکام ۱

عَنْ أَبِي جَعْفَرٍ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ إِذَا مَا جُعِلَتْ
الْبَيْتَةُ فِي النِّكَاحِ لِأَجْلِ الْمَوَارِيثِ۔

(تہذیب الاحکام جلد ۱ ص ۲۴۸)

باب تفصیل احکام النکاح مطبوعہ

تہران طبع جدید

ترجمہ

امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا
نکاح میں گواہ تو اس لیے رکھے گئے ہیں تاکہ اولاد کی وراثت میں

کوئی جگہ ان پڑے۔ (ورد گواہوں کی کوئی ضرورت نہیں ہے)

ملحہ فکریہ:

مذکورہ تین عدد و احوال بات سے ثابت ہوا کہ

- ۱۔ مسلک شیعہ میں نکاح کے لیے گواہوں کی کوئی ضرورت نہیں۔
- ۲۔ ضرورت صرف اس صورت میں پڑے گی۔ جب اولاد کے لیے میراث کا معاملہ حل کرنا مقصود ہو۔

۳۔ گواہوں کے بغیر نکاح کرنے والا اللہ کے نزدیک مجرم نہیں

۴۔ اگر کوئی مالک وقت اس کو سزا دے۔ تو وہ ظلم ہوگا۔

آپ ان امور کو بار بار پڑھیں۔ پھر موازنہ کریں۔ کہ زنا اور شیمی نکاح میں کیا فرق ہے یہ ایک بڑی امر ہے۔ کہ زانی اور مزنیہ کے بیش نظر صرف شہرت رانی ہوتی ہے حصول اولاد کا مقصود نہیں ہوتا۔ جب اولاد مقصود ہی نہیں۔ تو ان کی میراث کا مسئلہ کہاں سے اُٹھے گا۔ یہی اولاد تھی۔ کہ جس کی خاطر گواہوں کی ضرورت کو تسلیم کیا گیا۔ لہذا یہ (زنا راجی) ان کے ہاں عند اللہ نکاح ہو گیا۔ پھر نکاح کرنے والے جوڑے پر حد لگانے والا واقعی ظالم ہوگا۔

(فاعتبروا یا اولی الابصار)

فصل دوم

اہل تشیع اہل سنت سے نکاح کو حرام کہتے ہیں

اہل تشیع کا عقیدہ ہے کہ اہل سنت و جماعت دائرہ اسلام سے خارج (یعنی کافر) ہیں۔ اور یہود و نصاریٰ سے بھی کہیں بدتر ہیں۔ لہذا انہیں رشتہ دینایا اُن کا رشتہ لینا قطعاً حرام ہے۔ اس کے علاوہ اہل سنت کا ذبیحہ کھایا جائے اور نہ ہی ان کے ساتھ مشترک یا ہمسائیگی کے طور پر رہائش رکھی جائے۔ اس عقیدہ کے ثبوت میں ان کی کتب سے حوالہ جات ملاحظہ ہوں۔

الاستبصار

عَنِ الْفُضَيْلِ بْنِ يَسَارٍ قَالَ سَأَلْتُ أَبَا جَعْفَرٍ
عَلَيْهِ السَّلَامُ عَنِ السَّمْرَةِ الْعَارِفَةِ
هَلْ أَرْزَوْجُهَا النَّاصِبَ فَقَالَ لَا لِأَنَّ
النَّاصِبَ كَافِرٌ فَقَالَ فَإِنَّ رَزَوْجَهَا الرَّجُلَ
غَيْرَ النَّاصِبِ لَا الْعَارِفِ فَقَالَ

غَيْرُهُ احَبُّ اِلَيَّ مِنْهُ -

(الاستبصار جلد ۳ ص ۱۸۴ باب

تحريم النكاح الناصبة

المشهوره بذا لك مطبوعه تهران

طبع برید)

ترجمہ:

فیصل بن یسار نے کہا میں نے امام ابو جعفر رضی اللہ عنہ سے پوچھا کیا کسی جانی یا پیمانی شیعہ عورت کا نکاح کسی ناصب (سنی) سے کر دوں فرمایا نہیں۔ کیونکہ ناصبی (سنی) کا فریض۔ پھر میں نے پوچھا کیا ایسی عورت کا نکاح کسی نیز ناصب (غیر سنی) یا ان جان سے کر دوں۔ فرمایا۔ ناصب (سنی) کے علاوہ ہر آدمی مجھے اس سے بہتر نظر آتا ہے۔ (لہذا اس سے یا ہٹنے میں کوئی حرج نہیں ہے)

تہذیب الاحکام:

عَنْ فَضَيْلِ بْنِ يَسَارٍ عَنْ أَبِي عَبْدِ اللَّهِ عَلَيْهِ
السَّلَامُ قَالَ لَا يَتَزَوَّجُ نَجَسُ الْمُؤْمِنِ
النَّاصِبِيَّةَ الْمَعْرُوفَةَ.

(۱۔ تہذیب الاحکام جلد ۲ ص ۲۰۲)

فیمن یحرم نکاحہا سنن الطبرانی مطبوعہ تهران

طبع برید)

دو حوالے اگلے صفحہ پر ہیں۔

(۲) - فروع کافی جلد ۵ ص ۲۴۸

کتاب النکاح باب

مناکحة التصاب -

مطبوعہ تہران طبع جدید

(۳) - الاستیعاب جلد ۲ ص ۱۸۳

باب تحریر النکاح

الناسبة - مطبوعہ تہران

طبع جدید

ترجمہ:

فضیل بن یسار نے امام ابو عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہوئے کہا کہ امام نے فرمایا کہ کوئی صاحب ایمان (شیعوں میں) کسی ایسی عورت سے ہرگز شادی نہ چاہئے۔ جو ناصبیہ (سنیہ) ہونے میں مشہور ہو۔

فروع کافی:

عَنْ فَضَيْلِ بْنِ يَسَارٍ قَالَ سَأَلْتُ أَبَا عَبْدِ اللَّهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ عَنْ تَنْكَاحِ النَّاصِبِ ذَعَّالٍ لَا وَاللَّهِ مَا يُحِلُّ.

(فروع کافی جلد ۵ ص ۲۵۰ کتاب

النکات باب مناکحة النصاب

مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ: فضیل بن یسار کہتا ہے کہ میں نے ابو عبد اللہ امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ

ہے پوچھا۔ کیا صبا (مثنوی) ام و شیوعہ عورت سے نکاح کر سکتا ہے۔ خدا کی قسم! یہ ہرگز حلال نہیں ہے۔

الاستبصار:

عَنْ فَضِيلِ بْنِ يَسَارٍ عَنْ أَبِي جَعْفَرٍ عَلَيْهِ السَّلَامُ
قَالَ ذُكِرَ الشَّاصِبُ فَقَالَ لَا تَمُتْ لِحُفْمِهِمْ
وَلَا تَأْكُلْ ذَبِيحَتَهُمْ وَلَا تَسْكُنْ
مَعَهُمْ۔

۱- الاستبصار جلد سوم صفحہ نمبر ۱۸۴

باب تحریر نکاح انت صبا

مطبوعہ تہران طبع جدید

۲- تہذیب الاحکام جلد دوم ص ۳۰۳

فی من بحر من نضاحہن الخ

مطبوعہ تہران طبع جدید

ترجمہ:

فضیل بن یسار روایت کرتا ہے۔ کہ امام ابو جعفر محمد باقر رضی اللہ عنہ کے سامنے نامب (اہل سنت) کی بات حیت ہوئی۔ تو آپ نے فرمایا۔ ان سے نہ نکاح کرو۔ نہ انہیں نکاح دو۔ اور نہ ان کا ذبح کیا ہو جانور کھاؤ۔ اور نہ ہی ان کے ساتھ رہنا شرعی اختیار کرو۔

ۛ

”اہل سنت، یہ یہودیوں اور عیسائیوں سے بھی

بدتر ہیں

فروع کافی؛

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ سَكَّانٍ عَنْ أَبِي عَبْدِ اللَّهِ
عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ سَأَلَهُ أَبِي وَأَنَا أَسْمَعُ
عَنْ نِكَاحِ الْيَهُودِيَّةِ وَالنَّصْرَانِيَّةِ فَقَالَ
نِكَاحُهُمَا أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ نِكَاحِ الشَّاهِدِيَّةِ
وَمَا أَحَبُّ لِلتَّرَجُّلِ الْمُسْلِمِ أَنْ يَتَنَزَّ وَجَّحَ
الْيَهُودِيَّةَ وَلَا النَّصْرَانِيَّةَ مَخَافَةَ
أَنْ يَتَحَلَّوْا وَلَدَهُ أَوْ يَتَنَصَّرَ.

(فروع کافی جلد پنجم صفحہ نمبر ۳۵۱)

کتاب النکاح باب

مناکحة النصاب مطبوعہ

تہران طبع جدید

ترجمہ؛

عبد اللہ بن سنان حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے روایت
کرتے ہوئے کہتا ہے کہ میرے والد نے حضرت امام موسیٰ
یہودی اور عیسائی عورت سے شادی کرنے کے متعلق پوچھا اور
میں اس وقت یہ سوال وجواب سن رہا تھا۔ امام موسیٰ نے فرمایا۔

ان دونوں قسم کی عورتوں سے شادی کرنا میرے نزدیک ناممید (منہر) سے
 شادی کرنے کی نسبت کہیں بہتر ہے۔ لیکن میں کسی مسلمان مرد کے لیے
 یہ پسند نہیں کرتا کہ وہ کسی یہودی یا نصرانی عورت سے شادی کرتے۔
 کیونکہ اس شادی کے سرائجام پانے اور پھر ان
 کے ہاں اولاد ہونے کے بعد مجھے خطرہ محسوس ہوتا ہے کہیں ایسا
 نہ ہو کہ وہ نصرانی یا یہودی عورت اس مسلمان کی اولاد کو درستی یہودی
 یا عیسائی بنادے۔

ایضاً:

عَنْ أَبِي بَصِيرٍ عَنْ أَبِي عَبْدِ اللَّهِ عَلَيْهِ
 السَّلَامُ أَنَّهُ قَالَ تَزْوُجُ الْيَهُودِيَّةَ وَ
 النَّصْرَانِيَّةَ أَفْضَلُ أَوْ قَالَ خَيْرٌ مِنْ تَزْوُجِ النَّاصِبَةِ
 وَالنَّاصِبَةِ۔

(فوائد کافی جلد پنجم منہر نمبر ۳۵)

کتاب النکاح باب

هناكحة النصاب لمطبوتہ

لمطبوتہ

ترجمہ:

ابو بصیر حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے راوی کہ امام موسیٰ نے
 فرمایا کسی یہودی اور عیسائی عورت سے شادی کرنا افضل ہے۔ یا فرمایا کسی
 نصرانی عورت سے شادی کرنے سے یہودی اور نصرانی سے شادی
 کرنا اچھا ہے۔

ناصر (سُنی) احرام زادے سے بھی
زیادہ بُرا ہے

جامع الاخبار:

عَنْ أَبِي عَبْدِ اللَّهِ أَنَّ سُوحًا أَدْخَلَ
فِي السَّعِينَةِ الْكَلْبَ وَالْحَنْزِيرَ وَلَمْ يَدْخُلْ
فِيهَا وَلَدَ الزَّوْنَا وَالْقَاصِبُ أَشَدُّ مِنْ
وَلَدِ الزَّوْنَا.

(جامع الاخبار صفحہ نمبر (۱۸۵)

الفصل السابع والعشرين

والمائة في التعصب الخ

مطبوعہ نعت اشرف

ترجمہ ۱

امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ حضرت نوح علیہ السلام نے کشتی
میں کتا اور خنزیر کو سوار کر لیا۔ لیکن حوا کی کو اوپر نہ چڑھایا۔ ناصر (سُنی) تو
حرام زادے سے بھی زیادہ بُرا ہے۔

ناصب (سنی) کتے سے بھی بدتر

ہے معاذ اللہ

اللغة الدمشقية:

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ يَعْفُورَ عَنْ أَبِي عَبْدِ اللَّهِ
عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ وَإِيَّاكَ أَنْ تَغْسِلَ مِنْ
غَسَّالَةِ الْحَقَامِ وَفِيهَا تَتَجَمَّعُ غَسَّالَةُ
الْيَهُودِيِّ وَالنَّصْرَانِي وَالْمَجُوسِ وَالنَّاصِبِ
لَنَا أَهْلُ الْبَيْتِ فَهُوَ شَرُّهُمْ فَإِنَّ اللَّهَ تَعَالَى
لَمْ يَخْلُقْ خَلْقًا أَنْجَسَ مِنَ الْكَلْبِ وَآرَبَ
النَّاصِبِ لَنَا أَهْلُ الْبَيْتِ لَأَنْجَسَ مِنْهُ.

(اللغة الدمشقية جلد پنجم ص ۲۴۲ تا ۲۴۵)

(۲۴۲ مسئلہ کفایت)

ترجمہ:

عبد اللہ بن یعفور نے حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ امام موصوف نے فرمایا: خبردار! اپنے آپ کو حمام کے پانی سے دور رکھنا۔ کہ جس میں یہودی، نصرانی اور مجوسی کے غسل کا پانی جمع ہو تا ہو اور ہمارے ناصب (سنی) کا غسالہ کو ان سے بھی کہیں زیادہ ناپاک اور گندہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے تمام مخلوقات میں سے کتے سے زیادہ نجس (ناپاک) کوئی دوسرا پیدا نہیں کیا۔ اور ہم اہل بیت کا ناصب (سنی) تو کتے سے بھی زیادہ نجس ہے۔

ناصب کون ہے؟

ہم نے مذکورہ حوالہ بات میں جہاں کہیں بھی لفظ ”ناصب“ یا ”نامبی“ آیا اس کا ترجمہ ”اہل سنت یا سنی“ کیا ہے۔ اس پر بعض بھولے بھالے اہل سنت کو اہل تشیع پر کہہ کر دھوکہ دے دیتے ہیں۔ کہ ہماری کتابوں میں جو کچھ لکھا گیا ہے۔ وہ نامبی کے لیے ہے۔ اہل سنت تو نامبی نہیں۔ اس لیے اُن کو اس سے برا نہیں منانا چاہیئے اور نامبی وہی لوگ ہیں جن کو خواجه یا غازی بھی کہتے ہیں۔ ان خارجیوں کا یہ عقیدہ بھی ہے کہ حضرت علی امر تفسی رضی اللہ عنہ مسلمان نہیں تھے (معاذ اللہ)

ہم نے جو ترجمہ کرتے وقت لفظ ”ناصب“ سے مراد سنی کیا۔ یہ اپنی طرف سے نہیں ہے۔ بلکہ شیعوں کی کتب میں صاف صاف موجود ہے۔ کہ نامبی سے مراد وہ اہل سنت، ہی ہیں۔ لہذا کسی شیعوں کے مذکور بالا دھوکہ میں نہ آیا جائے۔ حوالہ ملاحظہ فرمائیں۔

انوار نعمانیہ:

نعمت اللہ جزائری شیمی نے ”انوار نعمانیہ“ میں ”نامبی“ کی تعریف میں لکھا۔ ”وہ لوگ جو اہل بیت رسول سے عداوت رکھیں۔ ان کو ”نامبی“ کہنا غلط ہے۔ بلکہ ”نامبی“ وہ لوگ ہیں۔ من نصب العداوة لشیعۃ اہل البیت علیہم السلام جو شیعیان اہل بیت سے عداوت رکھیں۔ ”نامبی“ کے یہ معنی بیان کرنے کے بعد مصنف نے حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کا اس بارے میں ایک تائیدی قول بھی پیش کیا۔ جو یہ ہے۔

يَا سُنَادُ مُعْتَبِرٍ عَنِ الصَّادِقِ عَلَيْهِ السَّلَامُ
قَالَ كَثِيرُ النَّاصِبِ مِنْ تَصَبَّ لَنَا أَهْلُ الْبَيْتِ

لَا تَنَكَ لَا تَجِدُ رَجُلًا يَقُولُ أَنَا بُغِيضٌ مُحَمَّدًا
وَأَلِ مُحَمَّدٍ وَلَكِنَّ النَّاصِبَ مَنْ نَصَبَ لَكُمْ
وَهُوَ يَكْمُرُ أَتَكُمْ تَتَوَلَّوْنَا وَأَنْتُمْ مِنْ شَيْعَتِنَا
وَفِي مَعْنَاهُ أَغْبَارُ كَثِيرَةٌ وَقَدْ رَوَى عَنِ
التَّحِيصِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ أَنَّ عَلَامَةَ النَّوَاصِبِ
تَقْدِيرُهُمْ غَيْرِ عَلَى عَيْنِ عَلَيْهِ
وَيُؤَيِّدُهَا الْمَعْنَى أَنَّ الْأَيْمَةَ عَلَيْهِمُ السَّلَامُ
وَحَوَاصِلُهُمْ أَطْلَقُوا لَفْظَ النَّاصِبِ عَلَى
أَبْنَى حَنِيفَةٍ وَأَمْثَالِهِ مَعَ أَنَّ أَبَا حَنِيفَةَ لَمْ
يَكُنْ يَقْنَنُ نَصَبَ الْعَدَاوَةِ لِأَهْلِ الْبَيْتِ
عَلَيْهِمُ السَّلَامُ .

اور انما یہ تصنیف نعت ابجاری

اشی جلد دوم ص ۳۰۰ مظلمہ فی

احوال المصوفیہ والنواصب

مطبوعہ تبریز جدیدہ

ترجمہ !

حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے جمہور کے ساتھ عداوت ہے
کہ آپ نے فرمایا۔ نا پس وہ نہیں جو ہم اہل بیت کو بُرا بولا کہے۔ عداوت
رکھے۔ کیونکہ ہمیں ایک بھی آدمی ایسا نہ ملے گا۔ جو یہ کہے۔ کہ میں محمد بنی اللہ
علیہ السلام اور آل محمد سے بغض و عداوت رکھتا ہوں۔ بلکہ نا پس وہ ہے۔ جو
اسے شیوہ! کہیں اچھا نہ سمجھتا ہو۔ اور تمہارے بارے میں یہ جاننے

ہوئے کرتم ہم اہل بیت سے محبت کرتے ہو۔ اور تم ہمارے
شیعہ ہو۔ بغض و عداوت رکھنا ہو۔ اس بارے میں بہت سی روایات
موجود ہیں۔ جن سے نا صبی کا یہی معنی مفہوم ہوتا ہے۔ خود حضورؐ
کا منات صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے۔ آپؐ نے فرمایا: نا صبی کی
نشانی یہ ہے۔ کہ وہ حضرت علیؑ کرم اللہ وجہہ سے دوسروں کو
افضل کہے۔

نا صبی کے اسی معنی کا تائید یوں بھی ہو جاتی ہے۔ کہ ائمہ اہل بیتؑ نے اور ان
کے خاص معتقدین نے ابو صفیہؑ اور ان جیسے دوسرے یعنی یقینوں کے اماموں پر لفظ
"دنا صبی" بولا ہے۔ حالانکہ ان میں سے کوئی بھی اہل بیت سے بغض و عداوت نہ
رکھتا تھا بلکہ ان کی شیعان اہل بیت سے عداوت کی وجہ سے انہیں نا صبی
کہا گیا۔

خلاصہ کلام،

انوار النہایہ کے مصنف نعمت اللہ جزائری شیبی نے دو ٹوک الفاظ سے یہ
ثابت کیا ہے۔ کہ دنا صبی، اسے مراد دو خارجی ہیں۔ بلکہ شیعان اہل بیت کے
مخالف ہیں۔ اور اس مفہوم و تعریف کی تصدیق و توثیق میں امام جعفر صادقؑ رضی اللہ عنہ
کا قول بھی پیش کیا۔ بلکہ حضورؐ کا منات صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک حدیث
بھی اس کی تائید میں ذکر کی گئی۔

اہل سنت کے متعلق نعمت اللہ جزائری نے مسلک شیعہ کی ترجمانی کرتے
ہوئے جو گندے الفاظ بطور عقائد شیعہ ذکر کیے۔ ان میں سے چند کا تذکرہ
حوالہ جات میں ذکر ہے۔ ان کے علاوہ یہ بھی ذکر ہے۔ کہ اگر اہل تشیع اس

امر کی قدرت پائیں۔ کہ وہ مینوں کا خون بہا سکیں۔ تو انہیں دریغ نہیں کرتا چاہیے۔ ان کا مال و منال، ان پر دیوار گرا کر اور دینا اور انہیں پانی میں ڈبو کر ناسب کچھ روا ہے۔

ملحہ فکریہ:

اہل تشیع کے مسلک و عقیدہ کو آپ نے جانا۔ اہل سنت کے متعلق اُن کا یہ نظریہ ہے۔ کتا، خنزیر اور حرام زادہ ان سے کہیں بہتر ہے۔ قدرت پانے پر مینوں کو ہر طرح سے اذیت دینا جائز ہے۔ انہیں رشتہ دینے اور ان سے رشتہ لینے سے یہودی اور مسائی کہیں اچھے ہیں۔ ان عقائد کے ہوتے ہوئے کسی سنی پر یہ بات مغنی نہ رہی چاہیے۔ کہ اہل تشیع کو اپنی مستورات کے رشتے دینے کی کوئی گنجائش باقی نہیں۔ کیونکہ اُن کے عقیدہ کے مطابق اور ہم اہل سنت کے عقیدہ کے مطابق یہ نکاح نہیں ہوا۔ اس لیے اس قسم کے نکاح کو پھر ”حرام ہی کہا جائے گا۔ اور اگر ذرا نرم لہجے میں کہیں۔ تو یہ ”نکاح مستہ“ ہو گا۔

اہل سنت کو شیعوں سے رشتہ کرتے ہوئے شرم آنی چاہیے

اہل سنت کو غیرت و حمیت کا مظاہرہ کرنا چاہیے جب شیعہ ہمیں کفار سے بھی بدتر سمجھیں۔ اور جس العین خنزیر کو بھی ہم سے اچھا کہیں تو پھر اس کے بعد باہم مناکحت کا کیا مطلب ہو سکتا ہے؟ اسی پر بس نہیں۔ بلکہ حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین تک کو دعاؤ اللہ اور اڑھ اسلام سے خارج گردانیں۔ جس صورتِ خلفا ثلاثہ پر ہر نماز کے بعد من طعن کرنا عقیدہ رکھیں۔ تو ان حالات میں کسی سنی کی غیرت

یہ اجازت دیتی ہے کہ ان سے رشتہ کے معاملہ میں مین دین کرے۔ حضرات خلفائے
نوازش کی ذات پر نماز کے بعد تیرہ بازی کا تفصیلی ذکر ہم نے لکھا لیکن سر دست یہاں
بھی ایک دو حوالہ پیش کر دیتے ہیں۔

فروع کافی؛

عَنِ الْحُسَيْنِ بْنِ ثَوْبَانَ وَابْنِ مَكْلَمَةَ
السَّيْرَاجِ قَالَا سَمِعْنَا أَبَا عَبْدِ اللَّهِ
عَلَيْهِ السَّلَامُ وَهُوَ يُلْعَنُ فِي دُبُرِ كُلِّ
مَكْتُوبَةٍ أَنْ بَعَثَ مِنَ الْجَبَالِ وَأَرْبَعًا مِنَ
النِّسَاءِ فُلَانٌ وَفُلَانٌ وَمَعَاوِيَةُ وَ
يَسْقِيَهُمْ وَفُلَانَهُ وَهَذَا وَأَمَّا الْحَكِيمُ
أَخْتُ مَعَاوِيَةَ۔

دفعہ کافی جلد ۵ صفحہ نمبر ۳۴۲

کتاب الصلوة باب التعصب

مطبوعہ تہران طبع جدید

ترجمہ:

حسین بن ثواب اور ابوالسلمہ سراج دونوں کہتے ہیں کہ امام جعفر صادق
رضی اللہ عنہ کو ہر فرض نماز کے بعد چار مردوں اور چار عورتوں پر لعنت
بیجا کرتے تھے۔ چار مرد یہ تھے۔ یمنوں خلفاء ابوبکر صدیق، عمر بن
الخطاب، عثمان غنی اور امیر معاویہ رضی اللہ عنہم۔ اور چار عورتیں یہ
تھیں۔ ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ، سیدہ خدیجہ، ہندہ اور امیر معاویہ
کی ہمشیرہ ام الحکم۔

تحفة العوام:

دور کمت نماز پڑھے۔ اور یہ کہے۔

اللَّهُمَّ حُصِّنْ أَوَّلَ ظَلَامٍ بِاللَّعْنِ مِيتَى وَأَبْدَ آيَةٍ
أَوَّلَ شَرِّ الشَّرِّ فِي ثَمَرِ الشَّالِثِ ثَمَرِ الرَّابِعِ اللَّهُمَّ الْعَن
يَزِيدَ بْنَ مُعَاوِيَةَ خَائِبًا۔

(تحفۃ العوام حصہ اول صفحہ نمبر ۱۷۷)

باب: میواں ماہ محرم کے اعمال میں
مطبوعہ مکتبہ مطبع قدیم

ترجمہ:

دور کمت نماز پڑھ کر اللہ کے حضور دعا کے لیے ہاتھ اٹھائے۔ اور
کہے۔ اے اللہ! پہلے ظالم کو میری طرف سے لعنت کے لیے
خام کر دے۔ اس طرح پہلے ظالم سے لعنت کی ابتدا کرے۔
پھر دوسرے، تیسرے اور چوتھے پر لعنت ڈالنے کے پانچویں نمبر
پر یزید بن معاویہ پر لعنت کی دعا کرے۔

تنبیہ:

مذکورہ بالا حوالہ جات میں اول سے مراد سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ، دوم سے
حضرت بن الخطاب، سوم سے حضرت عثمان غنی اور چوتھے سے مراد حضرت
امیر معاویہ رضی اللہ عنہم ہیں۔ ان حضرات کی عظمت و تعلیم جو نکاح اہل سنت کے اہل
مسلم ہے۔ اس لیے اگر کوئی غیبت ان کے اسماء گرامی ذکر کرتا۔ تو اس کے سانس
کے خاتمہ کا سبب بن جاتا۔ اس لیے اپنے مکروہ اور غیبت عقیدہ و تفسیر کا

سہارا لے کر اول ثانی ثالث اور رابع کھڑے ہو کر چوکہ اہل سنت بھی قابلِ تحکیم و تعظیم نہیں سمجھتے۔ اس لیے اس کا صراحت کے نام ذکر کر دیا۔ اور تقیہ کی ضرورت نہ پڑی۔ ان نظریات پر مطلع ہونے کے بعد بھی اگر کوئی سنی دواہل تشیع، سے رشتہ کا لین دین کرتا ہے۔ تو اس سے یہی نتیجہ نکلے گا۔ کہ ایسے شخص کو حضراتِ عظام نے ثلاثہ اور اہماتِ اہل سنت و جماعت سے کوئی دینی و روحانی رشتہ نہیں۔ بلکہ اسے دواہل سنت،، کہلائے گا قطعاً حق نہیں پہنچتا۔ لہذا اسے اہل سنت و جماعت سے خبردار! خبردار!

یہاں تک ہم نے جو کچھ لکھا۔ وہ اہل تشیع کا ہم اہل سنت کے متعلق عقیدہ تھا۔ جس سے آپ کو یہ بات معلوم ہو چکی ہو گی۔ کہ ان تمام خرافات کا سبب صرف ایک ہے۔ وہ یہ کہ دواہل سنت و جماعت ”شیعانِ اہل بیت“ کو اچھا نہیں سمجھتے، اس مقام پر ہم ضروری سمجھتے ہیں کہ یہ بھی ذکر کر دیا جائے کہ ہمارے سلف و خلف نے یہ تصور کیوں کیا؟ کیا ہمیں ان سے کوئی ذاتی عداوت تھی؟ کیا ہم نے ان کی جاوید غضب کی؟ آخر کوئی تو وجہ ہو گی۔ آئیے! ہم اس تصور کی ذمہ داری اٹھاتے ہوئے اس کی وضاحت کرتے ہیں۔

فرقہ شیعہ مرتد فرقہ ہے۔ کتب اہل سنت

در مختار و رد المختار؛

الْكَافِرُ يَسُبُّ الشَّيْخَيْنِ أَوْ يَسُبُّ أَحَدَهُمَا
فِي الْبَطْرِ عَنِ الْجَوْهَرَةِ مَعْنِيًّا لِلشَّهِيدِ مَنْ
سَبَّ الشَّيْخَيْنِ أَوْ طَعَنَ فِيهِمَا كَفَرُوا لَا

تَقْبَلُ تَوْبَتَهُ وَ بِهِ أَخَذَ الذَّبُوسِيُّ
وَ آيُو اللَّيْثِ وَ هُوَ الْمُخْتَارُ يَلْقَتَاوِي ----
----- نَقِلَ فِي السَّبَرِازِيَّةِ عَنِ الْخُلَاصَةِ
أَنَّ التَّرَافِضِيَّ إِذَا كَانَ يَسُبُّ الشَّيْخَيْنِ
وَ يَلْعَنُهُمَا فَهُوَ كَافِرٌ .

در مختار و رد المحتار جلد دوم ص ۲۳۸

۲۳۸ - باب المهر - ملبوع مصر

ترجمہ:

سیدنا ابو بکر صدیق اور سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہما میں سے کسی ایک کو یا دونوں کو گالی دینے والا اور ان پر لعن طعن کرنے والا کافر ہے ۔
اس کی توبہ قبول نہیں ہوتی ۔ علامہ دلبوسی اور ابوالیث رحمۃ اللہ علیہما کا
یہی فتویٰ ہے ۔ اور قول مختار بھی یہی اور خلاصۃ الفتاویٰ میں
ہے ۔ کہ رافضی (شیعہ) جب صدیق اکبر اور فاروق اعظم رضی اللہ عنہما
کو گالی گویا دے ۔ یا لعن طعن کرے ۔ وہ کافر ہے ۔

فتاویٰ عالمگیری:

التَّرَافِضِيُّ إِذَا كَانَ يَسُبُّ الشَّيْخَيْنِ وَ
يَلْعَنُهُمَا وَ الْبَيَّازُ بِاللَّهِ فَهُوَ كَافِرٌ ----
----- مَنْ أَتَكَرَّامَا مَهْ إِبْنِ بَكْرٍ الصِّدِّيقِ
رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ فَهُوَ كَافِرٌ وَ عَلَى قَوْلِ
بَعْضِهِمْ هُوَ مُبْتَدِعٌ وَ لَيْسَ بِكَافِرٍ

وَالصَّحِيحُ أَنَّكَ كَافِرٌ..... وَهُؤُلَاءِ الْقَوْمُ
خَارِجُونَ عَنْ مِلَّةِ الْإِسْلَامِ وَ
أَحْكَامُهُمْ أَحْكَامُ الْمُرْتَدِّينَ كَذَا
فِي الظَّاهِرِيَّةِ۔

(فتاویٰ عالمگیری - جلد ۲ ص ۲۹۲)

الباب التاسع في احكام

المرتدين - مطبوع مصر - طبع قدیم

ترجمہ:

جو رافضی (شیعہ) سیدنا صدیق اکبر اور عمر فاروق رضی اللہ عنہما کو کالی
کہے۔ وہ کافر ہے۔ جس نے سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی امامت
و خلافت کے برحق ہونے کا انکار کیا۔ وہ بھی کافر ہے بعض نے
کہا۔ کہ ایسا شخص بدعتی ہے۔ کافر نہیں لیکن صحیح یہی ہے کہ وہ بدعتی
نہیں بلکہ وہ کافر ہے۔ یہ لوگ ملت اسلامیہ سے خارج ہیں اور ان کے
احکامات وہی ہیں جو مرتدین کے ہیں۔ ظہیر یہ میں یہی مذکور ہے۔

خلاصہ کلام:

حنفی فقہ کی دو مستند کتب فتاویٰ کی عبارات سے بات واضح ہو گئی
کہ ہم کسی رافضی (شیعہ) کو محض ذاتی عناد کی وجہ سے برا بھلا نہیں کہتے بلکہ اس
کی اس وجہ حضرات شیعین رضی اللہ عنہما کی توہین اور ان کی ذات اقدسہ پر ناجائز
حرف زنی ہے۔ اس حقیقت کے پیش نظر وہ دائرہ اسلام سے خارج
ہونے کی بنا پر مرتد ٹھہرے۔

انہی کتب میں یہ بھی تصریح موجود ہے۔ کہ کسی مسلمان مرد و عورت کا نکاح کسی بھی مرتد یا مرتد سے ہرگز ہوگا جائز نہیں۔ تصریح واضح ہو۔

فتاویٰ مالگیریہ:

وَمِنْهَا مَا هُوَ بَاطِلٌ بِالِاتِّفَاقِ نَحْوُ النِّكَاحِ
فَلَا يَجُوزُ لَهُ أَنْ يَتَزَوَّجَ امْرَأَةً مُسْلِمَةً
وَلَا مُرْتَدَّةً وَلَا ذِمِّيَّةً وَلَا حُرَّةً وَلَا مَمْلُوكَةً
وَتَحْرُمُ ذِمِّيَّتُهُ وَصِيدُهُ بِالنَّكَلِ وَالْكَفْلِ
الْبَازِي وَالسَّرْحِي.

فتاویٰ مالگیریہ جلد دوم صفحہ ۲۸۳

الباب التاسع في احكام المرتدين

مطبوعہ مصر

ترجمہ:

مرتدین کے ان احکامات میں کہ جن کے بطلان پر تمام علماء کا اتفاق ہے ایک
یہ سب کے کہ ان سے نکاح کا میں دین بالکل باطل ہے۔ لہذا کسی مرتد کو اس
بات کی قطعاً اجازت نہیں۔ کہ وہ کسی مسلمان عورت، مرتدہ، ذمیہ، آزاد
اور باندی سے نکاح رہائے۔ اس کا دل کج کیا ہوا حرام ہے۔ اور شکاری
کے، بازار تیرے، اس کا شکار کیا ہوا بھی قطعاً حرام ہے۔

فتاویٰ مالگیریہ ادد گم کتب فتویٰ سے واضح ہو گیا۔ کہ شیخین پر یمن کی وجہ
سے دو شیعہ، اسلام سے خارج اور مرتدین کے حکم میں ہے۔ اور ہر مرتد کے متعلق
امت کا متفقہ فیصلہ ہے۔ کہ ان کو نکاح دینا یا ان سے رشتہ لینا دونوں حرام ہیں۔

اسے نام نہاؤنیو! ان تصریحات کے بعد تمہاری آنکھیں کھل جانی چاہئیں اور تمہیں غیرت ایمانی کا مظاہرہ کرتے ہوئے سابقہ طریقہ سے توبہ کرنی چاہیئے اور اُمید کے لیے گستاخانِ شیخین رضی اللہ عنہما سے کسی قسم کی مناکحت روادار نہ کرنے سے اجتناب برتنا چاہیئے۔ ورنہ اپنے آپ کو اہل سنت شمار نہ کرو۔ آخر اللہ کے ہاں جانشین اس کے محبوب کی شفاعت چاہنی ہے۔ تو شیخین کے بکواسی کے ساتھ رشتہ گانٹھنے والا اللہ کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کس منز سے جائے گا۔ اور کس زبان سے شفاعت کی التجا کرے گا؟

(فاعتبروا یا اولی الابصار)

فصل سوم

فقہ جعفری سے مسائل نکاح -

»فقہ جعفریہ« کے بارے میں خیال یہ تھا کہ اسلام کے صرت چار ارکان پر ہی اتکا کیا جائے گا۔ لیکن جب کچھ دوسرے موضوعات کے مسائل سامنے آئے۔ تو انہیں کچھ کر تعجب ہوا۔ لہذا نکاح کے بارے میں چند ضروری اختلافی مسائل کے علاوہ کچھ ایسے مسائل کا بھی ذکر ہو گا جنہیں پڑھ کر آپ یقیناً یہ کہہ اٹھیں گے کہ »فقہ جعفریہ« ان روایات و احادیث کا مجموعہ ہے۔ جو حقیقت و صداقت سے کوسوں دور ہیں۔ بلکہ بالکل غلط و قریب چند مسائل ملاحظہ ہوں۔

مسئلہ ۱:

عورت کی شرمگاہ چومنا اور حصولِ لذت کے لیے اس میں انگلی وغیرہ پھیرنا جائز ہے

و مسائل الشیعہ وغیرہ:

عَنْ عَلِيِّ بْنِ جَعْفَرٍ قَالَ سَأَلْتُ أَبَا الْحَسَنِ مُوسَى عَلَيْهِ السَّلَامُ عَنْ الرَّجُلِ يُقَبِّلُ قُبُلَ

امسراً آیتہ قال لا بائس۔

- (۱- وسائل الشیعہ جلد ۱ ص ۷۷ کتاب النکاح،
باب جواز تقبیل الرجل قبل زوجته)
(۲- تہذیب الاحکام جلد ۱ ص ۴۱۳ باب السنۃ
فی عقد النساء الخ)
(۳- فروع کافی جلد ۱ ص ۵۰۲ / القول عند الباء
ويعصرون من مشا ركته الشيطان۔)

ترجمہ :

علی بن جعفر کہتے ہیں۔ میں نے ابو الحسن موسیٰ کاظم رضی اللہ عنہ سے اس شخص
کے بارے میں پوچھا جو اپنی بیوی کی اگلی شرمگاہ کو چومتا ہے۔ فرمایا کہ کئی
حرج نہیں ہے۔

توضیح

تأثرین کرام :

یہ مسئلہ اور اس طرح کے دوسرے مسائل جو سراسر بے حیائی کا درس دیتے
ہیں۔ حضرات ائمہ اہل بیت کے ساتھ ان کا دور کا بھی واسطہ نہیں ہو سکتا۔ اہل تشیع کے
اں ہر وہ مہمل جو خراہشات نفسانیہ کو ابھارنے میں ممد و معاون ہو۔ اسے اپنا یا جانا
ہے۔ عورت کی شرمگاہ کا چومنا اور اس کے برے لینا آخر کس بنا پر جائز قرار دیا گیا ہے
وہ کوئی پیروم رشد ہے۔ یا قابل صدا احترام ہے؟ اللہ تعالیٰ نے اسے ”دعرت“، فرما کر
اس کا مقصد بیان فرما دیا۔ وہ یہ کہ مرد خواہشات نفسانی پرورا کرنے کے لیے اسے کام میں
لا سکتا ہے۔ یہ نہیں کہ اللہ نے اسے چوسنے چاٹنے کے لیے بنایا ہے۔

بیوی کی خواہش نفسانی پورا کرنے کی انوکھی ترکیب

وسائل الشیعہ

عَنْ عُبَيْدِ بْنِ زُرَّارَةَ قَالَ كَانَ تَنَاجَا بِ شَيْخٍ لَهُ
جَارِيَةٌ فَارْتَدَتْ قَدْ آتَتْ بِهَا ثَلَاثِينَ أَلْفَ دَرَاهِمٍ
وَكَانَ لَا يَبْلُغُ مِنْهَا مَا يُرِيدُ وَكَانَتْ تَقُولُ
إِجْعَلْ يَدَكَ كَذَا بَيْنَ شَفْرَتَيْهِ فَإِنِّي أَجِدُ لِيكَ
لَذَّةً وَكَانَ يَحْمَرُّ أَنْ يَفْعَلَ ذَلِكَ فَقَالَ لِيُزَادَكَ
سَلْ أَبَا عَبْدِ اللَّهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ عَنْ هَذَا فَسَأَلَهُ
فَقَالَ لَا بَأْسَ أَنْ يَسْتَعِينَ بِكُلِّ شَيْءٍ مِنْ جَسَدِهِ
عَلَيْهَا وَلَكِنْ لَا يَسْتَعِينُ بِغَيْرِ جَسَدِهِ عَلَيْهَا -
(وسائل الشیعہ جلد ۱۱ ص ۱۱۱ کتاب النکاح)

باب جود از تقبیل الرجل قبل

امراتہ بطریق تبران طبع بہ یہ ۱

ترجمہ:

عبید ابن زرارہ کہتا ہے کہ ہمارا ایک پڑوسی عمر سیدہ تھا۔ وہ میں ہزار
درہم کی ایک لڑکانہ خرید لایا۔ لیکن اس سے جو وہ چاہتا تھا۔

وہ حاصل نہ کر پاتا۔ وہ لڑندی اُسے کہتی کہ اپنی آنکھوں کو میری شرنگاہ میں ڈال دو۔ میں اس سے لطف اندوز ہو جاؤں گی۔ لیکن وہ آدمی اس فعل کو پسند نہیں کرتا تھا۔ لہذا اس نے زرارہ سے کہا کہ تم امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے اس بارے میں پوچھو۔ زرارہ نے پوچھا تو امام صاحب نے فرمایا۔ اگر وہ آدمی اپنے جسم کے کسی حصہ سے اس کام میں مدد دیتا ہے تو کوئی حرج نہیں جائز ہے۔ لیکن اگر جسم کے علاوہ کسی چیز کو استعمال کیا۔ تو درست نہ ہوگا۔

الحکم کریمہ:

جب ایک مرد عمر کے اُس حصے میں داخل ہو چکا ہو۔ یا جسمانی طور پر وہ کمزور ہو اور حقوق زوجیت پر سے نہ کر سکتا ہو۔ تو ایسے شخص کا ایک نوجوان عورت کے ساتھ زندگی گزارنے کا کیا یہی طریقہ ہے جو زرارہ نے امام صاحب سے پوچھا۔ اور انہوں نے اس کی تشویش کو دی؟ ہر شخص یہ سمجھتا ہے کہ ایسے بوڑھے اور کمزور کو چاہیے کہ وہ اس عورت کو نارغ کر دے۔ یعنی طلاق دیدے۔ اور اگر لڑندی ہے تو کسی صحت مند سے اس کی شادی کر دے۔

یہ کیا طریقہ ہے۔ کہ اس کی شرنگاہ میں تادم آخر انگلیاں پھیر کر اسے ٹھنڈا کرتا رہے۔؟

ع

بے حیا باش ہرچہ خواہی کن

بوقتِ جمعہ ”بِسْمِ اللّٰهِ“ نہ پڑھنے سے شیطان بھی
اپنا آلہ تناسل عورت کی شرمگاہ میں داخل کر دیتا ہے

وسائل الشیعہ

فاذا دخلت عليه فليضع يده على ناصيتها ويقول
اللهم على كتابك تزوجتها وفي امانتك اخذتها
وبكلماتك استحلت فرجها فان قضيت في رحمها
شيئا فاجعله مسلما سويا ولا تجعل شركة لشيطن
قلت فكيف يكون شركة لشيطن فقال ان
الرجل اذا دنى من المرأة وجلس مجلسه
حضره الشيطان فان هو ذكر اسم الله تنسج الشيطان
عنه فان فعل ولم يسم اذ دخل الشيطان ذكره فكان
العمل منها جميعا والتطفة واحدة قلت فبأي
شيء يعرف هذا جعلت فداك قال بحبنا وبغضنا

(۱۔ وسائل الشیعہ جلد ۱ ص ۹، کتاب النکاح ۱)

(۲۔ تہذیب الاحکام جلد ۷ ص ۷۰، باب الاستحارة

النکاح الخ)

(۳۔ فروع کافی جلد ۵ ص ۵۰۱/ القول عن قول الرجل)

ترجمہ:

پھر جب عورت کو اس کے خاوند کے پاس تنہائی میں بھیجا جائے۔ تو خاوند کو چاہیے کہ اپنا ہاتھ اس کی پیشانی پر رکھ کر یہ پڑھے۔ ”و اے اللہ، تیری کتاب پر میں نے اس سے شادی کی۔ اور تیری امانت میں میں نے اسے رکھا ہے۔ اور تیرے کلمات کے سبب میں نے اس کی شرمگاہ کو استہلال کرنا حلال پایا ہے۔ پھر اگر اس کے رحم میں کچھ ٹھہر جائے۔ تو اسے سیدھا مسلمان بنا دے اور شیطان کا اس میں حصہ نہ شامل کرنا، میں نے امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے پوچھا۔ شیطان کی شرکت کیسے ہوتی ہے؟ فرمائیے۔ جب مرد اپنی بیوی کے ساتھ جماع کرنا چاہتا ہے اور اسے اپنے بستر پر لے آتا ہے۔ تو اس وقت شیطان بھی آجاتا ہے۔ اب اگر مرد نے جماع کرنے سے ٹھوڑا پہلے ”بسم اللہ“ پڑھی تو شیطان دور ہو جاتا ہے۔ اور اگر جماع کرتا ہے۔ لیکن ”بسم اللہ“ نہیں کہتا۔ تو شیطان بھی اپنا آلہ تناسل عورت کی شرمگاہ میں داخل کر دیتا ہے۔ یہ جماع دونوں کر رہے ہوتے ہیں۔ اور نطفہ ایک ہی جڑتا ہے۔ (راوی کہتا ہے کہ میں نے پوچھا) کس طرح پتہ چلے گا۔ کہ مرد نے بوقت جماع اللہ کا نام لیا تھا یا نہ۔ امام صاحب نے فرمایا ہمارے ساتھ محبت اور بغض کے سبب (یعنی جو ہم اہل بیت سے رکھے گا۔ وہ اس مرد کا نطفہ ہوگا جس نے بوقت جماع اللہ کا نام لیا۔ اور جو ہم سے بغض رکھے گا وہ دوسرے کا نطفہ ہوگا۔)

توضیح:

روایت مذکورہ میں نطفہ شیطان اور نطفہ خداوند سے پیدا ہونے کی علامت یہ بیان ہوئی۔ کہ محبت اہل رسول، نطفہ خداوند سے ہوتا ہے یعنی بوقت جماع جس مرد نے اللہ کا نام لیا۔ یہ اس سے پیدا ہوا ہے۔ اور جسے ”اہل بیت رسول“ سے بغض ہو سمجھو وہ نطفہ شیطان ہے۔ یہ علامت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کی طرف سے پیش کی گئی۔ معلوم ہونا چاہیئے کہ اہل تشیع اپنے میں ”عقب آل رسول“ اور ہم اہل سنت کو ”دشمنان اہل بیت“ کہتے ہیں۔ لہذا مذکورہ علامت کے پیش نظر ہم اہل سنت ان کے نزدیک اس نطفہ سے پیدا ہوئے ہیں جس کے علق کے وقت اللہ کا نام نہ لیا گیا۔ اور یہ (اہل تشیع) اس نطفہ کی پیداوار میں۔ جو ”پسیر اللہ“ کہہ کر جماع کرتے ہوئے رحم میں ٹھہر گیا تھا۔ ہم اس بات کی تفصیل کسی اور مقام پر لکھیں گے۔ کہ اہل بیت کا دشمن کون ہے اور دوست کون؟ یہاں صرف یہ کہنا چاہتے ہیں۔ کہ نطفہ شیطان اور نطفہ خداوند سے پیدا ہونے والے کے مابین امتیاز اس وقت ہوتا ہے۔ جب وہ دنیا سے رخصت ہوتا ہے۔ اگر کلمہ طیبہ پڑھتے پڑھتے روح پرواز کر گئی تو یہ اس بات کی علامت ہوگی۔ کہ مرنے والے کا اصل صحیح اور عند اللہ درست تھا۔ اور شیطان کا اس کے ساتھ کوئی تعلق نہ تھا۔ لیکن اگر کلمہ کی بجائے منہ اور زبان سے منی نکلی۔ تو یہ علامت اس بات کی ہوگی۔ کہ بوقت علق شیطان کی شرکت تھی۔ بہر حال یہ جواب الزام ہے۔ ورنہ روایت مذکورہ اصل میں امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کی ہے ہی نہیں بلکہ اس سے تو ان کی توہین ٹپکتی ہے۔ اور یہی ”فقہ جعفریہ“ کا طرہ امتیاز ہے۔

وطی فی الدبر جائز ہے جن ائمہ نے

اسے ناجائز کہا وہ بطور نقیۃ کہا

وسائل الشیعہ

عَنْ مَعْمَرِ بْنِ خَلَادٍ قَالَ قَالَ لِي أَبُو الْحَسَنِ
أَمَّا شَيْءٌ يَقُولُونَ فِي إِثْمَانِ النِّسَاءِ فِي إِعْجَازٍ مِنْ
قَوْلِكَ بَلَّغْنِي أَنَّ أَهْلَ الْمَدِينَةِ لَا يَرَوْنَ بِهِ بَأْسًا
فَقَالَ إِنَّ الْيَهُودَ كَانَتْ تَقُولُ إِذَا آتَى الرَّجُلُ
الْمَرْأَةَ مِنْ خَلْفِهَا خَرَجَ وَلَدُهُ أَحْوَلُ فَأَنْزَلَ اللَّهُ
هَذَا وَجَلَّ نِسَاءُ كُفْرًا فَاتُوا أَحْرَثُكُمْ أَفِي شَيْءٍ
مِنْ خَلْفٍ أَوْ قَدْ أَمْرٌ خَلَا فَأَقُولُ الْيَهُودُ وَلَمْ يُعْنِ
وَأَذْ بَارِهِمْ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا جَعْفَرٍ يَقُولُ قَالَ
رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَحَاشِ النِّسَاءِ عَلَى
أُمَّتِي حَرَامٌ أَقُولُ حَمَلُهُ الشَّيْخُ وَغَيْرُهُ لِمَا يَأْتِي
عَلَى الْكَرَاهِيَّةِ وَجَبَ زَوَاجُ حَمَلِهِ عَلَى التَّقِيَّةِ

(۱- وسائل الشیعہ جلد ۱ ص ۱۰۱ کتاب النکاح)

دہنریب الاحکام جلد ۱ ص ۱۵۵ فی السنۃ فی عقود النکاح

ترجمہ:

معمربن غلامد کہتا ہے۔ کہ مجھے ابوالحسن نے کہا۔ لوگ عورتوں کے ساتھ دہلی فی الدبر کے بارے میں کیا کہتے ہیں؟ میں نے کہا۔ مجھے یہ خبر پہنچی ہے۔ کہ مدینہ والے اس میں کوئی گناہ نہ سمجھتے تھے۔ ابوالحسن نے کہا۔ یہودی یہ کہا کرتے تھے۔ کہ اگر عورت کی دُبر کی طرف سے دہلی کی جائے۔ تو بچہ بھیںکا پیدا ہوتا ہے۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ حکم نازل فرمایا۔ وہ تمہاری عورتیں تمہاری کھیتی ہیں۔ تم اپنی کھیتوں میں اگے پیچھے جہاں سے چاہو آؤ۔ اللہ تعالیٰ نے یہودیوں کے خلاف یہ آیت نازل فرمائی۔ اور ان کی دُبروں کو مراد نہیں لیا۔ راوی کہتا ہے۔ کہ میں نے امام محمد باقر رضی اللہ عنہ سے سنا۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ عورتوں کے ساتھ دہلی فی الدبر میری امت کے لیے حرام ہے میں کہتا ہوں کہ اس روایت کو شیخ وغیرہ نے تفسیر پر محمول کیا ہے۔ کیونکہ آئندہ روایات میں دہلی فی الدبر کلمہ آ رہا ہے۔

وسائل الشیعہ

سَمِعْتُ صَفْوَانَ يَقُولُ قُلْتُ لِرَضَا عَلَيْهِ السَّلَامُ
 إِنَّ رَجُلًا مِنْ مَوَالِيكَ أَمَرَ فِي أَنْ أَسْأَلَكَ
 عَنْ مَسْئَلَةٍ فَلَمَّا بَكَ وَأَسْتَحْيَا مِنْكَ أَنْ
 يَسْأَلَكَ عَنْهَا قَالَ مَا هِيَ قُلْتُ
 الرَّجُلُ يَا فِیْ امْرَأَةٍ فِیْ دُبرِهَا
 قَالَ نَعَمْ ذَا لِكَ لَدُ قُلْتُ
 وَأَنْتَ تَفْعَلُ ذَا لِكَ قَالَ لَا

إِنَّا لَا نَقْعَلُ ذَٰلِكَ۔

(۱۔ وسائل الشیعہ جلد ۱۱)

ص ۱۰۲ کتاب النکاح)

(۲۔ تلخیص الاحکام جلد ۱)

(ص ۳۱۵)

(۳۔ فروع کافی جلد ۵ ص ۵۴۰)

باب محاش النساء الخ)

ترجمہ:

صفوان نے امام رضا سے پوچھا کہ آپ کے موالی میں سے ایک مرد نے مجھے کہا کہ میں آپ کے ایک مسئلہ کے بارے میں پوچھوں لیکن آپ کا رعب اور حیا داڑھے آرہی ہے۔ فرمایا۔ وہ کیا مسئلہ ہے؟ میں نے کہا۔ ایک شخص اپنی بیوی کی دُبریں دھو کر تاسہ ہے۔ (کیا یہ درست ہے۔؟) فرمایا۔ ہاں۔ یہ اس کا حق بنتا ہے۔ میں نے پوچھا کیا آپ بھی یہ کام کرتے ہیں؟ فرمانے لگے۔ نہیں۔ ہم ایسا کام نہیں کیا کرتے۔



”وطی فی الدبر“ کے حوازی پر اہل تشیع کے دلائل

دلیل اول

وسائل الشیعہ

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي يَعْقُوبٍ قَالَ سَأَلْتُ
أَبَا عَبْدِ اللَّهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ عَنِ الرَّجُلِ يَأْتِي
الْمَرْأَةَ فِي دُبُرِهَا قَالَ لَا بَأْسَ إِذَا رَضِيَتْ
قُلْتُ فَإِنَّ قَوْلَ اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ فَأَتَوْهُنَّ
مِنْ حَيْثُ أَمَرَ كُرْهُهُ قَالَ هَذَا فِي طَلَبِ الْوَلَدِ
فَأُطْلِبُ الْوَلَدَ مِنْ حَيْثُ أَمَرَ كُرْهُهُ إِنْ ارْتَضَى اللَّهُ
عَزَّ وَجَلَّ يَفْعُولُ فَيَسَاءُ كُرْهُ حُرَّتْ لَكُمْ فَأَتَوْا
حُرَّتْ كُرْهُ أَيْ شَتَّتْ كُرْهُ

(۱- وسائل الشیعہ جلد ۴ کتاب النکاح باب دم
تحریم وطی الزوجة الخ)

(۲- تہذیب الاحکام جلد ۵ ص ۴۱۴ باب السنۃ
فی عقود النکاح الخ)

ترجمہ:

عبداللہ بن ابی لیففور نے امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے ایسے مرد کے بارے میں پوچھا۔ جو عورت کی پچھلی طرف سے وطی کرتا ہے۔ امام نے فرمایا۔ جب عورت راضی ہو تو کوئی حرج نہیں ہے۔ میں نے عرض کیا۔ اگر یہ درست ہے تو اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کے کیا مطلب ہو گا۔ ”عورتوں کے پاس اس مقام سے اُدھ جس سے اُنے کا ہمیں اللہ نے حکم دیا ہے“ فرمانے لگے۔ یہ ارشاد اولاد کی طلب کے لیے ہے۔ یعنی اولاد اس جگہ اور اس طریقہ سے طلب کر دے جس کا اللہ نے ہمیں حکم دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ عورتیں تمہاری کھیتی ہیں۔ پس اپنی کھیتیوں میں جدھر سے چاہو اُدھ۔ (اس آیت سے وطی فی الذر جائز بہت ہو رہی ہے۔)

دلیل دوم

وسائل الشیعہ

عَنْ مُثَرِّسِ بْنِ عَبْدِ الْمَلِكِ عَنْ زُجَيْلٍ قَالَ
سَأَلْتُ أَبَا الْحَسَنِ الرَّضَاءَ عَنْ إِثْمَانِ الرَّجُلِ
الْمَرْأَةَ مِنْ خَلْفِهَا فَقَالَ أَحْكَمْتُهَا آيَةً مِنْ
كِتَابِ اللَّهِ فَقُلْتُ تَوَطَّطُ هُوَ لَا يَبْقَى مِنْ
أَطْلَرُ لَكُمْ وَلَقَدْ عَلِمَ أَنَّهُمْ لَا يَرِيدُونَ الْفَرْجَ
(وسائل الشیعہ جلد ۱ ص ۲۰۲ کتاب النکاح۔)

ترجمہ:

موسیٰ بن عبدالملک ایک شخص سے بیان کرتا ہے۔ وہ شخص کہتا ہے۔
 کہ میں نے ابوالحسن امام رضا سے پوچھا کہ مرد، عورت کی پچھل طرف سے
 وحی کرتا ہے (کیا یہ درست ہے) ہم فرمایا۔ اس فعل کو کتاب اللہ کی
 ایک آیت حلال قرار دیتی ہے۔ وہ یہ کہ حضرت وحید علیہ السلام نے
 کہا تھا۔ یہ میری (قوم کی) بیٹیاں ہیں۔ وہ تمہارے لیے پاک ہیں۔
 اور یہ بات یقیناً معلوم ہے۔ کہ جن لوگوں کو حضرت وحید نے یہ کہا تھا
 وہ عورت کی اگلی شرمگاہ چاہتے ہی نہ تھے۔

توضیح:

اہل تشیع کے عقیدہ وحی فی الدبر کے جواز پر وعدہ وحوالہ جات آپ نے ملاحظہ
 کیے۔ امام جعفر صادق کے حوالہ سے یہ کہا گیا۔ کہ اگر عورت اس طرح راضی ہے تو کوئی
 گناہ نہیں۔ اہل اگر اولاد کی طلب ہو۔ تو پھر وحی فی الدبر سے یہ حاصل نہیں ہوگی۔
 وحی فی الدبر کے جواز پر آیت فأتوا أحدہنکم فی الدبر منکم فی ما بینہما منکم فی ما
 حوالہ میں امام رضا نے وحید علیہ السلام کے قول سے وحی فی الدبر کو ثابت کیا۔ لیکن
 دونوں استدلال ناقابل قبول ہیں کیونکہ پہلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے عورت
 کو کہی ہے۔ ذاکر یہ اشارہ کیا۔ کہ مقام کھیتی میں آؤ۔ لیکن اس کے لیے کوئی خاص حالت
 مذکور نہیں۔ یہی صحت سے یا الٹی طرف سے، میٹھ کر یا بیٹھ کر۔ جیسے ہماری
 مرضی لیکن مقام مخصوص میں وحی ہونی چاہیے۔ اس مفہوم کو غلط طریقہ سے بیان
 کر کے حضرت امام اہل بیت کی طرف منسوب کرنا نہایت دیدہ و دیرریہ ہے۔

اسی طرح امام رضا کا استدلال جس آیت سے پیش کیا گیا۔ اگر وہ اسی طرح مفہوم یہ ہوئے ہوتے جو اد پر بیان کیا گیا ہے۔ تو حضرت وطیوں کہتے قوم کے بیٹے اور نوجوان چھو کرے تمہارے لیے موجود ہیں۔ اُن سے جاؤ اپنی خواہش پوری کرو۔ میرے مہمانوں کو کیوں تنگ کرتے ہو۔ اور یہ کہنا کہ حضرت بط نے انہیں قوم کی بیٹیوں سے لواطت کا حکم دیا۔ اللہ کے پیغمبر پر عظیم بہتان ہے قوم لوط پر عذاب اسی وجہ سے آیا۔ کہ وہ لواطت کرتے تھے۔ اگر لواطت عورتوں سے جائز تھی۔ تو پھر عذاب کس بات کا؟ اس لیے امام رضا کی طرف بھی یہ مفہوم غلط طور پر منسوب کیا گیا ہے۔ بالفرض اگر وہی مطلب تسلیم کر لیا جائے۔ جو امام رضا کے حوالہ سے صاحب وسائل الشیعہ نے بیان کیا۔ تو پھر بھی ہمارے لیے حجت نہیں بن سکتا۔ کیونکہ وہ فعل پہلی امتوں کا تھا۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے یہ فرما کر منسوخ کر دیا۔ ”محاش النساء علی رجال امتی حرام“ اب یہ کیسے ممکن کہ ان حضرات کو جو فیض نبوت سے مستفیض ہوں۔ وہ اس ارشاد کے خلاف حکم دیں۔ لہذا یہی کہنا پڑے گا۔ کہ اہل تشیع نے اپنے مذموم ارادوں کو برحق ثابت کرنے کے لیے حضرات ائمہ اہل بیت کو بدنام کرنے کی کوشش کی۔ اور یہی وجہ ہے۔ کہ امام زین العابدین رضی اللہ عنہ نے جب وطی فی الدبر کو ناجائز فرمایا۔ تو بناوٹی مجتہدوں نے اُسے ان کے تفتیح پر محمول کیا۔ اس طرح اُن کی متعین شان کی گئی۔ اللہ تعالیٰ ان سے محفوظ فرمائے۔

نوٹ

عورت کے ساتھ وطی فی الدبر میں اگرچہ علمائے اہل سنت میں سے چند

کے اقوال مختلف ہیں۔ لیکن جمہور اہل سنت کا مسلک یہ ہے کہ کفر فعل حرام ہے۔
اس کی حرمت پر چند حوالہ جات کتب اہل سنت ملاحظہ ہوں۔

حدیث ۱۷:

وَأَمَّا حَدِيثُ أَبِي مُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَلْعُونٌ مَنْ أَتَى امْرَأَةً
فِي دُبُرِهَا۔

(تفسیر مظہری زیر آیت نساء کم حرث کم
پارہ ۱۷ جلد اول ص ۲۶۱)

ترجمہ:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ جناب سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم
سے بیان کرتے ہیں۔ آپ نے فرمایا۔ جو شخص عورت کی دبر میں ملے
کرتا ہے۔ وہ ملعون ہے۔

حدیث ۱۸:

عَنْ مَعْمَرٍ عَنِ ابْنِ طَاوُسٍ عَنْ أَبِيهِ أَنَّ رَجُلًا
سَأَلَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنْ إِثْيَانَ الْمَرْأَةِ فِي دُبُرِهَا
فَقَالَ نَسَلْنِي عَنِ الْكُفْرِ۔

(تفسیر مظہری جلد اول ص ۲۶۲)

ترجمہ:

معمر ابن طاووس اور وہ اپنے باپ کی زبانی ایک شخص کی بات

بیان کرتے ہیں۔ کہ اس نے حضرت ابن عباس سے پوچھا۔ کہ عورت کی دُبر میں وطی کرنا کیسا ہے؟ تو اُسے ابن عباس نے فرمایا کہ تو نے کفر کے بارے میں مجھ سے سوال کیا ہے۔ (یعنی ایسا کرنا کفر ہے)

حدیث ۳

عَنْ أَبِي مُرَّةٍ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ أَتَى حَائِضًا أَوْ امْرَأَةً فِي دُبُرِهَا فَقَالَ كَفَرًا بِمَا أُنْزِلَ عَلَى مُحَمَّدٍ - (احکام القرآن جلد اول صفحہ نمبر ۳۵۳)

ترجمہ:

حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے حضرت ابو ہریرہ بیان کرتے ہیں۔ آپ نے فرمایا۔ جو شخص حیض والی عورت سے یا عورت کی دُبر میں وطی کرتا ہے۔ وہ ان تمام احکام کا انکار کر بیٹھا جو اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل فرمائے۔

حدیث ۴

رَوَى عِكْرَمَةُ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَنْظُرُ اللَّهُ إِلَى رَجُلٍ أَتَى امْرَأَةً فِي دُبُرِهَا -

(احکام القرآن جلد اول)

ص ۳۵۳

ترجمہ:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے جناب مکرم بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ اس شخص کی طرف نظر رحمت نہیں فرماتا جو عورت کی کمر میں دھکی کرے۔

حدیث ۵

عن عمرو بن شعيب عن أبيه عن جده : يَلْفُظُ سَيْلَ
رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الرَّجُلِ
يَأْتِي الْمَرْأَةَ فِي دُبُرِهَا فَقَالَ هِيَ كَوَاطِلُ
الصُّغْرَى۔

(تفسیر مظہری پارہ مجلد اول)

ص ۲۶۲ زیر آیت نساء کمر حُرث

لکم فأتوا الخ)

ترجمہ:

عمرو بن شعیب اپنے باپ اپنے دادا سے بیان کرتے ہیں کہ کسی نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا عورت کے ساتھ دھکی فی الدبر کیسی ہے۔؟ آپ نے فرمایا۔ یہ جھوٹی لواطت ہے۔

تبصرہ:

مذکورہ پانچ عدد حوالہ جات سے ثابت ہوا کہ دھکی فی الدبر کا مرتکب ملعون ہے۔ اللہ تعالیٰ کی نظر رحمت سے محروم ہے۔ لواطت صغریٰ کا حامل

ہے اور اللہ تعالیٰ کے احکام کا انکار کرنے والا ہے۔

ان شدید وعیدات کے ہوتے ہوئے عورت کے ساتھ وطی فی الدبر کا جواز عجیب سا لگتا ہے۔ اور پھر اس سے بڑھ کر تعجب اس بات پر کہ قرآن کریم سے اس کے جواز پر دلائل پیش کیے جا رہے ہیں۔ اور پھر اتنا تعجب یہ کہ ایسی باتیں حضرات ائمہ اربعہ کی طرف منسوب کر کے بھی جا رہی ہیں۔ بخدا! یہ فعل اتہانی قبیح ہے۔ اور اسے طبع سلیم ہرگز جائز قرار نہیں دیتی۔ کیونکہ دُبر، گندگی کے اخراج کا مقام ہے۔ لہذا یہ فعل بالکل ناجائز اور خلاف طبع ہے۔

فَاَحْتَدِرُوا يَا اُولِيَ الْاَبْصَارِ

مشتم

جب تک عورت کی غلیظ شرگاہ نہ دیکھی
جائے۔ جماع کی پوری لذت نہیں آتی

تہذیب الاحکام

اسحاق بن عمار بن ابی عبد اللہ علیہ السلام
فی الرّجل یُنْظَرُ إِلَى امْرَأَتِهِ وَهِيَ عُرْيَانَةٌ
قَالَ لَا بَأْسَ بِذَلِكَ وَهَلِ اللَّذَةُ إِلَّا ذَا الْيَمَنِ

(تہذیب الاحکام جلد ۷ ص ۲۱۳ فی

مسند زفات النساء الخ)

ترجمہ :

امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے اس شخص کے بارے میں فرمایا۔
جو اپنی عورت کو برہنہ حالت میں دیکھتا ہے۔ کہ اس میں کوئی گناہ
نہیں ہے۔ اور درحقیقت (جماع کی لذت اسی سے ہی مکمل

حاصل ہوتی ہے۔

لمحکمہ:

مذکورہ حوالہ میں سوال و جواب کا انداز بتلاتا ہے۔ کہ یہ ڈرامہ کسی شیعہ نے گھڑا ہے۔ اور امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب کر دیا ہے۔ اگر تسلیم کریں گے کہ کسی نے امام سے یہ پوچھ ہی لیا۔ کہ کیا عورت کو برہنہ حالت میں دیکھنا جائز ہے؟ تو اس کا جواب اتنا ہی کافی تھا۔ ہاں۔ لیکن اس کے ساتھ یہ بڑھانا کہ اس طرح سے جماع کی لذت میں اضافہ ہو جاتا ہے۔ اس کا سوال سے کیا تعلق ہے؟ اس طرح کی روایات محض شہرت پرستی کے لیے بنائی گئی ہیں۔ لیکن ان میں جان ڈالنے کے لیے امام کی طرف نسبت کر دی گئی ہے۔

حکم

جماع میں مرد کی نسبت عورت ننانوے
فیصد زیادہ لطف اندوز ہوتی ہے۔

درائل الشیعہ

عن زرعة عن سماعة بن مهران عن أبي بصير
قال سمعت أبا عبد الله عليه السلام يقول

فَضَّلَتِ الْمَرْأَةُ عَلَى الرَّجُلِ بِتِسْعَةٍ وَتِسْعِينَ
مِنَ اللَّذَّةِ وَالْحِكْمِ اللَّهُ أَكْفَىٰ عَلَيْهَا الْحَيَاءَ

۱۲۔ وسائل الشیعہ جلد ۱۲

ص ۱۲/ کتاب النکاح

۲۔ فروع کافی جلد پنجم

ص ۳۳۹، کتاب النکاح

ترجمہ:

ابوبصیر سے روایت ہے کہ میں نے امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ
کو یہ کہتے ہوئے سنا۔ عورت نسبت مرد کے ہوتے جماع
خانوے درجے زیادہ لذت پاتی ہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے اس
کو جہاد کے نیچے دبا دیا۔ (اس لیے وہ باوجود خانوے درجے
زیادہ لذت اندوز ہونے کے پہل نہیں کرتی)

ماہنامہ
مسلم

خوبصورت عورت مل جائے تو مرد کی بلفم ختم ہو
جاتی ہے

وسائل الشیعہ

عَنْ أَبِي عَبْدِ اللَّهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ

قال المرأة الجميلة تقطع البلغم والمرارة
 السرداء تطيح المرأة السرداء
 عن محمد بن عبد الحميد عن بعض اصحابي
 عن ابي عبد الله عليه السلام انه شكاه عليه
 البلغم فقال اما لك جار يده تضحك قال قلت
 لا قال فاتخذها فان ذاك يقطع البلغم

(۱- وسائل الشیخ جلد ۱ ص ۲۰۶ - باب ۱)

استنباب تزویج الجمیلة الخ

(۲- فروع کافی جلد پنجم ص ۳۶ کتاب النکاح)

باب النوادر

ترجمہ:

امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ کہ خوبصورت عورت بلغم کو
 ختم کر دیتی ہے۔ اور کالی عورت پتہ کو ابھارتی ہے۔ یہی
 امام فرماتے ہیں۔ کہ کسی نے ان سے بلغم کی شکایت کی۔ اس پر انہوں
 نے فرمایا۔ کیا تمہارے پاس لونڈی نہیں جو تمہیں ہنسائے۔ عرض کیا۔
 نہیں۔ فرمایا ایسی ضرور ہے۔ کیونکہ اس سے تمہاری بلغم ختم ہو
 جائے گی۔

تبصرہ:

روایت مذکورہ بھی اُن روایات کی طرح ہی ہے۔ جو حضرات ائمہ اہل بیت
 کے حوالے سے نقل کی گئی ہیں۔

اُپ نے بخور دیکھا ہوگا۔ کہ اہل تشیع کسی اپنے فقہی مسئلہ پر ایسی حدیث پیش نہیں کرتے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہو۔ وجہ یہ ہے۔ کہ ایسی روایات کسی نہ کسی صحابی کے واسطے سے بیان ہوں گی یا اور صحابی کوئی بھی ہو۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سب کو ”عدول“ فرمادیا ہے۔ اس لیے اُن سے ایسی راہی تباہی روایات کا ملنا ناممکن ہے۔ اسی لیے اہل تشیع ایسی روایات کو بیان کرنے وقت جن راویان کا نام سند میں لاتے ہیں۔ یعنی ابوبصیر و زرارہ وغیرہ تو یہ وہ لوگ ہیں جن پر خود ائمہ اہل بیت نے لعن طعن کیا۔ کیونکہ ان کے کردار و سامنے اچکے تھے۔ یہاں تک فرمادیا۔ کہ صرف ان کے کہنے پر ہماری کسی بات کو تسلیم نہ کرنا۔ جب تک وہ قرآن کریم اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صحیح احادیث کے مطابق نہ ہوں۔ اگر اسی پر والی روایت کو لیا جائے۔ تو ہر ذی انہم ہی کہے گا۔ کہ اس قسم کی گری ہوئی بات امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ ایسی شخصیت نہیں کرتی۔ کیونکہ عورت کی خوبصورتی کوئی کشتہ تیا جو شانہ نہیں جس سے مرد کی بے غم ختم ہو جاتی ہو۔ اگر ایسا ہی ہوتا۔ تو خوبصورت عورت کے خاوند کو کبھی بھی بے غم کی شکایت نہ ہوتی۔ اور یہ بات خلاف منادہ ہے۔ اس لیے یہ کہنا پڑتا ہے۔ کہ ایسی روایات زرارہ، ابوبصیر وغیرہ کی بنائی ہوئی ہیں۔ امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کی ذات سے ان کا کوئی تعلق نہیں ہے۔

فَاحْتَبِرُوا يَا أُولِيَ الْأَبْصَارِ

مَسْئَلَةٌ

مرد کے آلہ تناسل کے بڑا ہونے کی حکایت

وسائل الشیعہ

عن برید بن معاویۃ عن ابی عبد اللہ علیہ السلام
 قَالَ أَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَجُلٌ
 فَقَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنِّي أَخِيزُ أَكْثَرَ مَا يَحْمِلُ
 الرِّجَالُ فَبَلَّ يَصْلُحُ لِي أَنْ أَتِيَ بَعْضَ مَا لِي مِنَ الْبَهَائِمِ
 نَاقَةً أَوْ حَمَارَةً فَإِنَّ النِّسَاءَ لَا يَقْبِضْنَ عَلَيَّ مَا
 عِنْدِي فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
 إِنَّ اللَّهَ تَبَارَكَ وَتَعَالَى لَمْ يَخْلُقْكَ حَتَّى خَلَقَ لَكَ
 مَا يَحْتَمِلُكَ مِنْ شَكْلِكَ فَأَمْسِرْ فَإِنَّ الرِّجَالَ لَمْ
 يَلْبِثْ أَنْ هَادَ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
 قَالَ لَهُ مِثْلَ مَا كَلِمَتِهِ فِي أَوَّلِ مَرَّةٍ فَقَالَ لَهُ رَسُولُ اللَّهِ
 صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ آيُنَ أَنْتَ مِنَ السَّوْدِ وَالْعَتَمَةِ

قَالَ فَانصَرَكَ الرَّجُلُ فَلَكَمَّ يَلِيْتُ أَنْ عَادَ فَقَالَ
يَا رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَشْهَدُ
أَنَّكَ رَسُولُ اللَّهِ حَقًّا إِنِّي قَدْ طَلَبْتُ مَنْ أَمَرَ نَبِيَّ
بِهِ فَوَقَعْتُ عَلَى شَكْلِي مِمَّا يَحْتَمِلُنِي وَقَدْ أَقْنَعَنِي
ذَلِكَ.

(وسائل الشیعہ جلد ۱۳ ص ۲۸)
(کتاب النکاح)

ترجمہ :

برید بن معاویہ حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے بیان کرتا ہے
کہ ایک آدمی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں آیا۔ اور کہنے لگا۔ یا رسول اللہ
میرا ذاتناسل بہ نسبت اور مردوں کے بہت بڑا ہے۔ کیا میرے لیے
یہ جائز ہے۔ کہ میں کسی چوپائے مثلاً اونٹنی یا گدھی کے ساتھ وطنی
کروں۔ کیونکہ عورتیں اس کے برداشت کی طاقت نہیں رکھتیں؟ یہ
سن کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ نے تیرے پیدا
کرتے وقت کوئی ایسی عورت بھی پیدا کی ہوگی۔ جو اس کو برداشت
کر سکے گی۔ یہ سن کر وہ آدمی چلا گیا۔ پھر جلدی ہی آپ کے پاس واپس
آگیا۔ آپ نے اُسے دوسری مرتبہ بھی وہی کچھ کہا جو آپ اُسے
پہلی مرتبہ فرما چکے تھے۔ آپ نے فرمایا۔ کیا تجھے کالے رنگ کی
عورت نہیں ملی۔؟ یہ سن کر وہ لوٹا۔ تھوڑی دیر بعد پھر آپ کے
پاس آگیا۔ اور کہنے لگا۔ یا رسول اللہ! میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ
اللہ کے پیچھے رسول ہیں۔ میں نے آپ کے حکم کے مطابق عورت

ڈھونڈی۔ ترجمے ایسی مل گئی۔ اور وہ واقعی کلمے رنگ کی تھی۔ اور
اُس نے مجھے برداشت کر لیا ہے

تبصرہ

قارئین کرام! روایت بالا بے حیائی اور بے غیرتی کا مجموعہ نظر آتی ہے حضور
صلی اللہ علیہ وسلم سے ایسا فحش سوال؟ غالباً یہ اولادِ آدم میں صرف ایک ہی مرد ہو
گا۔ جس نے یہ شکایت کی۔ اور اُس کی قیل و قال بھی صرف اہل تشیع کے راویوں
کو دستیاب ہو سکی۔

کند ہم جنس با ہم جنس پر داز
کتوبر با کتوبر باز با باز!

جیسے راوی تھے، ویسا سائل مل گیا۔ اور جیسی ذہنیت، اتنی ویسی اُس
سے باتیں مل گئیں۔ حضور ختمی مرتبت صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرات ائمہ اہل بیت
اس قسم کی لغو باتیں نہ سنتے تھے۔ نہ کسی کو اُن کے حضور ایسی باتیں کرنے کی ہمت
ہوتی تھی۔ خدا بہتر جانتا ہے۔ کہ شیطان نے اس قسم کی روایات کہاں بیٹھ
کر ان کو سنائیں۔ انہوں نے بڑے شوق سے انہیں اپنی کتابوں کی زینت
بنا کر اپنا مذہب بنایا۔

فاعتبروا یا اولی الابصار

مَسْئَلَةُ

مسجد میں ”پنج تن پاک“ کے لیے جُنبی
ہونا (وطی کرنا) جائز ہے (استغفر اللہ منہ)

یہ بات سبھی لوگ جانتے ہیں۔ کہ اہل تشیع کے تمام مسائل کی جڑ اور بنیاد مسئلہ خلافت و امامت ہے۔ اس منصب کے لیے انہوں نے ایسی شرائط گھر رکھی ہیں۔ جو مکمل طور پر نبوت میں بھی نہیں پائی جاتیں۔ یہی وجہ ہے کہ ابراہیم علیہ السلام کا ناپرورد میں پڑنا، آدم علیہ السلام کا جنت سے اخراج اور یونس علیہ السلام کا مچھلی کے پیٹ میں مقید ہو جانا یہ سب مصائب انہیں اس بنا پر آن پڑے کہ ان حضرات نے امامت کے تسلیم کرتے میں پس و پیش کی۔ اسی طرح ائمہ کے لیے اور بہت سی خصوصیات ان کے نزدیک ایسی ہیں۔ جو پیغمبروں میں نہیں۔ ایک عقیدہ یہ بھی ہے۔ کہ معصوم کا مسجد میں جُنبی ہونا جائز ہے۔ حوالہ ملاحظہ ہو۔

وسائل الشیعہ

عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَلِيٍّ بْنِ الْحُسَيْنِ قَالَ قَالَ

النَّبِيِّ صَلَّى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَحِلُّ لِأَحَدٍ أَنْ يَجْتَنِبَ
فِي هَذَا الْمَسْجِدِ إِلَّا أَنَا وَعَلِيٌّ وَفَاطِمَةُ وَالْحَسَنُ
وَالْحُسَيْنُ وَمَنْ كَانَ مِنْ أَهْلِهِ فَإِنَّهُ مَنِئِي.

(وسائل الشیعہ جلد ۱۱ ص ۱۶۲ نمبر ۱۶۲)

(کتاب النکاح)

ترجمہ:

امام زین العابدین اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ حضور
صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ ارشاد فرمایا کہ اس مسجد (مسجد نبوی)
میں جینی ہونا ہمارے سوا کسی کے لیے حلال نہیں ہے۔ میں، علی،
فاطمہ، حسن اور حسین۔ اور ان کی اولاد۔ کیونکہ وہ مجھ سے ہیں۔

ملفوظ

اس روایت کو جس عنوان کے تحت درج کیا گیا۔ وہ یہ ہے۔ تحریر
الجماع والانزال فی المسجد لغیر المعصوم۔ یعنی معصومین کے
سوا تمام لوگوں کے لیے مسجد میں جماع کرنا اور انزال مہرنا حرام ہے۔

عنوان مذکورہ اور قرآن کریم کی یہ آیت دونوں کا تقابل کریں۔ وَعَلَيْكُمْ
إِلَىٰ بُرَاهِيْمَ وَإِسْمَاعِيلَ أَنَّ طَلِقَ ابْنَتِي لِلطَّلَا نَفِيْنِ وَالنَّفِيْنِ
وَالترکیح السجود۔

ہم نے ابراہیم اور اسماعیل (علیہما السلام) سے یہ عہد لیا کہ وہ دونوں میرے
گھر (کعبہ مکرمہ) کو طواف کرنے اور اعتکاف۔ بیٹھنے اور رکوع و سجود کرنے والوں
کے لیے صاف ستھرا رکھیں۔ اللہ تعالیٰ دوا و دوا العزم پیغمبروں کو مسجد کی طہارت

کا حکم فرما رہا ہے۔ جو بالاتفاق معصوم ہیں۔ لیکن اہل تشیع مختلف فی المعصومیت حضرت کے لیے مسجد میں جہنمی ہونے کی اجازت دے رہے ہیں۔ گویا مسجد نہیں کوئی امام باڑہ ہے۔ اور پھر اس اجازت کی نسبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ائمہ اہل بیت کی طرف کو دی گئی۔ اور اپنے زعم فاسد میں یہ لوگ ائمہ اہل بیت کی فضیلت بیان کر رہے ہیں۔ کیا قرآن کریم کے احکام کی مخالفت کرنے کو فضیلت کہا جاتا ہے۔ یہ تو ان سے نہ جانے کس بات کا بدلہ لیا جا رہا ہے۔ فاعتبروا یا اولی الابصار۔
خوٹ:

روایت مذکورہ کی اگر کوئی غیور تائید کرے۔ کہ اس کا مطلب یہ ہے۔ کہ حالت جنابت میں ائمہ معصومین کے سوا کسی دوسرے کا مسجد سے گزرنا منع ہے مسجد میں جہنمی ہونا اس کا مفہوم نہیں ہے۔ تو اس تاویل کا انہیں کوئی فائدہ نہیں ہو سکتا۔ اور نہ اس سے معصومین کی فضیلت ثابت ہو سکتی ہے۔ اور اگر شیعہ اس برید کر رہے کہہ دے۔ کہ اہل سنت کی کتب میں حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے بارے میں موجود ہے۔ کہ وہ بحالت جنابت مسجد سے گزر سکتے ہیں۔ تو اس کا بھی اہل تشیع کو کوئی فائدہ نہیں ہو سکتا۔ اول اس وجہ سے کہ اس روایت پر جرح کی گئی ہے۔ دوم اسی وجہ سے بھی کہ اس روایت میں گزرنے کا لفظ موجود ہے۔ لیکن تمہاری روایت اپنے عنوان سے ثابت کرتی ہے۔ کہ اس سے مراد مسجد میں جماع کرنا ہے۔ حالت جنابت اتفاقاً ہو جائے۔ جیسا کہ مسافر یا معتکف کو سونے میں انزال ہو گیا۔ اسے مسجد سے گزر کر باہر نکلتا پڑے گا۔ اس کے سوا اور کوئی چارہ نہیں۔ لیکن یہ ”جماع کرنا“ تو نہیں معصومین کے لیے اگر ہی مسئلہ ثابت کر رہے ہو۔ تو اس میں ان کی کون سی فضیلت بیان ہوئی۔ یہ تو غیروں کے لیے بھی ہے۔ اس لیے عنوان بیانگ دہل کہہ رہا ہے۔ کہ اہل تشیع

کے نزدیک مصومین کی فضیلت اسی طرح مانی جائے گی کہ وہ مسجد میں جماع، دیدہ و استہکری اور انہیں انزال ہو۔ تو ان کے لیے جائز اور دوسروں کے لیے حرام۔ ظالموں کو یہ فضیلت بیان کرتے ہوئے شرم نہ آئی۔ اور اس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی خاتونِ جنت رضی اللہ عنہا کو بھی شامل کر لیا۔ جن کی طہارت اور پاکدامنی غریبِ امتل ہے۔ اور بروزِ حشر جب ان کا گزر ہو گا۔ تو حکم ہو گا۔ لوگو! اپنی اپنی نگاہیں مجھ کا۔ کیونکہ سیدہ فاطمہ الزہرا کا گزر ہونے والا ہے۔ ایک طرف ان کی یہ عظمت اور دوسری طرف مسجد میں ان کا جماع کرنا۔ لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلیٰ العظیم۔

خدا کی قسم! اس تصور سے روئ گئے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ دل گواہی دیتا ہے کہ ان پانچ مقدس ہستیوں کے بارے میں اہل تشیع نے جو بیگاس کی۔ اس کے باعث ان کی گرفت یقیناً ہو گی۔ اور رب ذوالجلال کے حضور ان، ”بنادٹی مجتوں“ کی وہ گت بنے گی۔ کہ قارون و فرعون بھی دیکھتے رہ جائیں گے اور بڑی سے بڑی سزا اور عقاب پانے والا ان پر تھو کے گا۔ انہیں دھتکا لے گا، ان پر پھٹکار کے گا۔

ۛ

اہل بیت پاک سے گستاخیاں بے باکیاں

لعنة اللہ علیکم دشمنانِ اہل بیت

(مولانا حسن رضا خاں)

÷

مُسْلِمُ یَا زَا

سیدہ فاطمہ کے نفاق کے وقت شہر ہزار شتر تھیں

نے تکبیر بلند کی (معاذ اللہ)

وَسَائِلُ الشَّيْعَةِ

محمد بن علی بن الحسین باسنادہ عن جابر بن عبد اللہ
 قَالَ لَمَّا رَوَّجَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
 فَاطِمَةَ مِنْ عِلِّيٍّ عَلَيْهِ السَّلَامُ رَأَاهُ النَّاسُ فَقَالُوا
 لَهُ إِنَّكَ قَدْ رَوَّجْتَ عَلِيًّا بِمَلِكٍ خَسِيسٍ فَقَالَ مَا
 أَنَا رَوَّجْتُهُ وَلَكِنَّ اللَّهَ رَوَّجَهُ إِلَى أَنْ قَالَ فَلَمَّا كَانَ
 لَيْلَةُ الزُّفَافِ أَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
 بِبَغْلَتِ الشَّهْبَاءِ وَثَنَى عَلَيْهَا قَطِيفَةً وَقَالَ لِفَاطِمَةَ
 رَكِبِي وَأَمْرٌ سَلْمَانٌ أَنْ يَتَغَوَّذَهَا وَالنَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ
 عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسُوقُهَا فَبَيْنَمَا هُوَ فِي بَعْضِ الطَّرِيقِ
 إِذَا سَمِعَ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَجِبَةً فَأَذَا

جَبْرَئِيلُ فِي سَبْعِينَ أَلْفًا وَمِائَتَا سَبْعِينَ أَلْفًا
فَقَالَ الْبَنِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا أَفْطَلَكُمْ
إِلَى الْأَرْضِ فَقَالُوا اجْتَنَانَا نَزَفَتْ قَاطِمَةً إِلَى زَوْجِهَا
وَكَبَّرَ جِبْرَائِيلُ وَكَبَّرَ مِائَتَا سَبْعِينَ أَلْفًا وَكَبَّرَتْ
الْمَلَائِكَةُ وَكَبَّرَ مُحَمَّدٌ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
فَوَضَعَ التَّكْوِيْمَ عَلَى الْعَرَائِسِ مِنْ تِلْكَ اللَّيْلَةِ -

(وسائل الشیعہ جلد ۱۲ ص ۶۲-۶۳)

(کتاب النکاح)

ترجمہ:

امام محمد باقر رضی اللہ عنہ حضرت جابر بن عبد اللہ سے روایت کرتے ہیں
کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدہ فاطمہ کا نکاح حضرت علی المرتضیٰ
سے کر دیا۔ تو لوگوں نے آپ سے کہا۔ آپ نے اپنی بیٹی کی شادی
علی کے ساتھ معمولی سے حق مہر پر کر دی ہے۔ آپ نے فرمایا۔ میں
نے یہ شادی نہیں کرائی بلکہ اللہ تعالیٰ نے کرائی ہے۔ یہاں تک کہ
جب شب زفاف آئی۔ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم بغد شہباز کے
ساتھ تشریف لائے۔ اس پر ایک چادر آپ نے ڈالی ہوئی تھی۔
سیدہ فاطمہ کو فرمایا اس پر سوار ہو جاؤ۔ سلمان فارسی اس کو آگے سے
پکڑے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم پیچھے سے ہانکتے جا رہے تھے
راستہ میں اچانک آپ نے فرشتوں کے پروں کی آواز سنی۔ دیکھا کہ
جبرائیل اور میکائیل دونوں ستر ستر ہزار فرشتے لیے ساتھ آرہے ہیں
حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے پوچھا۔ زمین کی طرف آنے کی

کیا وجہ ہوئی؟ کہنے لگے۔ ہم سیدہ فاطمہ کے زفات کی تقریب پر
 آئے ہیں۔ اور جبرئیل و میکائیل اور تمام فرشتوں نے تکبیر کہی۔ اور
 حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی تکبیر کہی۔ اس وجہ سے (شیعہ) دلہن
 پر تکبیر کہنا سنت ہو گئی۔

جللاء العیون:

جب شب زفات آئی۔ تو جبرئیل و میکائیل و اسرافیل مع ستر ہزار فرشتوں
 کے زمین پر آئے۔ اور دلدل جناب فاطمہ کے لیے لائے۔ جبرئیل نے لگام
 اس کی پکڑ دی اور اسرافیل نے رقاب تھامی۔ اور میکائیل پہلو سے دلدل میں
 تھے اور حضرت رسول صلی اللہ علیہ وسلم جاہلئے فاطمہ دست مبارک سے منقلعے
 ہوئے تھے۔ پس جبرئیل و میکائیل و اسرافیل و جمیع ملائکہ نے تکبیر کہی۔ اور
 تکبیر کہنا سنت شب زفات ہوا۔

(جللاء العیون ترجمہ اردو۔ جلد اول ص۔ ۲۵)

(مطبوعہ شیعہ جنرل بک ایجنسی)

جللاء العیون:

ایضاً بسند حسن جناب صادق سے روایت کی ہے کہ حلال چغیر
 بیان کرنے میں غیرت نہیں کرنی چاہیے۔ کیونکہ جناب رسول اللہ صلی اللہ
 علیہ وسلم نے شب زفات جناب علی اور جناب فاطمہ سے فرمایا کہ جب تک
 میں نہ آؤں کام نہ کرنا۔

(جللاء العیون جلد اول ص ۲۵۱ (۱) اردو ترجمہ)

لمحکمہ:

حضرت فاطمہ بنت جنت رضی اللہ عنہا کے بارے میں نجس روایات لکھنے کو جی نہیں چاہتا تھا۔ لیکن ”فقہ جعفریہ“ میں مسائل نکاح کے ضمن میں جب اسے اہل تشیع نے ذکر کیا۔ تو قارئین کرام کی اطلاع کے لیے اسے تحریر کر دیا گیا۔ تاکہ اسے پڑھ کر یہ فیصلہ کرنا آسان ہو جائے۔ کہ ان کی فقہ کو عقل و نقل سے کوئی تعلق نہیں۔ اور اس لیے بھی تاکہ ان کی فقہ کے مانع بھی آپ کے سامنے آجائیں۔

جلال الدین کی دوسری روایت کہ جس میں یہ درج ہے: ”حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے شب زفاف جناب علی اور جناب فاطمہ سے فرمایا۔ کہ جب تک میں نہ آؤں کام نہ کرنا، کس قدر بے حیائی اور بے شرمی بیان کی جا رہی۔ ایسی غلیظ عبارت کسی غلیظ ذہن کی پیداوار ہو سکتی ہے۔ پھر کون ہے وہ شیعوں جو ان روایات پر عمل کو دکھائے۔ اپنی بچہ کی شادی رچائے۔ اور جب اس کی بچہ اور داماد بستر زفاف پر جائیں۔ تو پوری برادری لے کر ان کی طرف روانہ ہو پڑے۔ اور پیغام بھجو دے۔ کہ جب تک میں نہ آؤں۔ صبر کرنا، خبردار کوئی حرکت نہ ہونے پائے۔ یہی وجہ ہے۔ کہ بعض اہل تشیع جب یہ انوکھی بات سنتے ہیں۔ تو کہہ اٹھتے ہیں۔ کہ ایسی کوئی روایت ہماری کتابوں میں نہیں ہے۔ ان کا انکار اگرچہ ناقابل قبول ہے۔ پھر بھی کچھ شرم آتی ہے۔ اور ایسی بات کو بے غیرتی سمجھا جاتا ہے۔ تبھی تو انکار پر اتر آتے ہیں۔ ورنہ دھڑلے سے کہہ دیں۔ کہ ہاں۔ یہ روایت ہے۔ اور ہمیں اس پر عمل کرنا چاہیئے۔ بہر حال اس پر عمل کے پیش نظر ہم نے مذکورہ حوالہ جات پیش کیے ہیں۔ اور وہ بھی ان کی کتب مشہورہ سے تاکہ بطور نمونہ سند رہیں۔ ان میں سے کوئی ایک حوالہ بھی

غلط ثابت ہو جائے۔ تو میں ہزار نقد انعام ملے گا یہ محبت اہل بیت، کا شور اور ان پاکیزہ حضرات کے بارے میں ایسی غلیظ اور لہجہ عیارات۔ خدا عقل دے۔
توراہ ہدایت اپنائیں۔ اور جھوٹے دعووں سے نکل کر حقیقی محبت و اطاعت میں آجائیں۔ واللہ ولی التوفیق۔

ہام مسئلہ دو از د

جماع کثرت سے کرنا پیغمبروں کی سنت ہے (معاذ اللہ)

وسائل الشیعہ

عن معمرا بن خلاد قال سمعت علی بن موسی
الرضا علیہ السلام یقول تَلَکَ ثَمَنٌ مِنْ سُنَنِ الْمُرْسَلِينَ
الْعِطْرُ وَ اِحْقَاءُ الشَّعْرِ وَ کَثْرَةُ الطَّكْرِ وَ قَتْلُ

وسائل الشیعہ جلد ۲ صفحہ نمبر ۱۷۹

باب استحباب کثرت النواجی الخ

ترجمہ:

مہر بن خلاد کہتا ہے۔ کہ میں نے امام رضا رضی اللہ عنہ سے سنا
فرمایا۔ تین باتیں رسولوں کی سنتوں میں سے ہیں۔ (۱) خوشبو
لگانا۔ (۲) بالوں کا ہلکا رکھنا۔ (۳) بہت زیادہ جماع کرنا۔

ۛ

وسائل الشیعہ

عن الحسن بن الجهم قال رايت ابا الحسن
اختضب الى ان قال ثم قال ان من اخلاق
الانبياء التبتلف والتطيب وحلق الشعر
وكثرة الطروقة ثم قال كان لسليمان
ابن داود الف امرأة في قصر واحد ثلث
مائة مهيبة وسبع مائة سرية وكان
رسول الله صلى الله عليه وسلم له بعض
اربعة رجل وكان عنده تسع نسوة وكان
يطوف عليهن في كل يوم وليلة۔

وسائل الشیعہ جلد ۴ صفحہ نمبر ۱۸۱

کتاب النکاح

ترجمہ :

حسن بن جهم کہتا ہے۔ کہ میں نے ابو الحسن کو خضاب لگاتے دیکھا۔
پھر آپ نے یہ فرمایا۔ کہ انبیائے کرام کے اخلاق میں سے یہ باتیں
بھی ہیں۔ مات ستھرا ہنا خوشبو لگانا، بال مونڈنا اور کثرت
سے جماع کرنا۔ پھر ابو الحسن یعنی علی المرتضیٰ نے فرمایا۔ کہ حضرت سلیمان
علیہ السلام کی ایک محل میں ایک ہزار بیویاں تھیں۔ جن میں سے
تین سو آزاد اور سات سو لونڈیاں تھیں۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم
کو چالیس مردوں سے زائد کی طاقت عطا فرمائی گئی۔ آپ کے

نکاح میں فوریات تھیں۔ اور آپ ہر دن رات ان سب کے پاس جایا کرتے تھے۔ (یعنی جماع کیا کرتے تھے)

وسائل الشیعہ

عن مشاہیر ابن سالم عن ابی عبد اللہ علیہ السلام قال ان ابابکر وعمر اتیا امر سلمة فقالا لها یا امر سلمة انک قد کنت عند رجل فکیف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من ذاک فقالت ما هو الا کسائر الرجال الحی ان قال فغضب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ثم قال فلما کان من السحر ربط جبرئیل بصفحة من الجنة کان فیها مریسة فقال یا محمّد هذه عملها لك الحور العین فکلها انت وعلی وذریتکما فانه لا یصلح ان یا کلها غیرکم فجلس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رعلی وفاطمة وحسن وحسین فاکلوا منها فاعطی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی المباشحة من تلك الاكلة قوّة اربعین رجلا فكان اذا شاء غشی نساءه کلهن فی ليلة واحدة

(وسائل الشیعہ جلد ۱۸ صفحہ ۱۸۸)

ترجمہ:

ہشام بن سالم جناب امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کرتا ہے کہ ابو بکر صدیق اور عمر فاروق ایک مرتبہ ام سلمہ کے پاس آئے اور پوچھا اے ام سلمہ! تو نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو قوت میں کیسا پایا؟ کہنے لگیں۔ آپ بھی عام مردوں کی طرح ہیں۔ یہاں تک امام جعفر نے بیان کیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم غضبناک ہوئے۔ پھر کہا کہ جب سمری کا وقت ہوا۔ تو جبرئیل جنت سے ایک پیالہ لیے حاضر ہوئے۔ جس میں ہریرہ تھا اور کہا کہ عقی حورالعین نے آپ کے لیے تیار کیا ہے کہ آپ اور علی المرتضیٰ اور ان کی اولاد سے تناول فرمائیں۔ تمہارے بغیر کسی دوسرے کے لیے اس کا کھانا اچھا نہیں۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور علی فاطمہ حسن حسین بیٹھ گئے۔ اور اس میں سے کھایا۔ لہذا اس خوراک کی وجہ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو چالیس مردوں کی طاقت عطا کی گئی تھی۔ اور آپ جب چاہتے ایک ہی رات میں اپنی تمام بیویوں سے ہم بستری کر لیتے۔

ملحہ فکریہ

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے حوالہ سے ”کثرتِ جماع“ کو انبیائے کرام کا خلق بتایا گیا۔ کوئی بھلا مانس بتائے کہ کثرتِ جماع اور اچھے اخلاق ان دونوں کا کیا تعلق ہے۔ اور پھر اسے اخلاقِ پیغمبرانہ سے شمار کرنا کس قدر گھٹیلین ہے۔ روایت مذکورہ میں دیے الفاظ میں حضرت شخین کے ساتھ نفیض وعداوت کا بھی اظہار کیا ہے۔ وہ اس طرح کہ جب ان دونوں نے ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی جسمانی طاقت کے بارے میں پوچھا۔ تو اس کو سن کر حضور ان پر غصے ہوئے۔ یہ کوڑھ باطنی کا اظہار ہے۔ کیونکہ دونوں حضرات نے مرتضیٰ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں پوچھا تھا اس سے نائد کی باتیں اُسی باطنی کورپن کی منظر میں پھر قصہ جس طرح گھڑا گیا اس پر بھی عقل ماتم کرتی ہے۔ کہ حضور عظیم علیہ السلام کی اولاد کے لیے ہر جبرئیل لائے۔ جب اس کے کھانے سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی قوت مردمی چالیس اشخاص کے برابر ہو گئی۔ تو بقیہ حضرات میں اس ہریرہ نے کیوں اثر نہ کیا۔ اگر بنظر غائر دیکھا جائے۔ تو اس میں سیدہ خاتون جنت کی انتہائی گت خفی اور توہین موجد رہے۔ چالیس گنا طاقت کا فارمولہ ان پر بھی لاگو کیا جائے۔ تو لازم اُٹے گا۔ کہ انہیں (معاذ اللہ) چالیس مردوں کی ضرورت تھی۔ لا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔ جناب سیدہ خاتون جنت کی ذات کے بارے میں بازاری واقعات اور دیے لفظوں میں ان کی توہین ”عبداللہ بن سبا“ کی تعلیم کا اثر ہے۔ اور کچھ نہیں۔

مشمولہ سبب و م

مرغ میں پیغمبروں کی پانچ خصلتیں موجود ہیں
اس سے یہ عادتیں تم بھی سیکھو

وسائل الشیعہ

عن ابی الحسن علیہ السلام قال فی الذیاع

خَمْسُ خِصَالٍ مِنْ خِصَالِ الْأَنْبِيَاءِ السَّخَا وَالْقَنَاعَةِ
وَالْمَعْرِفَةِ بِأَوْقَاتِ الصَّلَاةِ وَكَثْرَةُ الطَّرِيقَةِ
وَالْغَيْرَةِ۔

وسائل الشیعہ جلد ۳ ص ۳۸۳

کتاب الحج ابواب احکام
الذقوب

ترجمہ:

ابو الحسن کہتے ہیں کہ مرغ میں پانچ عادتیں، پیغمبروں کی پانچ عادتوں کی
طرح ہیں۔ سخاوت، صبر، اوقات نماز کی پہچان، کثرت سے جہاد
کرنا اور غیرت۔

وسائل الشیعہ

قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَعَلَّمُوا
مِنَ الذِّكْرِ خَمْسَ خِصَالٍ مُحَافَظَةُ عَلَى أَوْقَاتِ
الصَّلَاةِ وَالْغَيْرَةُ وَالسَّخَا وَالشَّجَاعَةُ وَكَثْرَةُ
الطَّرِيقَةِ۔

وسائل الشیعہ جلد ۳ ص ۱۷۹

کتاب النکاح

ترجمہ:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ لوگو! مرغ سے پانچ عادتیں تم بھی
سیکھو۔ ۱۔ اوقات نماز پر محافظت۔ ۲۔ غیرت۔ ۳۔ سخاوت

۴۔ بہاوری۔ ۵۔ بکثرت جماع کرنا۔

تبصرہ:

”جماع بکثرت کرنا، چونکہ اہل تشیع کے نزدیک خلقِ پیغمبرانہ ہے اس لیے اس کو اپنا ناہر ”مومن“ کے لیے ضروری ہے اس کے علاوہ چار اخلاق تو اُن پر عمل کرنا اور انہیں اپنا ناگھائے کا سودا ہے۔ نمازوں کے اوقات کی پابندی کی کیا ضرورت ہے۔ بس سال میں ایک آدھ مرتبہ ماتم کر لیا۔ کمی پوری ہو گئی۔ غیرت کا جنازہ متعہ نے نکال دید سناوت ذوالجناب کے سرچڑھ گئی۔

شجاعت، زنجیر زنی میں چلی گئی۔ اب مرغ بننے کے لیے کثرت جماع کی دو مومن، کو ضرورت تھی۔ وہ بڑی پسند آئی۔ ”وفقہ جعفریہ“ کیا ہوئی۔ خواہشات نفسانیہ کے حصول کا ہی ایک بہانہ ٹھہرا اور بدنام حضرات ائمہ اہل بیت کو کیا جا رہا ہے۔

(فَاعْتَبِرُوا يَا أُولِيَ الْآبْصَارِ)

مسئلہ چہارم

جنت میں سب سے زیادہ پر لطف اور

لذیذ بات "جماع" ہے۔

وسائل الشیعہ

عن جمیل بن دراج قال قال أبو عبد الله عليه السلام ما تكدّ ذلّ الناس في الدنيا والآخرة يكدّوا أكثر لهم من لذّة النساء وهو قول الله عز وجل زین لثانی حبّ الشّهوات من النساء والبین الخ ثم قال وإن أهل الجنة ما يتلذّدون بشی من الجنة أشهى عندهم من النّکاح لا طعام ولا شراب۔

(۱۔ وسائل الشیعہ جلد ۱۳ صفحہ نمبر ۱۰)

(۲۔ فروغ کافی جلد ۵ صفحہ ۲۲ کتاب النکاح)

ترجمہ :

جمیل بن دراج کہتا ہے۔ کہ امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے فرمایا

دنیا و آخرت میں جو بھی لذتیں لوگ پاتے ہیں۔ (یا پائیں گے) ان سب میں سے عورتوں کے ساتھ جماع کی لذت بڑھ کر ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کا یہ قول کلمات پر دلالت کرتا ہے۔ دو لوگوں کے لیے عورتوں کے ساتھ شہوات پورا کرنا خوبصورت کر دیا گیا ہے، پھر فرمایا۔ کہ صنفی لوگ نہ کسی خوردنی شئی اور نہ کسی پینے والی چیز سے اتنی لذت حاصل کر پائیں گے۔ جو انہیں نکاح کے ساتھ حاصل ہوگی۔

وسائل الشیعہ

عن علی بن حسان عن بعض اصحابنا قال قال لنا
ابو عبد اللہ علیہ السلام مَرَّحْنِي شَيْئًا اَلَذَّ؟ قَالَ
فَقُلْنَا غَيْرُ شَيْءٍ فَقَالَ مَرَّ اَلَذَّ اَلْاَشْيَاءُ مُبَاضَعَةً
النِّسَاءِ۔

(وسائل الشیعہ جلد ۱ ص ۱۰)

کتاب النکاح باب استحباب

حب النساء مطبوعہ تہران

(طبع جدید)

ترجمہ:

علی بن حسان اپنے بعض اصحاب سے بیان کرتا ہے۔ کہ امام جعفر صادق سے ہم نے پوچھا۔ کن سی چیز سب سے زیادہ لذت دینے والی ہے؟ ہم نے مختلف چیزوں کے نام لیے۔ اپنے فرمایا۔ سب سے زیادہ لذت دینے والی چیز عورت کا فرج ہے۔ (یعنی عورت سے جماع کرنا)۔

مسئلہ پنجم

جماع کے لیے لونڈی ادھار پر دینی جائز ہے

فروع کافی

عن ابی العباس البقیاق قال سأل رجل أبا عبد الله عليه السلام و منع عنه عتده عن عار يكته القريج فقال حرأمرئئكم مکت قليلاً ثم قال لحین لا بأس ان یعمل الرجل الجار یکتہ لا یموت۔

(فروع کافی جلد پنجم ص ۷۰، کتاب النکاح)

ترجمہ :

ابوالعباس بقیاق کہتا ہے۔ کہ ایک شخص نے امام جعفر صادق سے پوچھا۔ ہم اس وقت امام کے پاس موجود تھے۔ کیا عورت کی شرمگاہ ادھار دینی جائز ہے۔؟ آپ نے فرمایا۔ حرام ہے۔ پھر کچھ دیر ٹھہر کر فرمانے لگے۔ لیکن اگر کوئی شخص اپنی لونڈی اپنے کسی بھائی کو ادھار دے دے۔ دتا کہ وہ اس کی شرمگاہ سے فائدہ اٹھا سکے (تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔

مفہم:

امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کی طرف سے مذکورہ اباحت و اجازت کو ذکر کرنا، بہت بڑی دیدہ دلیری ہے۔ لونڈی کو بغیر نکاح کیے اپنے دوستوں اور ساتھیوں کو دہلی کے لیے ادھار دینا اور ایک عام بازاری عورت جس کا دہلی کرنا پیشہ ہو۔ ان دونوں میں پھر کیا فرق ہے۔ بلکہ بازاری عورت کچھ نہ کچھ معاوضہ طلب کرے گی جسے متہ کہیں گے۔ لیکن بے چاری لونڈی کو جب اس کے مولیٰ نے مفت میں دے دیا۔ تو اسے کیڑے گا۔ روایت مذکورہ کی اگر کوئی شیعوہ یہ تاویل کرے کہ اس سے مراد یہ ہے۔ کہ مولیٰ اپنی لونڈی کا نکاح کسی دوسرے کے ساتھ مفت میں کر دے۔ تو یہ جائز ہے۔ یہ تاویل قطعاً مقام و محل کے مطابق نہیں۔ کیونکہ اگر بذریعہ نکاح اباحت و جواز ثابت کرنا تھا۔ تو یہ بالاتفاق جائز ہے۔ اور اسے ہر مسلمان جانتا ہے۔ اس کے لیے امام صاحب سے دریافت کرنے کی کیا ضرورت تھی اس لیے امام جعفر نے پہلے اسے حرام فرمایا۔ کیا کسی شخص کو اپنی بیٹی یا دیگر رشتہ دار خواتین کا نکاح کر دینا آپ نے حرام کہا تھا؟ ہرگز نہیں۔ بلکہ حرام اسے کہا کہ مفت میں بطور ادھار کوئی عورت اپنی شرمگاہ یا اس عورت کا والی کسی کے لیے مباح کر دے۔ اس لیے یہ تاویل غلط ہے۔ لہذا معلوم ہوا کہ وہ فقہ جعفریہ، میں بے حیائی اور بے غیرتی اپنے عروج پر نظر آتی ہے۔ ایسی باتوں کی نہ انڈیا میں بیت اجازت دے سکتے ہیں۔ اور نہ قرآن و احادیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ یہ سب ابولعبیر زرارہ وغیرہ کی اختراعات ہیں۔

مسئلہ ششم

محرم عورتوں کے ساتھ لطفِ حریر کی صورت

میں جماع کی اجازت

”لطفِ حریر“ فقہ جعفریہ کا ایک ماہر الاقویٰ ذبیح مسئلہ ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ اگر کوئی مرد اپنے آلاتِ تناسل پر کوئی ریشمی کپڑا پیٹھے۔ اور پھر اپنی ماں بہن اور بیٹی وغیرہ سے جماع کرے۔ تو اس کی گنجائش ہے۔ ہو سکتا ہے کہ اس مسئلہ کے بارے میں سن کر کوئی یقین نہ کرے۔ اور اسے اہل سنت کی طرف سے اہل تشیع پر الزام کہے۔ اس لیے ہم اس احتمال کو دور کرتے ہوئے فقہ جعفریہ کی پسندیدہ اور معتبر کتب سے چند حوالہ جات درج کرتے ہیں۔ حوالہ غلط ہونے کی صورت میں فی حوالہ میں ہزار روپے نقد انعام ملے گا۔

ذخیرۃ المعاد

سوال۔ اگر شخص آلت خود بہ پیچیدہ رست مالِ حریر و نحوٰں کو محاسن حاصل نشود در زمانِ جماع وہم جنین محاسن حاصل نشود بہمت کشا و فرج یا باریک آلت آیا غسل واجب است یا نہ۔

جواب۔ لازم

غسل خالی از عورت نیست و اذا بو عنیفه نقل شدہ کہ جماع در فرج محارم
بغت حریر جائز است۔

(ذخیرہ المعاد مصنفہ شیخ زین العابدین
ص ۹۵ باب طہارت غسل جنابت،
مطبوعہ لکھنؤ طبع قدیم)

ترجمہ:

سوال۔ اگر کوئی شخص (مرد) اپنے آلت تناسل پر ریشمی رد مال وغیرہ،
پلیٹ بے۔ کہ جس سے آلت تناسل اور عورت کی شرنگاہ آپس میں چھونے
نہ پائیں۔ اس طرح مرد عورت جماع کریں۔ یا مرد اور عورت کی شرنگاہ
باہم اس لیے نہ چھوئیں۔ کہ عورت کی شرنگاہ بہت فراخ اور کھلی
ہو۔ یا مرد کا آلت تناسل بہت زیادہ باریک ہو۔ تو کیا اس کے بعد غسل
واجب ہو گا۔ یا نہیں؟ جواب۔ غسل کا لازم ہونا زیادہ قوی نظر آتا
ہے۔ اور ابو عنیفہ سے منقول ہے۔ کہ محرم عورت کے ساتھ جماع
کرنا جائز ہے۔ جبکہ مرد نے اپنے آلت تناسل پر ریشمی کپڑا پٹینا
ہوا ہو۔

لفِ حریر کا مسئلہ ابو حنیفہ شیعہ کا ہے

امام ابو حنیفہ نعمان بن ثابت کا اس کوئی تعلق نہیں

مذکورہ حوالہ میں آپ نے لفِ حریر کے ساتھ اپنی محارم سے دطی کے جواز کا قائل ابو حنیفہ کینیت کا ایک شخص پڑھا۔ بدحواسی کے عالم میں اس سے جان چھڑانے کے لیے اہل تشیع یہ کہہ دیتے ہیں کہ یہ مسئلہ ہمارا نہیں۔ بلکہ ابو حنیفہ کا ہے۔ اور ابو حنیفہ وہی ہے جو اہل سنت کے چار اماموں میں سے ایک امام ہو گزرا ہے۔ ہمارے بزرگوں میں اس کینیت کا کوئی مجتہد یا عالم نہیں ہوا۔ یہی بات اسماعیل گوجروی نے ۱۹۵۶ء میں علامہ محمود احمد رضوی کے ساتھ مناظرہ کے دوران کہی۔ اور اس پر شیعہ رسائل و اخبارات نے بڑا زور لگایا۔ اب ان حالات میں ہم لفِ حریر والے ابو حنیفہ کا شجرہ نسب اور اس کی طمی و ملی زندگی کا کچھ تذکرہ کرتے ہیں۔ اور وہ بھی اہل تشیع کی معتبر کتابوں سے۔ تاکہ واضح ہو جائے۔ کہ وہ ابو حنیفہ، کینیت والا مذہب شیعہ میں ایک عالم تھا۔ اس سے انکار کرنا محض فریب اور دھوکہ ہے۔

مجالس المؤمنین

القاضی ابو حنیفہ نعمان بن محمد بن منصور بن جبرن المقرئ دزبائخ

ابن خلکان وابن کثیر شام مسطورا سمت اویکے از فضلاء مے مشارالیه بود
در علم فقہ و دین و بزرگی و مرتبہ رسید بود کمزید برآں متصور نہ بود۔۔
و در اصل مالکی مذہب بود و بعد از آن بمذہب امامیہ انتقال نمود و
اور اصنفات بسیار است مانند کتاب اختلافات اصول مذہب
و کتاب اختیار و فقہ و کتاب الدعوة للعبدین و ابن خبواتی روایت
نمودہ کہ نعمان ابن محمد القاضی در قایت فضل و اذال قرآن و عالم بمعانی
آن بود و عالم بود بوجہ فقیہہ و اختلافات فقہاء و عارف بود بوجہ لغت
و شعر و تاریخ و علیہ عقل و انصاف آراستہ بود و در مناقب اہل بیت
چندی ہزار ردی تابع نمودہ بود و اورا کتابات کہ در آن بارو
براہ حنیفہ کوفی، و مالک و شافعی و ابن شریح و غیر ایشان از مخالفت
نمودہ و از مصنفات او کتاب اختلافات الفقہاء است و در آن جا
نعت مذہب اہل بیت نمودہ و اورا تصدیقہ است در علم فقہہ و ابو
حنیفہ مذکور ہمراہ معز الدین اللہ خلیفہ فاطمی از مغرب در مصر آمدہ و رامہ
رجب سنہ ثلاث و شین و ثمانیہ در مصر وفات یافت و اورا اولاد
امجاد و نجباء فضلاء مے بود۔

(مجالس المؤمنین جلد اول ص ۳۹ تذکرہ
القاضی ابو حنیفہ نعمان بن محمد الخ۔ مطبوعہ
تہران طبع جدید)

ترجمہ :

قاضی ابو حنیفہ نعمان بن منصور بن جبرن المغربی۔ تاریخ ابن خلکان
اور ابن کثیر میں لکھا ہوا ہے۔ کہ یہ ان فضلاء میں سے ایک تھا۔ جو۔

جانے پہچانے شہرت رکھنے والے تھے۔ علم فقہ، دین اور بزرگی میں انتہائی مرتبہ پر فائز تھا۔ دراصل امام مالک کے مذہب پر کاربند تھا۔ لیکن بعد میں مذہب امامیہ (شیعہ) قبول کر لیا۔ اس کی بہت سی تصانیف ہیں۔ مثلاً کتاب اختلاف اصول مذاہب، کتاب اختیار در فقہ، کتاب الدعوة وغیرہ۔ ابن ہولاق سے منقول ہے کہ یہ شخص (نعمان بن محمد القاضی) انتہائی فاضل اور قرآن کریم کے معانی کا بہت بڑا عالم تھا۔ اور فقہی اختلاف پر اسے یدِ طولیٰ حاصل تھا۔ نعت، شعر اور تاریخ میں ماہر تھا۔ اور عقل والصفات سے مزین تھا۔ اہل بیت کے مناقب میں کئی ہزار اوراق لکھے۔ اور اس کی کئی کتابوں میں امام ابو حنیفہ کوئی، امام شافعی، امام مالک اور قاضی شریح وغیرہ کا رد وجود ہے۔ اس کی تصانیف میں سے اختلاف الفقہاء نامی کتاب بھی ہے۔ اس میں اس نے مذہب اہل بیت کی ٹوٹ کر تائید کی علم فقہ میں اس کا ایک قصیدہ بھی ہے۔ یہ ابو حنیفہ معز الدین اللہ، فاطمی خلیفہ کے ہمراہ مصر آیا۔ اور یہ واقعہ ۳۶۲ھ رجب کا ہے۔ مصر میں ہی اس کا انتقال ہوا۔ اور اس کی اولاد میں سے بھی عالم نائل پیدا ہوئے۔

توضیح :

مذکورہ حوالہ جس مصنف کا ہے۔ وہ اہل تشیع میں ”شہید ثانی“ کے نام سے مشہور ہے۔ اور مذہب امامیہ میں اس کا بہت اونچا مقام و مرتبہ ہے اس (یعنی نور اللہ شوستری) نے اپنی مذکورہ تصنیف میں ان لوگوں کا تذکرہ کیا ہے

جوان کے ہاں مسلمہ شخصیات تھے۔ اس میں ابو حنیفہ نعمان کا ذکر کیا اور لکھا کہ۔

۱۔ اس کا ابتدائے مسک مانگی تھا۔ پھر یہ مذہب امامیہ میں آگیا۔

۲۔ اس کی تصانیف بکثرت ہیں۔ جن میں اہل سنت کے ائمہ اربعہ اور دیگر حضرات کی سنت تردید کی۔

۳۔ خلیفہ معز لدین اصفہانی کا چچیتا تھا۔ یہی اسے اپنے ساتھ مصر لایا۔ اور مصر میں ہی اس کا انتقال ہوا۔

۴۔ اس کا انتقال ۳۶۳ھ میں ہوا۔

۵۔ اس نے اپنی کتب میں مستقل طور پر مذہب امامیہ کی تائید میں دلائل دیئے۔

یہ تھا مختصر خاکہ ابو حنیفہ نعمان شیبی کا جس کے بارے میں اہل تشیع یہ کہتے نہیں تھکتے کہ ہمارا اس نام کا کوئی عالم نہیں گزرا۔ اب تقابلی طور پر اس ابو حنیفہ کا سوانحی خاکہ بھیلاحظہ ہو جائے۔ جو ابو حنیفہ نعمان بن ثابت اہل سنت کا عظیم امام ہوا ہے۔

یہ ابو حنیفہ نعمان بن ثابت کوفی ہیں۔ دینی ان دونوں کی ولایت جدا جدا ہے۔

ان کا سپین ولادت ۸۸ھ اور وصال ۱۵۸ھ میں ہوا۔ دہنذا شیبی ، ابو حنیفہ ان کے تقریباً دو سو سال بعد انتقال کرتا ہے۔
ان کا رد ابو حنیفہ شیبی نے لکھا۔ وہ قاضی تھا یہ اس عہدہ کو ٹھکانے والے تھے۔

ابو حنیفہ نعمان بن ثابت کا انتقال بغداد میں ہوا اور وہیں مدفون ہیں۔ لیکن شیبی ابو حنیفہ مصر میں وصال کرتا ہے۔ اور وہیں دفن کیا جاتا ہے۔

آخری بات یہ ہے کہ ہم نے "ولع حریر" کا مسئلہ جس کتاب سے ذکر کیا وہ شیخ زین العابدین قمی کی تصنیف ہے۔ اور اس کا اصل موضوع مسلک شیعہ کے مطابق سوال اور پھر اس کا جواب لکھا ہے۔ سوال و جواب مسیحی بہ ذخیرۃ المعاد۔ جب اس کتاب میں امامیہ مسلک کے سوال و جواب مذکور ہیں تو پھر یہ جواب ابو حنیفہ نعمان بن ثابت سنی کی طرف سے اس میں درج کرنے کا کیا تک ہو سکتا ہے؟ ان تمام باتوں سے معلوم ہوا کہ "ولع حریر" کا مسئلہ گھڑنے والا ابو حنیفہ نامی ایک شیعہ عالم ہے۔ اور یہ اہل تشیع کے ہاں جائز ہے۔

تنقیح المقال

نعمان ابن محمد ابن منصور ابو حنیفہ مغربی
ذَكَرَ ابْنُ خُلِّكَانَ وَابْنُ كَثِيرٍ الشَّافِعِيَّ أَنَّهُ كَانَ
مِنَ الْفَضْلَاءِ الْمَشْهُورِينَ وَكَانَ مَا لِكُنَّا نَسْمَعُ
أُنْقَلُ إِلَى مَذْهَبِ الْإِمَامِ مَيْمُونٍ وَلَهُ تَصَانِيفٌ مِنْهَا
دَعَايُ الْمُسْلِمِينَ فِي مَنَاقِبِ أَهْلِ بَيْتِ عَلِيِّ بْنِ
الْأَقْبَاضِ أَبُو الْحَسَنِ عَلِيُّ بْنُ نَعْمَانَ وَابُو عَبْدِ اللَّهِ
مُحَمَّدُ بْنُ نَعْمَانَ وَقَالَ صَاحِبُ تَارِيخٍ وَمُصَدِّقُ
إِنَّا الْقَاضِي نَعْمَانُ كَانَ مِنَ الْعُلَمَاءِ وَالْفُقَهَاءِ
وَالدِّينِ وَالتَّبَلُّ عَلَى مَا لَا مَزِيدَ عَلَيْهِ وَكُنَّا
الدَّعَايُ كِتَابٌ حَسَنٌ جَيِّدٌ يُصَدِّقُ مَا قِيلَ
فِيهِ إِلَّا أَنَّهُ لَمْ يَرَوْهُ وَعَنْ بَعْدَ صَادِقٍ عَلَيْهِ السَّلَامُ

مِنَ الْأَئِمَّةِ خَوْفًا مِنَ الْخُلَفَاءِ الْأَسْمَاعِيَّةِ حَيْثُ
كَانَ قَاضِيًا مَسْرُوبًا مِنْ قِبَلِ مَرْبُوعٍ الْكِنْدِ
عَبْدَ مَنْ وَرَاءِ سِتْرِ التَّقِيَّةِ مَذْهَبًا لَا
يَخْفَى عَلَى اللَّيْبِ وَمَا فِي مَعَالِمِ ابْنِ شَلْهَرَأَشُوبَ
مِنْ أَنَّهُ لَمْ يَكُنْ إِمَامِيًّا إِشْتِبَاهَ قَطْعًا فَإِنَّ أَهْلَ
الْبَيْتِ وَهُمْ مُؤَيَّدُونَ الْمَذْهَبَ كَوُرُونِ أَذْرَى بِمَا
فِي الْبَيْتِ ثُمَّ لَا مَعْنَى لِتَصْنِيفِ غَيْرِ الْأَمَامِيِّ كِتَابًا
فِي مَنَالِبِ الْأَعَاصِيَيْنَ لِلْحَقِّ وَكِتَابًا الْخَرَفِ فِي فَضَائِلِ
الْأَئِمَّةِ الْأَطْلَهَارِ وَكِتَابًا ثَالِثًا فِي الْإِمَامَةِ كَمَا
اُعْتَرَفَ بِهِ هُوَ بِمَقُولِهِ-

در تفتیح المقال جلد سوم ص ۲۴۳

باب النون من ابواب النون-

مطبوعہ طهران طبع جدید-

ترجمہ:

نعمان ابن محمد بن منصور مغربی۔ ابن عدلان اور ابن کثیر نے لکھا کہ یہ
شخص مشہور فضلاء میں سے تھا۔ شروع میں مالکی مذہب پر تھا۔ پھر
مذہب امامیہ کی طرف منتقل ہو گیا۔ اس کی بہت سی تصانیف
ہیں۔ ایک کا نام دعائم الاسلام فی مناقب اہل بیت ہے۔ اس
میں اہل بیت کے دشمنوں کے مظالم بھی بیان ہوئے ہیں۔ اس
کی اولاد میں بھی قابل لوگ تھے۔ مثلاً ابوالحسن علی بن نعمان اور
ابو عبد اللہ محمد ابن نعمان۔ صاحب تاریخ مصر نے کہا ہے۔ کہ قاضی

نعمان مذکور صاحبان علم وفقہ و دین میں سے تھا۔ اور ان علوم میں صاحب کمال تھا۔ اس کی کتاب ”دعائم الاسلام“ بہت اچھی کتاب ہے۔ اور اس میں جو کچھ کہا گیا ہے۔ اس کی تصدیق کی گئی ہے۔ ہاں اتنی بات ہے۔ کہ اس نے کتاب مذکور میں امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کے بعد آنے والے ائمہ کی روایات کو درج نہیں کیا۔ لیکن یہ بھی اس لیے کہ وقت کے خلفاء اسماعیلیہ سے اسے خوف تھا۔ کیونکہ ان کی طرف سے یہ مصر کا قاضی مقرر ہوا تھا۔ لیکن پھر بھی تقیہ کے رنگ میں اس نے اپنا مذہب بیان کر ہی دیا۔ جسے ہر عقلمند جانتا ہے اور اس بارے میں جو معالم ابن شہر آشوب میں لکھا ہے۔ کہ یہ ابو ضیفہ امامی نہ تھا۔ یہ محض اشتباہ ہے۔ کیونکہ گھر کے حالات گھروالوں سے زیادہ کوئی نہیں جانتا۔ اور ہمارے مورخین نے اس کو امامی ہی کہا ہے۔ اس لیے ان کی گواہی ابن شہر آشوب سے قوی ہے پھر یہ کیسے ہو سکتا ہے۔ کہ ایک شخص مذہب امامیہ نہ رکھتا ہو۔ اور اس کے باوجود وہ ائمہ اطہار کے فضائل، حق کے غاصبوں کے مظالم اور ستمداری پر کتابیں لکھے؟ اس بات کا وہ خود بھی اقرار کرتا ہے۔

الکفی واللقاب

أَبُو حَظِيفَةَ شَيْعَةً يُقَالُ لَهُ أَبُو حَظِيفَةَ الْمَغْرِبِيِّ
هو القاضي للنعمان بن أبي عبيد الله محمد بن
متصور القاضي بمصر كان مالكياً ولا أثر

اہتدی و صار امامیاً و صنعت علی طریق الشیعۃ
کتباً منہاد عائر الامتلا و کان کما قال ابن
خلکان نقلاً من ابن ذولاق فی حایۃ الفضل
من اہل القرآن و العلم بمعانیہ عالم بوجوہ
الفقہ و عالم باختلاف الفقہاء و اللغہ و الشعر
و المعرفۃ بایام الناس مع عقل و انصاف و الن
لاہل البیت من الکتب الاف اوراق باحسن
التالیف و لہ رد و رد علی المخالفین و لہ رد علی
ابی حنیفہ و علی مالک و شافعی و علی ابن شریح
و کتاب اختلاف الفقہاء و ینتصر فیہ لاہل
البیت و لہ القصیدۃ الفقلیۃ لقبہا بالمنتخبۃ
و کان ملازم صاحبۃ المعز ابی تمیم معد بن
منصور و لقا و صل من افریقہ الی الدیار المصریۃ
کان معہ لم یطول مدتہ و فات فی مستحل
رجب بمصر ۵۳۶۳ھ۔

راکنی و الالقاب جلد اول ص ۵۷
تذکرہ ابو حنیفہ

ترجمہ :

ابو حنیفہ شیعہ۔ اسے ابو حنیفہ مغربی بھی کہا جاتا ہے۔ یہ قاضی
نعمان بن ابی عبد اللہ محمد بن منصور ہے جو مصر کا قاضی تھا۔ مالکی
مذہب تھا۔ پھر دایت ٹی اور امامی بن گیا شیعہ طریقہ (مذہب)

پراس نے بہت سی کتابیں لکھیں۔ ان میں سے ایک دعائم الاسلام ہے۔ بقول ابن خلکان یہ بہت فصیلت والا تھا۔ اور قرآنی علوم و معانی کا عالم، وجوہ فقہ اور اختلاف فقہاء کے علاوہ لغت، شعور و لوگوں کے نسب کا بھی بہت بڑا عالم تھا۔ صاحب عقل و انصاف تھا۔ اہل بیت کی شان میں ہزاروں اوراق پر مشتمل کتابیں لکھیں۔ مخالفین کا رد بھی لکھا۔ اور ابو حنیفہ امام اعظم کا رد بھی لکھا۔ امام شافعی مالک اور قاضی شریح کی ڈٹ کر تردید کی۔ کتاب اختلاف الفقہاء میں اہل بیت کے مسلک کو سچی ثابت کرنے پر بہت لال ذکر کیا۔ اس کا ایک قصیدہ علم فقہ پر ہے۔ جس کا نام دعا مفتیہ رکھا۔ یہ شخص مضر ابوتیم معد بن منصور کی ملازمت میں تھا۔ جب معد بن منصور افریقہ سے مصر آیا۔ تو ابو حنیفہ شیعہ بھی اس کے ساتھ تھا یہاں زیادہ دیر زندہ نہ رہا۔ اور ۳۶۳ھ ہجری رجب کے مہینہ میں فوت ہو گیا۔

تبصرہ:

صاحب کتاب المکنی واللقاب شیخ قحی نے بھی وہی کچھ کہا۔ جو تنقیح المقال اور مجالس المؤمنین کے حوالہ جات میں ہم ذکر کر چکے ہیں۔ یہ بھی شیعہ مصنف اور شیعہ برادری کے متون اس بات کی گواہی دے رہے ہیں۔ کہ ہمارے مسلک میں بھی ایک ابو حنیفہ نعمان نامی شخص گزرا ہے۔ بڑا صاحب فضل و علم تھا۔ اور کتب کثیرہ کا مصنف تھا۔ پہلے مالکی تھا پھر ہدایت ملی توشیعہ ہو گیا۔ اور ایسا ہوا۔ کہ سنیوں کے ائمہ کی خوب تردید کی۔ اور اہل بیت

کے حق میں مسلک شیعہ کے مطابق بہت دلائل ذکر کیے۔ اب بھی کہتے ہو کہ ابو حنیفہ نامی شخص ہمارے اندر نہیں ہوا جس کا ہم ابھی تذکرہ کر چکے یہ کن میں سے تھا؟ تو معلوم ہوا کہ "لعنہ حریر" کے مسئلہ کا موجد شیعہ ہے۔ اور اس کا نام نعمان بن محمد اور کنیت ابو حنیفہ ہے۔ ۳۶۲ھ میں مصر کے اندر انتقال ہوا اور وہیں دفن ہوا۔

الذریعہ فی تصانیف الشیعہ

الاخبار الطوال مطبوعہ۔ لابی حنیفہ الدینوری
احمد ابن داود من اهل الدینور۔ ومن
تصریح ابن ندیم بتوثیقہ وات اکثر اخذہ
من یعقوب بن اسحاق اسکیت النحوی
الشہید للشیعہ و هو من ابنائے الفارسی
اما مئیتہ۔

(الذریعہ فی تصانیف الشیعہ

جلد اول ص ۳۸ مطبوعہ بیروت)

ترجمہ:

الاخبار الطوال نامی کتاب ابو حنیفہ دینوری احمد بن داؤد کی تصانیف
ہے۔ جو دینور کا رہنے والا تھا۔ ابن ندیم کی تصریح ہے کہ یہ قابل اعتبار
ہے۔ اور یہ کہ اس نے اکثر علم یعقوب بن اسحاق اسکیت
نحوی سے پڑھا۔ جو شیعہ تھا۔ ابو حنیفہ دینوری امامی شیعہ ہونا ظاہر
کرتا تھا۔ اور یہ ایران کا رہنے والا تھا۔

نوٹ: "الذریعہ" کی مکمل عبارت ہم نے ذکر نہیں کی۔ اس میں بھی ہی

باتیں تھیں۔ جو کچھ تین حوالہ جات میں آپ ملاحظہ کر چکے ہیں۔ یعنی یہ بہت بڑا عالم، فاضل اور صاحب تصانیف کثیرہ اور عالم علوم متعددہ تھا۔ اور امامی شیعہ تھا ان تصریحات کے ہوتے ہوئے دو لغتِ حریر، اسے کوئی شیعہ انکار نہیں کر سکتا۔ اگرچہ ابتدائی کتب ہر شیعہ کافروں کو ساتھ لگائے گا۔ ان کے ذکر میں اس مسئلہ سے بالکل انکار کر دیں گے۔ لیکن جب مذکورہ حوالہ جات پیش کیے جائیں تو پھر اور پہلو بدلتے ہیں۔ یہ کہہ دیتے ہیں کہ ”ذخیرۃ المعاد“ کتاب کہ جس میں یہ مسئلہ مذکور ہے۔ وہ ہماری کتاب نہیں۔ بلکہ اہل سنت کے ایک اہل علم کی تصنیف ہے۔ تو اس کا جواب بھی ملاحظہ ہو کہ ہمیں تسلیم ہے کہ اس کتاب ایک سنی عالم یعنی شیخ مصلح الدین سعدی شیرازی رحمۃ اللہ علیہ کی تصنیف ہے۔ لیکن اس میں ”لغتِ حریر“ کے مسئلہ کا وجود تک نہیں۔ اور جس ”ذخیرۃ المعاد“ میں یہ مسئلہ بقید حوالہ ہم نے ذکر کیا۔ وہ ایک شیعہ مصنف شیخ زین العابدین کی تصنیف ہے۔ سورہ بات تحقیق کہ پہنچی۔ کہ اہل تشیع کے ہاں مرد اپنے آرتھناںس پر ریشم یا اس جیسا کوئی اور کپڑا لپیٹ لے۔ تو اس کا پھر اپنی محرم عورتوں کے ساتھ دلی کرنا جائز ہے۔

فَاعْتَبِرُوا يَا أُولِيَ الْاَبْصَارِ

مسئلہ نمبر ۱۱۱

ماں اور بہن وغیرہ محام سے وطی کرنا ایک وجہ سے جائز اور دوسری وجہ سے ناجائز ہے

فقہی اصطلاح میں بدکاری کے لیے زنا اور سفاح کے دو الفاظ ذکر ہوتے ہیں اہل تشیع کے ہاں ان دونوں میں عموم و خصوص مطلق کی نسبت ہے یعنی ہر زانی کو سفاح ضرور کہیں گے۔ لیکن اس کا عکس نہیں۔ دونوں کی تعریف کچھ اس طرح کرتے ہیں۔ کہ زنا وہ فعل حرام ہے۔ جس میں علت کی کوئی بھی وجہ موجود نہ ہو۔ اور سفاح وہ حرام فعل ہے۔ جس میں کوئی وجہ علت کی بھی موجود ہو۔ مثلاً ایک شخص اپنی ماں، بیٹی وغیرہ سے نکاح کیے بغیر وطی کرتا ہے۔ تو یہ زنا ہو گا۔ اور اگر نکاح کے وطی کرے تو سفاح ہو گا۔ اب اس فرق کو مد نظر رکھ کر یہ کہا جاتا ہے۔ کہ سفاح سے پیدا ہونے والا بچہ حرام زادہ نہیں کہلائے گا۔ اصل عبارت ملاحظہ ہو۔

فروع کافی:

فَمَا مِمَّنْ سَفَّاحٍ الَّذِي هُوَ غَيْرُ الزَّانَا وَمُؤْتَمَقٍ

لِإِسْمِ سَفَاحٍ وَمَعْنَاهُ قَالَ الَّذِي هُوَ مِنْ وَجْهِ
النِّكَاحِ مَشْرُوبٌ بِالْحَرَامِ وَإِنَّمَا صَارَ سَفَاحًا
لِأَنَّهُ نِكَاحٌ حَرَامٌ مَشْرُوبٌ إِلَى الْحَلَالِ وَهُوَ
مِنْ وَجْهِ الْحَرَامِ فَلَمَّا كَانَ وَجْهٌ مِنْهُ حَلَالًا
وَوَجْهٌ حَرَامًا كَانَ إِسْمُهُ سَفَاحًا لِأَنَّهُ
الْغَالِبُ عَلَيْهِ نِكَاحٌ تَزْوِيجٌ إِلَّا أَنَّهُ مَشْرُوبٌ
ذَلِكَ التَّزْوِيجُ بِوَجْدِهِ مِنْ وَجْهِهِ وَالْحَرَامِ
غَيْرُ خَالِصٍ فِي مَعْنَى الْحَرَامِ بِالْكُلِّ وَلَا خَالِصٍ
فِي وَجْهِ الْحَلَالِ بِالْكُلِّ أَمَّا أَنْ يَكُونَ الْفِعْلُ
بِوَجْدِ الْفَسَادِ وَالْقَصْدُ إِلَى غَيْرِ مَا أَمَرَ اللَّهُ
عَزَّ وَجَلَّ فَيُجْزِئُ مِنْ وَجْدِ التَّأْوِيلِ وَالْخَطَاءِ ،
وَالْإِسْتِحْلَالُ بِجِهَةِ التَّأْوِيلِ وَالتَّقْلِيدِ
نَظِيرُ الَّذِي يَتَزَوَّجُ ذَوَاتِ الْمَحَارِمِ الَّتِي ذَكَرَهَا
اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ فِي كِتَابِهِ تَحْرِيمَهَا فِي الْقُرْآنِ
مِنَ الْأُمَمَاتِ وَالْبَنَاتِ إِلَى الْإِخْرَاقِ لَا يَتَوَكَّلُ ذَلِكَ
حَلَالٌ فِي جِهَةِ التَّزْوِيجِ حَرَامٌ مِنْ جِهَةِ مَا
نَهَى اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ عَنْهُ فَكَذَلِكَ فَلَمَّا لَأَ
كُلُّهُمْ تَزْوِيجُهُمْ مِنْ جِهَةِ التَّزْوِيجِ حَلَالٌ
حَرَامٌ فَاسِدٌ مِنْ وَجْهِ الْإِخْرَاقِ لِأَنَّهُ لَمْ يَكُنْ يَنْبَغِي
لَهُ أَنْ يَتَزَوَّجَ إِلَّا مِنَ النِّكَاحِ الَّذِي أَمَرَ اللَّهُ
عَزَّ وَجَلَّ وَلِذَا كَانَ صَارَ سَفَاحًا مَرْدُودًا وَذَلِكَ

كُلُّهُ خَيْرٌ جَائِزٍ الْمَقَامِ عَلَيْهِ فَلَا ثَابِتَ لِسَمْرِ
التَّزْوِيجِ بَلْ يُفَرِّقُ الْأَمَامُ بَيْنَهُمْ وَلَا يَكُونُ
النِّكَاحُ الزَّوْناً وَلَا أَوْلَادُهُمْ مِنْ هَذَا الْوَجْهِ
أَوْ لَا ذَرِيَّةَ وَمَنْ قَذَفَ الْمُؤَلَّودَ مِنْ هَلْوَ لَا
الَّذِينَ وَلِدُوا مِنْ هَذَا الْوَجْهِ جِلْدُ الْحَدِّ
لَا تَلَهُ مَوْلُودٌ بِتَزْوِيجِ رُشْدَةٍ وَإِنْ كَانَ
مُفْسِدًا أَلَهُ بِجِلْدَةٍ مِنْ جِهَاتِ الْمُحَرَّمَاتِ
وَالْمَوْلَدُ مَسْئُوبٌ إِلَى الْأَبِ مَوْلُودٌ بِتَزْوِيجِ
رُشْدَةٍ عَلَى نِكَاحِ مِلَّةٍ مِنَ الْبَيْتِ خَارِجٍ مِنْ
حَوْرِنَا الْحِكْمَةُ مُعَاقِبَةُ عَقُوبَتُهُ الْفُرْقَةُ -
(نزع کافی جلد پنجم ۵۴۰-۵۴۱،

کتاب النکاح باب تفسیر ما یحل
من النکاح الخ)

ترجمہ:

معنی سفاح کا جو زنا کا غیر ہے۔ اسے صرف سفاح ہی کہا جائے گا۔ جس
کا معنی یہ ہے کہ نکاح کے ذریعہ جس میں حرام ملا ہوا ہو۔ یہ سفاح اس
لیے ہوا کہ یہ نکاح حرام ہے اور اس میں حلت کا شائبہ بھی موجود ہے
لہذا ان دونوں احتمالات کی وجہ سے اسے سفاح کہیں گے کیونکہ
اس میں غلبہ وجہ نکاح کو ہے۔ مگر یہ نکاح حرام کے ساتھ مشابہت رکھتا
ہے۔ لیکن یہ مشابہت ہوتے ہوئے یہ فاسد حرام نہ بنے گا۔ اور نہ
یہاں فاسد حلال کہلائے گا۔ حرام کی مشابہت اس طرح کہ ایسا کرنے

والا دراصل اللہ تعالیٰ کے حکم کے خلاف کا قصد کرتا ہے۔ اور علت اس لیے کہ وہ اس کی تاویل یا اس کو غلطی سے کر بیٹھتا ہے۔ اس کی مثال یہ ہے کہ کوئی شخص ان محرمات سے نکاح کرتا ہے جن کا ذکر اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں یوں فرمایا۔ حرمت علیکم اہما تنکحوا۔ یہ سب عورتیں اگر ان سے نکاح کر لیا جائے۔ تو بوجہ نکاح کے حلال ہو گئیں۔ لیکن اللہ تعالیٰ کے منع فرمانے کی وجہ سے حرام ہوئیں۔ پس یہ عورتیں (محرمات) بوجہ نکاح کے حلال اور حرام فاسد دوسری وجہ سے ہیں۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کے فرمانے کے بعد آدمی کو اسی طرح نکاح کرنا چاہیئے تھا جس طرح نکاح کی وہ اجازت دیتا ہے۔ چونکہ محرمات سے نکاح کرنے کی اللہ تعالیٰ نے اجازت نہ دی۔ اس لیے یہ سفاح ہوگا اور مردود ہوگا۔ لہذا اسی نکاح پر قائم نہیں رہنے دیا جائے گا۔ بلکہ امام ان کے درمیان تفریق کر دے گا۔ لیکن ان کا نکاح کر کے وطی کرنا "زنا" بھی نہیں ہوگا۔ اور نہ ہی اس وطی سے پیدا ہونے والی اولاد حرامی ہوگی۔ سو جو شخص اس طرح پیدا ہونے والے کسی بچہ کی ماں یا باپ پر زنا کی تہمت لگائے گا۔ اس کو قذف کی حد لگائی جائے گی۔ کیونکہ یہ بچے صحیح، نکاح سے پیدا ہوئے ہیں۔ اگرچہ اس نکاح میں فساد تھا اور وہ بوجہ محرمات ہونے کے تھا۔ بچہ بچتی اس صورت میں اپنے باپ کی طرف ہی منسوب ہوں گے۔ کیونکہ وہ درست شادی سے پیدا ہوئے۔ اور یہ نکاح ایک مذہب کے مطابق پڑھا گیا۔ لہذا زنا سے خارج ہوگا۔ ہاں اتنا ضرور ہے کہ ایسے شخص کو سزا ملنی چاہیئے اور اس کی سزا یہ ہے کہ ان دونوں نکاح کرنے والوں کو مجداً مجداً

کر دیا جائے۔

لمحکمہ:

”فقہ جعفریہ“ میں محرمات کے ساتھ نکاح اور اس کے متعلق چند مسائل حوالہ مذکور کی روشنی میں آپ نے ملاحظہ کیے۔ اس سلسلہ میں یہ شبہ تو شاید قابل سماعت ہو۔ کہ وحی کرنے والا کہے کہ میں نے نکاح کر کے ایسا کیا ہے۔ اور اس شبہ کی بنا پر اس وحی پر حد جاری نہ ہو۔ لیکن جو یہ کہا جا رہا ہے۔ کہ محرمات سے وحی کرنا من وجہ حلال ہے۔ یہ کون سی نص کا مطلب ہے۔ بلکہ یہ تو نص صریح کی مخالفت ہے۔ اور اس بنا پر یہ کفر و ارتداد بنتا ہے پھر اس بد بخت کو فقہ جعفریہ پر رعایت دے رہی ہے۔ کہ تمہاری اس طرح سے پیدا ہونے والی اولاد کو حرامی نہیں کہا جائے گا۔ ایسا کہنے والا قذف کی حد کھائے گا۔ جب ایسی رعایت عام شیعوں کو بتلا دی جائے۔ کہ تم اپنی ماں، بہن، بیٹی وغیرہ محرمات سے نکاح کر کے وحی کرو۔ تو اس میں کوئی حد نہیں لگے گی۔ ہونے والی اولاد تمہاری ہوگی۔ جو ان کو حرامی کہے گا۔ سو کوڑے کھائے گا۔ ہاں اگر سزا ہوگی۔ تو صرف یہ وحی کرنے کے بعد امام تم دونوں کو ایک ساتھ نہ رہنے دے گا۔ پھر دیکھئے کہ شیعوں کو مسک والے کتنے خوش ہوتے ہیں۔ ابو حنیفہ نے ریٹ پیٹ کر اجازت دی تھی۔ اور اس پر شیعوں نے ٹرپ اٹھائے۔ اب فروع کافی والا ترپ لٹے پیٹے بغیر سیدھا راستہ دکھا رہا ہے۔ بلبلیں بجاؤ مجالس منعقد کرو۔ اور خوب داد دو۔

(فَاغْتَبِرُوا يَا أُولِيَ الْاَبْصَارِ)

نوٹ: علامہ حسین نجفی نے اپنی تصنیف ”حقیقت فقہ حنفیہ“ کے ص ۱۲۵

پراختلاف پر محرمات کے ساتھ نکاح کے بارے میں خرافات کہے ہیں۔ ہم نے اس کے تمام اعتراضات کا تفصیلی جواب دے دیا ہے۔

آپ حضرات سے التماس ہے۔ کہ دونوں طرف کے مسائل فقہیہ کا تقابل کر کے دیکھیں۔ کہ فقہ حنفیہ اور فقہ جعفریہ میں سے کس کے مسائل عقل و نقل کے موافق اور کس کے مخالف ہیں۔ غلام حسین نجفی نے شاید یہ سمجھا ہو گا۔ کہ میں ادھر ادھر کی ہانک کر اہل سنت کو اپنی فقہ سے متنفر کر اسکوں گا۔ لیکن اُسے کیا خبر تھی کہ اٹلی مصیبت ان کی اپنی فقہ پر پڑے گی۔ حقیقت، حقیقت ہی ہوتی ہے۔ اور جھوٹ بہر حال جھوٹ ہی رہتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہدایت عطا فرمائے۔ آمین۔

مسئلہ ہشتم

باپ بیٹا ایک دوسرے کی بیوی سے وطی کریں یا ساس سے وطی کی جائے تو اپنی بیوی کی زوجیت میں کوئی فرق نہیں پڑتا۔

مذاہب خمسہ

قَوْلُ مَا بَاقَرَزَوْ جَيْهٖ اَوْ بَنَتْهَا تَبْعِي الزَّوْجِيَّةُ
عَلَى عَالِيهَا وَكَذَا اَكْوَزْنَا الْاَبَّ مِنْ وَجْهٍ
اَبْنِهٖ اَوِ الْاَبْنَ مِنْ وَجْهٍ اَبِيهِ لَمْ تُحْرَمِ

النَّزُوحَةُ عَلَى زَوْجِهَا الشَّرْعِيَّةِ -

(مذاہب خمسہ ص ۳۱۱ باب المحرمات)

(مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ:

جو شخص اپنی بیوی کی ماں یا اس کی بیٹی سے زنا کرتا ہے۔ اس کی زوجیت اپنے مال پر باقی رہتی ہے۔ اور اسی طرح اگر باپ اپنے بیٹے کی بیوی یا بیٹا اپنے باپ کی بیوی سے زنا کرے۔ تو بھی زوج شرعی کی زوجیت حرام نہیں ہوتی۔

توضیح

احناف کے ہاں صورت مذکورہ میں مسئلہ یہ ہے کہ باپ اگر بیٹے کی بیوی سے وطی کرتا ہے۔ تو ان کی اپنی زوجیت ٹوٹ جاتی ہے۔ اسی طرح ساس سے وطی کرنے پر بھی بیوی ہاتھ سے نکل جاتی ہے۔ لیکن اہل تشیع نے یہ سب کچھ گوارا کر لیا۔ اور ان کی فطرت ہمیشہ نے حرمت ثابت نہ کی۔ ظالموں کو اللہ تعالیٰ کے اس صریح ارشاد کا بھی پاس نہیں۔ حرمت حلیہ کو اٹھا کر کہو و بنا تکم۔۔۔ و حلائل ابناءکم الذین من اصلا بکم۔

یعنی مومنو! تم پر تمہاری مائیں (بطور نکاح) حرام کر دی گئیں۔ تمہاری بیٹیاں حرام کر دی گئیں۔ تمہارے بیٹوں کی بیویاں حرام کر دی گئیں۔ جو بیٹے تمہاری پشت سے ہوں۔ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کو پس پشت ڈال لیا۔ اور خواہشات نفسانہ کی عبادت کی گئی۔ کیا یہی ایمان ہے؟

منہ ۱۹ مرد

اجنبی مرد کا نطفہ اگر عورت اپنے رحم میں ڈال لے تو اس سے پیدا ہونے والا بچہ "والا بچہ" شرعی اولاد ہے

مذاہب خمسہ

وَعَلَى آيَةِ حَالٍ فَإِنَّ التَّلْقِيحَ الصَّنَاعِيَّ حَرَامٌ أَوْ لَا يَجْرَأُ عَلَى التَّوَلَّى بِحِلَّتَيْهِ مُسْلِمٌ وَلَكِنَّ التَّحْرِيرَ لَا يَسْتَلْزِمُ أَنْ يَكُونَ الْحَمْلُ بِسَبَبِهِ وَلَدَرْنَا وَقَدْ تَحَرَّرَ الْمُقَارَبَةُ وَمَا ذَإِلَكَ يَكُونُ الْوَلَدُ شَرْعِيًّا۔

مذاہب خمسہ ص ۱۳۷/۱ تنقیح الصنائی محرمات

مطبوعہ تہران مطبع جدید

ترجمہ:

بہر حال تلقیح صناعی حرام ہے۔ (تلقیح صناعی یہ کہ کسی غیر محرم مرد کا مادہ منویہ کسی عورت کے رحم میں کسی آلہ کے ذریعہ منتقل کر دیا جائے) لیکن اس کا حرام ہونا یہ لازم نہیں کہ تا کہ اس طرح سے پیدا ہونے والا بچہ ولد شرعی ہے۔ یعنی ولد الا نائیں۔

نوٹ:

”تلیق مناعی“ بہر حال حرام ہے۔ لیکن اس کے ذریعہ پیدا ہونے والا بچہ ولد شرعی ہے۔ یعنی ولد ازنا نہیں۔ ان دونوں باتوں کا باہم کیا ربط ہے۔ یہ تو ظاہر اجتماع ضدین کا قول کیا جا رہا ہے۔ جواز روئے عقل ممتنع ہے۔

۲۰
مسئلہ

بھانجی کے ساتھ اس کی خالہ موجودگی میں اور بیٹی کے ساتھ اس کی پھوپھی کی موجودگی میں نکاح درست ہے

ان دونوں رشتوں کے بارے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے واضح طور پر فرمایا کہ بھانجی اور خالہ کو نکاح میں جمع کرنا حرام ہے۔ اسی طرح بیٹی کی پھوپھی کے ساتھ نکاح میں شریعت بھی حرام فرمائی۔ لیکن فقہ جعفریہ کی نگاہ میں کئی بہتی ہے ان دونوں میں سے ایک رشتہ کے لیے اجازت اور دوسرے کے لیے اجازت کے جائز قرار دے دیا۔

فروع کافی

عَنْ أَبِي جَعْفَرٍ قَالَ لَا تَزَوِّجُ ابْنَتَكَ الْأَخِ وَلَا ابْنَتَكَ الْأَخْتِ عَلَى الْعَمَّةِ وَلَا عَلَى الْخَالَةِ إِلَّا بِإِذْنِهَا وَتَزَوِّجُ الْعَمَّةُ وَالْخَالَةُ عَلَى ابْنَتِ الْأَخِ وَابْنَتِ الْأَخْتِ بِغَيْرِ إِذْنِهَا۔ (فروع کافی جلد ۲ ص ۲۲ کتاب النکاح باب المزاہرۃ تزویج علی اتمامہ)

ترجمہ :

امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے کہا۔ کہ بھتیجی کے ساتھ اور بھانجی کے ساتھ
 پھر بھی اور فالہ کی موجودگی میں نکاح ان کی اجازت کے بغیر نہ کیا جائے
 اور اگر پہلے سے بھتیجی یا بھانجی نکاح میں آئے اور پھر پھر بھی یا فالہ کے ساتھ
 نکاح کرنا پڑے۔ تو اجازت کی بھی ضرورت نہیں۔ بغیر اجازت ہو جائے گا

یہ دونوں نکاح عند الاحناف باطل و
 حرام ہیں

فتح القدیر

وَلَا يُجْمَعُ بَيْنَ الْمَرْأَةِ وَعَمَّتِهَا أَوْ خَالَاتِهَا أَوْ ابْنَتِهَا أَوْ ابْنَتِهَا
 أَوْ ابْنَتِهَا أَخِيَّتُهَا لِقَوْلِهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ لَا تُنْكَحُ
 الْمَرْأَةُ عَلَى عَمَّتِهَا وَلَا عَلَى ابْنَتِهَا أَخِيَّتُهَا وَلَا عَلَى
 ابْنَتِهَا أَخِيَّتُهَا وَهَذَا مَشْمُورٌ تَجَوُّزُ الزَّيَادَةِ
 عَلَى الْكِتَابِ بِمِثْلِهِ.... (قوله وهذا مشهور)
 اعْنِي الْحَدِيثُ الْمَذْكُورُ ثَابِتٌ فِي صَحِيحِي مُسْلِمٍ
 وَابْنِ حِبَّانَ وَرَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ وَالتِّرْمِذِيُّ
 وَالنَّسَائِيُّ وَتَلَقَّاهُ الصَّدُورُ الْأَوَّلُ بِالْقَبُولِ
 مِنَ الضَّحَابَةِ وَالتَّابِعِينَ وَرَوَاهُ الْجَمْعُ الْغَفِيرُ
 مِنْهُمْ أَبُو هُرَيْرَةَ وَجَابِرٌ وَابْنُ عَبَّاسٍ وَابْنُ مَسْعُودٍ
 وَابْنُ سَعِيدٍ الْخُدْرِيُّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ (فتح القدیر جلد ۲ ص ۲۶۲ کتاب النکاح جلد ۲ ص ۲۶۲)

ترجمہ:

عورتیں اس کی پھوپھی یا اس کی خالہ یا بھتیجی یا بھانجی ایک نکاح میں
دو نوں اکٹھی نہ کی جائیں۔ کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔
پھوپھی اور خالہ کے ہوتے ہوئے اس کی بھتیجی یا بھانجی سے نکاح نہ
کیا جائے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ حدیث مشہور کا درجہ رکھتی ہے
لہذا اس سے کتاب اللہ پر زیادتی جائز ہے۔۔۔۔۔ دیر حدیث مشہور
ہے۔ (ایہ مذکور حدیث صحیح مسلم، ابن حبان میں ثابت ہے۔ اور
اس کو ابو داؤد، ترمذی اور نسائی نے روایت کیا ہے۔ اور صدرا قول
نے اسے قبولیت بخشی۔ یعنی حضرت صحابہ کرام اور تابعین کرام نے اسے
قبول کیا۔ اور ایک بہت بڑی جماعت نے اس کی روایت بھی کی ہے
جن میں سے حضرت ابو ہریرہ، جابر ابن عباس، ابن عمر ابن سعود اور
ابو سعید خدری ایسے صحابہ کرام کے اسماء گرامی بھی ہیں۔ رضی اللہ عنہم۔

البنایہ فی شرح الہدایہ

عن ابی سلمۃ عن ابی ہریرۃ مرفوعاً لا تنکح
المرأة علی بنت الاخ ولا بنت الاخت علی
الخالة وروی عن علی رضی اللہ عنہ اخرجہ
احمد فی مسنده من النصف الاقل من
الحديث الذی ذکرہ المصنف حیث قال
قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
لا تنکح المرأة علی حمتها ولا علی خالتها

ر کذا رواہ ابن ماجہ من حدیث ابی موسیٰ
 مثله سواء و کذا العینید رواہ الطبرانی فی الکبیر
 من حدیث الحسن عن سمرة بن جندب و کذا
 رواہ الطبرانی من حدیث ایوب بن خالد عن
 عتاب بن اسید بن سلمة (و هذا مشہور) اکی
 هذا الحدیث مشہور و تلقته الامۃ بالقبول
 و اشتهر بین التابعین و اتباع التابعین مع روایۃ
 کبار صحابۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہم و قد روه من
 الصحابة ابن عباس و ابو هريرة و علی و ابن عمر
 و ابن سعید و ابوامامة و جابر و عائشة و ابوموسیٰ
 و سمرة ابن جندب و عبد اللہ بن مسعود و انس
 بن مالک و عتاب بن اسید قال ابن عبد البر اجمع
 العلماء القول بهذا الحدیث قال ولا يجوز عند
 جميعهم نكاح المرأة علی عمتها و ان علت
 ولا علی ابنة اختها و ان سفلت ولا علی خالتها
 و ان علت ولا علی ابنة اختها و ان سفلت -
 (البناء فی شرح الہدایہ تصنیف
 علامہ بدر الدین عینی جلد ۲ ص ۵۴
 کتاب النکاح)

ترجمہ:

ابو سلمہ ابی ہریرہ سے مرفوع روایت کرتا ہے کہ بھتیجی کے

ہوتے ہوئے خالہ سے نکاح نہ کیا جائے۔ اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے ایک روایت امام احمد نے اپنی مسند کے نفع اول میں ذکر کی۔ جو حدیث مصنف ہدایہ نے ذکر کی۔ وہ یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عورت کی بھتیجی کے ہوتے ہوئے اس سے نکاح نہ کیا جائے۔ اور نہ بھانجی کے ہوتے ہوئے خالہ سے نکاح کیا جائے۔ اسی طرح کی ایک حدیث ابن ماجہ نے ابو موسیٰ اشعری سے نقل کی ہے۔ اور بعینہ یہی حدیث طبرانی نے معجم الکبیر میں دو ذریعوں سے ذکر کی ہے (وہ حدیث مشہور ہے) یعنی جس کو صاحب ہدایہ نے ذکر کیا۔ وہ مشہور ہے۔ اور حضرات صحابہ کرام و تابعین و تبع تابعین نے اسے قبولیت بخشی اس کے ساتھ ساتھ اس کی روایت کرنے والے اکابر صحابہ کرام بھی ہیں مثلاً ابن عباس، ابو ہریرہ، علی المرتضیٰ، ابن عمر، ابن سید، ابوامامہ، جابر، عائشہ صدیقہ، ابو موسیٰ اشعری، سمرہ ابن جندب، عبداللہ بن مسعود، انس بن مالک اور عتاب بن سعید رضی اللہ عنہم۔ ابن عبداللہ نے کہا۔ کہ تمام علماء کے نزدیک کسی عورت کی بھوپھی کے نکاح میں ہوتے ہوئے بھتیجی سے نکاح نہیں ہو سکتا۔ اگرچہ وہ بھوپھی رشتہ میں کتنی ہی دُور کی ہوں نہ ہو۔ اور نہ ہی بھانجی سے خالہ کی موجودگی میں نکاح جائز ہے۔ اگرچہ وہ بھانجی کتنی ہی نچلے درجہ کی ہو۔ اور خالہ اوپر گورجہ لی ہو۔

تبصرہ :

قارئین کرام! متعدد احادیث سے جو سند مرفوع اور مشہورہ ہیں یہ

مسئلہ بالتقریک موجود ہے۔ کہ چھو بھی کے ہوتے ہوئے بیعتی یا اس کے برعکس اور،
بھانجی ہوتے ہوئے خالرا یا اس کے برعکس نکاح کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ناجائز
فرمایا۔ ان حضرات صحابہ کرام میں سے کہ جن سے یہ روایات مذکور ہیں۔ حضرت علی
المرتضیٰ رضی اللہ عنہ بھی ہیں۔ تمام صحابہ کرام، تابعین اور تبع تابعین کا اس پر اجماع بھی
ہے۔ ان شواہد و دلائل کے بعد اہل تشیع کا ان رشتوں کو جائز قرار دینا دراصل ان
لوگوں کی شرارت ہے۔ جن پر ائمہ اہل بیت نے پھٹکار کی ہے۔ یہ بھی ان خرافات
میں سے ایک ہے۔ جو انہوں نے خواہشات نفسانیہ کی تمکین کے لیے
گھڑی ہیں۔

فَاعْتَبِرُوا يَا أُولِيَ الْأَبْصَارِ

منہ ۲۱
ع ۶

”غلات،، سے مناکحت جائز نہیں

”غلات،، کون لوگ ہیں۔ اور ان کے عقائد کیا ہیں۔ جن کی بنا پر اہل تشیع
ان کو رشتہ دینا یا ان سے لینا جائز نہیں کہتے۔ اس کی تفصیل ملاحظہ ہو۔

مذہب خمسہ

فَقَدْ صَرَّحَ عُلَمَاءُ الْإِسْلَامِ فِي كُتُبِ الْعَقَائِدِ
وَالْفِقْهِ بِحُكْمِ الْغُلَاةِ - مِنْ ذَلِكَ مَا جَاءَ فِي كِتَابِ

(شرح عقائد الصدوق) (للشیخ المفید ص ۴۳ طبع ۱۳۰۲ھ)
 قال « الغلاة المتظاهرون بالاسلام هم الذين تسبوا
 علينا امير المؤمنين والائمة من ذريتہ الى الالوية
 والقبوة ووضعوا من الفضل في الدين والدنيا
 الى ماتجاوزوا فيه الحدة وخرجوا عن القصد
 وهم ضلال كفار حكم فيهم امير المؤمنين بالقتل
 والتحریق بالنار. وقضت عليهم الائمة بالكفر
 والخروج عن الاسلام، وذكر وهم في كتب
 الفقه في باب الطهارة حيث حكموا بنجاستهم
 وذكر وهم ايضا في باب الزواج حيث قالوا
 بعد مرجع ازتن ويجلسوا والزواج منهم مع
 انهم اجازوا الزواج بالكتابيات وذكر وهم
 في باب الجهاد حيث جعلوهم من المشركين في
 حالة الحرب. كيف اتفق كالماء النار عليهم
 وقد فسر بها وذكر وهم في باب الارث حيث منعم
 من ميراث المسلمين۔

وذاہب خمسہ ص ۵۰۱-۵۰۲ میراث اہل اللہ

ترجمہ ۱

امامی مسک کے علمائے کتب عقائد اور کتب فقہ میں ”غلات“
 کے کفر کی تصریح کی ہے۔ ان میں سے ایک کتاب ”شرح عقائد
 الصدوق“ ہے جو شیخ مفید کی تصنیف ہے۔ مطبوعہ ۱۳۷۱ھ

کے ص ۶۲ پر ہے۔ غلات وہ لوگ ہیں۔ جو خواہ مخواہ اسلام ظاہر کرتے ہیں۔ یہ وہی لوگ ہیں۔ جنہوں نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اور ان کی اولاد میں سے ائمہ کرام کے متعلق الوہیت اور نبوت کی نسبت کی اور دین و دنیا میں ان کی ایسی فضیلتیں بتائیں۔ کہ جن کے ذریعہ وہ حد سے تجاوز کر گئے۔ یہ لوگ کافر اور گمراہ ہیں۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے ان کے بارے میں قتل اور آگ میں جلانے کا حکم دیا ہے۔ اور تمام ائمہ نے ان کے کفر کا فیصلہ فرماتے ہوئے انہیں اسلام سے خارج قرار دیا ہے۔ کتب فقہ میں ان کا ذکر باب طہارت میں یوں ہے۔ کہ یہ لوگ نجاست بھرے ہیں۔ باب الزواج میں ہے کہ ان سے رشتہ لینا اور انہیں دینا جائز نہیں۔ حالانکہ علماء امامیہ نے اہل کتاب عورتوں سے شادی کی اجازت دی ہے۔ باب جہاد میں ان کا ذکر اس طرح ہے۔ کہ یہ لوگ رٹائی کے دورانِ مشرک سمجھے جائیں گے۔ جیسے بھی بن پڑے انہیں نہ چھوڑا جائے۔ ان پر آگ برساتی جائے۔ انہیں آگ میں ڈالا جائے۔ اور دراشت کے باب میں ان کے متعلق لکھا گیا ہے۔ کہ مسلمانوں کی میراث سے یہ محروم ہوں گے۔

الحکم کریمہ :

قارئین کرام! صاحب مذاہب خمسہ ایک بہت بڑے مجتہد شیعہ عالم ہیں۔ جن کا نام محمد حوائی تہی ہے۔ انہوں نے بڑی وضاحت کے ساتھ فرقہ "غلات" کے متنازعہ افراد ان کے بارے میں شیعہ فقہاء اور علماء کے فتاویٰ بھی ملاحظہ

یکے۔ مخقر یہ کہ ان لوگوں نے حضرت علی المرتضیٰؑ اور ائمہ اہل بیت میں الوہیت و جلالیت ثابت کی۔ جس کی بنا پر یہ بالاتفاق کافر اور مشرک ٹھہرے۔ اب ہم ان غلات کو کافر کہنے والوں کے ایک در عقیدے آپ کو دکھاتے ہیں۔ اس کے بعد فیصلہ آپ کے ہاتھ میں ہو گا۔ یہاں عقیدہ ملاحظہ ہو۔

علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ مالک یوم الدین

وغیرہ صفات الہیہ کے مالک تھے

جلاء العیون

جناب علی علیہ السلام نے اپنے بعض خطبات میں ارشاد فرمایا ہے کہ میں وہ ہوں کہ جس کے پاس غائب کی گنجیاں ہیں۔ جنہیں بعد از رسول میرے سوا کوئی نہیں جانتا۔ وہ ذوالقرنین ہوں جس کا ذکر صحن اولیٰ میں ہے۔ میں خاتم سلیمان کا مالک ہوں۔ میں یوم حساب کا مالک ہوں۔ میں مراۃ اور میدان حشر کا مالک ہوں۔ میں قاسم جنت و نار ہوں۔ میں اول آدم ہوں اول نوح ہوں۔ میں جبار کی آیت ہوں میں اسرار کی حقیقت ہوں۔ میں درختوں کو پتوں کا لباس دینے والا ہوں۔ میں پھولوں کا پیکارنے والا ہوں۔ میں چشموں کو جاری کرنے والا ہوں۔ میں نہروں کو بہانے والا ہوں۔ میں علم کا خزانہ ہوں۔ میں علم کا پہاڑ ہوں۔ میں امیر المومنین ہوں۔ میں سرچشمہ یقین ہوں۔ میں زمین و آسمان میں مجتہد ہوں۔ میں منتر نزل کرنے والا ہوں۔ میں

صاعقہ ہوں۔ میں حقانی آزاد ہوں۔ میں قیامت ہوں ان کے لیے جو قیامت کی تکذیب کریں۔ میں وہ کتاب ہوں جس میں کوئی ریب نہیں۔ میں وہ اسمائے حسنہ ہوں جن کے ذریعہ خدا نے دعا قبول کرنے کا حکم دیا۔ میں وہ نور ہوں جس سے موسیٰ نے ہدایت کا اقتباس کیا۔ میں صور کا مالک ہوں۔ میں قبروں سے مردوں کو نکالنے اور زندہ کرنے والا ہوں۔ میں یوم نشور کا مالک ہوں۔ فوج کا ساتھی اور اس کو نجات دینے والا ہوں۔ میں ایوب بلا رسید کا صاحب اور اس کو شفا دینے والا ہوں۔ میں نے اپنے رب کے امر سے آسمانوں کو قائم کیا۔ میں صاحب ابراہیم ہوں۔ میں کلیم کا مجید ہوں میں ملکوت کو دیکھنے والا ہوں۔ میں وہ جی ہوں جسے موت نہیں۔ میں تمام مخلوق پر ولی حق ہوں۔ میں وہ ہوں جس کے سامنے بات نہیں بدل سکتی۔ مخلوق کا حساب میری طرف سے ہے۔ میں وہ ہوں جس سے امر مخلوق تفویض کیا گیا۔ میں خلیفۃ اللہ ہوں۔

رجلا داعیون جلد دوم ص ۶۰ - ۶۱ مملوہ

شیعہ جنرل بک ایجنسی انسان پریس لاہور

اہل تشیع کے ہاں ان کا قرآن کریم کا میاری ترجمہ مقبول احمد دہلوی شیعہ کا ہے۔ مترجم نے ترجمہ کو اپنے نام سے متعارف کرایا۔ اس ترجمہ میں آیت -
وَإِذَا بَلَغَ ابْنُ إِسْرَءِيلَ عَشْرًا تَلَّى ابْنُ إِسْرَءِيلَ الْأُورُشَلِيمَ خَلِيفَةً الْوَلَدُ تَحْتَهُ
فی الارض خلیفۃ الہ کے تحت لکھا۔

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ میں نبوہ رسالت

اور غلت کے مناصب عظمیٰ موجود تھے۔

ترجمہ مقبول

حاشیہ علیٰ کتب النصاب۔ کتاب النصاب میں جناب امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ ان کلمات سے وہی کلمات مراد ہیں جو آدم علیہ السلام کو ان کے رب کی طرف سے ملے تھے۔ جن سے ان کی توبہ قبول ہوئی تھی۔ وہ یہ تھے۔ یَا رَبِّ اَسْتَغْفِرُكَ بِحَقِّ مَعْتَبِدٍ وَ قَائِلِمَةٍ وَ الْحَسَنِ وَ الْحُسَيْنِ اَلَا تُبْتِ عَلٰی اِسے پروردگار میرے میں تجھ سے محمد و علی و فاطمہ و حسن و حسین کا واسطہ دے کر سوال کرتا ہوں۔ کہ تو میری توبہ قبول فرما۔ چنانچہ خدا نے توبہ قبول فرمائی۔ اسی اثنا میں کسی نے دریافت کیا یا ابن رسول اللہ خدا کے اس قول فَا تَتَّقُنِ کا کیا مطلب ہے، فرمایا اس کا مطلب یہ ہے کہ قائم آل محمد اور کل اوصیاء رسول کی بزرگی تسلیم کر لی کتاب کافی میں جناب امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ پروردگار عالم نے جناب ابراہیم کو نبی مقرر کرنے سے پہلے اپنا عید مقرر کیا۔ اور رسول مقرر کرنے سے پہلے نبی بنایا۔ اور خلیل کا درجہ عطا کرنے سے پہلے

منہ ۲۲ در مسئلہ

میاں بیوی کے درمیان ”کفو“ ضروری نہیں

دیگر مسائل عجیبہ کی طرح ایک مسئلہ اہل تشیع کا یہ بھی ہے۔ کہ عورت اور مرد کے مابین ”کفو“ ضروری نہیں۔ یعنی اگر عورت ہاشمی، قریشی گھرانہ سے تعلق رکھتی ہو تو اس کا نکاح دیانت و اخلاق کے اعتبار سے ذلیل آدمی سے کرنا جائز ہے۔

فروع کافی

الحسین ابن الحسن الهاشمی عن ابراہیم ابن اسحاق
ابن الاحمر و علی بن محمد بن بشیر عن السیاری
عن بعض البغدادیین عن علی بن بلال قال لقی
مُشَامراً ابنَ الْحَكَمِ بَعْضَ الْخَوَارِجِ فَقَالَ يَا مُشَامِرُ
مَا تَعْمَلُ فِي الْعَجَمِ يَجُوزُ اَنْ يَتَزَوَّجَ فِي الْمَرْبِ
قَالَ فَالْعَرَبُ يَتَزَوَّجُ مِنْ قُرَيْشٍ قَالَ تَعْمَرُ قَالَ
فَقُرَيْشٌ يَتَزَوَّجُ فِي بَيْتِ مَا شِمْ قَالَ تَعْمَرُ قَالَ هَمَنْ

أَخَذْتُ هَذَا قَالَ عَنْ جَعْفَرِ بْنِ مُحَمَّدٍ سَمِعْتُهُ يَقُولُ
تَنَكَّاهُ دَمَاءُ كُرٍّ وَلَا تَنَكَّاهُ قُرٌّ وَجُعُورٌ۔

(فروع کافی جلد: پنجم ص ۴۵ کتاب النکاح)

(۲۰۔ تہذیب الاحکام جلد: ۲ ص ۳۹)

بالقارہ)

ترجمہ:

(بہذت استاد) ہشام بن الحکم کی ملاقات ایک خارجی سے ہوئی
اس نے ہشام سے پوچھا۔ تمہارا اس بارے میں کیا خیال ہے۔ کہ ایک غیر
عرب عربی عورت سے شادی کرے؟ کہا ہاں درست ہے۔ اس
نے پھر پوچھا۔ ایک عرب اگر قریش میں شادی کرے؟ کہا یہ بھی جائز
ہے۔ پوچھا۔ قریش اگر بنی ہاشم میں نکاح کرے؟ کہا۔ یہ بھی درست
ہے۔ پوچھا۔ تم نے یہ بات کس سے سیکھے ہیں؟ کہا۔ جعفر بن محمد سے
میں نے ان سے سنا۔ کہ تمہاری کفو تمہارے خون میں ہے۔ تمہارے
فروع (شرمگاہوں) میں نہیں ہے۔

وسائل الشیعہ

عن علی ابن حسن بن فضال عن محمد بن عبد اللہ
بن زرارة عن عیسی بن عبد اللہ عن ابیہ عن جدہ
عن علی علیہ السلام قال قال رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم اذا جاء کفر من قرضون خلقہ و دینہ
فزوجہ قلت یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

وَاِنْ كَانَ ذَنْبًا فِي نَفْسِهِ قَالَ اِذَا جَاءَ كَثْرٌ مِّنْ تَرْمِزُونَ
خَلَقْتُمْ وَدِينَهُ قَرِيبٌ وَجُودُهُ اِلَّا تَفْعَلُوهُ تَكُنْ فِتْنَةٌ
فِي الْاَرْضِ وَفَسَادٌ كَبِيرٌ۔

(وسائل الشیعہ جلد ۱۱ ص ۱۸۱ کتاب نکاح)

باب ۱۰ منہ يستحب المصداقة

واهلها الخ)

ترجمہ :

(بکثرت اسناد) حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جب تمہارے پاس درشتہ کے لیے ایسا شخص آئے۔ جسے تم پسند کرتے ہو۔ اور اس کے اخلاق اور اس کا دین تمہیں اچھا نظر آئے۔ تو اسے رشتہ دے دیا کرو میں نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ! اگرچہ وہ نسب کے اعتبار سے کم درجہ کا ہو۔ فرمایا۔ جب تمہارے پاس ایسا شخص رشتہ کے لیے آجائے جس کا خلق اور دین تمہیں اچھا لگے۔ تو اس کو رشتہ دے دو۔ اگر ایسا نہ کرو گے۔ تو زمین میں فتنہ اور ہیبت بڑا فساد ہو جائے گا۔

توضیح

روایت بالا میں یہ بات واضح طور پر موجود ہے۔ کہ نسب کے اعتبار سے اگرچہ کوئی شخص کتنا گنہگار ہو۔ اس کی پرواہ نہیں۔ اس کا خلق اور دین اچھا ہونا ضروری ہے۔ گویا ایک سید زادی کے ساتھ شادی کی خواہش رکھنے والا اگرچہ فائدہ نفعی اعتبار سے کتنا ہی نکمٹا اور گرا ہوا ہو۔ اگر اچھے اخلاق اور اچھے دین والا

ہے۔ تو اس سے شادی کر دو۔ یہ حکم آپ نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو بار بار دیا۔ ”کفو“ صرف اسلام ہے۔ اور دوسری باتیں خارجی ہیں۔

مسائل الانہام شرح شرائع الاسلام

وَرَوَّجَ النِّجَى ابْنُكَ عُثْمَانَ وَرَوَّجَ ابْنَتَهُ زَيْنَبَ
بِأَبِي الْعَاصِ بْنِ الزَّرِيحِ وَكَيْسَ مِنْ بَنِي هَاشِمٍ وَكَذَلِكَ
رَوَّجَ عَلِيٌّ ابْنَتَهُ أَوْ كُنْشَدَ مِنْ حُمْرٍ وَتَزَوَّجَ
عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عُمَرَ وَبْنَ عُثْمَانَ فَاطِمَةَ بَدِيتَ
الْعُسَيْنِ وَتَزَوَّجَ مُصْعَبُ بْنُ الزُّبَيْرِ أُخْتَهَا
سَكِينَةَ وَكُلُّهُمْ مِنْ غَيْرِ بَنِي هَاشِمٍ۔

مسائل الانہام شرح شرائع الاسلام

کتاب النکاح باب لواحق العقد

جلد اول صفحہ نمبر ۱۲۰ طبع قدیم تہران

ترجمہ:

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بیٹی کی شادی جناب عثمان سے کی۔
اور ایک دوسری بیٹی کی شادی ابوالعاص سے کی۔ یہ بنی ہاشم میں
سے نہیں۔ اسی طرح علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے اپنی بیٹی ام کلثوم
کا نکاح حضرت عمر سے کیا۔ اور عبد اللہ بن عمرو بن عثمان نے فاطمہ
بنت حسین سے اور مصعب بن زبیر نے فاطمہ بنت حسین کی بہن سکینہ
سے شادی کی۔ اور یہ سبھی غیر ہاشمی تھے۔

توضیح

”سائلک الافہام“ میں اس مسئلہ کی وضاحت میں یہ مثالیں پیش کی گئی ہیں کہ
 ”کفو“، مرت اسلام کا ہوتا ہے۔ باقی خاندانی اوتخ منج کوئی اہمیت نہیں رکھتی
 اسی بنا پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عثمان کو اپنی صاحبزادی بیاہ دی۔ حضرت
 علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اور امام حسین نے بھی ایسا ہی کیا۔ لہذا معلوم ہوا کہ سید اہل
 غیر سید کا فرق نہیں ہونا چاہیئے۔ اس لیے سیدزادی کی غیر سید شادی ہو سکتی ہے۔

مَبْسُوط

زَوْجٍ فَاطِمَةَ عَلِيًّا وَمَوَاصِيْرُ الْمُؤْمِنِيْنَ
 صَلَوةُ اللّٰهِ عَلَيْهِ وَسَلَامُهُ عَلَيْهِ وَأَقَمَهَا
 خَدِيْجَةً أَمْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَزَوْجٍ بِثَنِيْدٍ رَّقِيَّةَ
 وَأَقْرَبَ كَثُوْرَ عُمَانَ لَمَّا مَا تَبِ الثَّانِيَّةُ قَالَ
 لَوْ كَانَتْ ثَالِثَةً لَزَوْجُنَاهُ أَيَّاهَا۔

(مبسوط جلد ۱ ص ۱۵۹ کتاب النکاح)

ترجمہ:

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدہ فاطمہ کی شادی حضرت علی المرتضیٰ
 رضی اللہ عنہ سے کی۔ ان کی والدہ ام المومنین خدیجہ بکتر رضی اللہ عنہا ہیں
 اور آپ نے اپنی دو صاحبزادیوں رقیہ اور کثوم کا یکے بعد دیگرے
 حضرت عثمان سے نکاح کیا۔ جب دوسری بھی انتقال کر گئیں۔ تو فرمایا
 اگر تیسری بھی ہوتی۔ تو ہم اس کی شادی عثمان سے کر دیتے۔

نوٹ:

صاحبِ مود علامہ طوسی نے یہ عبارت اس موضوع کی وضاحت کرنے کے لئے لکھی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواجِ مطہرات عومنوں کی مائیں ہیں۔ یہ رشتہ عظمت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی وجہ سے ہے۔ وہ حقیقی مائیں نہیں۔ اگر حقیقی مراد ہوتیں۔ تو پھر ان کی اولاد امتیوں کے بہن بھائی ہوتے۔ اور بہن بھائی کی شادی نہیں ہو سکتی۔ حالانکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان ازواج کی اولاد کی شادیاں امتیوں سے کی ہیں لیکن اس کے ساتھ عبارت مذکورہ سے دو مسئلے اور بھی ثابت ہوتے ہیں۔ اول یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک نہیں زیادہ صاحبزادیاں تھیں۔ اور دوسرا یہ کہ شادی میں صرف اسلام کا خیال ہوتا ہے۔ سید اور غیر سید کو نہیں دیکھا جاتا۔

نکاح میں اسلام کے سوا دوسری باتوں میں کفو

نہ ہونے پر علامہ حائری شیمی کے دلائل

صاحبِ جامع التفسیر علامہ حائری شیمی نے نکاح میں مدم کھوپا ایک طاعن نقل کیا۔ پھر اس کے اپنی طرف سے چند جوابات ذکر کیے جن سے یہ ثابت کیا گیا ہے کہ سید اور غیر سید ایک اکھوتیں۔ جب کہ مسلمان ہوں۔ اسلام کے سوا اور کوئی بات مدم کھوپا نہیں۔ ملاحظہ ہو۔

نوامح التنزیل:

اشکال

در این جادالات می کنند که دختر و الانسب و عالی حسب و جلیل منصب
بدنی ذات اگر چه در اصل غلام زنگی و حبشی باشد دادن جائز است،
این احد مطاعن اسلام است چنانچه خود اعزہ اہل اسلام این فبیح و
منکر می دانند بل میگویند کہ در اصل غلام زنگی تجویز کرده اند کہ بکاح
می دهند دختر سادات بن فاطمہ را کہ اولاد رسول باشد بعام آدمی اگر چه
شرابی، قمار باز کم ذات و غلام حبشی رذیل صفات، باو مہر باشد
در این عقل تنفر میکند۔

جواب اقل:

عند العقل و مجموع نقل بل بالضرورة ثابت و مقطوع است کہ ہمہ
آدمیاں من حیث الذات متحد اند پس بقطع برودند این کفایت
مماثلت ذاتی در ایشان ثابت و ثبوت این مناکح در بین خود
ایشان لازم و ثابت باشد۔ و از این جاد حدیث مرتقی علیہ السلام آورده
إِنَّ النَّاسَ مِنْ جِهَةٍ الثَّمَا قُتِلَ أَكْثَرُ أَكْثَرِ أَكْثَرِ أَكْثَرِ أَكْثَرِ
وَالْأَمْرُ حَقٌّ وَاوَسَعْدِي ترجمہ ہیں کردہ۔

—

بنی آدم اعضائے یکدیگر اند
کہ در آفرینش ز یک جوہر اند۔

تنبیہ:

عجیب کہ سائل نکاح دختر عالی را بدنی از مطاعن اسلام شمرده از جہل
و صفت عقل او باطل باشد۔

جواب ثانی:

رفت و ذلت اضافی است و نیائی و دینی۔ اما دینیائی نزد عقل و
سلیم حکماء اعتبار ندارد و زیر آنکہ دنیائی است۔ و اکثر رفت و
عزت و نیائی با آدمی است کہ بجز از خودش و گاؤ و غربی بیاعت
معرض اند۔ و الا لازم بود کہ هیچ حزبی نہ اہل دنیا لباس دولت آدمی و
بہیج ملکہ و حکمے و مالے لباس خواری و پریشانی خراں و گاواں۔
نہی پوشیدہ۔ و مال آنکہ نادر و شاذ باشد کہ در دنیا ملکہ و حکمے و در بر ملکہ
محتاج و پریشان نہ باشند معلوم شد کہ رفت و ذلت دنیا اعتباری،
ندارد۔ و در کتاب اللہ چند جا چنین مارج و منازل و القاب نفی و
سلب فرمود۔ ان ہی الا اسماء سمیتہا انتہ و اباہ کمر
ما انزل اللہ بھا من سلطان ان یتبعون الا الظن وما
تطوحن الا نفس۔ بنفس آنکہ این نیست مگر اسامیت بآن خود
ما خود شما و اباہ شما نامیدہ اند خدا آنہا را با محبت بران بشما نفرستادہ این
نیست مگر متابعت گمان و خواہش نفس خود شما۔ پس دختر مالی
دنیا با سائل مومن ای درجہ ہم جائز شد و آیت فاذا نفخ فی الصور
فلا انساب بینہم یومئذ ولا یتساءلون۔ یعنی بد نفخ

مورثساب والقباب درعلق باقی نمی ماند و نہ از آل پرستش شود پس ثابت شد کہ ہمہ این گمان بے مغز است۔

جواب ثالث

آنچہ در ملت اعتبار دارد اتحاد وین تو حید بین الانا کج و منکوح
چہ اعتبار دارد چہ کفر و ایمان ضدین اند با ہم جمع عند العقل والنقل
نمی شوند۔ و از نقل ہمیں۔ ولا تنکحوا المشرکات کافی
است پس عندا شد ہمہ عباد در عبدیت مساوی چنانچہ زداقا
ہمہ غلام و کنیز بحیثیت غلامی مساوی اند و بانسبتہ دنیا خلق
ارفع و اخفض متفادست می شوند و آن اضافی است اعتبار ندارد
پس ایراد آقا کنیز ہائے مطیع خود را با غلامی حاطیع خود بغیر متمران
نکاح بند در نفست و ذلت عالی حسب و دانی نسب بالکل درایں
جا اطلاق نمی شود۔

جواب رابع:

در اصل دین غرض تحصیل معرفت رب العالمین و اطاعت و احکام
دین است ہر کہ عادت مطیع باشد رفیع و ہر کہ متمر و اذلیل نزر
رب و مالک سلاطین است تنبیہ۔ ہر گاہ این ثابت شد پس
در شرع امام نبی و شریعت و رفیع و وضع بالنسبتہ تخلیق و اطاعت
الہی و عبادۃ و احکام و مساوی است بل در مدارج آخرۃ متفادۃ اند و آنچہ
در دنیا برائے نظم عباد قانن و قاعدہ مقرر کردہ تا ہرج و

مرج و فساد قبیح و منکر با عمل در بین نیاید۔ و قطع معاصر و معاذرایشاں
شود تا فردا نگونیدنی در رسول کہ از ان فی یازن بگوید ما را مردے از بنی نوع
خود پیدا نہ شد۔ ہذا شہوت زدہ آوردہ بے اختیار ساختہ زنا کردیم حجت
اہنی منقطع می شد تعالیٰ عتہ۔

جواب خامس

سید بشر باین کہ دفر زینب بنت جحش را کہ دختر عمہ سقہ آن حضرت بود
برائے ارتفاع و ازاد ایں سوسے ظن و جہالت غلام خود دیدار آزاد
کردہ بعقد زید داد تا آنکہ زوال جہالت و شریعت تا قیامت مقرر شد
و در زیمست کہ بوجی دانستہ باشد در آئندہ کہ جمیع انکار خراہند کرد
پس بنی فاطمہ بنجاب انکار و استبعاد کردہ نتوانند حالانکہ اعمام و
عمات داغوال و غالات اصول شخص می باشد بہ نسبت فروغ کہ
اولاد و ذریت اند۔

دوام التنزیل جلد دوم۔ ص ۴۴، ۴۵ مطبوعہ
رفاہ عامہ سٹیم پریس لاہور۔ زیر آیت
”ولا تمنعوا المشروبات حتی
یومئیں، پارہ ۷۱)

ترجمہ:

احادیث مذکورہ کی بنا پر اس جگہ دلالت ہے۔ کہ اعلیٰ حسب و
نسب کی لڑکی اور جلیل القدر و دختر کی شادی ادنیٰ مرد کے ساتھ
کرنی جائز ہے اگرچہ وہ حبشی غلام ہو۔ اسلام پر کیے گئے مطالب

میں سے یہ ایک مطاعن ہے۔ جسے معزز اور باوقار مسلمان جانتے ہیں۔ اور کہتے ہیں۔ کہ علماء اسلام نے سادات بنی قاطرہ کی ٹوکی جو اولاد رسول ہے۔ کی عام آدمی سے شادی کر دینا جائز نہیں ہے۔ اگرچہ وہ عامی شرابی، جوا باز، کم ذات اور حبشی ہی کیوں نہ ہو۔ اس بات سے عقل نفرت کرتی ہے؟

جواب اول:

عقل و نقل اور بالفور یہ بات ثابت ہے۔ کہ تمام آدمی یا اعتبار ذات متحد ہیں۔ ان کی یہ مماثلت اور کفایت ذاتی ثابت ہے۔ اس وجہ سے ہی ان کے درمیان رشتہ کالین دین ثابت ہے۔ اسی بات کی وضاحت میں حضرت علی المرتضیٰ کی حدیث میں آیا ہے کہ "وتمام لوگ مماثلت کے اعتبار سے ایک دوسرے کے کفو ہیں ہمارا باپ آدم اور ہماری ماں حوا ہیں" شیخ سعدی نے اسی کا ترجمہ شعر میں کیا ہے۔ "آدم، ایک دوسرے کے اعضاء ہیں۔ کیونکہ اپنی پیدائش میں وہ ایک ہی جوہر سے پیدا ہوئے ہیں۔ تنبیہ مقام تعجب ہے کہ معترض اعلیٰ حسب کی دوشیزہ کی شادی ایک کم ذات مرد کے ساتھ ہونے کو اسلام کے مطاعن میں سے شمار کرتا ہے۔ یہ سب معترض کی جہالت اور عقل کی کمزوری کی وجہ سے باطل ہے۔

جواب دوم:

اعلیٰ دادنی مرتبہ دو قسم کا ہوتا ہے۔ ایک دنیاوی اور دوسرا دینی

لیکن دنیاوی اعلیٰ مرتبہ عقل مندوں، اور حکماء کے نزدیک ناقابل اعتبار ہے۔ اس لیے کہ یہ فانی ہے۔ اور اکثر یہ وقت ایسے آدمیوں کو ملتی ہے جو ڈھوڑ ٹنگروں اور گاؤں سے بُرے اور نالائق ہوتے ہیں۔ ورنہ لازم ہوتا کہ کوئی دنیا دار گدھا دولتِ آدمیت کا لباس اور کوئی عاقل وانا گاؤں کا لباس ذلیل نہ پہنتا۔ حالانکہ ایسا بہت کم ہوتا ہے۔ کہ کوئی عاقل وانا پریشان زندگی میں نہ پڑا ہوا ہو۔ لہذا معلوم ہوا۔ کہ دینی عزت و وقت کا کوئی اعتبار نہیں۔ اور قرآن کریم میں بہت سے مقامات پر ایسے مارج و منازل کی نفی اور سلب کیا گیا ہے۔ ترجمہ ”نہیں ہیں یہ مگر وہ نام جو رکھے ہیں تمہارے آباؤ اجداد نے اللہ تعالیٰ نے ان کے ذریعہ کوئی حجت نازل نہیں فرمائی۔ نہیں دھڑکتے تم مگر ظن کو اور جو کچھ تمہارے نفس چاہتے ہیں، پس اعلیٰ نسب دنیا دار لڑکی، ادنیٰ ذات مومن مرد کو اپنا ہم وجہ سے بھی جائز ہے۔ کہ آیت فاذا انفج فی الصور الذی یعنی صور پھونکنے جانے کے بعد مخلوق کے انساب اور القاب باقی نہ رہیں گے۔ اور نہ ہی ان کے متعلق پوچھ کچھ ہوگی۔ پس ثابت ہوا کہ یہ گمان بے اس ہے۔ دینی یہ گمان کہ اعلیٰ نسب کی لڑکی کی شادی ادنیٰ نسب کے مرد کے ساتھ کرنی جائز نہیں۔

جواب سوم

ناکج اور منکوح کے درمیان ملت میں جو چیز معتبر ہے۔ وہ ہے دین تو حید میں اتحاد۔ کیونکہ ایمان و کفر و باہم ضد ہیں۔

عقلاً اور نقلاً جمع نہیں ہوکتیں۔ اور نقل کے اعتبار سے ولا تنكحوا
المشترکات الخ کافی ہے۔ لہذا اللہ تعالیٰ کے نزدیک مہریت
کے اعتبار سے تمام آدمی برابر ہیں۔ جس طرح ایک آقا کے نزدیک
اس کے تمام غلام اور باندیاں بحیثیت غلامی برابر ہوتے ہیں نسبت
میں اعلیٰ و ادنیٰ کا اختلاف ہوتا ہے۔ اور یہ نسبت ایک اضافی امر
ہے۔ جس کا اعتبار نہیں ہوتا۔ لہذا آقا اپنے فرمانبردار غلاموں کا اپنی
فرمانبردار لونڈیوں سے نکاح کر دیتا ہے۔ تو اس پر کوئی اعتراض نہیں
کرتا۔ اسی طرح اعلیٰ حسب و نسب کی عورت کی شادی اگر ادنیٰ حسب
نسب کے مرد کے ساتھ ہو گئی۔ تو عزت و ذلت کا یہاں اطلاق کیسے
ہو گیا۔

جواب چہارم

دین دراصل اللہ تعالیٰ کی معرفت اور اس کے احکام کی اطاعت
کا نام ہے۔ اس لیے جو اللہ تعالیٰ کا مطیع اور عارف ہے۔ وہ
اس کے نزدیک اس سے اچھا ہے۔ جو سرکش اور نافرمان ہو۔



جب یہ ثابت ہو گیا۔ تو پھر ماننا پڑے گا۔ کہ امام، نبی، شریف
اور اعلیٰ ادنیٰ، تخلیق کے اعتبار سے اور اطاعت الہی کے
اعتبار سے سبھی برابر ہیں۔ ہاں اخروی درجات میں فرق ہو گا
دنیا میں فرق مراتب اس لیے تاکہ انتظامی امور اور مقررہ قوانین

کافر قیام میں نظر رہے۔ جس کی وجہ سے حرج و فساد اور آپس میں قح و منکر پیدا نہ ہو۔ اور ان کی مشکلات اور غمخواریاں پیدا نہ ہوں۔ تاکہ کل یہ نہ کہیں کہ نبی اور رسول نے ہمیں تکلیف دی ہے۔ یا عورت کہے کہ میرے لیے اپنے قبیلہ کا آدمی پیدا نہ ہوا۔ لہذا میں نے شہوت کے غلبہ کی وجہ سے رد کیا۔ تو اس سے حجت الہی نہ رہے گی۔

جواب پنجم

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زینب بنت جحش جو حضور کی سگی پھوپھی زاد بہن تھیں ان کا نکاح اپنے آزاد کردہ غلام حضرت زید سے اسی لیے کیا۔ تاکہ اس بدگمانی اور جہالت کی نفی و زلت کو ختم کر دیا جائے۔ اور تا قیامت جہالت مٹ جائے۔ ہو سکتا ہے کہ آپ نے بذریعہ وحی جان لیا ہو۔ کہ کچھ لوگ بعد میں اس کا انکار کریں گے۔ پس پنجاب کے بنی فاطمہ سادات اس کا انکار کرتے ہیں۔ حالانکہ چچہ پھوپھیاں، ماموں اور خالائیں آدمی کے اصول ہوتے ہیں۔ اور اولاد ان کی نسبت فردع ہوتی ہے۔

الحکم

یہ سوال و جواب اس مفسر اور مجتہد کے ہیں جس پر دنیائے شیعیت کے علماء جس نے ان میں جلدوں میں تفسیر لکھی۔ اس کا دلائل کے ساتھ یہ عقیدہ ہے کہ کھوار ہے۔ تو صرف اسلام کا عقیدہ توحید اور اطاعت رب العالمین۔ اس کے سوا تمام امتیازات خود ساختہ

بُت ہیں۔ جن کے نام ہم نے خود گھڑیے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے
 اُن پر کوئی جمت نہیں ہے۔ ان دلائل کی روشنی میں علامہ حاضری صاحب رابع
 التنزیل نے کفو کے بارے میں اپنے مسلک کی ترجیحائی کر دی۔ اب یہ کہنا حتیٰ یجاب
 ہے۔ کہ اہل تشیع کے نزدیک ایک سید زادی کی شادی کیلئے ذیل اور بچہ وقت
 آدمی سے جائز ہے۔ یہ ہے ان مہمان اہل بیت کا عقیدہ اور یہ ہے۔ ان کے
 نزدیک آل محمد کی عزت و وقعت ؟

خوط

جب مذکورہ عقیدہ کسی شیعہ کے سامنے بیان کیا جائے۔ تو وہ اس کو تسلیم
 کرنے سے صاف انکار کر دیتا ہے۔ بلکہ اس کے خلاف وہ کہتا ہے۔ کہ ہمارے
 نزدیک سید کا خیر سید کے ساتھ نکاح کرنا درست نہیں۔ کیونکہ ہمارے اس
 عقیدے کی ترجیحائی درج ذیل عبارت کرتی ہے۔

وسائل الشیعہ

وَنَظَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى أَوْلَادِ
 عَلِيٍّ وَجَعْفَرَ فَقَالَ بَنَاتُنَا لِبَنَاتِنَا وَبَنُونَ نَا لِبَنَاتِنَا

(وسائل الشیعہ جلد ۱ ص ۹۸ کتاب النکاح)

انہ یجوز للرجل الشریف البلیل

القدرا ان یتزوج امسراة

دوند الخ

ترجمہ:

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی اور جعفر رضی اللہ عنہما کی اولاد کو دیکھ کر فرمایا ہمارے بیٹیاں ہمارے بیٹیوں کے لیے اور ہمارے بیٹے ہمارے بیٹیوں کے لیے ہیں۔

ہزار تمہاری دس ہماری

اسلامی شریعت میں قرابت و نسل پرستی کی کوئی گنجائش نہیں ہے جفت اور تقویٰ ہی میاں شرافت ہے۔ یہ شریف سیادت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد و اہل بیت و اقرباء کے لیے مخصوص ہے کہ ان کا کفو غیر نہیں ہے۔ یہ قدرتی فضیلت ہے۔ (ہزار تمہاری دس ہماری ص ۱۶۴)

جواب:

یہ دونوں عبارتیں اگرچہ ڈوبتے کوٹھے کا سہارا دینے کے مترادف ہیں لیکن کیا کریں۔ خود بڑے بڑے شیعوں نے ان عبارتوں کے جواب اپنی کتب میں تحریر کیے۔ جس کی بنا پر ان پر سہارا کرنا لامحالہ ہے۔ ہم اپنی طرف سے کوئی جواب نہیں ذکر کریں گے۔ صرف ان کے علماء اور مجتہدین کے جواب پر اکتفا کرتے ہیں۔

لوامع التنزیل

مَا لَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا جَاءَهُ
أَحَدٌ كَرِهَ مَنْ قَرَّبَهُ مِنْ خَلْقِهِ وَدُونَهُ فَرَّقَهُ
إِلَّا تَقَعَلُوهُ تَحْتَهُ فَيَنْتَدِي وَفَسَادٌ كَبِيرٌ وَرَأَوْنَا

فِي بَعْضِهَا قُلْتُ يَا أَبْنَا رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
فَإِنْ كَانَ دَنِيًّا فِي نَسَبِهِ قَالَ إِذَا جَاءَ كُفْرٌ مِنْ تَرَضُّونَ
خُلِقَتْهُ وَدِينُهُ فَرَزَ وَجُوهٌ۔

(لوامع التنزیل جلد دوم صفحہ نمبر ۳۷۶)

ترجمہ:

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جب تمہارے پاس رشتہ کے لیے ایسا
شخص آئے۔ جس کا خلق اور دین تمہیں اچھا لگے۔ تو اس کو رشتہ دے دو۔
اور اگر تم ایسا نہ کرو گے۔ تو زمین میں فساد کبیر اور فتنہ اٹھ کھڑا ہو گا۔ بعض
نے اس روایت میں یہ الفاظ زیادہ نقل کیے ہیں۔ میں نے عرض کیا حضور اگرچہ
وہ رشتہ مانگنے والا نسب کے اعتبار سے ذلیل اور نکمہ ہو؟ آپ نے پھر
وہی کلمات ارشاد فرمائے۔

لوامع التنزیل

مروئی شیعوہ سنی است کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرمود
من ذوقنی و تمزق ج متی من الامۃ احد لا
یدخل النار لا فی سئلت اللہ عندہ و وعد فی ذالک۔
وایں جا صریح است کہ ہر کس از امت بمن دختر بدہد یا از من بگردد
در مطلب ہمیں کافی است اشکال در کتاب مستطاب من لایحضرہ الفقیہ
ایا مروئی نیست لقا نظر رسول اللہ صلی اللہ علیہ
و سلم الی اولاد علی وجعفر و فی اخری ضمہ معلوم
واولاد عقیل فقال صلی اللہ علیہ وسلم بنا متنا

لبینا و بنونا لبنا انتا۔ یعنی پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم وقت کہ نظر با دلا و
 علی و جعفر و عقیل کو پس فرمود دخترانِ ابراہیم کے پسراں و اہلِ سرانِ ابراہیم
 دخترانِ امی باشند ایں حضراتِ غصوسی لایم تخصیص و ملت دلات می
 کند۔ کہ اولادِ رسولِ حلال برائے غیر از امت و نہ نکاح نمی باشند۔
 جواب۔ چونکہ غایت مافی الحدیث قطع النظر از قبل و قال اشعار
 برادریست باشد چه از آن امدے مکر نیست کہ مہما کن توں ارقام
 اولی از توں غیر ارقام می باشند پس عقد با ہم و دینی فاطمہ مع ،
 التیسر و الامکان اولی و احسن و انید باشد و لا لازم می آید تخصیص عموم قرآن
 بحکم امدہ جعفر و دست چوں و انکوائی می و چوں فاختہ و اما طالب
 مکرم من النساء و غیر آن و مراد سے عام امت است و با جماع
 بنی فاطمہ داخل در امت اند۔ پس در حکم عام داخل اند۔ و از حکم
 عام قطعی بر نمی مانند تا و تیکہ دل آن حکم خاص قطعی اثبوت نباشد۔
 (روایع القنزل جلد دوم ص ۶۰۶ نہ زیادتہ)
 ولا تنكحوا المشركين۔

ترجمہ :

شیعہ اور سنی دونوں کے ہاں متفقہ روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم
 نے فرمایا۔ میں نے مجھے رشتہ دیا۔ اور میں کسی نے مجھے رشتہ
 یا وہ آگ میں نہیں ہائے گا۔ کیونکہ میں نے اللہ تعالیٰ سے یہ انکار
 کیا۔ تو اس نے مجھے اس کا وعدہ فرمایا تھا۔ اس حدیث میں
 مرہوم جو ہے۔ کہ میری امت میں سے جو بھی مجھے رشتہ دے گا۔ یہ مجھ
 سے گناہ کا ہمارے مقصد اور مطلب کے لیے آنا ہی ہوتا ہے

اشکال :- بمن لایحضره الققیہ میں مذکور ہے ۔ کیا یہ روایت نہیں ؟ کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی جعفر اور عقیل کی اولاد کی طرف دیکھا تو فرمایا ہمارے لڑکے ہمارے لڑکیوں کے لیے اور ہماری لڑکیاں ہمارے لڑکوں کے لیے ہیں ۔ آپ کا یہ فرمانا مخصوص رشتہ داری اور حصر کا اظہار کر رہا ہے ۔ کیونکہ دو لام تخصیص اور علت کا فائدہ دے رہا ہے ۔ یعنی اولاد رسول امت میں سے غیر کے لیے حلال نہیں ۔

جواب

قطع نظریں و قال کے جو کچھ حدیث مذکورہ میں موجود ہے ۔ اس کی غرض غایت یہ ہے ۔ کہ ایسا کرنا اولیٰ ہے ۔ اسی سے کوئی انکار نہیں کرتا کہ جب کسی طرح رشتہ کے لیے اور ملام عام میں سے کوئی معقول آدمی مل جائے ۔ تو اس سے انکار کرنا خلاف اولیٰ ہے ۔ لہذا اولاد فاطمہ کا عقد آپس میں کرنا اولیٰ ہے ۔ جب آسانی کے ساتھ مناسب رشتہ مل جائے ۔ یہ اچھا ، مفید اور بہتر ہے ۔ اگر اس روایت کو ادویت پر محمول کیا جائے ۔ تو لازم آئے گا ۔ کہ بلا ضرورت خبر واحد کے ساتھ قرآن کریم کے عموم کو مخصوص کر دیا جائے ۔ جیسا کہ انکوائیامی اور فائحا مطالبہ آیات تمام امت کو عام حکم دے رہی ہیں ۔ اور بالا جماع ، بنی فاطمہ امت میں داخل و شامل ہیں ۔ لہذا اس عام حکم سے باہر نہیں ہو سکتے ۔ جب تک کہ اسی قسم کی قطعی الثبوت خاص حکم والی کوئی آیت نہ ہو ۔

مذکورہ عبارات سے مندرجہ ذیل امور

ثابت ہوئے

- ۱۔ جب اچھے اخلاق والا ذیندار مرد مل جائے۔ تو نسب کی پرواہ کیے بغیر اس کو رشتہ دے دو۔
 - ۲۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جس نے مجھے رشتہ دیا۔ یا جس نے مجھ سے یا وہ بموجب عہد الہی جنتی ہے۔
 - ۳۔ حضرت علی، جعفر اور عقیل رضی اللہ عنہم کا اولاد کے بارے میں حضور کے فرمان کا مطلب یہ ہے۔ کہ بنی فاطمہ کا باہم رشتہ کرنا کرنا اولیٰ و احسن ہے۔
 - ۴۔ قرآن کریم میں رشتہ کرنے کو ان کے متعلق آیات اپنے عموم پر ہیں۔ اُن میں سینا اور غیر سینہ کا کوئی امتیاز نہیں ہے۔
 - ۵۔ من لایحضرہ الفقیہ میں مذکور حدیث (اولاد علی، جعفر، عقیل کے متعلق) خبر واحد ہے۔ اور اس سے بلا ضرورت عموم قرآن کو مخصوص نہیں کیا جاسکتا۔
- نوٹ:

مدرجہ بالا روایت سے کچھ فوائد بھی حاصل ہوئے اور وہ یہ ہیں کہ:-

- ۱۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کو جس کا خلق اور دین اچھا ہو۔ اس کو رشتہ دے دو۔ آپ نے اپنی دو صاحبزادیوں حضرت ام کلثوم اور رقیہ کی شادی حضرت عثمان سے کی۔ تو یقیناً آپ کے نزدیک حضرت عثمان خلق و دین کے اعتبار سے ممتاز تھے۔ اسی طرح آپ نے فرمایا۔ اگر تیسری بھی ہوتی تو اس کا

نکاح عثمان سے کر دیتا۔ اسی قانون اور فابلق کے مد نظر حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے اپنی بیٹی ام کلثوم کا عقد حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے ساتھ کیا مگر انکے الانعام جلد سوم ص ۲۴۲ پر درج ہے۔

ان عمر متزوج اور کلثوم بنت علی خاصہ فقہا ربیعین الف درہم۔ حضرت عمر نے ام کلثوم دختر علی المرتضیٰ سے چالیس ہزار درہم حق مہر پر شادی کی۔

۲۔ اپنے فرمایا کہ مجھے رشتہ دینے والا اور مجھ سے لینے والا بوجہ ہمدردی جنتی ہے۔ لہذا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اور عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ اپنی اپنی صاحبزادیوں کے رشتے دے کر جنتی ہوئے۔ اور عثمان غنی اور علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہما حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادیوں سے نکاح کر کے جنتی ہوئے

فاعتبروا یا اولی الابصار

احناف کے نزدیک بیہ زادی کا غیر بید

نکاح ظلال کفو ہے

فتاویٰ عالمگیریہ

نَكَحْتُ بَعْضَهُمْ أَكْفَاءَ لِبَعْضٍ كَيْفَ كَانُوا
حَتَّىٰ إِنَّ الْقُرَشِيَّ الَّذِي لَيْسَ بِهَا شَيْعِي يَكُونُ
كُفُوًا لِّهَا شَيْعِي وَغَيْرُهَا شَيْعِي مِنَ الْعَرَبِ لَا
يَكُونُ كُفُوًا لِلْقُرَشِيِّ وَالْعَرَبِ بَعْضُهُمْ أَكْفَاءُ

بَعْضِ الْأَنْصَارِ حَتَّىٰ وَالْمَعَارِفِ فِيهِ سَوَاعِدًا فِي
 قَتَاوَى قَاضِي خَان..... فِي الْيَتَائِمِ الْمَالِ
 كَفَرًا لِلْعَرَمِيَّةِ وَالْعَلَوِيَّةِ وَالْأَصْحَاحِ أَنَّهُ
 لَا يَكُونُ كَفَرًا لِلْعَلَوِيَّةِ.

(قَتَاوَى عالمگیری جلد اول صفحہ نمبر ۲۸)

الباب الخامس في الاكفاء
 ملبوء مصر قدیم)

ترجمہ:

قریش باہم کفر ہیں۔ ان کی کوئی بھی شاخ ہو۔ یہاں تک کہ وہ قریشی جو
 ہاشمی نہیں وہ بھی ہاشمی کا کفر ہوگا۔ عرب کا غیر ہاشمی، ہاشمی کا کفر نہیں ہوگا۔
 اور عرب بعض بعض کے کفر ہیں۔ ان میں انصار اور مہاجرین برابر ہیں
 اسی طرح قَتَاوَى قَاضِي خَان میں ہے۔ یتامیہ میں ہے۔ کہ عالم دین
 عربی اور علوی فاندان کا کفر ہے۔ اور صحیح توں یہ ہے۔ کہ عالم دین،
 علوی کا کفر نہیں ہوگا۔

فتح القدیر

إِذَا كَانَتْ الْكُفَاءُ مُعْتَبَرَةً فِي الْحَرْبِ وَذَلِكَ
 فِي سَاعَةِ وَفِي النِّكَاحِ وَهُوَ لِلْعُمَرِ أَوْ لِي
 وَذَكَرَ مَا وَفَّقَ فِي عَزْوَةٍ بَدَأَ أَقْدَمَ لَعَابَرُ
 عُثْبَةُ بْنُ رَبِيعَةَ وَشَيْبَةُ بْنُ رَبِيعَةَ وَالْوَلِيدُ
 بْنُ عُثْبَةَ وَخَرَجَ إِلَيْهِمْ عَوْفٌ وَمَعُوذَةُ ابْنَاءُ

عَمْرَاءَ وَعَبْدُ اللَّهِ بْنِ رَوَاحَةَ قَالُوا رَقِطَ
مِنَ الْأَنْصَارِ فَقَالُوا أَبْجَاءُ قَوْمٍ حِرَاءُ وَالْكَثَاثُ رُبُيْدُ
أَكْخَفَاءُ نَأَمِنَ الْقُرَيْشِيُّ فَقَالَ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
صَدَقُوا أَتَعْمَرُ أَمْرَ حَمْرَةَ وَعَلِيًّا وَعُبَيْدَةَ
بْنِ الْحَارِثِ۔

رفیع القدر جلد دوم ص ۷۱۷ فی الکفارات
مطبوعہ مصر قدیم

ترجمہ:

جب کفر کا دوران جنگ اعتبار ہے۔ حالانکہ وہ چند لمحوں کی بات
ہوتی ہے۔ تو نکاح میں وہ بطریقہ اولیٰ ہوگا کیونکہ وہ عمر بھر کا رشتہ
ہے۔ اور اس سلسلہ میں غزوہ بدر کا ذکر کیا۔ جب عقبہ بن ربیعہ ثیبہ
بن ربیعہ اور ولید بن عقبہ نے اپنا مقابل مانگا۔ تو حضرت عوف بن ہنوز
جو عفرار کے صاحبزادے ہیں۔ اور عبد اللہ بن رواحہ نکلے۔ انہوں نے
پوچھا تم کون ہو؟ کہنے لگے ہم قبیلہ انصار کے افراد ہیں کہنے لگے
ٹھیک ہے تم باعزت قوم ہو لیکن ہم قریش میں سے مقابل چاہتے
ہیں۔ جو ہمارے خاندان کے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔
ٹھیک کہتے ہیں۔ پھر آپ نے حمزہ، علی المرتضیٰ اور عبیدہ بن حارث
رضی اللہ عنہم کو حکم دیا۔ کہ تم ان کے مقابلہ کے لیے نکلو۔ (لہذا تینوں
نکلے۔ اور ان تینوں کو تیغ کر دیا۔

فتح القدین

عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ رَجُلٍ عَنْ عُمَرَ بْنِ خَطَّابٍ

رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ لَا مَنَعَنَ فَرُوجَ ذَاتِ الْاَحْسَابِ
 الْاَمِنْ الْاَكْفَاءِ وَمِنْ ذَلِكَ مَا رَوَى الْحَاكِمُ
 وَمَعْنَهُ مِنْ حَدِيثِ عَلِيٍّ اَنْهُ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ
 وَالسَّلَامُ قَالَ لَهُ يَا عَلِيُّ ثَلَاثٌ لَا تُؤَخِّرُهَا الصَّلَاةُ
 اِذَا آتَتْ وَالْجَنَازَةُ اِذَا احْضَرْتَ وَالْاَيُّمُ اِذَا
 وَجَدْتَ كُفُوًا وَقَوْلُ الْيَرْمِذِيِّ فِيهِ لَا اَرَى
 اَسَادَةً مُتَمِلًا مُنْتَمٍ بِمَا ذَكَرْنَا مِنْ تَصْحِيحِ الْحَاكِمِ
 وَقَالَ فِي سَنَدِهِ سَعِيدُ ابْنِ عَبْدِ اللهِ الْجَلْبِي
 مَكَانَ قَوْلِ الْحَاكِمِ سَعِيدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ
 الْجَلْبِي فَلْيَنْظُرْ فِيهِ وَمَا عَنْ عَائِشَةَ عَنِ النَّبِيِّ
 صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَغْيِيرُ الْيَنْطَفِئُكُمْ وَانْكَه
 الْاَكْفَاءَ رَوَى ذَلِكَ مِنْ حَدِيثِ عَائِشَةَ وَانْكَه
 وَعُمَرُ وَمِنْ طَرِيقٍ عَدِيدَةٍ فَوَجَبَ اِزْتِفَاعُهُ
 اِلَى الْحُجِّيَّةِ بِالْحَسَنِ لِحُضْرِ الْظَّنِّ بِصِحَّتِهِ
 الْمَعْنَى وَثَبُوتِهِ عَنْهُ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
 وَفِي هَذَا كِفَايَةُ تَعَرُّوْجٍ وَجَدْنَا فِي شَرْحِ الْبُخَارِيِّ
 لِلشَّيْخِ بَرْهَانَ الدِّينِ حَلَمِي ذَكَرَ أَنَّ الْبَغْوِيَّ قَالَ
 رَأَيْتُ حَسَنًا -

(فتح القدیر جلد دوم ص ۴۱۷ مطبوعہ طبع قدیم فصل فی الاکفاء)

ترجمہ :

امام ابراہیم نے ایک شخص کے واسطے حضرت فاروق اعظم سے

روایت کی۔ فرمایا۔ میں لازماً کفو کے بغیر ذات حسب کے نکاح سے منع کروں گا۔ اور اسی قبیلہ سے وہ روایت ہے جسے مالک نے ذکر کر کے اس کی صحت حضرت علی المرتضیٰ کے حوالے کی۔ وہ یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے علی المرتضیٰ کو فرمایا۔ اے علی! تین باتوں میں تاخیر نہ کرنا۔ نماز جب اس کا وقت آجائے۔ جنازہ جب تیار ہو جائے۔ اور کنواری کا جب کفو ملے رشتہ مل جائے۔ اور امام ترمذی کا اس میں یہ کہنا کہ میں اس کی اسناد میں اتصال نہیں پاتا، امام مالک کی قیسم سے مستثنیٰ ہو جاتا ہے۔ اس نے کہا۔ کہ اس کی سند میں سعید بن عبد اللہ جنابی سعید بن عبد الرحمن جہمی کی جگہ ہے۔ لہذا تو بھی اس میں اچھی طرح دیکھ۔ اور یہ اس روایت کے بھی خلاف ہے۔ جو حضرت عائشہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان فرمائی وہ یہ کہ اپنے رشتہ کے لیے اپنا کفو تلاش کرو۔ اور اُسے ہی پسند کرو۔ یہ روایت حضرت عائشہ، انس اور عمر رضی اللہ عنہم سے اور متعدد طریقوں سے روایت ہوئی ہے۔ لہذا اس کا مقام حجتیت تک بلند ہونا لازم ہے۔ اس لیے کہ معنی کی صحت کے اعتبار سے ظن غالب حاصل ہو رہا ہے۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کا ثابت ہونا بھی حاصل ہو رہا ہے۔ یہی بات کافی ہے۔ پھر ہمیں شرع بخاری شریعت جو شیخ برہان الدین علی کی ہے۔ میں یہ ملا۔ کہ علامہ بغوی نے کہا۔ کہ یہ حسن ہے۔

خلاصہ کلام

احناف کے فتاویٰ اور کلام سے یہ ثابت ہوا ہے کہ ہمارے ہاں کفو کا اعتبار

ہے۔ اور اس کی تائید کے لیے صاحب فتح القدر نے دو احادیث پیش کیں۔ ایک
 سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اور دوسری حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے واسطے سے
 پھر جب کہ ہمارے نزدیک ہاشمی اور قرشی باہم کنوئیں۔ تو وہ سب رشتے جو اہل تشیع
 کے علماء نے عدم کنوئیں پیش کیے تھے۔ وہ کنوئیں منعقد ہوئے۔ عدم کنوئیں کے اعتبار
 سے ہی اہل تشیع نے یہ ثابت کیا کہ سید زادی کا کہہ دینی ذیل آدمی سے رشتہ جائز
 ہے۔ امید ہے کہ قارئین کرام دلائل مذکورہ کی روشنی میں اصلیت تک باسانی پہنچ
 جائیں گے۔

منہ ۲۳
 م

عدم وطی کی شرط پر نکاح

فروع کافی

حلی عن ابیہ عن ابن ابی عمیر عن عمار بن مروان
 عن ابی عبد اللہ علیہ السلام قال قلت لہ رجل
 جاءنی امرأۃ فسألتها ان تزوجہ ففسخا فقالت
 ان زوجک نفسی علی ان تلکمس منی ما شئت
 من نظیر او انتہای سنال منی ما یکال الرجل
 من اہلبہ الا انک لا تدخل فرجک فی فرجی
 و شلتہ بما شئت فای انکاف الفعیبہ قال

لَيْسَ كَذَٰلِكَ إِلَّا مَا اسْتَرْكَطَ

(فرض کافی جلد ۵ ص ۶۷ کتاب نکاح)

(باب النوادر)

ترجمہ:

عمار بن مروان نے حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے پوچھا۔
ایک مرد کسی عورت کے پاس جا کر یہ کہتا ہے کہ میں تجھ سے شادی
کرنا چاہتا ہوں۔ عورت نے کہا میں تم سے شادی کرتی ہوں لیکن
شرط یہ ہے کہ تو مجھے دیکھنے کا یا اور ایسا اتفاق کر سکتا ہے۔ جو کوئی مرد
اپنی بیوی سے کرتا ہے لیکن تو اپنا آؤ تناسل میری شرمگاہ میں داخل
نہیں کرے گا۔ کیونکہ اس سے مجھے رسوائی کا خطرہ ہے۔ اس کے بارے
میں آپ کا کیا خیال ہے؟ امام جعفر نے فرمایا۔ اس مرد کے لیے یہی کچھ
کرنا جائز ہو گا۔ جو اس نے شرطیں مان لیا تھا۔

ملفوظ

”وطی“ میں عورت کی رسوائی کا کونسا پہلو ہے؟ اگر دخول سے لڑکا یا لڑکی پیدا
ہو جائیں۔ تو اس پر لوگ خوشیاں مناتے ہیں یہ بات باعث رسوائی نہیں ہو سکتی
رسوائی تو اس صورت میں ہو گی۔ کہ اگر بغیر نکاح، وطی کرنے سے اولاد ہو گئی۔ تو
لوگ ایسی اولاد کو لورجن کے فعل سے یہ پیدا ہوئی۔ ان کو لعن طعن کریں گے معلوم
ہوتا ہے۔ کہ یہ نکاح بھی کچھ ایسا ہی ہو گا۔ کیونکہ جب اہل تشیع متعہ کو کار ثواب
اور حصول درجات عالیہ کا ذریعہ سمجھتے ہیں۔ اور یہ بھی کہ اس کے لیے کوئی مہاجر و ذلت
نہیں۔ صرف خواہشات نفس پورا کرنے تک کا عقد ہوتا ہے۔ لہذا اگر اس وقت

ایجاب و قبول سے کسی عورت کے ہاں بچہ یا بچی کا مسئلہ بن گیا۔ تو وہ لوگوں کو کیا منہ دکھائے گی۔ لوگ اس سے پوچھیں گے۔ یہ کس کا ہے؟ تو کیا کہنے لگی۔ آیا تھا۔ چلا گیا۔ نہ جانے اب کہاں ہے۔ جہاں تھا۔ جاتے ہوئے چند ٹکٹوں کے عوض یہ سوائی چھوڑ گئی۔ اگر یہی بات ہے۔ تو منہ کی اجازت مل رہی ہے۔ لیکن اگر دوسری طرف دیکھا جائے۔ تو اس سے موٹی فی القبل، چومو منع ہو گئی۔ اس لیے موٹی فی الذہر، کاراستہ کھلا ہے۔ خود عورت کہہ رہی ہے۔ کہ ”جماع“ نہ کرنا اور جس طرح لذت حاصل کر سکتے ہو۔ تمہیں کھلی چھٹی ہے۔ تو اس میں ”واطت“ کی اجازت نظر آ رہی ہے۔ اور جیسا کہ ہم بیان کر چکے ہیں۔ کہ الی شیع کے ہاں عورت کے ساتھ واطت کرنا جائز ہے۔ بلکہ یہ تو مردوں کے ساتھ بھی واطت کے جواز کے قائل ہیں جوالہ ملاحظہ ہو۔

فرق الشیعہ

(محمد بن علی بن موسیٰ رضا کا ایک خادم محمد ابن نصیر غیری کہتا ہے۔)
وَيَقُولُ يَا لِبَاحَةٍ لِلْمَعَارِمِ وَيَعِيلُ نِكَاحِ
الرِّجَالِ بَعْضُهُمْ بَعْضًا فِيْ اَدْبَارِهِمْ وَيَزْعُمُ
اَنَّ ذَالِكَ مِنَ الشَّوَاعِبِ وَتَذَلُّلِ وَاشْتِدَادِ خَدْعِ
الشَّلَمَاتِ وَالظُّلُمَاتِ وَاِنَّ اللَّهَ عَزَّ وَجَلَّ لَمْ يَجْعَلْ
شَيْئًا مِنْ ذَالِكَ۔

(فرق الشیعہ ص ۹۲ مولفہ ابو محمد الحسن بن
موسیٰ النوبختی مطبوعہ مطبع حیدریہ
نجف اشرف)

ترجمہ ۱

امام موسیٰ رضا کا ایک خادم بیان کرتا ہے۔ کہ محرم عورتوں (ماں، بہن، بیٹی و حیزہ) کے ساتھ نکاح جائز ہے۔ اور مرد کا مرد کے ساتھ نکاح کرنا۔ بھی جائز ہے۔ وہ ایک دوسرے کی وبرا استعمال کریں گے۔ اور اس کا گمان ہے۔ کہ اس فعل میں توافیق اور انحاری پائی جاتی ہے اور یہ فعل خواہشات اور طبابت میں سے ہے۔ اور بے شک اللہ تعالیٰ نے ان باتوں میں سے کوئی بھی حرام قرار نہیں دی۔

ملحہ فکریہ:

مذکورہ مسئلہ جس کتاب یعنی فرق الشیعہ سے پیش کیا گیا اس کا مؤلف علامہ زنجانی ہے۔ نور اللہ شہرستری نے مجالس المؤمنین جلد اول ص ۲۲۶ پر اس کے متعلق لکھا۔ ”در کتاب نجاشی مذکور است کہ در علم کلام بر جمیع امثال و نظائر فائز بود یعنی زنجانی اپنے دور کے تمام علماء کلام سے ممتاز و منفرد تھا۔ صاحب کتاب الکنی، والا نقاب نے اسی کے متعلق کہا۔ ”بہت بڑا عالم اور کثیر کتب کا مصنف ہونے کے ساتھ ثقہ اور مضبوط تھا، تو ایسے عالم بے مثال، راضی اور ثقہ آدمی کی بات اور وہ بھی اپنے گھر کے متعلق کب غلط ہو سکتی ہے۔ تو معلوم ہوا۔ کچھ شیعہ ایسے بھی ہیں۔ جو ماں، بہن اور بیٹی کے نکاح کو حلال کہتے ہیں۔ اور مردوں کے ساتھ وطی فی الدبر کے لیے نکاح کو بھی جائز کہتے ہیں۔ ان حالات و واقعات کے پیش نظر معلوم ہوتا ہے۔ کہ اہل تشیع کے ہاں عیاشی اور بد معاشری صرف الفاظ کی حد تک ہے۔ بلکہ اس کی عملی صورت بھی موجود ہے اور یہ سب کچھ ان کے ہاں اس لیے حلال و جائز ہو گیا۔ کہ انہوں نے ان کی امامت تسلیم کر لی۔ جس کی بنا پر حلال و حرام

سب جائز ہو گئے۔ خود اپنی زبانی اس بات کا اقرار کرتے ہیں۔ حوالہ مسئلہ نمبر ۲۲ میں ملاحظہ فرمائیں۔

منہ ۲۲
مسئلہ ۲۲

بعض شیعہ فرقے یہ کہتے ہیں کہ امام کو مان لو۔ پھر ہر
حرام، حلال ہو جائے گا۔

فرق الشیعہ

كَانَ حَمْرَةُ بْنُ عَمَّارَةَ نَكَحَ ابْنَتَهُ وَ أَحْلَى
جَمِيعَ الْمَسَارِمِ وَقَالَ مَنْ عَرَفَ الْإِمَامَ فَلْيَضْحَعْ
مَا شَاءَ فَلَا إِثْرَ عَلَيْهِ۔

دفرق الشیعہ ص ۲۸ مطبع حیدرآباد شرف

سن طباعت ۱۳۵۵ھ

ترجمہ:

حمزہ بن عمارہ نے اپنی بیٹی کے ساتھ نکاح کر رکھا تھا۔ اور وہ تمام
محرم حور توں کے ساتھ شادی کرنا حلال کہتا تھا۔ اور کہتا تھا۔ جس
نے امام کو پہچان لیا۔ وہ جو چاہے کرتا پھرے۔ اسے کوئی
گناہ نہیں۔

لمح فکریہ

قارئین کرام! بغور طلب بات ہے۔ کہ اہل تشیع کے ہاں علت و حرمت کا معیار کیا ہے۔ وہ یہ کہ امام کو مان لو۔ پھر حرمت کہیں نظر نہ آئے گی۔ ”زقنا شیعہ“ کتاب ہمارے پاس موجود ہے۔ جو شیعہ مطبع میں چھپی اور اس کی عبارات انہی کی تحریر کردہ ہیں۔ بصورت دیگر اگر ان کتابوں میں مذکورہ حوالہ جات موجود نہ ہوں۔ تو فی حوالہ میں ہزار روپیہ انعام دیں گے۔ اس سے معلوم ہوا کہ شریعت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم صرف اور صرف ان کے نزدیک مسئلہ امامت پر قائم ہے۔ مان تو سب جائز اور نہ مان تو بخشش کی کوئی امید نہ رکھو۔ امامت تسلیم کرنے پر ماں، بہن اور بیٹی سے جماع اور مردوں سے بواطت کر کے عجز و انکساری کا اظہار کرو۔ سب درست ہے لا حول و لا قوۃ الا باللہ۔



ایک شیعہ فرقہ کا عقیدہ ہے کہ امام جعفر خدا اور ابوالخطاب ان کا رسول ہے۔ ارکان اسلام میں کسی کو فرض نہیں سمجھتے

فرق الشیعہ

قَالَتُ يَا عَبْدَ اللَّهِ جَعْفَرُ ابْنِ مُحَمَّدٍ هُوَ اللَّهُ

جَلَّ وَعَزَّ وَتَعَالَى اللَّهُ عَنْ ذَٰلِكَ عِلْمًا كَبِيرًا
وَأَنَّ أَبَا الْخَطَّابِ نَبِيٌّ مَّرْسَلٌ أَرْسَلَهُ جَعْفَرُ
وَأَمَرَ بِطَاعَتِهِ وَأَحْلَى الْمُحَارِبِينَ الزَّيْنَ وَالسَّرِيقَةَ
وَشَرَّبَ الْخَمِيرَ وَتَرَكُوا الزَّكَاةَ وَالصَّلَاةَ
وَالصِّيَامَ وَالْحَجَّ وَأَبَا حُوًّا الشَّهَوَاتِ بَعْضُكُمْ
لِبَعْضٍ وَقَالُوا مَنْ سَأَلَهُ أَخُوهُ لِيَشْهَدَ لَهُ أَخُوهُ
مُخَالِفَتِهِ فَلْيُصَدِّقْهُ وَيَشْهَدَ لَهُ فَإِنَّ ذَٰلِكَ
قَرَضٌ عَلَيْهِ وَاجِبٌ وَجَعَلُوا الْفَرَايِضَ رِجَالًا
سَمَدُكُمْ وَالْفَوَاحِشَ وَالْمَعَاصِيَ رِجَالًا
وَتَأْتُوا عَلَى مَا سَتَحَلُّوا قَوْلَ اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ
يُرِيدُ اللَّهُ أَنْ يُخَفِّفَ عَنْكُمْ وَقَالُوا خُفِّفْنَا
يَا بِي الْخَطَّابِ وَوَضَعَ عَنَّا الْأَعْلَالَ يَعْنُونَ الصَّلَاةَ
وَالزَّكَاةَ وَالصِّيَامَ وَالْحَجَّ فَمَنْ هَرَفَ الرَّسُولَ
النَّبِيَّ الْإِمَامَ وَلْيُصْنَعْ مَا أَحَبَّ -

(فرق الشیعہ ص ۴۲ مذکورہ فرقہ خطابیہ)

ترجمہ :

فرقہ خطابیہ ایسا فرقہ ہے جو امام جعفر صادق کے بارے میں "فدا" ہونے کا معتقد ہے۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ اس سے بہت بڑا اور بلند و بالا ہے۔ اور ابراہیم الخطاب کو امام جعفر کا بنی مرسل مانتے ہیں۔ اس نے حرام باتوں کو حلال کر دیا۔ مثلاً زنا، چوری، شراب پینا۔ اور ان لوگوں نے زکوٰۃ دینا بند کر دی۔ نماز پڑھنا چھوڑ دی۔ روزہ رکھنا ختم کر دیا۔

اور حج کی فریضت کا اظہار کر دیا۔ اور تمام شہوتیں مباح کر دیں حتیٰ کہ مرد کا مرد کے ساتھ خواہش پوری کرنا بھی جائز ہو گیا۔ اور ان کا کہنا ہے کہ اگر کوئی بھائی اپنے مخالفوں کے فطاف اپنے بھائی سے گواہی دینے کا کہے۔ تو اس کی بات مان کر گواہی دینی ضروری ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ تمام برائیاں اور فواحش، مردوں کے نام ہیں۔ (فعل نہیں) اور ان تمام چیزوں کو حرام ملال قرار دینے کے لیے بہانہ یہ بناتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ ”وَوَدَّعَ تَهَارَے سَاتھ تَخْفِیْطِے کا ارادہ رکھتا ہے“ کہتے ہیں کہ ابوالخطاب کے ذریعہ ہم پر تخفیف کی گئی اور ہم سے طوق اتار کر رکھ دیئے گئے۔ طوق سے مراد نمازیں، روزے، زکوٰۃ اور حج ہے۔ لہذا جس نے رسول اور امام کو پہچان لیا۔ وہ جو چاہے کرتا پھرے۔ کوئی گناہ نہیں ہو گا۔

ملفوظ

فرقہ خطا بیس کے امام جعفر صادق کے بارے میں ”إلا ما“ ہونے کے عقیدے سے تو صاحب فرق الشیعہ نے بیزاری کا اظہار کیا۔ لیکن دیگر بکواسات کو مرتقل کرنے پر اکتفا کیا۔ بہر حال فرقہ خطا بیہ دوسرے شیعہ فرقوں کے نزدیک میوب ہی سہی لیکن ہے تو یہ بھی شیعہ۔ اس قسم کی جراتیں ان اہل تشیع میں نہ جانے کہاں سے آگئیں۔ یہ فرقہ بھی ایسی کہہ رہا ہے۔ کہ تمام حرام اشیاء کو امام جعفر نے بواسطہ اپنے پیغمبر ابوالخطاب ملال کیا۔ حالانکہ امام صاحب رضی اللہ عنہ کا ایسا کہنا محال ہے۔ اسی فرقہ کی طرح دوسرے شیعہ فرقے بھی آجاکر ہر مسئلہ کی نسبت امام جعفر یا امام محمد باقر کی طرف کرتے ہیں۔ نہ ان کے پاس قرآن کی کوئی دلیل و آیت۔ نہ احادیث

مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم میں سے کوئی تائید نہ اقرار کرتا ہے کوئی سرکار۔ صرف اور صرف مسلمان امت کو تسلیم کرتا ہے۔ اور پھر لگائی اُتار کر پھینک دی جاتی ہیں۔ کسی نے تھوڑی دوڑ لگائی تو متعہ، تعینہ اور دیگر محرمات کو حلال قرار دیا۔ اور کسی نے زیادہ دوڑ لگائی۔ تو سب حرام کو حلال کرنا چلا گیا۔

فَاعْتَبِرُوا يَا أُولِيَ الْأَبْصَارِ

نمبر ۲۶
مسلمہ

ایک شیعہ فرقہ "مہمیریہ" شیخ کا قائل ہے

”شیخ“ کا مطلب یہ ہے۔ کہ ایک روح نکل کر دوسرے میں منتقل ہو جائے۔ پھر اس سے تیسرے چوتھے کی طرف منتقل ہوتی رہے۔ حالہ ملاحظہ ہو۔

فرق الشیعہ

فِرْقَةُ قَالَتْ جَعْفَرُ بْنُ مُحَمَّدٍ هُوَ اللَّهُ
عَزَّ وَجَلَّ وَتَمَلَّكَ اللَّهُ عَنْ ذَلِكَ عُلُوًّا كَبِيرًا
رَتَّمَا هُوَ سُورٌ يَدْخُلُ فِي أَبْدَانِ الْكَوْسِيَاءِ فَيَحِلُّ
فِيهَا وَكَانَ ذَلِكَ السُّورُ فِي جَعْفَرٍ ثُمَّ خَرَجَ مِنْهُ
فَدَخَلَ فِي أَبِي الْخَطَّابِ فَصَارَ جَعْفَرٌ مِنَ الْمَلَائِكَةِ ثُمَّ

خَرَجَ مِنْ أَبِي الْخَطَّابِ قَدْ حَلَّ فِي مَعْمَرٍ وَصَارَ
 إِلَى الْخَطَّابِ مِنَ الْمَلِيكَةِ فَمَعْمَرٌ هُوَ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ
 فَخَرَجَ ابْنُ اللَّبَّانِ يَدْعُو إِلَى مَعْمَرٍ وَقَالَ إِنَّ
 اللَّهَ عَزَّ وَجَلَّ وَصَلَّى لَهُ وَصَامَ وَحَلَّ الشَّهَوَاتِ
 كُلَّهَا مَعَ مَا حَلَّ مِنْهَا وَمَا حَرَّمَ وَلَيْسَ عِنْدَهُ
 شَيْءٌ مُحَرَّمٌ وَقَالَ لِمَنْ يَخْلُقِ اللَّهُ هَذَا إِلَّا لِيُخْلِقَ
 فَكَيْفَ يَكُونُ مُحَرَّمًا وَحَلَّ الْبِزْنَ وَالسَّرَقَةَ
 وَشَرَبَ الْخَمْرِ وَالْمَيْتَةَ وَالذَّمَّ وَلَحْمَ الْخِزْيِ
 وَنِكَاحَ الْأُمَمَاتِ وَالْبَنَاتِ وَالْأَخَوَاتِ وَنِكَاحَ
 الْبِزَالِ وَوَضَعَ عَنْ أَصْحَابِهِ هُسْلَ الْجَنَابَةِ
 وَقَالَ كَيْفَ أُنْتَهِلُ مِنْ نُطْفَةٍ خُلِقَتْ مِنْهَا
 وَذَعَمَ أَنَّ كُلَّ شَيْءٍ أَحَلَّ اللَّهُ فِي الْقُرْآنِ وَحَرَّمَ
 فَإِنَّمَا هُوَ أَسْمَاءٌ رِجَالٍ۔

(فرق الشیعہ ص ۲۲ تذکرہ فرقہ معمریہ،

مطبوعہ حیدرآباد عراق)

ترجمہ:

فرقہ معمریہ کہتا ہے۔ کہ جعفر بن محمد "اللہ" ہے۔ وہ ایک نور ہے
 جو ادویا کے بدن میں داخل ہوتا ہے۔ اور ان میں حلول کر جاتا ہے
 وہ نور امام جعفر میں تھا۔ پھر ان سے نکل کر ابو الخطاب میں داخل ہو
 گیا۔ لہذا امام جعفر فرشتوں میں سے ہو گئے۔ پھر وہ نور ابو الخطاب سے نکل
 کر معمر میں داخل ہو گیا۔ تو ابو الخطاب فرشتوں میں سے ہو گیا پس معمر اللہ

بن گیا۔ پھر امان الہان آیا۔ اور کہنے لگا۔ کہ معمر! شر ہے۔ اس نے اس کی نماز پڑھی۔ روزہ رکھا۔ اور تمام شہوات کو حلال کر دیا۔ جو حلال تھیں وہ بھی اور جو حرام تھیں وہ بھی۔ اس کے نزدیک کوئی چیز حرام ہے ہی نہیں۔ اور کہتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے یہ سب کچھ اپنی مخلوق کے لیے بنایا ہے۔ پس یہ کیسے حرام ہو سکتا ہے۔ اس نے زنا، چوری، شراب نوشی، مردار، خون، خنزیر کا گوشت، ماؤں بیٹیوں بہنوں کے ساتھ نکاح اور مرد کا مرد کے ساتھ نکاح حلال کر دیا۔ اور اپنے منہ والوں سے غسل جنابت ختم کر دیا۔ اور کہا۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے۔ کہ میں اس نطفہ کے نکلنے کی وجہ سے غسل کروں جس سے میں پیدا کیا گیا ہوں۔ اس کا زعم تھا۔ کہ اللہ تعالیٰ نے جو حلال و حرام قرآن میں شمار کیے ہیں وہ مردوں کے نام ہیں۔

لمنفکریہ

دیگر فرقوں سے یہ فرقہ چار قدم آگے بڑھ گیا۔ اللہ تعالیٰ کے محرمات کو محرمات سمجھا ہی نہیں۔ بلکہ انہیں مردوں کے نام سے تعبیر کیا۔ اور دلیل یہ دی کہ اللہ تعالیٰ نے آدمی کے استعمال کے لیے جب سب کچھ پیدا کیا۔ تو پھر مانعت کس بات کی؟ نہ کوئی خوردنی نوشیدنی چیز حرام اور نہ ہی کوئی رشتہ ناجائز۔ ماں بہن بیٹی سب سے خواہش نفس پوری کی جا سکتی ہے۔ پھر یہ کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے ادیباء میں صلوات کیا۔ جب تک وہ اندر راہ وہ خدا ہو گئے۔ جب نکل گیا۔ تو فرشتے بن گئے۔ گویا کفر و شرک ایمان و عدم ایمان کی کوئی تفریق نہیں۔ اچھے بُرے کا امتیاز ختم۔ یہ عقائد ہم نے اپنی طرف سے نہیں بلکہ فرقہ الشیعہ سے بقیہ صفحہ ذکر کیے

ہیں۔ اگر کوئی ایک حوالہ غلط ثابت ہو جائے تو میں ہزار روپیہ نقد انعام۔

فَاخْتَارُوا يَا أُولِي الْأَبْصَارِ



علی بن موسیٰ اور ان کے ماننے والے کا قرین

فرق الشیعہ

و زعموا ان علی بن موسیٰ ومن ادعیء الامامة
من ولد موسیٰ بعده فقیہ طیب الولادة
ونفوهم عن انسابهم وكفروا بهم في
دعواهم الامامة وكفروا بالقائلین بامامتهم
واستحلوا دماءهم واموالهم وزعموا ان
الغرض من الله علیهم اقامة الصلوة الخمس
ودوم شهر رمضان وانكروا الزکوة والحج
وسائر الفرائض وقالوا باباحة المحارم
من الفروج والعلمان واستلوا ذالك
بقول الله عز وجل او یزق جهم ذکرانا
وَقَالُوا بئنا سخی وان الائمة عندهم

وَاحِدًا اِمَّا مُمْرُئًا مُتَّقِلُوْنَ مِنْ بَدَنٍ اِلَى بَدَنٍ
وَالْمَوَاسَاتِ بَيْنَهُمْ وَاجِبَةٌ فِي كُلِّ مَا مَنَعُوهُ
مِنْ مَالٍ وَكُلِّ شَيْءٍ اَوْصَى بِهِ رَسُولُ اللَّهِ فِي
سَبِيلِ اللَّهِ فَلَوْ لَسِيْعُ بْنُ مُحَمَّدٍ وَ اَوْصِيَاءُ لَهُ
مِنْ بَعْدِهِ -

(فرق اشیدہ ص ۸۲ تا ۸۴ تذکرہ فرقہ بشریہ)

(مطبوعہ مطبع حیدرآباد نجف اشرف)

ترجمہ:

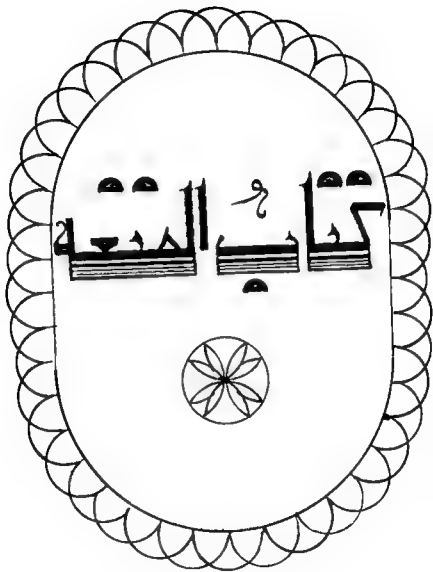
فرقہ بشریہ کا خیال ہے۔ کہ علی بن موسیٰ اور ان کے اولاد سے جس نے
بھی امامت کا دعویٰ کیا۔ وہ حرامی ہے۔ اُن کا اہل بیت کے خاندان
سے کوئی تعلق نہیں۔ انہوں نے امامت کا دعویٰ کر کے کفر کیا۔ اور
جن لوگوں نے ان کی امامت تسلیم کی وہ بھی کافر ہیں۔ ان کے خون
حلال ہیں۔ ان کے مال بھی حلال ہیں۔ اُن کا خیال یہ بھی ہے۔ کہ
اللہ تعالیٰ کی طرف سے پانچ نمازیں اور ایک مہینہ کے روزے
فرض ہیں۔ زکوٰۃ اور حج اور دیگر تمام فرائض کا انکار کرتے ہیں۔ اور
مردوزن کی شرمگاہ استعمال کرنے کی اجازت دیتے ہیں۔ اور اس پر
اللہ تعالیٰ کے اس قول سے دلیل پیش کرتے ہوئے وہ اللہ نے اُن کے
مردوں اور عورتوں سے جوڑے بنائے۔ وہ تناسخ کے تامل
ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ امام درحقیقت ایک ہی ہے۔ وہی ایک بدن
سے دوسرے بدن میں منتقل ہوتا رہا۔ ان کے درمیان مواسات
واجب ہے۔ اور ان میں سے جو کسی چیز کے بارے میں دصیت

کر دے۔ دو مسیح بن محمد اور ان کے ادویاء کی ہر جائے گی۔

ملفوظ

جیسا کہ آپ قارئین حضرات جانتے ہیں۔ کہ اہل تشیع کا کوئی فرقہ ہو نہ امامت ان کا درجہ رواں ہے۔ اسی کو ثابت کرنے اور ثابت ہو جانے کے بعد پھر اپنے لیے کھلی چھٹی پاتے ہیں۔ حرام و حلال جائز و ناجائز سب ختم۔ یہی فرقہ بشیر کہ جس نے امام موسیٰ بن جعفر تک تو دوسرے شیعہ فرقوں کی موافقت کی۔ لیکن ان کے وصال کے بعد پھر گیا۔ اور محمد بن بشیر کو تاج امامت پہنایا۔ ان کے مقابلہ میں موسیٰ بن جعفر کو دوسرے لوگوں نے امام مقرر کیا۔ تو آپس میں کفر و شرک اور حرامی ہونے کے فتوے شروع ہو گئے۔ ان کم بختوں کو ذہل بیت کا احترام رہا۔ ذہل کی ذاتی شرافت اور غریبیاں نظر آئیں۔ ان پر اور ان کے ماننے والوں پر کفر تک کا فتویٰ لگا دیا۔ کچھ اسی قسم کی باتیں ان اہل تشیع کے دیگر فرقوں میں بھی ہیں۔ ہم اس کی تفصیل میں نہیں جانا چاہتے۔ یہ چند باتیں اگرچہ شیعہ فرقوں اور ان کے عقائد کے ہی متعلق تھیں۔ لیکن ان میں ان کی فقہ کی کچھ باتیں بھی تھیں۔ اس لیے ہم نے یہاں ذکر کر دی۔ اب آپ اندازہ فرمائیں کہ اسلام کا اور ان لوگوں کے مذہب کا کیا اتصال ہے؟ احکام الہی اور فرمودات رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرات ائمہ اہل بیت کے معمولات و مقولات میں سے کسی کے ساتھ بھی ان کی بن نہیں آتی۔ ان لوگوں کی اول دائرہ فقہ ہی ہے۔ کہ خواہشات نفسانیہ کے پورا کرنے کا کیا طریقہ ہو نا چاہیئے۔ پس وہ جہاں سے جیسے حاصل ہو وہ جائز ہے۔ لیکن باقی سب کچھ ناجائز۔ اللہ تعالیٰ دین کی سمجھ عطا فرمائے آمین۔

فاعتبروا یا اولی الابصار۔



کتاب المتعہ

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے تشریف لانے سے قبل دور جاہلیت میں تعلیمات عیسوی دوسوی میں بہت زیادہ تحریت و تنیہ ہو چکا تھا۔ اور اس دور کے علماء زر پرست نے خود اپنی غرض کی خاطر بہت سی حلال اشیاء حرام ٹھہرا دی تھیں۔ اور بہت سی حرام چیزوں کو حلال کر دیا تھا لیکن اس کے ہوتے ہوئے سابقہ شرائع میں بہت سی تلامیم و تنیہ کی بھی ضرورت تھی۔ تاکہ تکمیل انسانیت کے ساتھ ساتھ تکمیل شریعت بھی ہو جائے لیکن ہر دور کے احکام شرعیہ اس وقت کے مخاطبین کے اعتبار سے اپنے طور پر ایک بہترین اصول و ضوابط تھے۔

جب سر در کائنات صلی اللہ علیہ وسلم جلوہ فرما ہوئے۔ تو بچا کچھ دین عیسوی کہیں کہیں نظر آتا تھا۔ اس وقت شراب، خنزیر کا گوشت وغیرہ بہت سی اشیاء لوگوں میں حلال اشیاء کے طور پر معروف و قابل عمل تھیں۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت مبارکہ کے وقت بھی کچھ اس قسم کی چیزوں کی حلت کا ثبوت قرآن و حدیث میں ملتا ہے۔ انہی اشیاء میں سے ایک متعہ بھی تھا۔ جو ابتدائی دور نبوت میں بعض مخصوص حالات اور مجبوریوں کے تحت مختصر وقت کے لیے قابل عمل ہونا جائز سمجھا گیا۔ لیکن اس متعہ کے علاوہ اور بھی بہت سے دیگر احکامات

کو تدریجاً منسوخ کر دیا گیا۔ اور تفسیح کے بعد یہ اعمال بھی ان اعمال میں داخل ہو گئے۔ جو اس وقت سے قیامت تک کے لیے حرام ہو چکے ہیں۔ لہذا ان کے حرام قرار دیئے جانے کے بعد اب اگر کوئی ہٹ دھرم اور بے دین شخص ان کو دور جاہلیت کی طرح جائز اور حلال گردانے تو وہ دائرہ اسلام سے خود کو خارج جانے۔ اسی ضمن میں متعہ جو بامعجوبی جائز ہوا تھا۔ اسے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے تیسرے دن الشرب العزت کے حکم سے حرام قرار دے دیا جو تا قیامت حرام ہی رہے گا۔

اس کی حرمت کا ذکر قرآن پاک میں سورہ مومن میں یوں ارشاد ہوا وہ اب تمہارے لیے صرف دو قسم کی عورتیں حلال ہیں۔ ایک تو وہ کہ جن کے ساتھ تم اپنی نکاح کرو۔ اور دوسری وہ جو تمہاری ملک میں ہوں۔ (یعنی تمہاری ملکوں کو نظریاں جو اب ناپید ہیں۔) ان کے سوا کوئی اور عورت کسی طریقہ سے حلال نہیں۔ اگر تم نے ان (دو قسم کی عورتوں) کے سوا کسی اور عورت سے وطی کی۔ تو تم مدد اللہ کو پامال کرنے والے اور حرام کے مرتکب ہو گے۔

(پہلی سورت مومنوں ع ۱۷)

اب چاہیئے تو یہ تھا۔ کہ جس طرح شراب نوشی اور خنزیر کا گوشت کھانے کو تمام امت متفقہ طور پر حرام کہتی ہے۔ جمیع مسلمانوں کی طرح شیعہ لوگ بھی اس کی حرمت کے قائل ہوتے۔ اور اسے حلال کہنے والوں کو اسلام سے خارج سمجھتے۔ لیکن ان کی شہوت پرستی اور فحاشی نے الشرب العزت کی حدود کو پامال کرنا تو برداشت کیا۔ لیکن اسے حرام کہنے کی جرأت نہ کی بلکہ حقیقت تو یہ دکھائی دیتی ہے۔ کہ ان لوگوں نے نکاح متعہ کو اپنے مذہب کا اہم ستون قرار دیا۔ اور اس تبیہ امر اور شہوت پرستانہ فعل کی اشاعت میں غایت درجہ کوشاں

رہے۔ اور اب بھی سر توڑ کوششوں سے اسے حلال کرنے کی ٹھان رکھی ہے۔ یہاں تک کہ اس متعہ کے حلال ہونے کے بارے میں شیعہ لوگوں کی بہت سی کتابیں موجود ہیں اور اس کے صرف حلال ہونے پر ہی اکتفا نہ کیا گیا۔ بلکہ جو شخص فیصل خبیث (متعہ) نہیں کرتا۔ اس کے بارے میں اپنی طرف سے سخت سزائیں اور بہت بڑی وعیدیں لکھ دی گئی ہیں۔ جن میں سے بھورخونہ ایک وعید ملاحظہ ہو۔

ومتعہ کے بغیر جو آدمی مر جائے۔ وہ قیامت کو کالان اور ناک کے بغیر اٹھایا جائے گا۔

اور جو اس پر عمل پیرا ہوتا ہے۔ اس کی فیصلت بیان کرتے ہوئے یہ لوگ زمین و آسمان کے قلابے ملا دیتے ہیں۔ اور یوں اس فعل شنیع پر ابھارتے ہیں۔ کہ گویا متعہ کرنے والا صرف یہی ایک کام کرے۔ تو جنت میں اعلیٰ مقام پائے گا۔ مثلاً ”جو ایک دفعہ متعہ کرے۔ اس کا مرتبہ امام حسین رضی اللہ عنہ کی مثل ہے۔“ الخ وغیرہ وغیرہ (العیاذ باللہ) حقیقت امر یہ ہے۔ کہ شیعہ مذہب کی بنیاد ہی خواہشات نفسانیہ کی تکمیل اور شہوت پرستی پر ہے۔ یہ مقصد چاہے کسی حرام یا حلال طریقہ سے حاصل ہو۔ اس کی قطعاً پرواہ نہیں۔ جو شخص بھی اس مذہب کا بغور مطالعہ کرے گا۔ اور تعصب سے ہٹ کر ان کی کتب کی درقی گردانی کرے گا۔ وہ یقیناً اسی نتیجہ پر پہنچے گا کہ ایک شریعت النفس اور صاحب علم و حیاء یہ کیسے کہہ سکتا ہے۔ کہ وہ مٹھی بھر جو کے عوض کسی بھی عورت کو راضی کر لو۔ اور پھر اسے جس طرح چاہو۔ اپنی مرضی کے مطابق استعمال کرو۔

اس لیے میں نے مناسب سمجھا۔ کہ اُن فحش و عیاد پر اس قسم کے ثبوت پرستوں اور حیا سے عاری لوگوں نے من گھڑت روایات کے ذریعہ جو سیاہ بادل اور بے غیرتی و بے حیائی کا گرد و غبار چڑھا ہے۔ اس کی کوشش کی۔ اس کو قرآن و حدیث کے

کتاب تابدار اور اقوال ائمہ کے روشن چراغوں سے اس قدر دور و رکھیل دوں۔ جس طرح کہ
فَاحْضَرُجَّ کے حکم سے شیطان کو سوں دور جا پڑا۔

لہذا میں ان کے اس عقیدہ و اہمیت اور مسلک فاحشہ کا قرآن و حدیث اور اقوال ائمہ
سے مدلل اور مفصل رد لکھتا ہوں۔ اور اس کے ساتھ ساتھ متقدمین شیعہ اجماع کے اقوال
اس مسلک کی بنیاد بنتے ہیں (مکہ تمام استدلالات کی بھرپور اور پرزور تردید پیش کرتا
ہوں۔ نہ کہ حق و صداقت کے خواہاں سے، حتیٰ و باطل کے درمیان با حسن و جہۃ امتیاز کر
سکیں۔ اور حق کو سینے سے لگائیں۔ اور قبول کریں۔ اور باطل سے بچیں۔ اور اسے
اپنے نزدیک آنے کی راہ ہلک نہ دیں۔ میں بختہ امید اور یقین کامل سے کہتا ہوں
کہ میں نے اس باب میں جتنے دلائل پیش کئے ہیں۔ انہیں پڑھ کر ہر وہ غیر متعصب
آدمی جس کے دلی میں ایمان کی روشنی ہے۔ اور جس کی طبیعت انصاف پسند ہے۔
وہ اس بات کو ماننے پر مجبور ہو جائے گا۔ کہ

دوستہ ایک منسوخ اور حرام فعل ہے۔ اور اس کو حرام ہونے کے بعد جائز اور
حلال سمجھنے والا اور اس کے عامل کو مختلف درجات کے وعدے اور غیر عامل کو سخت
وعیدیں سننے والا دراصل اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور ائمہ اہمیت
رضوان اللہ علیہم کا اتہائی گستاخ اور ان پر افتراء باندھنے والا ہے۔ اور دین اسلام
سے اس کا کوئی تعلق نہیں۔“

وَاللّٰهُ يَهْدِي مَنْ يَشَاءُ اِلٰى صِرَاطٍ مُسْتَقِيْمٍ



جیسا کہ بیان ہو چکا ہے۔ کہ ابتدائے اسلام میں حسب سابق عقد متعہ اور نکاح موقت جائز تھے۔ لیکن جب عدت طلاق وغیرہ کے احکام نازل ہوئے۔ تو ان کو منسوخ کر دیا گیا۔ لیکن بعض ائمہ کے نزدیک عقد موقت اب بھی جائز ہے۔ جس کی وضاحت عنقریب آ رہی ہے۔



عقد موقت: نکاح اور تزویج کے الفاظ سے انتفاء پذیر ہوتا ہے۔ جس کے لیے شہادت شرط ہے۔ لیکن نکاح عام سے یہ مختلف ہے۔ کیونکہ عام نکاح میں میاں بیوی یا ان کے والیان کے درمیان اس نکاح کے لیے کوئی معین وقت یا زمانہ نہیں ہوتا۔ بلکہ زندگی ایک خاوند اور دوسری اس کی بیوی قرار پاتی ہے۔

بخلات عقدِ موت کے کہ اس میں برقت نکاح، وقت کی تعیین ہوتی ہے۔ اسی امتیاز اور مخصوص وصف کی وجہ سے اس کو عقدِ موت کا نام دیا گیا ہے۔ اس کے منسوخ ہونے کی وجہ بھی دراصل یہی تعیین وقت ہے۔

امام زفر رحمۃ اللہ علیہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک ارشاد عالی نقل فرماتے ہیں ثلاث جہۃ من جہۃ و ہزلہن جہۃ۔ النکاح و الطلاق و العتاق۔ ترجمہ: نکاح، طلاق اور غلام لاندی کو آزاد کرنا ایسے تین امور ہیں۔ کہ ان الفاظ سے ان کا معنی بہر حال مراد اور واجب العمل ہو جاتا ہے۔ چاہے از روئے مذاق و طہر و لب کے ہوں۔ یا ان کے معانی کی نیت بھی ساتھ ہو۔ یعنی ان تین الفاظ کے بدلے والے کی نیت ہو یا نہ ہو۔ یہ واقع ہو جاتے ہیں۔ لہذا اگر کسی شخص نے لفظ نکاح یا تزویج کے الفاظ سے عقد کیا اور برقت عقد گواہوں کی موجودگی بھی متحقق تھی۔ تو عقد ہو جائے گا۔ لیکن اگر کسی شخص نے ایسے منقذ ہونے والے عقد میں، وقت کی تعیین کی شرط رکھی۔ یعنی ایجاب و قبول اور گواہوں کی موجودگی کے ساتھ ساتھ وہ اس نکاح کو ایک مخصوص زمین وقت تک کرنے کی شرط لگاتے ہیں۔ تو اس شرط کو امام زفر رحمۃ اللہ علیہ شرطِ فاسد کہتے ہیں۔ اور شرطِ فاسد سے نکاح تو ہو جاتا ہے۔ لیکن خود شرطِ فاسد باطل ہو کر ملحوظ نہیں رہے گی۔ لہذا نکاح درست ہو گیا۔ اور تعیین وقت کی شرط کے بطلان پر وہ نکاح عام نکاح کی طرح تازہ زندگی رہے گا۔ یہ شرط اُسی طرح باطل ہو جائے گی۔ جس طرح نکاح شغاریں مہر نہ ہونے کی شرط باطل ہو جاتی ہے۔

نکاح شغاریہ ہے۔ کہ ایک شخص اپنی بیٹی کسی دوسرے شخص کے بیٹے کو اور دوسرا شخص اپنی بیٹی اس کے بیٹے کو اس طرح نکاح میں دیتے ہیں۔ کہ ان کے درمیان یہ شرط طے پاتی ہے۔ کہ نہ میں اپنی بیٹی کا سوا ہر تہجد سے لیتا ہوں۔ اور نہ تو ہی اپنی

یعنی کاشی مہر مجھ سے طلب کرے۔ بلکہ وٹے سٹے کا نکاح کر لیتے ہیں۔ تو اس صورت میں نفس نکاح تو منعقد ہو جائے گا۔ اور عدم مہر کی شرط باطل ہو جائے گی۔ اور یہ مسئلہ متفق علیہ ہے۔

عقد متعہ

یہ عقد اَقْمَعَ یَا اَسْتَمَعَ سے منعقد ہوتا ہے۔ اور اس نکاح میں شہادت شرط نہیں ہوتی۔ اور نہ ہی اسے ختم کرنے کے لیے طلاق اور پھر عدت کی ضرورت ہوتی ہے۔ اور نہ ہی اس نکاح کے بعد خاوند پر نان و نفقہ اور برائش کا بندوبست کرنا ضروری ہوتا ہے۔ اور بوقت نکاح اس کی مدت بھی شامل عقد ہوتی ہے۔ یعنی بالکل مختصر مدت کے لیے اسے بروئے کار لایا جاتا ہے۔ اور مذکورہ طے شدہ مدت گزرنے پر خود بخود نکاح ختم ہو جاتا ہے۔ اس مدت کے اختتام پر اگر یہی عورت بغیر عدت و طلاق کے اگر پھر عقد ثانی کرنا چاہیے۔ تو کوئی رکاوٹ نہیں ہوتی۔ اس قسم کا عقد ابتدائے اسلام میں دو دفعہ جائز اور حلال ہوا۔ اور دو دفعہ ہی ناجائز اور حرام ہوا۔ آخر جب اللہ رب العزت نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو فتح مکہ عطا فرمائی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس عقد کو ہمیشہ ہمیشہ کے لیے حرام قرار دے دیا۔ جس کی وضاحت مندرجہ ذیل احادیث میں مذکور ہوئی۔

حدیث علت

عَنْ قَيْسٍ قَالَ سَمِعْتُ عَبْدَ اللَّهِ يَقُولُ كُنَّا نَعْزُوا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَيْسَ لَنَا نِسَاءٌ فَقُنَّا أَلَا

نَسْتَخْصِيْ فَتَہَانَا عَنْ ذٰلِكَ شُعْرًا رَّحَّصَ لَنَا اَنْ
تَنْکَحَ الْمَرْأَةَ بِالشُّوْبِ اِلٰی اَجَلٍ۔

(صحیح مسلم شریف جلد اول باب نکاح المتعد
ص ۲۵۰ مطبوعہ نور محمد دہلی)

ترجمہ:

میں روایت فرماتے ہیں۔ کہ میں نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما
سے سنا۔ وہ کہتے تھے کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ غزوات میں
شریک ہوا کرتے تھے۔ اور ہمارے ساتھ (اپنی اپنی مشکوہ) عورتیں نہیں
ہوتی تھیں۔ ایک دفعہ ہم نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے درخواست کی۔
کہ آپ ہمیں خصی ہونے کی اجازت عطا فرمائیں۔ تو سرکارِ دو عالم صلی اللہ
علیہ وسلم نے ہمیں اس کی اجازت نہ دی۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے
اس بات کی رخصت دے دی۔ کہ ہم کسی عورت سے کپڑے کے عوض
(مہر کے طور پر) ایک مختصر مدت کے لیے نکاح کر لیں۔

حدیث حرمت

عَنْ عَمِيْدِ اللّٰهِ وَالْحَسَنِ ابْنَيْ مُحَمَّدِ ابْنِ عَلِيٍّ
عَنْ اَبِيْهِمَا عَنْ عَلِيٍّ بْنِ اَبِي طَالِبٍ اَنَّ رَسُوْلَ
اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى عَنْ مُتْعَةِ
النِّسَاءِ يَوْمَ خَيْبَرَ وَعَنْ اَكْلِ لَحْوِمِ
الْجَمْرِ الْاَنْسِيَّةِ۔

(مسلم شریف جلد اول باب نکاح المتعد ص ۲۵۲ مطبوعہ نور محمد دہلی)

ترجمہ:

حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ سے روایت ہے۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتوں سے نکاح منع کرنے سے خیمہ کے دن منع فرمادیا اور اس کے ساتھ گھریلو اپات (تواگد حوں) کا گوشت کھانا بھی منع کر دیا۔

حدیثِ علت و حرمت

عَنْ إِيَّاسِ بْنِ سَكَمَةَ عَنْ أَبِيهِ قَالَ رَخَّصَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَامَ أُوطَاسٍ فِي الْفَتَعَةِ ثَلَاثًا ثُمَّ فَتَحَ عَنْهَا.

(مسلم شریف جلد اول باب نکاح المتعہ ص ۴۵۱ مطبوعہ نور محمد مع المطابع دہلی)

ترجمہ:

ابن سلمہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عام اوطاس (فتح مکہ کے دن) صرف تین دن نکاح متعہ کی اجازت عطا فرمائی۔ پھر اپنے اس سے منع فرمادیا تھا۔

حدیثِ علت و حرمت

قَالَ حَدَّثَنِي الرَّبِيعُ بْنُ سَبْرَةَ الْجُهَنِيُّ أَنَّ أَبَاهُ حَدَّثَهُ أَنَّهُ كَانَ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ مَا أَقْبَاهَا النَّاسُ إِنِّي قَدْ كُنْتُ أَذْنُتُ لَكُمْ فِي الْإِسْتِمْتَاعِ مِنْ

الْبَسَاءِ وَأَنَّ اللَّهَ قَدْ حَرَّمَ ذَلِكَ إِلَى يَوْمِ
الْقِيَامَةِ فَمَنْ كَانَ عِنْدَهُ مِنْهُنَّ
شَيْءٌ فَلْيُخْلِلْ سَبِيلَهَا وَلَا تَأْخُذُوا بِمَا
أَتَيْتُمُوهُنَّ شَيْئًا۔

(مسلم شریف، جلد اول باب السدس ۴۵۱)

(مطبوعہ مجمع المطابع دہلی)

ترجمہ:

حضرت عمر بن عبدالعزیز نے حضرت ربیع بن سبرہ جہنی سے روایت
بیان فرمائی۔ اور ان سے ان کے باپ نے روایت کیا کہ وہ سبرہ جہنی
فتح مکہ کے دن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ تھے۔ تو اپنے لوگوں کو
مخاطب کرتے ہوئے فرمایا۔ لوگو! میں نے تمہیں عورتوں سے نکاح منع
کرنے کی اجازت دے رکھی تھی۔ (لیکن اب) اللہ تعالیٰ نے اس کو
قیامت تک حرام کر دیا۔ لہذا جس کے پاس اس طرح کے نکاح سے کوئی
عورت ہو۔ وہ اس کو چھوڑ دے۔ اور اس سے (دوٹی کا) عوضانہ واپس
لے۔

حدیث حرمت

قَالَ حَدَّثَنِي الرَّبِيعُ بْنُ سَبْرَةَ الْجُهَنِيُّ
عَنْ أَبِيهِ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى عَنِ الْمُتَعَةِ وَقَالَ
أَلَّا يَنْتَهَا حَرَامٌ مِنْ يَوْمِكُمْ هَذَا إِلَى

يَقْدُمُ الْقِيَامَةُ وَمَنْ كَانَ اعْطَى
شَيْئًا فَلَا يَأْخُذْهُ۔

(مسلم شریف جلد اول باب نکاح المتعہ
ص ۴۵۲ مطبوعہ فور محمد اصبح المطابع دہلی)

ترجمہ:

حضرت عمر بن عبد العزیز کو نبی بن مبروہ جینی نے اپنے باپ کی روایت
بیان کرتے ہوئے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نکاح متعہ سے منع
فرمادیا۔ اور ارشاد فرمایا: تمبہ دار! یہ (نکاح متعہ) آج کے دن سے
تاقیامت حرام ہے۔ اور جس کسی نے اس نکاح کے عوض کسی عورت
کو کوئی عوضانہ دیا ہو۔ وہ اس سے واپس نہ لے۔

حاصل کلام

نکاح متعہ دراصل زمانہ جاہلیت میں ایک مروجہ عقد تھا۔ اور ابتدائے
اسلام میں جاری رہا۔ لیکن فتح غیبیہ کے موقع پر آپ نے اس کو حرام قرار
دے دیا۔ اور اس کے بعد چند مجبوریوں کے پیش نظر اسے وقتی طور پر جائز قرار
دیا۔ جس طرح مردار اور خنزیر کا گوشت کھانا اور شراب نوشی بھی مباح
ہوئی تھی۔

لیکن ان مجبوریوں کے اختتام پر جو فتح مکہ کے زمانہ میں صرف تین دنوں تک
پیش نظر تھیں۔ بعد میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے تاقیامت اللہ تعالیٰ
کے حکم سے حرام فرمادیا۔ اور جب دائمی نکاح (جو فی زمانہ اہل سنت میں رائج ہے)
کے احکام نازل ہوئے۔ تو اس عقد متعہ کو زنا کا حکم دے دیا گیا۔

بہذا اب اگر کوئی متعہ کا ارتکاب کرتا ہے۔ اور اسے ابتدائے اسلام کی طرح جائز اور مباح سمجھتا ہے۔ تو ایسا کرنے والا مذکورہ بالا نصوص کی روشنی میں زنا کا مرتکب ہوگا۔

فَاعْتَبِرُوا يَا أُولِيَ الْأَبْصَارِ

فصل دوم

باب فی تعلیم کے آئینہ میں تعارف

تحفہ معلوم

عزت ہے۔

مَتَّعْتُكَ نَفْسِي فِي الْمُدَّةِ الْمَعْلُومَةِ بِالْمَبْلَغِ الْمَعْلُومِ

مرد کہے۔

قَبِلْتُ الْمَتَّةَ لِنَفْسِي فِي الْمُدَّةِ بِالْمَبْلَغِ الْمَعْلُومِ۔

(تحفہ العوام معنفہ سید ابوالحسن الموسوی

الاصفا فی شیعہ حقیقہ دوم صفحہ نمبر ۳۰۲

مطبوعہ لکھنؤ

ترجمہ:

عورت مرد کو یوں کہے۔ کہ میں نے اپنے آپ کو مدت معلوم کے لیے چند
مہینہ ٹکوں کے عوض تیرے متہ میں دیا۔ اور مرد اس کے جواب میں کہے
کہ میں نے اس متہ کو اپنی ذات کے لیے چند ٹکوں کے عوض مہینہ وقت کے
لیے قبول کیا۔

الاستبصار

عَنْ زُرَّادَةَ قَالَ سَأَلْتُ أَبَا عَبْدِ اللَّهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ
عَنْ رَجُلٍ تَزَوَّجَ مُتْعَةً بِغَيْرِ شُهُودٍ فَقَالَ لَا
بَأْسَ بِالتَّزْوِيجِ الْبَيْتَةِ بِغَيْرِ شُهُودٍ فِيمَا
بَيْنَهُ وَبَيْنَ اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ وَإِنَّمَا جُعِلَ
الشُّهُودُ فِي تَزْوِيجِ الْبَيْتَةِ مِنْ أَجْلِ الْوَلَدِ
وَلَوْ لَا ذَلِكَ لَمْ يَكُنْ بِهَا بَأْسٌ.

(الاستبصار جلد سوم ص ۴۸ فی جواز العقد)

علی المرأة متعه بغیر شہود مطبوعہ تہران
(طبع جدید)

ترجمہ:

زراہ نے کہا کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے
ایسے شخص کا حکم پوچھا جس نے بغیر گواہوں کے عقد متعه کیا۔ تو آپ نے
ارشاد فرمایا کہ اس آدمی اور اللہ تعالیٰ کا مین انعقاد کیسے گواہوں کی کوئی
ضرورت نہیں۔ ہاں ایسے نکاح میں گواہوں کی ضرورت لازمی ہوتی
ہے۔ جس میں اولاد کی تنہا ہو۔ اور اگر خواہش اولاد نہ ہو۔ (محض شہوت
کو ٹھنڈا کرنا ہو) تو پھر گواہوں کے بغیر بھی نکاح درست ہے۔ (متعه میں
چونکہ صرف خواہشات اور شہوت نفس کو پورا کرنا مقصود ہوتا ہے۔ اولاد
مقصود نہیں ہوتی۔ اور اگر بھولے سے صورت متعه میں عورت حاملہ ہو جائے
تو اس سے پیدا شدہ بچہ کا نسب متعه کرنے والے سے نہیں ہوتا۔ لہذا اس

میں گواہوں کی کوئی ضرورت نہیں۔)

فروع کافی

عَنْ أَبِي جَعْفَرٍ عَلَيْهِ السَّلَامُ فِي الْمُنْتَعَةِ قَالَ
لَيْسَتْ مِنَ الْأَرْبَعِ لَا تَقْتُلُ وَلَا تُطْلِقُ وَلَا تَزْنِي
وَأَشْمَأْزَجٌ مُسْتَأْجَرٌ^۹.

(فروع کافی جلد پنجم ص ۴۵۱ کتاب نکاح
باب النکاح بمنزلة الاماء ولیت
من الاربع مطبوعہ تہران طبع جدید)

قرجہ:

امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے متعلق روایت ہے۔ کہ آپ نے
فرمایا۔ کہ جس عورت سے متہ کیا جاتا ہے۔ وہ ان چار عورتوں میں
شامل نہیں۔ جن کی شریعت نے بیک وقت نکاح میں رکھنے کی
اجازت دی۔ (اگر چار بیویاں کسی کے ہاں پہلے سے موجود ہوں۔ تو
بطریق متہ پانچویں چھٹی سے وطی کرنا جائز ہے۔ اور قرآن کے احکام
کے خلاف نہ ہوگا۔) کیونکہ بطور متہ نکاح میں آئی ہوئی عورت کو نہ
طلاق کی ضرورت ہوتی ہے۔ نہ ہی وہ متہ کرنے والے خاوند کی
دارت بن سکتی ہے۔ وہ تو صرف ایک گواہ پر لی گئی عورت ہے

فروع کافی

زُرَّارَةُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي عَبْدِ اللَّهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ

قَالَ ذَكَرْتُ لَهُ الْمُتَعَةَ أَحْيَى مِنَ الْأَرْبَعِ؛ فَقَالَ
تَزَوَّجْ مِنْهُنَّ أَلْفًا فَإِنَّهُنَّ مُسْتَأْجَرَاتٌ.

(فروع کافی جلد پنجم ص ۴۵۲ کتاب النکاح
باب انھن بمنزلۃ الاماء ولیست
من الاربع مطبوعہ تہران طبع جدید۔)

ترجمہ:

زرارہ کا باپ حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے روایت کرتا ہے
کہ میں نے امام موصوف سے متعہ کے متعلق دریافت کیا۔ کہ متعہ
سے نکاح میں آنے والی عورت چار عورتوں میں سے ہے؟ (جن کی
شریعت نے بیک وقت نکاح میں لانے کی اجازت دی) تو اپنے
فرمایا۔ تو ایسی ہزار عورتوں سے نکاح کرے (تو بھی وہ کسی شمار میں
نہیں کیونکہ) وہ تو کرایہ پر لی گئی عورتیں ہیں۔

فروع کافی

عَنْ اِبْرَاهِيْمَ بْنِ الْفَضْلِ عَنْ اَبَانَ بْنِ تَغْلِبٍ قَالَ
قُلْتُ لِابِي عَبْدِ اللَّهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ اِنِّي اَكُونُ فِي
بَعْضِ الطَّرَفَاتِ فَأَرَى الْعُمَرَاءَ الْحَسَنَاءَ
رَكَاعًا أَمْ أَنْ تَكُونُ ذَاتَ بَعْدٍ أَوْ مِنَ الْعَوَا حِرِّ قَالَ
يَسِّرْ هَذَا عَلَيْكَ اِتِّمَاعًا عَلَيْكَ أَنْ تَصَدَّقَهَا فِي نَفْسِهَا.

(فروع کافی جلد پنجم کتاب النکاح ص ۴۶۲ باب انھما صدقۃ
علی نفسہما مطبوعہ تہران طبع جدید۔)

ترجمہ:

ابان ابن تغلب نے کہا۔ کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا۔ کہ میں ایک مرتبہ حالت سفر میں تھا۔ تو میں نے ایک خوبصورت عورت دیکھی۔ لیکن مجھے اس بارے میں کوئی یقین نہ تھا۔ کہ وہ شادی شدہ عورت ہے۔ یا بدکار ہے۔ (لیکن میں اس سے جنسی تعلقات کا خواہش مند تھا۔ تو کیا اس عورت کے بیان پر مجھے یقین کر لینا چاہیئے اور اس سے متنع کر لینا چاہیئے۔ اگر وہ کنواری یا بے خاوند ہونا ظاہر کرے اگر امام جعفر نے فرمایا۔ تجھے اس بارے میں چھان بین کرنے کی کیا پڑی ہے۔ بس اتنا ہی کافی ہے۔ کہ تو اس کے کہنے پر اس کی تصدیق کرے۔ (اور اس سے متنع کرے)۔

تہذیب الاحکام

مُحَمَّدٌ عَنْ بَعْضِ اصْحَابِنَا عَنْ أَبِي عَبْدِ اللَّهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ قِيلَ لَهُ اِنَّ فُلَانًا تَزَوَّجَ امْرَاَةً مُتَعَةً فَقِيلَ لَهُ اِنَّ لَهَا زَوْجًا فَسَأَلَهَا فَقَالَ أَبُو عَبْدِ اللَّهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَلَيْتَ سَأَلَهَا۔

تہذیب الاحکام جلد ۷ ص ۲۵۲ فی تفسیر احکام الشرائع
مطبوعہ تہران طبع جدید

ترجمہ:

راوی بیان کرتا ہے۔ کہ امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا گیا۔

کہ فلاں آدمی نے ایک عورت سے نکاح متعہ کیا۔ تو اس آدمی کو بتایا گیا۔ کہ اس عورت کا تو فائدہ موجود ہے۔ (اور یہ اس کے نکاح میں ہے) تو متعہ کے طور پر عقد کرنے والے نے اس عورت سے اس بارے میں پوچھا۔ یہ سن کر حضرت امام جعفر رضی اللہ عنہ نے اس سوال کے جواب میں فرمایا۔ اُس آدمی نے اُس عورت سے کیوں پوچھا۔؟ (یعنی عقد متعہ کے لیے جب یہ کوئی شرط نہیں۔ کہ عورت کنواری ہو۔ یا فائدہ کے بغیر ہو۔ یا فائدہ والی ہو۔ تو پھر اس کی تحقیق کی کیا ضرورت تھی۔)

تہذیب الاحکام

عَنْ زُرَّارَةَ قَالَ سَأَلَ عَمَّارٌ وَآنَا عِنْدَهُ عَنِ الرَّجُلِ
الَّذِي يَتَزَوَّجُ الْفَاجِرَةَ مُتْعَةً قَالَ لَا بَأْسَ -

(تہذیب الاحکام جلد ۷ ص ۲۵۲ فی
تفصیل احکام النکاح مطبوعہ تہران
طبع جدید)

ترجمہ:

زرارہ کہتا ہے۔ کہ میری موجودگی میں عمار نے امام جعفر رضی اللہ عنہ سے
اس شخص کے بارے میں دریافت کیا۔ کہ جس نے عقد متعہ کے طور پر
ایک اداہش (کنجری) عورت سے نکاح کر رکھا ہے۔ اس کا کیا حکم ہے؟
فرمایا۔ اس میں قطعاً کوئی حرج نہیں ہے۔

ۛ

من لایکفرہ الفقیہ

وَرَدَى عَنْ يُوسُفَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ قَالَ
سَأَلْتُ الرَّصَّاعِيَّ عَلَيْهِ السَّلَامُ عَنْ رَجُلٍ
تَزَوَّجَ امْرَأَةً مُتَعَةً فَعَلِمَ بِهَا أَهْلُهَا
فَزَوَّجُوا مِنْ رَجُلٍ فِي الْمَلَائِكَةِ وَهِيَ امْرَأَةٌ
صَدَقَ. قَالَ لَا تُمَكِّنْ رُؤُوسَهُمَا مِنْ نَفْسِهِمَا
حَتَّى تَنْقَضِيَ عِدَّتُهُمَا وَشَرَطُهَا قُلْتُ إِنْ
كَانَ شَرَطُهَا سَنَةً وَلَا يَصْبِرُ لَهَا زَوْجُهَا
قَالَ فَلْيَسِّقِ اللَّهُ رُؤُوسَهُمَا وَلْيَتَصَدَّقْ عَلَيْهَا
بِمَا بَقِيَ لَهَا.

(من لایکفرہ الفقیہ جلد سوم ص ۲۴ باب التہ
مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ:

یوسف بن عبدالرحمن کہتا ہے کہ میں نے امام رضا رضی اللہ عنہ سے
ایک ایسے آدمی کے بارے میں دریافت کیا کہ جس نے ایک عورت
سے عقد متعہ کر لیا تھا پھر جب اس عورت کے خاوند یا گھر والوں
کو اس عقد کا علم ہوا تو انہوں نے اس عورت کا نکاح صحیح کسی اور آدمی سے
کر دیا۔ اور علی الاطلاق یہ نکاح کید لیکن ابھی اس عورت کو عقد متعہ کا
حق جہر لیتا تھا۔ (اس سوال کے جواب میں امام موسوی نے فرمایا) وہ
عورت اپنے صحیح اور نئے خاوند کو اپنے ساتھ اس وقت تک ہم بستری

نہ کرنے دے۔ جب تک عقد متہ کی عدت اور شرط پوری نہ ہو جائے
 راوی کہتا ہے۔ میں نے عرض کیا۔ اگر اس عقد متہ کی شرط ایک سال کی
 ہو؟ (تو پھر بھی یہ شرط پوری کرنا چاہیئے) اور ادھر فائدہ کی یہ حالت
 ہو۔ کہ وہ اتنی مدت تک صبر نہ کر سکتا ہو؟ تو اس پر امام موصوف نے فرمایا۔
 کہ اس کے فائدہ کو خوب فدا کرنا چاہیئے۔ اور بقیہ مدت متہ کا اس پر
 مدد کر دے (یعنی متہ میں ہی گزارنے دے۔)

فروع کافی

عَنْ زُرَّارَةَ عَنْ أَبِي جَعْفَرٍ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ
 قُلْتُ لَهُ جَعَلْتَ فِدَاكَ الرَّجُلُ يَتَزَوَّجُ
 الْمُتَعَةَ وَيَنْقِضِي شَرْطَهَا ثُمَّ يَتَزَوَّجُهَا
 وَجِدَّ آخَرَ حَتَّى بَانَتْ مِنْهُ ثُمَّ يَتَزَوَّجُهَا
 الْأَوَّلُ حَتَّى بَانَتْ مِنْهُ ثَلَاثًا وَتَزَوَّجَتْ
 ثَلَاثَةَ أَزْوَاجٍ يُحِلُّ يَدَّوْلُ أَنْ يَتَزَوَّجَهَا
 قَالَ نَعَمْ كَمَا شَاءَ كَيْسَ هَذَا مِنْهُ الْخُتْرَةُ
 هَذَا مُسْتَأْجَرَةٌ وَهِيَ يَمْتَنِزِلَةُ الْإِمَاءِ -

(فروع کافی جلد پنجم ص ۶۰ کتاب نکاح
 باب الرجل یتمتع بالمرأة
 مراداً کثیرة مطبوعہ تہران
 طبع جدید)

ترجمہ:

زارہ نے کہا۔ کہ میں نے امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے پوچھا میں آپ پر قربان، کوئی آدمی کسی عورت سے جس شرط پر متہ کرے۔ وہ پوری ہو جائے۔ پھر اسی عورت سے کوئی دوسرا شخص متہ کرے۔ حتیٰ کہ وہ عورت اس سے بھی جدا ہو جائے۔ اور پھر وہی پہلا آدمی اس سے متہ کرے۔ یہاں تک کہ وہ عورت اس سے تین دفعہ جدا ہوئی۔ اور تین مردوں نے اس سے نکاح متہ کیا۔ تو کیا اسی عورت کا پہلے مرد سے ایک مرتبہ پھر عقد متہ کرنا جائز ہے؟

آپ نے فرمایا۔ کیوں نہیں۔ جتنی دفعہ چاہے متہ کرے۔ کیونکہ یہ محرمہ (آزاد) عورت کی طرح نہیں۔ بلکہ یہ تو اجرت پر لی گئی ہے۔ اور اس کا حکم لونڈیوں جیسا ہے۔

فروع کافی

عَنْ هِشَامِ بْنِ سَالِمٍ قَالَ قُلْتُ كَيْفَ يُتَزَوَّجُ الْمُتَعَّةُ
قَالَ تَقُولُ يَا أَمَةَ اللَّهِ اتَّزَوَّجُكَ كَذَا وَكَذَا
يَوْمًا يَكْذًا وَكَذَا إِذْ رَهْمًا فَإِذَا مَضَتْ تِلْكَ
الْأَيَّامُ كَانَ طَلَاقُهَا مِنْ شَرْطِهَا وَلَا عِدَّةَ
لَهَا عَلَيْكَ أَمَّا يَجْزُزُ لَكَ تَزْوِيجُ الْأَخْتِ
فِي عِدَّتِهَا.

دفعہ کافی ماشیہ و فروع کافی جلد پنجم کتاب النکاح

باب شروط المتعہ ۴۵۴ ۴۵۵ مطبوعہ تہران طبع جدید

ترجمہ:

ہشام بن سالم سے روایت ہے۔ کہ میں نے امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا۔ کہ کیا حضرت! نکاحِ متعہ کیونکر کیا جاتا ہے؟ تو آپ نے اس کا طریقہ یوں ارشاد فرمایا۔ کہ نکاحِ متعہ کرنے والا مطلوبہ عورت کو کہے۔ اے اللہ کی بندی! میں تجھ سے چند دنوں کے لیے چند درہمیں کے عوض نکاح کرتا ہوں۔ سو جب مذکورہ دن گزر جائیں۔ تو طلاق خود بخود ہو جائے گی۔ اور ایسی عورت کی کوئی عدت نہیں یعنی نکاحِ متعہ کرنے والے کو اسی متعہ عورت کی ملکی بہن سے دورانِ عدت (جو عام طور پر طلاق کے بعد ہوتی ہے) نکاح کرنا جائز ہے۔

فروع کافی

عَنْ زُرَّارَةَ عَنْ أَبِي عَبْدِ اللَّهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ لَا تَكُونُ مُتَعَةً إِلَّا بِأَمْرَيْنِ - أَحَبِلْ مُسَمًى وَ أَحْبِبْ مُسَمًى -

(فروع کافی جلد پنجم ص ۵۵۵ کتاب النکاح
باب شروط المتعة مطبوعہ
تہران طبع جدید)

ترجمہ:

امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے زرارہ روایت کرتا ہے۔ کہ امام مومن نے فرمایا۔ متعہ کے دو رکھن ہیں۔ مدت مقررہ اور اجرت مقررہ۔

فروع کافی

عَنْ الْأَحْوَالِ قَالَ قُلْتُ لِأَيِّ عَبْدٍ اللَّهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ
أَذْفَا مَا يُكْزَوْنَ وَبِهِ الْمُتَعَدُّ؟ قَالَ كَفْتُ عَنْ مِثْرٍ -

(۱) - فروع کافی جلد ۱، پنجم ص ۵۵، کتاب النکاح

باب ما یجزی من المهر فیہا
مطبوعہ تہران طبع جدید

(۲) - تہذیب الاحکام جلد ہفتم ص ۲۶۰

فی تفصیل احکام النکاح مطبوعہ تہران،
طبع جدید

ترجمہ:

احوال کہتا ہے۔ میں نے امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ
مستح کی کم از کم اجرت کتنی ہے؟ تو وہ فرمانے لگے۔ مٹھی بھر گندم
(کافی ہے)

تہذیب الاحکام

عَنْ أَبِي عَبْدِ اللَّهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ
تَمَنَّعَ بِأَلْمَا شِمِيَّةٍ - (أَيْضًا) وَلَا بَأْسَ بِالتَّمَنُّعِ
بِأَلْمَا شِمِيَّةٍ -

(تہذیب الاحکام جلد ہفتم ص ۲۷۱ فی تفصیل احکام النکاح

مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ:

امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ کہ ہاشمی عورت سے متہ کرنے میں کوئی گناہ نہیں۔

تہذیب الاحکام

وَلَيْسَ فِي الْمُتَعَةِ إِشْلَاءٌ وَلَا إِعْلَانٌ۔

تہذیب الاحکام جلد ہفتم ص ۲۶۱ فی
تفصیل احکام النکاح مطبوعہ تہران طبع ۱۳۶۱

ترجمہ:

نکاح متہ میں نہ گواہی کی ضرورت ہے۔ اور نہ ہی اعلان ہے۔ (مرد عورت دونوں تنہا چپکے چپکے یہ نکاح کر لیں تو بھی درست ہے۔)

مذکورہ حوالہ جات سے فقہ جعفری کے مندرجہ ذیل

مسائل فقہیہ ثابت ہوئے

① نکاح متہ کے لیے نہ گواہی کی ضرورت ہے۔ اور نہ ہی

اعلان کی۔

② متہ کے بعد چھوڑی گئی عورت پر نہ کسی قسم کی عدت لازم ہے اور نہ اسے

جدا کرنے کے لیے طلاق کی ضرورت۔

③ اس عقد میں زاد و ملاو کی جستجو ہوتی ہے۔ اور نہ ہی میراث مقصود۔ بلکہ یہ

مرد و زن کا مخصوص رقم کے عوض مخصوص وقت تک خواہشات نفسانی کی

- تکلیف کا ایک باہمی ذریعہ ہے۔ (جو شہوت رانی کا آسان طریقہ ہے)
- ۴ اس عقد میں عورتوں کی تعداد پر کوئی پابندی نہیں۔ چنانچہ اگر کوئی مرد بیک وقت ستر عورتوں سے عقد متعہ کرے۔ اور باری باری ان سے لطف اندوز ہو تو کوئی مضائقہ نہیں۔ کوئی عجیب نہیں اور کوئی بے حیائی نہیں۔
- ۵ ایک عورت سے بیسیوں مرتبہ متعہ ہو سکتا ہے۔ اور ہزار مردوں سے ایک عورت متعہ کر سکتی ہے۔ اور سینکڑوں مرتبہ متعہ کرنے والے سے جدا ہونے کے بعد پھر بھی اجرت مقررہ پر جب چاہے وہ مرد اسے نکاح متعہ میں لاسکتا ہے۔ اس میں حرمت غیلہ کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔
- ۶ قرآن کریم میں جن محرمات سے عقد کرنا ناجائز اور حرام قرار دیا گیا۔ اور "وَالْمُحْصَنَاتُ مِنَ النِّسَاءِ"، میں جن کی صراحت کی گئی ان سے متعہ کرنے کی کھلی جھٹی ہے۔
- ۷ جس عورت سے کسی نے متعہ کیا۔ اگر اس کی سگی بہن سے فوراً عدت گزارے بغیر (نکاح عقد متعہ) کرے تو کوئی حرج نہیں۔ (کیونکہ نہ طلاق کی ضرورت نہ عدت کا انتظار)
- ۸ "مٹھی بھر گندم" دے کر کسی عورت کی بکنگ جائز ہے۔ (اٹنا سستا شاید ہی کوئی سوا دو ہو)
- ۹ شیبی نفس پرستوں اور شہواتِ نفسانی کے بندوں میں متعہ اس قدر کثیر اوتوح ہے۔ کہ اس میں کسی قسم کی عورت کا استثناء نہیں۔ خاندانِ نبوت۔ (بنو ہاشم) سے ہو یا کوئی طائفہ اور بازاری عورت۔ سب سے بلا امتیاز جائز اور درست ہے۔ (العیاذ باللہ)

ع اندھے کو اندھیرے میں بڑی دور کی سوچی۔

اللہ تعالیٰ ایسے ناعاقبت اندیشوں اور ایمان سے عاری اور عقل کے اندھوں سے بچائے جنہوں نے نیکیں خواہشاتِ نفسانیہ کے نشہ میں احترامِ خاندانِ نبوت کا بھی لحاظ نہ کیا۔

ع چوں خدا خواہد کہ پردہ کس درد

میلش اندر طعنہ پا کاں رکند !

أُولَئِكَ كَالْأَنْعَامِ بَلْ هُمْ أَضَلُّ

فصل سوم



فَمَا اسْتَمْتَعْتُمْ بِهِ مِنْهُنَّ فَلَهُنَّ أَجُورٌ مِّنْ
فَرِيضَةٍ۔ (پہلی آیت)

ترجمہ:

پھر ان میں سے جن سے تم متعہ کرو۔ تو مقرر کیا ہوا پھر انہیں دے دو۔
(ترجمہ مقبول)

طریقہ استدلال شیعہ

ذکر کی گئی آیت سے ثبوت متعہ دو الفاظ سے ہوتا ہے۔ لفظ اول اسْتَمْتَعْتُمْ اور لفظ دوم، أَجُورٌ مِّنْ، اسے۔ طریقہ ثبوت یہ ہے۔ کہ پہلا لفظ باب استفعال سے ہے۔ جس سے اگر حروف زائدہ کو چھوڑ کر حروفِ اصلہ لیے جائیں۔ تو بیسمِ تاہ اور عین بنتے ہیں۔ گویا اس لفظ کا اصل متعہ ہے۔ دوسرے لفظ میں دو اجور جمع ہے۔ اور اس کا واحد اجور ہے۔ اجر کا معنی اجرت، مزدوری اور معاوضہ

ہوتے ہیں۔ لہذا ان دونوں الفاظ کے مفہوم کے پیش نظر پوری آیت کا مفہوم یہ ہوا کہ جب تم عورتوں سے متعہ کرو۔ تو ان سے مقرر کردہ اجرت ان کو دے دو۔ تو اس ترجمہ سے بغیر تاویل کے متعہ معروفہ ثابت ہوتا ہے۔ اور لفظ اجرت سے حق مہر اس لیے مراد نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ حق مہر کا استعمال نکاح دائمی کے اندر مقرر کردہ رقم پر ہوتا ہے اور متعہ چونکہ مقررہ وقت کے لیے ہوتا ہے۔ اس لیے اس کے مقابلہ میں وہ اجرت ہی کہنا مناسب تھا۔ اور اس ترجمہ و مفہوم کی تائید ایک قرات سے بھی ہوتی ہے جو حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے اس آیت کو اس طرح پڑھا۔ فَمَا اسْتَمْتَعْتُمْ بِهِ مِنْهُنَّ إِلَىٰ أَجَلٍ مُّسَمًّى فَاْتُوا مِنْهُنَّ أَجُورَهُنَّ فَرِيضَةً لِّغُلَامٍ مِّثْلُ مَا أُجِرُوا۔ (متعہ کیا) تو ان کو اس کی مقرر کردہ اجرت ادا کرو۔ اور یہ بات بالکل واضح ہے کہ جس عقد میں وقت بھی مقرر ہو۔ اور اجرت بھی متین ہو۔ تو وہ عقد متعہ ہی ہو سکتا ہے۔ جیسا کہ گذشتہ اوراق میں اس کی تفصیل و تشریح گزر چکی ہے۔

مذکورہ استدلال کے چند دندان شکن جواب

جواب اول:

آیت زیر بحث کو جس سے شیعہ لوگوں نے علت متعہ پر استدلال کیا ہے۔ وہ مکمل آیت نہیں۔ بلکہ آیت کا آخری حصہ ہے۔ اگر پوری آیت کو پڑھ کر اس کے مفہوم و معانی کو بنور دیکھا جائے۔ اور نظر انصاف سے سمجھا جائے۔ تو اس پوری آیت سے متعہ معروفہ کا ثبوت صریح تو بہت دور کی بات ہے۔ اس کا تصور بھی نہیں آتا۔ پوری آیت کو یکسر ملاحظہ فرمائیے۔

وَالْمُحْصَنَاتُ مِنَ النِّسَاءِ إِلَّا مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ كِتَابَ اللَّهِ عَلَيْكُمْ وَأُحِلَّ لَكُمْ مَّا وَرَاءَ ذَٰلِكُمْ أَن تَبْتَغُوا بِأَمْوَالِكُمْ مُحْصِنِينَ غَيْرَ مُسَافِحِينَ ۖ فَمَا اسْتَمْتَعْتُمْ بِهِ مِنْهُنَّ فَآتُوهُنَّ أُجُورَهُنَّ ۚ

(پہلے رکوع اول)

ترجمہ:

(اُمیں، بیٹیاں، اور بہنیں وغیرہ عورتیں جن کا اس آیت سے کچھلی آیت میں ذکر ہو چکا۔ ان سے نکاح کرنا تم پر حرام کر دیا۔) اور انہی کی طرح اُن عورتوں سے بھی نکاح حرام ہے۔ جو شوہر والی ہیں۔ ہاں جو تمہاری لونڈیاں ہیں۔ (وہ حرام نہیں) اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے یہ حکم لازم (فرض) کر دیا ہے۔ مذکورہ محرمات کے علاوہ تم بعض مال جس عورت کو چاہو۔ نکاح میں لا سکتے ہو۔ لیکن ان سے یہ تعلق بطریقہ پاکرامنی اور حرام کاری سے بچنے کی غرض سے ہو۔ اس نکاح سے محض شہوت رانی مطلوب و مقصود نہ ہو۔ اور اس مقصد کے پیش نظر اگر تم نے کسی عورت سے نکاح کر لیا۔ تو اُن کو اُن کا حق مہر پورا ادا کر دو۔

تاریخیں کرام عورت فرمائیں۔ کہ اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے پہلے ان عورتوں کا ذکر کیا۔ جن میں نکاح حرام ہے۔ اور پھر اُن کے سوا بقیہ عورتوں سے نکاح کے حلال ہو سنے اور اس کے طریقہ کو بیان فرمایا۔ اور کہا۔ کہ اگر تم کسی عورت کو رشتہ ازدواجیت میں لینے کی خواہش رکھتے ہو۔ تو اس کا طریقہ یہ ہے۔ کہ یہ خواہش اپنے مال کے ذریعہ پوری کرو۔ یعنی حق مہر ضرور باندھو۔ اور اس خواہش کی تکمیل محض پاکرامنی کی خاطر ہونی چاہیئے۔ شہوت رانی کا اس میں کوئی خیال و مقصد

نہ ہونا چاہیے۔

پچھلے اوراق میں ہم ہیئت سے حلالہ جات سے یہ ثابت کر آئے ہیں کہ منہ میں آدمی کا مقصد وحید صرف شہوت پرستی اور حصول لذت ہی ہوتا ہے جس سے آیت زیر بحث میں منع کیا گیا ہے۔ اور پاکدامنی پر زور دیا گیا ہے۔ لہذا فہما استمتعتم سے متعہ معروفہ کسی طور بھی مراد نہیں ہو سکتا۔ بلکہ اس سے نکاح دائمی کے ذریعہ منکوحہ عورت سے نفع اندوز ہونا مقصود ہے۔ اور اس طرح کے نکاح میں جہاں صرف کیا جاتا ہے۔ اسے حق مہر کہتے ہیں۔ اور وہ اجودر، اسے مراد بھی یہی ہے۔

جواب دوم

وَاحِدٌ لَكُمْ مَا وَرَاءَ ذَٰلِكُمْ اَنْ تَبْتَغُوا
بِامْتِدَادِ الْكُفْرِ مُحْصِينَ غَيْرُ مَا فَحِشٍ فَمَا
اسْتَمْتَعْتُمْ بِهِ مِنْهُنَّ فَآتُوْهُنَّ مِّنْ اَجْوَرٍ مِّنْ
فَرِيضَةٍ۔ پ۔ آیت

فہما استمتعتم، میں لفظ دو ما، اسے مراد نکاح ہے۔ اور دو بہ، میں باد سببیت کے لیے ہے۔ اور ضمیر مجرور (ہ) کا مرجع نکاح ہے دو منمن، میں لفظ دو من، بمعنیہ اور رو من، کا مرجع احسن لکھما، میں لفظ دو ما، ہے۔ اس ترکیب کے پیش نظر آیت کا معنی یہ ہوا۔ ماؤں بہنوں وغیرہ محرمات کے سوا دوسری عورتوں سے نکاح کرنا تمہارے لیے جائز قرار دیا گیا ہے۔ اور ان کو بذریعہ مال اپنے نکاح میں لاؤ۔ اس طرح ازواج (بیویوں) کی تلاش کرو۔ اور اس مقصد کے حصول میں پاکدامنی اور احسان کی نیت ہو۔

نہ کہ شہوت رانی۔

پس وہ نکاح کو بطریقہ احسان جس کے ذریعہ اور سبب سے تم نے اُن عورتوں سے نفع اٹھایا۔ کہ جن کو تم نے پاکدامنی کی نیت سے اپنے مالوں سے تلاش کیا۔ اُن کو اُن کے مقررہ حق مہر ادا کرو۔

”وَمَا اسْتَمْتَعْتُمْ بِهِ مِنْهُنَّ“ میں تعمیر دو هن، ”کاجب مرجع ہی، منکوحات ٹھہریں۔ تو پھر اس آیت سے متہ معروفہ کو ثابت کرنا کس قدر جہالت اور بے علمی ہے۔

جواب سوم

آیت مذکورہ کے الفاظ ”وَمَا اسْتَمْتَعْتُمْ بِهِ مِنْهُنَّ“ سے متہ اور اجرت مقررہ مراد لے کر اس سے متہ معروفہ ثابت کرنا صریح سبب ذریعہ ہی نہیں۔ بلکہ معلوم قرآن اور مفہوم قرآن سے لاعلمی اور جہالت کا بھی میتا جاگتا ثبوت ہے۔

”وَمَا اسْتَمْتَعْتُمْ“ کا اصل استمتاع ہے اور استمتاع سے حروف زدائد کو نکال دیا جائے تو ”متاع“ باقی رہ جاتا ہے۔ اور متاع کا معنی نفع اٹھانا ہے۔ متہ معروفہ نہیں۔ جس کی تفصیل ہم پہلے دو جوابات میں بیان کر چکے ہیں اس وضاحت کے ہوتے ہوئے دعویٰ کرنا کہ ”وَمَا اسْتَمْتَعْتُمْ“ سے متہ معروفہ کا ثبوت صراحت ہے۔ اور یہ آیت کریمہ متہ معروفہ کے جواز کے لیے نص صریح ہے تو یہ باطل اور لادعویٰ ہے۔ کیونکہ یہ دعویٰ تو تب صحیح اور درست ہو سکتا ہے۔ جب شیعہ حضرات یہ ثابت کر دکھائیں کہ لفظ ”استمتاع“ کا معنی صرف اور صرف متہ معروفہ ہی ہے۔ اس کے برعکس ہم اس لفظ کے قرآن پاک

نیں ”نفع اٹھانے“ کے مفہوم میں استعمال ہونے والے مقامات کی نشاندہی کرتے ہیں۔ لہذا ملاحظہ فرمائیں۔

آیت ۱:

فَاسْتَمْتَعُوا بِخَلْقِ اللَّهِ كَمَا اسْتَمْتَعْتُمْ بِخَلْقِكُمْ

(پٹ رکوع ۱۵)

ترجمہ:

انہوں نے اپنے حصوں سے نفع اٹھایا۔ جیسا کہ تم نے اپنے حصوں سے نفع اٹھایا۔

آیت ۲:

وَالْمُطَلَّاتِ مَتَاعٍ بِالْمَعْرُوفِ

(پٹ رکوع ۱۵)

ترجمہ:

اور طلاق دی گئی عورتوں کے لیے بھی نیکی کے ساتھ نفع پہنچانا

ہے۔

آیت ۳:

مَتَّعُوهُنَّ عَلَى الْمَوْسِعِ قَدَرَهُ وَعَلَى الْمُقْتَرِ قَدَرَهُ

(پٹ رکوع ۱۵)

ترجمہ:

ان کو نیکی کے طور پر کچھ نفع پہنچاؤ۔ صاحبِ قدرت (مال دار) پر اس کی حیثیت اور غریب پر اس کی حیثیت کے مطابق لازم ہے۔

آیت ۱۷:

قُلْ تَتَّبِعُوا آيَاتِ مَعِينِ كُفِّرَالِي النَّارِ۔

(پاک رکوع ۱۷)

ترجمہ:

فرمادیجئے! تم لوگ (چند روز) نفع اٹھاؤ۔ پھر تمہارا انجہام دوزخ کی آگ ہے۔

تم کہہ دو کہ (چند روز) نفع اٹھاؤ کہ تمہاری بازگشت تو یقیناً جہنم کی طرف ہے۔

(ترجمہ مقبول شیعہ)

ان چار مقامات لفظ متاع اور اس کی فروعات کا ذکر موجود ہے۔ لیکن اپنے ملاحظہ فرمایا۔ کہ کسی ایک جگہ پر بھی اس لفظ کو ”متعہ معروفہ“ کے معنی میں استعمال نہیں کیا گیا۔ بلکہ ہر جگہ ”نفع اٹھانا“ ہی مفہوم ہے۔ ہم نے ان آیات کا یہ ترجمہ از خود نہیں کیا۔ بلکہ خود شیعی مترجم مقبول کے ترجمہ القرآن سے لیا ہے۔ لہذا معلوم ہوا کہ جب ان کے گھر کا ایک مجیدی لفظ ”متعہ“ کے متعلق کا ترجمہ ”نفع اٹھانا“ کرتا ہے۔ تو پھر ان کے فریب کا لفظ ”درد“ سے پڑے گا۔ اور ان کو یہ ماننا پڑے گا۔ کہ لفظ استعمال اور متاع کا معنی صرف ”متعہ معروفہ“ ہی نہیں۔ بلکہ اور بھی معنی ہیں۔ اس لیے اس لفظ کا انحصار صرف ”متعہ معروفہ“ میں ماننا سراسر جمالت اور لامصلیٰ ہے۔

دعویٰ کا دوسرا حصہ لفظ ”اجبور“ ہے۔ جس کے متعلق ان کا یہ خیال ہے۔ کہ ”اجبرت“ کا اطلاقی متعہ معروفہ کے مقابلہ میں ہی آ سکتا ہے۔ نکاح دائمی کے لیے ”دقیق مہر“ کا استعمال ہوتا ہے۔ اب ان کے اس دعویٰ

کی طرف آئیے۔ ہم پچھلے لفظ کی طرح خود قرآن پاک میں اس لفظ کا استعمال دو جہت مہر کے لیے دکھاتے ہیں۔ جو دائمی نکاح کے مقابلہ میں ہوتا ہے۔ جس سے ان کی چہات اور واضح ہو جائے گی۔ ملاحظہ ہو۔

۱۔ فَانكِحُوهُنَّ بِاَدْنِ اَهْلِهِنَّ وَآَخُوهُنَّ اَحْبُوْرَهُنَّ

(پ ۱ رکوع ۱)

ترجمہ :

پس اُن سے ان کے مالکوں کی اجازت سے نکاح کرو۔ اور ان کے مہر نیکی کے ساتھ ان کو دے دو۔ (مقبول)

۲۔ وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ اَنْ تَنْكِحُوْهُنَّ اِذَا اَتَيْتُمُوهُنَّ اَحْبُوْرَهُنَّ

(پ ۲۸ رکوع ۸)

ترجمہ :

ہاں جو کچھ وہ خرچ کر چکے ہوں۔ تم ان کو دے دو۔ اور اس میں تم پر کوئی الزام نہیں کہ تم ان سے نکاح کرو۔ جب کہ تم اُن کو مہر دے دو (مقبول)

۳۔ اِنَّا اَحْلَلْنَا لَكُمْ اَزْوَاجَكُمْ الَّتِي اُتَيْتَ اَحْبُوْرَهُنَّ

(پ ۲۱ رکوع ۲)

ترجمہ :

بے شک ہم نے حلال کیں تمہارے لیے وہ بیبیاں جن کے تم مہر دے چکے ہو۔

(ترجمہ مقبول احمد)

ان تین آیات میں سے ہر ایک میں لفظ ”واجور“، حق مہر کے معنی میں استعمال ہوا۔ جو نکاح دائمی کے مقابلہ میں ہوتا ہے۔ اور اس کا معنی ”وہ مہر“، بھی خود شیعہ مفسر نے کیا ہے۔ لہذا معلوم ہوا کہ لفظ ”واجور“ کا اطلاق صرف اجرت معینہ پر ہی نہیں ہوتا۔ جو کہ متعہ معروفہ میں ہوتا ہے۔ جیسا کہ شیعہ حضرات کا دعویٰ ہے۔ بلکہ ”حق مہر“ پر بھی اس کا اطلاق ہوتا ہے۔ اس لیے اس لفظ کو بھی صرف ”واجرت معینہ“ میں محدود ماننا بھی جہالت کا بہترین اور کامل نمونہ ہے۔ توان گزارشات سے آپ حضرات نے یہ جان لیا ہو گا کہ ”وہ متعہ معروفہ“ کو آیت مذکورہ سے ثابت کرنے کے لیے شیعہ حضرات نے جن دوستوں پر اپنی عمارت متعہ کھڑی کی تھی۔ وہ گر گئے۔ تو اب ان کے ”وہ متعہ معروفہ“، واسے گھر کا قیام کب باقی رہ گیا۔ یہ تھا ان کے استدلال کا انجام جو آپ نے ملاحظہ فرمایا۔

قرأت ”ابی بن کعب رضی اللہ عنہ“ کا جائزہ

۱۔ قرأت سبعہ متواترہ میں سے کسی ایک میں بھی حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کی قرأت کا ذکر نہیں ملتا۔ اور ”الی اجبل مسمی“ کے الفاظ وارڈ نہیں ہیں۔ اور یہ بات بھی واضح ہے کہ قرأت سبعہ کے سوا دوسری قرأت شاذہ کہلاتی ہے۔ لہذا ایک طرف قرأت متواترہ صحیحہ ہو۔ اور دوسری طرف قرأت شاذہ ہو۔ تو ترجیح اور تامل عمل قرأت متواترہ ہوتی ہے۔ ذکر قرأت شاذہ۔ اور اگر برسبین تنزل اس قرأت شاذہ کو مان لیا جائے تو ”الی اجبل مسمی“ کو ”واجور هن“ کے متعلق کرنا جائز ہے۔ ”قریب ہونے کی وجہ سے متعہ معروفہ کو ثابت کرنا باطل ہے۔ کیونکہ

ترکیب کے اعتبار سے ”والی اجل مسمیٰ“ کو ”اجور من“ کے متعلق کرنا جائز ہے۔ اور قریب ہونے کی وجہ سے اس کے متعلق کرنا دو فہم مستقیم کے متعلق کرنے کی نسبت بہتر ہے۔ اور اسی ترکیب کو حجت الاسلام ابو بکر احمد بن علی الرازی الجصاص نے تفسیر ”احکام القرآن“ میں ذکر فرمایا۔

تفسیر احکام القرآن

وَكَاَنَّ فِيهِ ذِكْرُ الْأَجَلِ لِمَا ذَكَرَ آيُضًا
عَلَى مُتَعَةِ النِّسَاءِ لِأَنَّ الْأَجَلَ يَجُوزُ أَنْ يَكُونَ
دَاخِلًا عَلَى الْمُسَرِّ مَيِّكُونَ تَقْدِيرُهُ فَمَا دَخَلَتْ
بِهِ مِثْلَتُ يَمْلِكُ إِلَى أَجَلٍ مَحْسَبَى كَأَنَّهُ مَوْثُوقٌ
مَلُوقٌ مَنْ عِنْدَ حُلُولِ الْأَجَلِ۔

تفسیر احکام القرآن جلد دوم ص ۱۴۸

باب المتعہ بارہ پیغم مطبوعہ بیروت

توجہ:

اور اگر حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت کردہ الفاظ مان بھی لیے جائیں۔ تو پھر بھی عورتوں سے دو متعہ معروفہ، کاثبت حاصل نہیں ہوتا۔ کیونکہ وہی اجل مسمیٰ، کو مہر واجور من پر داخل کرنا جائز ہے۔ لہذا اس تقدیر پر مفہوم یہ ہو گا کہ جن عورتوں کے ساتھ ایک مقررہ وقت تک مہر ادا کرنے کا وعدہ کر کے ہم بتری کی۔ تو ان کو ان کے حق مہر مدت مقررہ کے گزرنے پر ادا کر دو۔

۲۔ گزشتہ اوراق میں جب ہم یہ ثابت کر چکے ہیں۔ کہ احادیث صحیحہ کی روشنی

میں عقد متعہ کو حضور پر کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے تیسرے روز بحکم خدا قیامت تک کے لیے حرام قرار دے دیا تھا۔ تو ان احادیثِ صحیحہ کے مقابل میں ایک قرأتِ شاذہ کا کیا وزن رہ جاتا ہے؟ ہذا یہ قرأتِ شاذہ ناقابلِ عمل ہوئی۔ ۲۔ ارشاد خداوندی ہے۔

وَالَّذِينَ هُمْ عَنْ صَلَاتِهِمْ سَاهَوْنَ ۖ اِلَّا اَعْلَىٰ
اَزْوَاجِهِمْ اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُمْ فَلَا تَلُمُوْهُنَّ
مَلُوْهُنَّ ۚ فَمِنْ اَيْنَ تَتَّبِعِ الْاَبْكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ
الْعَادُوْنَ۔ (پہلے رکوع ۱)

ترجمہ:

اور جو اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرنے والے ہیں۔ سوائے اپنی
ازواج کے یا اپنے ہاتھ کے مال (سونا، لڑکیاں) کے اس صورت میں وہ
قابلِ لامت نہیں ہیں۔ پس جو اس کے سوا خواہش کرے۔ پس رہی باقی
کونے والے ہیں۔ (مقبول)

اس نصِ قطعی اور حکمِ مریخی نے یہ ثابت کر دیا ہے۔ کہ اشرب الغزرت نے
علت کو در اقسام کی عورتوں میں منحصر فرما دیا ہے۔ ازل قسم ان عورتوں کی ہے۔
جن کو تم اپنی زوجیت چاہو۔ یعنی شکوہ بیویاں اور دوسری قسم ان عورتوں کی
ہے۔ جو تمہاری ملوک کو ٹڈیاں ہیں۔ ان دو اقسام کی عورتوں کے سوا کسی تیسری قسم کی
عورت سے وطی کرنا جائز نہیں۔ اور اگر کسی نے اس پابندی کو ٹھکراتے ہوئے
تجاوز کر لیا۔ تو ایسا شخص زیادتی کرنے والوں میں شامل ہوگا۔ یعنی وہ زانیہ کا راہ
اللہ کا نافرمان ہوگا۔ اس کی تائید شیعہ فہرستین سے بھی لیجئے۔

منہج الصادقین

(فمن ابتغى) پس ہر کہ جوید برائے مباشرت (وراء ذاك) غیر از زمان و کنیزان خود (فاولئك) پس آنکروہ (مرا العادون) ایشانند در گزندگان از حلالہ حرام۔

(تفسیر منہج الصادقین جلد ششم ص ۱۶ تا ۱۹۵)
مطبوعہ تہران

ترجمہ :

پس جو شخص اپنی بیویوں اور لونڈیوں کے سوا کسی عورت سے ہم بستری کی خواہش کرے۔ اور اپنی نفسانی خواہشات کو پورا کرنے کے لیے طلب کرے تو ایسے لوگ حلال سے حرام کی طرف تجاوز کرنے والے ہیں۔ یعنی زانی اور بدکار ہیں۔ اور ان کا فیصل شرعاً کسی صورت میں جائز نہیں ہوگا۔

مجمع البیان

(فمن ابتغى وراء ذاك) اَنْى طَلَبَ سِوَى الْاَزْوَاجِ
وَ سِوَا كَيْدِ الْمَمْلُوكَةِ (فاولئك) مرا العادون
اَنْى الظَّالِمُونَ الْمُتَجَبِّوْنَ اِلَى مَا لَا يَحِلُّ
لَهُمْ۔

(تفسیر مجمع البیان جلد ہفتم ص ۹۹ مطبوعہ
تہران طبع جدید)

ترجمہ : سو جس نے اپنی منکوحہ بیویوں اور مملوکہ لونڈیوں کے سوا کسی اور

عورت کو خواہشات فحشانیہ کی برآری کے لیے طلب کیا۔ تو ایسا کرنے والے ظالم ہیں۔ اور اس فعل کی طرف تجاوز کرنے والے ہیں۔ جو ان کے لیے حلال نہیں کیا گیا۔ (یعنی حرام فعل کے ترکیب ہوئے ہیں۔)

حاصل کلام:

یہ ہے۔ کہ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کی قراءت پر اس کے شاذہ ہوتے ہوئے عمل کرنا کب جائز ہے۔ جب کہ اس کے مقابلہ میں قرآن حکیم اور احادیث صحیحہ موجود ہیں۔ لہذا اس شاذہ روایت سے دو متعہ معروفہ کو جائز اور حلال قرار دینا ہرگز درست اور قابل تسلیم نہیں۔ اس کے علاوہ اگر فقہی اصل کو بھی دیکھیں۔ تو تب بھی یہ علت ناقابل قبول ہے۔ کیونکہ قاعدہ یہ ہے۔ کہ جب کسی جگہ علت اور حرمت کے دلائل مساوی ہوں۔ تو دلائل حرمت کو فوقیت اور اولیت ہوتی ہے۔ یہاں دونوں دلائل کی مسادات ہی کب ہے۔ بلکہ یہاں تو دلائل محرمہ جس قدر مضبوط اور قوی ہیں۔ اسی قدر دلائل مبیحہ کمزور اور لالینی ہیں ایک طرف انصوص صریحہ اور احادیث صحیحہ متعہ معروفہ کی حرمت ثابت کر رہی ہیں۔ اور دوسری طرف ایک روایت و قرأت شاذہ اس کو جائز اور حلال قرار دے رہی ہے۔ تو ایسے میں کون بے وقوف یہ کہے گا۔ کہ دلائل حیات قابل عمل ہیں۔ اور دلائل حرمت مرجوح اور ناقابل عمل ہیں؟

فَاغْتَرُوا يَا اُولِيَ الْاَبْصَارِ

ایکٹ اعتراض

وَالَّذِينَ هُمْ عَنْ صَلَاتِهِمْ سَاهَوْنَ ۚ فَمَا لَهُمْ نُلْكُ ۚ
 دو قسم کی عورتوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے حکمت کو منحصر فرمایا ہے۔ ان میں پہلی قسم کے اندر وہ عورتیں بھی داخل ہیں۔ جو ”عقد متہ“ کے ذریعہ سے ہوں۔ کیونکہ یہ متمتعہ عورتیں بھی (وقت مخصوص کے لیے ازواج ہیں۔ لہذا ان کو ”وَرَاْعُوْهُنَّ“ میں داخل کر کے ان سے خواہشِ نفسانی کی بکارت کو حرام قرار دینا قرآن پاک پر یاد دہانی ہے۔ اور متعہ کرنے والے مرد اور متعہ کرانے والی عورت کو زانی اور زانیہ یا حرام کار کہنا بالکل ناجائز ہے۔ اور یہ زیادتی بلا جواز ہے۔

جواب اول

عورت متمتعہ کو ازواج میں داخل کرنا قرآنی آیات کے مفہوم کے خلاف بھی ہے۔ اور فقہ جعفریہ (شیعہ) سے بھی لاعلمی اور جہالت کا ثبوت ہے۔ کیونکہ ”عورت متمتعہ“ کے لیے ”فقہ جعفریہ“ میں واضح الفاظ کے ساتھ یہ موجود ہے۔ کہ اس عقد کے لیے نہ گواہی کی ضرورت ہے۔ اور نہ لفظ نکاح کی ایسی طرح ایسی عورت کو طلاق دینے کی قطعاً ضرورت نہیں۔ بلکہ مدت مقررہ کے گزرنے پر خود بخود آزاد اور خود مختار ہو جاتی ہے۔ اور نہ ہی اسے اگے عقد کرنے کے لیے کسی مدت کی ضرورت ہے۔ جبکہ فقہ جعفریہ میں ”ازواج“ کے لیے گواہی

نفوذ نکاح، طلاق اور عدت وغیرہ کی پابندی ہے۔ لہذا ازواج میں ”عورت متمتعہ“ کسی طور داخل نہیں ہے۔

جواب دوم

اگر قائل کے مطابق ”عورت متمتعہ“ ازواج میں داخل ہوتی۔ تو ازواج کی طرح اس کی تعداد پر بھی پابندی ہوتی۔ اور چار سے زائد عورتوں سے ایک وقت ایک آدمی شہر عورتوں یا اس سے بھی زیادہ کو عقد متعہ میں اپنے پاس رکھ سکتا ہے حالانکہ ازواج کے بارے میں ”مَثْنٰی وَ ثَلَاثَ وَ رُبْعٌ“، کی نص صریح سے چار تک محدود ہے۔

جواب سوم

متعہ کرنے والا مرد اگر شادی شدہ نہیں۔ تو وہ اگر متعہ کرنے کے بعد کسی وقت زنا کا مرتکب ہو جائے۔ تو شہرت زنا کے بعد اس پر حد رجم جاری نہیں ہوگی بلکہ اس کو کنوارے کی سزا یعنی کوڑے لگائے جائیں گے۔ کیونکہ شریعت اسے شادی شدہ تسلیم نہیں کرتی۔ لہذا وہ محسن نہ ہوا۔ اگر متعہ کرنے والی عورت، دو ازواج، میں داخل ہوتی۔ تو اس سے ہم بستری کرنے والا لازماً شادی شدہ تسلیم ہوتا۔ اور محض شمار کیا جاتا۔ اور اس پر رجم میں رجم کی سزا نہیں دی گئی۔
حوالہ ملاحظہ ہو۔

مجمع البیان

فَاَجْلَدُ الْوَاحِلَ وَ اَحَدٍ مِنْهُمَا مِائَةً جَلْدَةٍ يَعْصِي

إِذَا كَانَا حَرَّتَيْنِ بِالْعَيْنِ بِكَرْنَيْنِ غَيْرِ مُحْصِنَيْنِ
فَمَا تَا إِذَا كَانَ مُحْصِنَيْنِ أَوْ كَانَا أَحَدَهُمَا
مُحْصِنًا كَانَ عَلَيْهِ الرَّجْمُ بِإِلْخِلَافٍ - وَ
الْإِحْصَانُ هُوَ أَنْ يَكُونَ لَهُ فَرجٌ يُغْدُو إِلَيْهِ
وَيَرْوُحُ عَلَى وَجْهِ الدَّوَامِ -

(تفسیر مجمع البیان جلد ہفتم ص ۱۲۲ مطبوعہ
تہران طبع جدید)

ترجمہ :

(زانی اور زانیہ) دونوں میں سے ہر ایک کو سوسو کوڑے لگائے جائیں۔
جبکہ دونوں آزاد، بالغ کنوارے اور غیر محسن ہوں۔ لیکن اگر وہ دونوں یا ان
میں سے کوئی ایک محسن ہو۔ تو اس پر حد رجم ہے۔ جس میں کوئی خلاف نہیں
اور احسان یہ ہے۔ کہ کسی کے ہاں فرج (عورت کی شرمگاہ) بطور
نکاح ہو۔ اور وہ دائمی طور پر اسے جب چاہے صبح و شام مباشرت
کے طور پر استعمال کر سکے۔

وَحُلَّتْ مُتَمَتِعَةً بِرِثْمِ حَضْرَاتِ کِی دوسری دلیل

صحیح مسلم شریف

عَنْ قَيْسٍ قَالَ سَمِعْتُ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ مَسْعُودٍ
قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رُبَّمَا لَتَ نِسَاءٌ قَتَلْنَ أَلَا تَسْتَحْيِي

فَمَهَانَا عَنْ ذَلِكَ ثُمَّ رَخَّصَ لَنَا أَنْ نَتَكَبَّحَ الْعُرَاةَ
 بِالشَّوْبِ إِلَى أَجَلٍ ثُمَّ قَرَأَ عَبْدُ اللَّهِ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ
 آمَنُوا لَا تُعْرِضُوا طِيبَاتِ مَا أَحَلَّ اللَّهُ لَكُمْ

(صحیح مسلم شریف جلد اول ص ۲۵۰ باب

نکاح المتہ مطبوعہ نور محمد دہلی)

ترجمہ:

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
 کے ساتھ مل کر آپ کی میت میں جنگوں میں شرکت کیا کرتے تھے اور
 ہمارے پاس اپنی منکوحہ عورتیں نہ ہونے کی وجہ سے ہم نے ایک مرتبہ
 حضور سے غصی ہو جانے کی اجازت طلب کی۔ تو آپ نے ہمیں منع فرما
 دیا۔ پھر اس بات کی رخصت (اجازت) دے دی کہ تم ایک مقررہ
 وقت کے لیے کسی عورت سے محض ایک کپڑے کے بدلے نکاح کر
 لیا کرو۔ (یعنی آپ نے متہ کرنے کی اجازت دے دی) یہ کہہ کر حضرت
 عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے (اس کی تائید میں) اِیُّہَا الَّذِیْنَ
 آمَنُوا لَا تُعْرِضُوا النَّوَاحِلَ - یعنی اے مومنو! جو کچھ اللہ تعالیٰ
 نے تمہارے لیے پاکیزہ اشیاء حلال کر دیں۔ انہیں حرام مت کرو۔
 (یعنی متہ حلال ہے۔ اسے حرام نہ گردانو)

جواب اول:

عقد متہ اور نکاح موقت میں فرق آپ پچھلے اوراق میں ملاحظہ فرما چکے ہیں۔
 مختصر یہ کہ دو عقد متہ میں لفظ اسْتَمْتَعْتُ اور اَتَمَتْتُ یا جو بھی لفظ "متع" کے

ماخذ سے ہو۔ اس کا اس عقد میں ذکر ہونا ضروری ہے۔ جیسا کہ تحفۃ العوام ص ۳۰۳ پر مذکور ہے۔ اور ”عقد موقت“ میں لفظ نکاح یا تزویج کا ہونا ضروری ہے۔ اور اس میں شہادت بھی شرط ہے۔

عبد الشریح مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ جو عقد متہ کی بجائے ”عقد موقت“ پر دلالت کرتا ہے۔ اور ”نکاح موقت“ کی علت ”عقد موقت“ پر دلالت کرتا ہے اور ”نکاح موقت“ کی علت بعض علماء کے نزدیک اب بھی ہے۔ کیونکہ اس العقد نکاح میں مجوز بنائے کرام وقت مخصوص کی قید باطل قرار دے کر اس کو نکاح دائمی قرار دیتے ہیں۔ جس کی تفصیل گزشتہ صفحات میں ذکر ہو چکی ہے۔ لہذا اس وضاحت کے ہوتے ہوئے بھی اگر شیعہ اس حدیث سے دو عقد متہ معروفہ کو ثابت اور جائز قرار دیتا ہے۔ تو وہ دراصل خود اپنی مذہبی کتب سے نا آشنا اور جاہل ہے۔

جواب دوم:

روایت مذکورہ کے راوی حضرت عبد الشریح مسعود رضی اللہ عنہ ہیں۔ اور انہی حضرت سے بہت سی روایات صحیحہ میں مذکور ہیں۔ کہ آپ (عبد الشریح مسعود) حرمت متہ کے قائل تھے۔ چنانچہ ان سے دو بیعتی شریف، میں پرس منقول ہے۔

بیعتی شریف

عَنْ سُفْيَانَ قَالَ قَالَ بَعْضُ اصْحَابِنَا عَنْ الْحَكَمِ
بْنِ عُتَيْبَةَ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَسْعُودٍ قَالَ
نَسَخْتُمَا الْفِعْدَةَ وَالطَّلَاقَ وَالْمِيرَاثَ قَالَ

الْعَدْفُ يَعْنِي الْمُنْعَةَ وَرَوَاهُ الْحَجَّاجُ بْنُ
أَرْطَاةٍ عَنِ الْحَكَمِ عَنْ أَصْحَابِ عَبْدِ اللَّهِ عَنْ
عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَسْعُودٍ قَالَ الْمُنْعَةُ مَسْرُوحَةٌ
تَسَخَّرَهَا الْعَلَلُ وَالْمُتَدَاقُ وَالْعِدَّةُ
وَالْمِيرَاثُ -

(یعنی شریف جلد ۱ ص ۲۰۷ کتاب النکاح
مطبوعہ مکہ مکرمہ)

ترجمہ:

حضرت سفیان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہمارے کچھ ساتھیوں
نے حکم بن عقیبہ کے واسطے سے عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے بیان
کیا کہ جناب ابن مسعود نے فرمایا کہ عدت، طلاق اور میراث نے
متعہ کو منسوخ کر دیا ہے۔ اس طرح حجاج بن ارجطہ بھی بواسطہ حکم کے
حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے ساتھیوں کے ذریعہ نقل کرتے ہوئے
کہتے ہیں کہ آپ نے فرمایا طلاق، حتی مبر، عدت اور وراثت نے متعہ
کو منسوخ کر دیا ہے۔

حاصل کلام:

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی زیر بحث حدیث میں اول تو لفظ متعہ
یا اس کے مشتقات میں سے کوئی لفظ نہیں۔ جن سے ”وعدہ متعہ“ کا انعقاد ہوتا
ہے۔ لہذا اس حدیث سے متعہ معروفہ کو ثابت کرنا ہٹ دھرمی اور سب سے زوری کے
سوا کوئی حقیقت نہیں رکھتا۔ اور اگر اس سے متعہ ہی مراد لیا جائے تو بھی معاصی

ہوں کا توں رہے گا کیونکہ جب یہی حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ متہ کی علت کے منوخ ہونے کے قائل ہیں۔ تو اس سے یہ ثابت ہوا۔ کہ ابتدائے اسلام میں مخصوص وقت تک اسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جائز کر دیا تھا۔ لیکن اس کا جواز دائمی نہ تھا۔ بلکہ آپ نے اسے فتح مکہ کے تیسرے روز کے بعد حرام قرار دے دیا تھا۔ لہذا کسی طور پر حدیث مذکورہ شیعہ حضرات کی تحدید نہیں بن سکتی۔ اور نہ ہی اس سے علت متعہ معروفہ ثابت ہوتی ہے۔

حلت متعہ پر شیعوں کی تیسری دلیل

تفسیر طبری

عَنْ أَبِي نَضْرَةَ قَالَ سَأَلْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ عَنْ مُتْعَةِ النِّسَاءِ
قَالَ أَمَا تَعْلَمُونَ مَسْئُورَةَ النِّسَاءِ قَالَ قُلْتُ بَلَى قَالَ فَمَا
تَقْرَأُ فِيهَا فَمَا اسْتَمْتَعْتُمْ بِهِ مِنْهُنَّ إِلَى أَحَدٍ مِّنْكُمْ
قُلْتُ لَا تَوْكَّرَ أَتَّهَمُ فَكُنْ أَمَا سَأَلْتُكَ قَالَ فَوَلَّيْتُهَا
كَذَا۔

(تفسیر طبری جلد پنجم صفحہ نمبر ۹ مطبوعہ
مکہ مکرمہ)

ترجمہ:

ابن نضرہ کہتے ہیں۔ کہ میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے عورتوں کے ساتھ متعہ کرنے کی بابت دریافت کیا۔ تو آپ نے فرمایا۔ کیا تو نے سورہ نسا، نہیں پڑھی۔ میں نے عرض کیا۔ ہاں پڑھی ہے تو آپ نے

فرمایا۔ کیا اس میں تم نے ”فما استمتعتم به منطلق الی اجل مستحی“ نہیں پڑھا۔ میں نے عرض کیا۔ نہیں۔ اگر میں نے آپ کی طرح اس آیت میں ”الی اجل مستحی“ کے الفاظ زیادہ پڑھے ہوتے۔ تو آپ سے یہ سوال ہرگز نہ کرتا۔ اس پر آپ نے فرمایا۔ آیت اسی طرح ہے جس طرح میں نے تمہارے سامنے ابھی پڑھی ہے۔

اس روایت سے معلوم ہوا کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما جیسے مجتہد صحابی بھی متعہ کی علت کے قائل تھے۔ اور انہوں نے اس کی قلت قرآن سے ثابت فرمائی۔ تو اس کے ثبوت علت کے لیے کیا یہ روایت کافی نہیں؟ ہم انشاء اللہ اس استدلال کا جواب بھی عرض کرتے ہیں۔ اور فیصلہ ناظرین کرام خود کر لیں گے۔

جواب اول:

سیدنا حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مذکورہ حدیث جیسی اور بھی کئی ایک احادیث روایت کی گئی ہیں۔ لیکن ایک حقیقت یہ بھی ہے۔ جس سے انکار ممکن نہیں۔ وہ یہ کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما اس مجمع میں موجود نہ تھے جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے تیسرے دن متعہ کی ابدی حرمت کا اعلان فرمایا تھا۔ جس کی وجہ سے آپ کافی مدت تک متعہ کے جواز کے قائل رہے اسی لیے ایک وقت آیا۔ کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے ان کے اس خیال کی سختی سے تردید کی۔ اور انہیں زور دے کر سمجھایا۔ کہ تم جس کے جواز کے قائل ہو۔ اسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حرام فرما دیا ہوا ہے۔

اس سلسلہ میں صحیح مسلم شریف کی ایک دو روایات پیش خدمت ہیں۔

ملاحظہ ہوں۔

مسلم شریف:

عَنِ الْحَسَنِ وَ عَبْدِ اللَّهِ ابْنَيْ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ
عَنْ أَبِيهِمَا عَنْ عَلِيٍّ أَمَّا سَمِيعٌ مِّنْ عَبَّاسٍ سَلَّيْنِ
فِي مُتَعَةِ النِّسَاءِ فَقَالَ مَلَلَا يَا ابْنَ عَبَّاسٍ فَكَانَ
رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَلَّيَ
عَنْهُمَا يَوْمَ خَيْبَرَ.

(مسلم شریف جلد اول ص ۲۵۲ باب
نكاح المتعة مطبوعہ اصح
المطابع دہلی)

ترجمہ:

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے متعلق
سنا۔ کہ وہ عورتوں کے ساتھ متعہ کرنے میں کچھ نرم خیال ہیں۔ (یعنی اس
کو جائز کہتے ہیں) تو آپ نے ابن عباس کو فرمایا۔ اس نرمی کو چھوڑ دیجئے
کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یوم خیمہ متعہ کرنے اور پالتو
گدھا ذبح کر کے کھانے سے منع فرمادیا ہے۔

مسلم شریف کے صفحہ مذکورہ پر ایک اور حدیث ان الفاظ سے مروی ہے

مسلم شریف: جلد اول ص ۲۵۲

قَالَ سَمِيعٌ عَلِيُّ بْنُ أَبِي طَالِبٍ يَقُولُ لِفُتُلَاتٍ
إِنَّكَ رَجُلٌ تَأْتِيكَ رُسُلُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

ترجمہ:

راوی نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو کہتے سنا۔ کہ اے ابن عباس! تو ایک ایسا شخص ہے۔ جو متعہ کے بارے میں حق سے ہٹا ہوا ہے۔ مالا مال متعہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمادیا ہے۔

حدیث مذکورہ سے معلوم ہوا۔ کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما، بوجہ عدم سماعت فتح خیبر کے بعد بھی متعہ کرنے اور پالتو گدھے کے گوشت کھانے کو جائز سمجھتے رہے۔ بلکہ دوسروں کو بھی اس کی حلت کا فتویٰ دیتے رہے جب اس بات کا حضرت علی رضی اللہ عنہ کو علم ہوا۔ تو انہوں نے ابن عباس کو فرمایا کہ تم حق پر نہیں ہو۔ حق یہ ہے۔ کہ ان دونوں کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یدیم خیبر حرام قرار دے دیا تھا۔

کتب شیعہ مثلاً مجالس المؤمنین اور منتہی الآمال وغیرہ میں موجود ہے۔ کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے تمام علوم حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے حاصل کیے۔ اور انہی سے فیض یافتہ تھے پتہ چلا کہ ابن عباس رضی اللہ عنہ کے استاد محترم متعہ کی ابدی حرمت کے قائل تھے۔ البتہ خود ابن عباس رضی اللہ عنہ معلوم نہ ہونے کے باعث کچھ مدت تک اس کی حلت کے قائل رہے۔ حتیٰ کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے انہیں سختی سے منع فرمایا۔ کہ اس کی حلت کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے منسوخ فرمادیا ہے۔ چنانچہ جب حضرت علی رضی اللہ عنہ نے متعہ کی ابدی حرمت کا ذکر فرمایا۔ تو اس کے بعد حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے اپنے خیال سے رجوع فرمایا۔ اور اس کی حرمت ابدیہ کے قائل ہو گئے۔ ترمذی شریعت میں اسی مضمون کی حدیث ملاحظہ فرمائیے۔

جامع الترمذی

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ إِنَّمَا كَانَتْ الْمُسْتَعَةِ
فِي أَوَّلِ الْإِسْلَامِ كَانَ الرَّجُلُ يَقْدِمُ الْبَلَدَ
لَيْسَ لَهُ بِهَا مَعْرِفَةٌ فَيَتَزَوَّجُ الْمَرْأَةَ بِتَدْرِ
مَا يَبْزِي أَنَّهُ يُقِيمُ فَتَحْفَظُ لَهُ مَتَاعَهُ وَ
تَصْلُحُ لَهُ شَيْئُهُ حَتَّى تَزُولَ الْأَيَّةُ الْأَعْلَى
أَوْ أَجِلُهُ أَوْ مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُهُمْ قَالَ
ابْنُ عَبَّاسٍ فَكُلُّ فَرْجٍ سِوَاهُمَا
فَهُوَ حَرَامٌ.

(جامع الترمذی جلد اول ص ۱۳۳ / ابواب النکاح)
مطبوعہ دہلی، طبع قدیم

ترجمہ:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول ہے۔ آپ نے فرمایا کہ مسند
ابتداء اسلام میں (جائز) تھا۔ (وہ یوں) کہ کوئی آدمی کسی اجنبی شہر
میں وارد ہوتا۔ جہاں اس کی کوئی جان پہچان نہ ہوتی۔ تو وہاں اس شہر میں
کبھی عورت سے اپنے قیام کی مدت تک شادی کر لیتا جس کے ذریعہ
وہ عورت اس کے سامان کی حفاظت بھی کرتی۔ اور اس کی ضروریات
زندگی بھی تیار کرتی۔ یوں ہوتا رہا۔ پھر وہ وقت آیا کہ اللہ تعالیٰ نے،
وہ الاعلیٰ ازواجہم الصالحات، آیت کریمہ نازل فرمائی۔ ابن عباس
رضی اللہ عنہما نے فرمایا۔ کہ اس آیت کے اترنے کے بعد اس میں مذکور

دو اقسام کی عورتوں کے سوا ہر قسم کی عورت سے مباشرت کرنا حرام ہو گیا۔
(یعنی متہ حرام ہو گیا۔)

بیہقی شریف

عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ كَعْبٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ
عَنْهُمَا قَالَ كَانَتْ الْمُتْعَةُ فِي أَوَّلِ الْإِسْلَامِ وَ
كَانُوا يَقْرَءُونَ هَذِهِ الْآيَةَ (فَمَا اسْتَمْتَعْتُمْ
بِهِنَّ مِنْهُنَّ إِلَى أَجَلٍ مُسَمًّى الْآيَةَ) فَكَانَ الرَّجُلُ
يُعِدُّ الْمُبْدَةَ لِيَسِرَ لَهَا بِهَا مَعْرِفَةً فَيَتَزَوَّجُ
بِقَدَرِ مَا يَرَى أَنَّ يَفْرُغُ مِنْ حَاجَتِهِ لِيَحْفَظَ
مَتَاعَهُ وَتَفْسَحَ لَهُ مَنَاسَةُ حَقِّ نَزَلَتْ هَذِهِ
الْآيَةُ (حُرِّمَتْ عَلَيْكُمْ أَمْهَاتُكُمْ) إِلَى اخِرِ الْآيَةِ
فَنَسَخَ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ الْأُولَى فَحُرِّمَتْ الْمُتْعَةُ
وَتَضَدُّ يُقْتَلُ مِنَ الْقُرْآنِ الرَّأْيُ الْأَعْلَى أَوْ وَاجِبُهُ أَوْ
مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُهُمْ وَمَا سِوَى هَذَا الْفَرْجِ
فَهُوَ حَرَامٌ.

(بیہقی شریف جلد ۵ ص ۲۰۵ تا ۲۰۶)

کتاب النکاح مطبوعہ مکتبہ مکرّمہ

ترجمہ:

محمد بن کعب رضی اللہ عنہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت
کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا: متہ ابتداءً اسلام میں (جائز تھا۔

اور لوگ اس کے جواز کے لیے دو فضا استتمتعتربہ اللہ... آیت
 پڑھا کرتے تھے۔ اس کی صورت یوں ہوتی تھی کہ کوئی انجان آدمی کسی
 ایسے شہر میں وارد ہوتا۔ جہاں اس کی جان پہچان کسی سے نہ ہوتی۔ تو
 اپنے فارغ ہونے کے عزم تک وہ اس شہر کی کسی عورت سے شادی کر
 لیتا۔ تاکہ وہ اس کے سامان کی بھی حفاظت کرے۔ اور ضروریات زندگی
 بھی تیار کر کے دیتی رہے۔ ایسا ہوتا رہا۔ حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے صریحاً
 عَلَیْكُمْ اَمَلًا یَّحْکُمُ، پوری آیات حرمت نازل فرمائیں تو اس
 طرح اللہ تعالیٰ نے متعہ کو حرام کر دیا۔ اور اس کی حرمت کی تصدیق قرآن
 کی ایک مستقل آیت سے بھی ہوتی ہے۔ وہ یہ ہے۔ وَلَا عَلٰی
 اَرْوَاحِیْہُمْ اَوْ مِمَّا مَلَکَتْ اَیْمَانُہُمْ، اس آیت
 میں جن دو اقسام کی عورتوں سے مباشرت جائز قرار دی گئی۔ ان کے
 سوا اور کوئی دوسری عورت مباشرت کے لیے استعمال کرنا حرام ہے
 (آیت میں مذکور دو اقسام کی عورتیں یہ ہیں۔ ایک وہ عورت جس سے
 نکاح شرعی کر کے اسے آدمی اپنی زوجیت میں لے لے۔ اور دوسری
 وہ مملوکہ لونڈی ہے جس کے ساتھ بغیر نکاح کیے وطمی از روئے
 شرع جائز اور حلال ہے۔ ان دو کے سوا کسی تیسری عورت سے
 ہم بستری حرام ہے۔ لہذا متعہ میں استعمال ہونے والی عورت
 چونکہ ان دو اقسام سے خارج ہے۔ لہذا ایسا کرنا حرام ٹھہرا۔

ان دونوں حدیثوں کا خلاصہ یہ ہے

سیدنا حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی طرف جویہ بات منسوب کی گئی ہے۔ کہ آپ متعہ کی حلت ابدیہ کے قائل تھے۔ اور وقتاً آنستہ تمتعہ منکر ہے۔ ویشہن الخ، آیت کریمہ سے اس کی ابدی حلت پر اس تہ لال کیا کرتے تھے۔ ان دونوں احادیث سے آپ کی طرف اس قول کی نسبت باطل اور غلط ٹھہری۔ کیونکہ ان دونوں احادیث میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے واضح الفاظ ہیں کہ آپ ابتدائے اسلام میں اس کے جواز کے قائل تھے۔ یہ اس وقت تک ہوتا رہا۔ جب تک دو حرمت علیکم مرقا تکمل الخ۔ آیات نازل نہ ہوئیں۔ ان آیات کے نزول کے بعد ابن عباس رضی اللہ عنہما نے آیت استمتاع کو منسوخ سمجھا۔ اور ”الا علی اذ واجلہوا وما ملک ایما نلہم“ کے سوا کسی اور عورت سے مباشرت اور وطی حرام ہو گئی۔ اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے سمجھانے کے بعد بھی معلوم ہوتا ہے۔ کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اپنے پہلے خیال کو ترک کر دیا تھا۔

لہذا اس صحت و فصاحت کے بعد بھی اگر کوئی نا عاقبت اندیش سیدنا حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے متعلق یہ کہے۔ کہ آپ حلت متعہ کو دائمی طور پر جائز ہونے کے قائل تھے۔ اور اس کے لیے ”آیت استمتاع“ کو اس دعویٰ کی دلیل کے طور پر ان کی طرف سے پیش کرے تو ایسے شخص کے بارے میں یہی کہنا کافی ہے۔ کہ اس کو اپنے مسلک اور عقائد کے متعلق صحیح واقفیت نہیں۔

جواب دوم:

سیدنا حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے متعلق یہ کہہ دینا تو آسان ہے۔
 کہ آپ متعہ کی علت ابدیہ کے قائل تھے۔ لیکن آپ کے مسک اور خیالات کی اس
 بارے میں تحقیق کچھ اور ہی بتاتی ہے۔ وہاں تک رسائی اسی شخص کو ہو سکتی ہے
 جو حقیقت کا متلاشی ہو۔ اور خیال پرستی کا پادہ اتار پھینکے۔ اے حضرت ابن عباس
 رضی اللہ عنہ سے ہی اس آیت کی تفسیر سنئے۔

تفسیر ابن عباس

وَيَقَالُ أَنْ تَبْتَغُوا بِأَمْوَالِكُمْ أَنْ تَطْلُبُوا بِأَمْوَالِكُمْ
 فَرْوَجَهُنَّ وَهِيَ الْمَتْعَةُ وَقَدْ نَسِخَتْ الْأَنْ
 رِمَاحُ صِنِينَ) يَقُولُ كُونُوا مَعَهُنَّ مُتَرَجِّحِينَ
 اِغْيِرْ مَسَافِحِينَ) غَيْرَ ذَانِينَ يَلَا نِكَاحَ
 مُتَمَتِّنَةً) اِسْتَنْتَعْتُمْ (يَهْمُ مِنْ)
 بَعْدَ الْبَيْعِ رَفَاؤُهُمْ) فَأَعْطَوْهُنَّ (أَجُورَهُنَّ)
 مَهْرَهُنَّ كَمَا مَلَءَ (فَرِيضَةً) مِنَ اللَّهِ عَلَيْكُمْ
 أَنْ تَعْطُوا لِمَهْرٍ تَامًا (وَلَا جَنَاحَ عَلَيْكُمْ)
 وَلَا حَرَجَ سِنِيَكُمْ (فِي مَا تَرَاضَيْتُمْ بِهِ) فِيمَا
 تَتَّفَعُونَ وَتَزِيدُونَ فِي الْمَهْرِ بِالتَّرَاضِي (مِنْ بَدَلِ
 الْمَرْيَسَةِ) الْأُولَى الَّتِي سَقَيْتُمْ لَهَا (لَإِنَّ اللَّهَ كَانَ
 عَلِيمًا) فِيمَا أَحَلَّ لَكُمْ الْمَتْعَةَ (حَكِيمًا) فِيمَا

حَرَّمَ عَلَيْكُمُ الْمُنْعَةَ وَيُقَالُ عَدِيمًا بِأَضْطِرٍّ اِكْتِمَرًا لِي
الْمُنْعَةِ حَكِيمًا فَيَتِمَّ حَرَمٌ عَلَيْكُمُ الْمُنْعَةُ

(تفسیر ابن عباس جزو رابع ص ۶۸ مطبوعہ

بیروت - لبنان)

ترجمہ:

فرمایا گیا ہے کہ تم اپنے ماؤں کے ذریعہ عورتوں کو تلاش کر دینی یہ کہ تم
اپنے اموال کے بدلے ان کی شرمگاہوں کو طلب کرو۔ اور یہی متصہ ہے
جواب منسوخ کر دیا گیا ہے۔ پھر اللہ نے فرمایا محصنین۔ یعنی ان عورتوں
کے ساتھ تم شادی کرنے کے بعد میاں بیوی کی زندگی بسر کرنے
والے بنو۔ غیر مسافین، یعنی نکاح کے بغیر عورت سے مباشرت
کے زانی نہ بنو۔ پھر جس عورت سے تم نے نکاح کے بعد نفع اٹھایا
انہیں ان کا کالی حق مہر ادا کرو۔ تم پر کمال حق مہر ادا کرنا اللہ تعالیٰ نے فرض
کر دیا ہے۔ اور باہمی رضامندی سے اگر میاں بیوی پہلے سے مقررہ
حق مہر میں کمی بیشی کریتے ہیں۔ تو اس میں کوئی گناہ نہیں۔ اللہ تعالیٰ یقیناً
اس بات کو جاننے والا ہے۔ کہ اس نے متد کو کیوں اور کب ہمک
جائز ٹھہرایا اور اس حکمت کا بھی اسے خوب علم ہے۔ کہ پھر متد کو
حرام کیوں قرار دیا۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ متد کرنے والے
کی مجبوریوں کو جاننے والا ہے۔ اور تم پر اسے حرام کرنے کی حکمت
سے بھی بخوبی آگاہ ہے۔

سیدنا حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے بارے میں تفسیر کبیر میں
منقول ہے۔ کہ آپ نے آخر عمر میں علت متد سے تبرک کر لی تھی۔ اور اس

سے رجوع فرمایا تھا۔ ملاحظہ ہو

تفسیر کبیر

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ فِي قَوْلِهِ (فَمَا اسْتَمْتَعْتُمْ بِهِ مِنْهُنَّ) قَالَ صَارَتْ هَذِهِ الْآيَةُ مَسْخُوحَةً بِقَوْلِهِ تَعَالَى (يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَاءَ فَطَبِّقُوا مِنْ بَيْنِ يَدَيْهِنَّ) وَرَوَى أَيْضًا أَنَّهُ قَالَ عِنْدَ مَوْتِهِ الْهُمَّ إِنِّي أَتُوبُ إِلَيْكَ مِنْ قَوْلِي فِي الْمُنْتَعَةِ -

د تفسیر کبیر دہم ص ۴۹ پارہ پنجم مطبوعہ

ترجمہ:

”فَمَا اسْتَمْتَعْتُمْ بِهِ مِنْهُنَّ“ آیت کریمہ کے بارے میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے منقول ہے۔ کہ اپنے اس آیت کو ”یا أَیُّهَا النَّبِيُّ إِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَاءَ فَطَبِّقُوا مِنْ بَيْنِ يَدَيْهِنَّ“ سے منسوخ مانا۔ اور انہی سے یہ بھی روایت کی گئی ہے۔ کہ اپنی وفات کے قریب انہوں نے اللہ تعالیٰ سے ان الفاظ میں توبہ کی اسے۔ اللہ! متعہ کے بارے میں جو میرا خیال تھا۔ میں اس سے تیری بارگاہ میں توبہ کرتا ہوں۔

— — —

صلتِ متہ پر شیعہ حضرات کی چوتھی دلیل

اہل سنت کی کتابوں میں موجود ہے کہ عمر فاروق نے
فرمایا

مُتَعَتَانِ كَانَتَا عَلَى عِلْمِ رَسُولِ اللَّهِ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَرَّمَ مَثَلَهُمَا۔

ترجمہ:

دو متہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے در اقدس میں تھے۔ میں ان
دونوں کو حرام کیے دیتا ہوں۔

مُتَعَتَانِ كَانَتَا عَلَى عِلْمِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَا أَنُذِرُ عَنْهُمَا وَأَعَاقِبُ عَلَيْهِمَا
(تفسیر احکام القرآن بمجموعہ ص ۱۵۲ مطبوعہ بیروت)

ص ۱۵۲ مطبوعہ بیروت

ترجمہ:

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں دو متہ جائز تھے۔ میں ان
دونوں سے منع کر رہا ہوں۔ اور ان پر عمل کرنے والوں کو
سزا دوں گا۔

طریقۂ استدلال

اوپر ذکر کردہ دونوں روایات میں واضح طور پر نشاندہی ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے دور میں متہ حلال اور معمول بہ رہا۔ اس کا صاف صاف مطلب یہ ہوا کہ جب دور فاروقی تک بھی متہ جائز تھا۔ توفیق مکہ اور یوم خیبر کے وقت متہ کی منسوخی کوئی معنی نہیں رکھتی۔ کیونکہ یہ دونوں واقعات حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دور اقدس میں رونما ہوئے اگر اس وقت متہ حرام کر دیا گیا ہوتا۔ تو دور فاروقی میں اس کی علت کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ دوسرا ان دونوں حدیثوں میں واضح الفاظ میں موجود ہے۔ کہ متہ کو حرام کرنے والے اور اس سے روکنے والے اور اس کے حال کو سزا دینے والے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ ہیں۔ مہیا کہ صاف الفاظ بتا رہے ہیں کہ میں نے ان کو حرام کرتا ہوں۔ معلوم ہوا۔ کہ متہ کو حلال حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا۔ اور صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو اپنے دور خلافت میں اس کی حرمت کی جرأت نہ ہوئی۔ لیکن عمر بن خطاب نے اپنے دور خلافت میں اس کو حرام کر دیا۔ اب اہل سنت خود غور کریں کہ کسی فعل کو حلال یا حرام ٹھہرانے کا اختیار شرعی حضرت عمر کو ہے۔ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے مجاز ہیں؟ اور پھر جن اشیاء کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حلال قرار دے چکے۔ ان کو حضرت عمر حرام قرار دے دیں۔ اور ان کے حرام کرنے سے وہ اشیاء حرام ہو جائیں۔ یہ قانون کیسے جگہ ہے؟ لہذا جب متہ دور نبوی اور دور صدیقی میں ان روایات کے مطابق حلال تھا۔ تو وہ اب بھی حلال ہی ہے۔ عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حرام کر دینے سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حلال کر چیز حرام نہیں ہو جاتی۔

جواب اول:

اس استدلال کا تحقیق جواب دینے سے پہلے چند باتیں گوش گزار کرنا ضروری سمجھتا ہوں۔ تاکہ بات بالکل واضح ہو جائے۔

۱۔ کتب شیعہ سے متد کی تفسیر و تفصیل آپ گزشتہ اور اوراق میں ملاحظہ فرما چکے ہیں اس کا خلاصہ ایک جگہ میں بیان ہو سکتا ہے۔ کہ ”متحدہ“ خواہشات نفسانیہ کی برائری کے لیے ایک آزاد طریقہ ہے جس میں کوئی پابندی نہیں۔ اور حصول لذت اور شہوت نفس کو حاصل کرنے اور اس کی تکمیل کا آسان ترین طریقہ ہے جب شیعہ حضرات سیدہ نافہ روقی اعظم رضی اللہ عنہ کو دنیا دار اور نفس پرست سمجھتے ہیں۔ تو کسی دنیا دار اور نفس کے بندے کو متحدہ جیسی بات کو بند کرنے کی کیا ضرورت تھی؟ وہ تو اس قسم کے افعال کو اور زیادہ ہمیدہ نے اور ان کی وسیع پیمانی پر ترویج کی کوشش کرتا ہے۔ تو شیعہ لوگوں کے خیال کو مانتے ہوئے جو ناویوں چاہیے تھا۔ کہ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ اس فعل کی حوصلہ افزائی فرماتے۔ کیونکہ جو ہم شیعہ آپ کی پرری عمر مومنا اور آپ کا دورِ خلافت خصوصاً خواہشات نفسانیہ کی تکمیل کا زمانہ تھا۔ لہذا چاہیے تھا کہ آپ خود بھی ان میں منہمک رہتے۔ اور دوسروں کو اس کی طرف رغبت دلاتے۔ تاکہ سارا آگے کا آوا ایک رنگ میں رنگا ہوا ہو جائے۔ اور کوئی اس کی مخالفت کرنے والا نہ ہو۔ اور نہ کسی طرف سے انگشت نمائی ہو۔ لیکن ایسا نہیں ہوا۔ اور اس کے برعکس آپ نے متحدہ جیسے آسان ذریعہ نفس پرستی کو روک دیا۔

۲۔ جب حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے اس فعل شنیع سے لوگوں کو

منع فرمایا۔ تو اس سے یہ بات واضح طور پر ثابت ہوتی ہے۔ کہ آپ خوش نفس کے غلام نہ تھے۔ اور نہ ہی آپ دنیا دار تھے۔ بلکہ آپ کی شخصیت اعلیٰ اخلاق کی حامل اور دینی طور پر ایک اعلیٰ معیار تھی۔ خوفِ خدا اور اطاعت و محبتِ مصطفیٰ آپ کا اور خدا پنکھونا تھا۔ خود بھی فرائض سے بچتے۔ اور اپنی ذمہ داریوں کا احساس کرتے ہوئے دوسروں کو بھی ہدایتی سے بچانے کی فکر کرتے۔

اب آئیے اس استدلال کا تحقیقی جواب دیا جائے۔ بات یہ ہے۔ کہ سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کو قرآن پاک اور احادیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے متعہ کی حرمت کے بارے میں روشن دلائل یا دہشتے۔ انہی کی بنا پر اپنے حرمت متعہ کا اعلان فرمایا۔ آپ یہ بھی جان چکے ہیں۔ کہ ابتدائے اسلام میں چند مجبوروں کی بنا پر متعہ کو خنزیر کی طرح جائز اور حلال قرار دیا گیا تھا۔ اس کی علت کی خبریں دو دروازہ علاقہ جات میں پھیل گئی تھیں۔ پھر جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یومِ غیر اور فتح مکہ کے تیسرے روز کے بعد اس کی حرمت کا اعلان فرمایا

تو اس اعلان کے کچھ ہی روز بعد آپ کا اس دنیا سے انتقال ہو گیا۔ جس سے مسلمانوں پر ایک بہت بڑا امتحان آن پڑا۔ اسی عالم میں جناب صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے بار خلافت اٹھایا۔ اور اپنے دور خلافت میں کبھی فتنہ ارتداد کی سرکوبی کے لیے کوشاں رہے۔ اور کبھی مانعینِ زکوٰۃ کے خلاف صفتِ اراکی میں مشغول رہے۔ اس لیے ان اہم امور میں ہی دورِ صدیقی گزر گیا۔ اور صحابہ کرام بھی ان فتنوں کی سرکوبی میں ہمتن برسرِ پیکار رہے۔ لہذا علتِ متعہ کی خبر جو اس سے قبل دو دروازہ علاقہ جات میں پھیل چکی تھی۔ اس کی تفسیح کی بیسی اور حرمت کی تشہیر نہ ہو سکی بلکہ دو دروازہ کو چھوڑ کر خود عام عرب علاقہ جات میں بھی اس کی کاحقہ تبلیغ و تشہیر نہ ہونے کی وجہ سے لعین صحابہ کرام ملک بھی اس کی تفسیح اور عدم تفسیح کے بارے میں

مختلف روایات بیان کرتے تھے۔ غالباً اسی وجہ سے حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے جب سنا کہ ابن عباس رضی اللہ عنہ علت متعہ کے قائل ہیں۔ حالانکہ یہ فسوخ ہو چکا ہے۔ تو انہوں نے ابن عباس کو ذرا سخت لہجہ میں فرمایا۔ ابن عباس! تم دیوانے تو نہیں۔ ہر علت متعہ کی بات کرتے ہو۔ جیکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے دائمی طور پر حرام فرمادیا ہے۔

لیکن دور صدیقی کے خاتمہ پر جب عنان خلافت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے سنبھالی۔ اور حالات بہتر سے بہتر ہونے لگے۔ فتنے دب گئے۔ اور فتوحات کا عام چرچا ہوا۔ اور اس بابرکت اور پرامن دور میں آپ نے جب دیکھا کہ ابھی تک بہت سے لوگ متعہ کی علت کے قائل ہیں۔ کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے اس کی حرمت کا اعلان ان تک نہ پہنچ پایا تھا۔ تو اس سراسر اغراض نفسانی اور خواہشات نفسانیہ کے جامع فعل سے معمولی طریقہ سے روکا گیا اور شاید نرمی کا مستند اثر نہ ہوتا۔ اس لیے ذرا سختی کی ضرورت تھی۔ تو آپ نے بڑی سمجھی سے اس کے ارتکاب کرنے والوں کو غصہ کی۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جس کام کو حرام قرار دے دیا۔ اب جو شخص اس سے باز نہ آئے گا۔ میں اُسے سزا دوں گا۔ حضور کے زمانہ میں دو متعے حلال تھے۔ وہ بھی ایک وقت مقررہ تک بعد میں انہیں آپ نے فسوخ و حرام کر دیا تھا۔ لہذا ان دونوں کی حرمت کا مجھ پر راندازہ میں اب میں اعلان کرتا ہوں۔ کہ متعۃ النساء کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ابدی طور پر حرام کر دیا تھا۔ لہذا جس نے اب یہ فعل کیا۔ میں اس پر حد جاری کروں گا۔ اور یہ بہانہ قطعاً قابل قبول نہ ہو گا۔ کہ ہمیں اس کی حرمت کا علم نہ تھا۔ یعنی قول فاروقی حرم متعہ کا معنی یہ ہے اعدت حرم متعہ۔ کہ میں ان کی حرمت کا اعلان کرتا ہوں۔ اس کے منع کرنے میں چونکہ شدت کی ضرورت تھی، لہذا حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے اس کی حرمت

کو اپنی طرف مجازی طور پر منسوب کیا۔ اور آپ کو ایسا کرنے میں کوئی مضائقہ نہ تھا کیونکہ آپ وقت کے حاکم اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عیض و نائب تھے۔ اور ایک ضمیمہ یا نائب اپنے آقا کے کام کو اپنی طرف منسوب کرے۔ تو مجازاً اس میں کوئی قباحت نہیں۔ وہ کام دراصل آقا اور ملک کا ہی ہوتا ہے۔

خود قرآن مجید میں اس انداز کو اپنایا گیا ہے حضرت مریم علیہا السلام کے حضور جب جبرئیل امین تشریف لائے۔ اور انہیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک بیٹے کی پیدائش کی خوشخبری دینے لگے۔ تو جوا الفاظ بولے وہ یہ تھے۔

”و میں تیرے پروردگار کا بھیجا ہوا تیرے پاس آیا ہوں۔ تاکہ میں تجھے ایک ستھرا بیٹا دوں“ (لَا هَبَّ لَكَ عَلَماً نَذَّحْنَاهُ) اور یہ بات ہر مسلمان جانتا ہے۔ کہ بیٹا دینے والا اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ لیکن اس کے باوجود جبرئیل امین نے بیٹے کا دینا اپنی طرف منسوب کر دیا۔ تو ان کا ایسا کرنا اور کہنا مجازی تھا۔ کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے حکم لانے والے تھے۔ اس کے حکم پہنچانے میں اس کے نائب تھے۔ تو جب قرآن میں اصل کا فعل مجازاً نائب کی طرف منسوب کرنا جائز ثابت ہوا۔ تو یہی طرح متعہ کی حرمت کا حکم خود دراصل حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دیا تھا۔ اب اس حکم کا جواد فاروق اعظم کر رہے تھے۔ لہذا مجازاً اسے اپنی طرف منسوب کر کے فرمایا۔ میں حرام کر رہا ہوں۔ یا میں نے حرام کر دیا۔ تو جس طرح جبرئیل امین کا عطا و ولد کی نسبت اپنی طرف کرنا قابل اعتراض نہیں۔ اسی طرح حرمت کی نسبت فاروق اعظم نے اپنی طرف کی۔ تو اس میں بھی کوئی مضائقہ اور حرج نہیں۔ اور یہ اعلان حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے محض خدا غوثی اور اتباع نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے جذبے سے فرمایا۔ اس میں شیطان کا قطعاً کوئی دخل نہیں۔ جیسا کہ مخالفین کا خیال و گمان ہے۔ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے بارے میں خود سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے۔

إِنَّ لِّلشَّيْطَانِ يَنْزِعُ مِنْ خَلِيلِ عُمَرَ -

یقیناً عمر کے سایہ سے بھی شیطان بھاگتا ہے۔ تو ایسے پاکبا ز نفس کا متعہ کی حرمت کا اعلان کرنا کسی غرض ذاتی پر مبنی نہ تھا۔

راہِ معادہ کہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے متعہ کی حرمت کا اعلان دَحْرَ مَحْرَمَاتٍ کے صیغہ سے کیا۔ اور یہ فعل ماضی واحد متکلم کا صیغہ ہے۔ اس کا باب تفسیل ہے۔ جس کا معنی یہ ہوتا ہے کہ دو میں حرام کرتا ہوں، تو اس صاف و صریح معنی کی بجائے اس کا معنی یہ کرنا کہ دو میں حرام ہونے کا اعلان کرتا ہوں، کس طرح درست ہو سکتا ہے؟

تو اس معادہ میں لگائش ہے۔ کہ قرآن پاک میں یہی لفظ اسی باب استعمال ہوا۔ لَا يُحَرِّمُونَ مَا حَرَّمَ اللّٰهُ۔

(سورۃ بقرہ رکوع ۲)

توجہ:

وہ اس کو حرام نہیں کرتے جس کو اللہ نے حرام کیا۔

اب اس مقام پر دو حرام کرنا، مراد نہیں۔ بلکہ دو حرام سمجھنا، مراد ہے۔ یعنی جس کو اللہ اور اس کے رسول نے حرام کیا۔ وہ اسے حرام نہیں سمجھتے۔ تو جیسے اس آیت میں دو حرام کرنا، مراد نہیں۔ اسی طرح حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے ارشاد دَحْرَ مَحْرَمَاتٍ کا معنی اور مراد اگر دو حرام کا اعلان کرنا ہو۔ تو کیا قباحت ہے۔ اور کون سی زمین پھٹ جاتی ہے۔ لہذا معلوم ہوا۔ کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کا دَحْرَ مَحْرَمَاتٍ، بلکہ قرآن پاک کے اسلوب کے خلاف نہیں۔ بلکہ عین مطابق ہے۔

فاعتبروا یا اولی الابصار

جواب دوم:

سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشادِ گرامی ہے۔ لَا يَجْتَمِعُ اقْتِي عَلَى الضَّلَالَةِ
مِثْرِي اَمْتٍ كَرَاهِي پُرستِ خدا و متفق نہ ہوگی۔ اور اسی امت کے بارے میں قرآن حکیم کا
اعلان ہے۔

كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُونَ
بِالْمَعْرُوفِ وَنَهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ

(پہلے رکوع ۳)

قرچہ:

جو امتیں ہدایت مروجہ کے لیے پیدا کی گئی ہیں۔ ان میں سب بہتر جو۔
نیکی کا حکم دیتے ہو۔ اور بدی سے منع کرتے ہو۔

(ترجمہ مقبول)

قرآن پاک کی آیت مذکورہ اور

حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث بالا سے معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام امت گمراہی پر جمع نہیں ہو سکتی۔ اور تمام امت میں سے خاص کر صابرا کرام فضولہ العظیم کی جماعت کا کسی امر پر اتفاق قطعاً گمراہی اور اشتراک کی نافرمانی پر نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان کے بارے میں اعلان فرمایا کہ یہ لوگ نیک باتوں کا حکم دیتے ہیں۔ اور برائیوں سے روکتے ہیں۔

تو ایسے قرآنی ارشاد اور احادیث نبویہ کے شواہد کے بعد کوئی شخص یہ کیسے تصور کر سکتا ہے کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ بھرے مجمع میں ایسا اعلان کر دیں۔ جو امت اور اس کے رسول کے حکم سے ٹکڑا جاتا ہو۔ اور اس اعلان کے سننے والے چپ

تم پر شر پر ترین لوگ مسلط کر دیئے جائیں گے۔ پھر تم اللہ سے دعائیں مانگو گے۔ لیکن وہ قبول نہیں کی جائیں گی۔

جب حضرت علی کرم اللہ وجہہ اپنے بیٹوں اور دیگر متنفذین کو "امر بالمعروف اور عن المنکر" کی اس قدر تاکید فرمائیں۔ لیکن خود اس پر عمل نہ کریں۔ تو اس سے بڑھ کر بد عملی کیا ہو سکتی ہے۔ تو معلوم ہوا۔ کہ جب حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے متعہ کی حرمت کا اعلان فرمایا تھا۔ تو یہ حق تھا۔ اور اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے احکامات کی اتباع تھی۔ جس کی وجہ سے تمام موجود صحابہ کرام مع حضرت شیر خدا رضی اللہ عنہ کسی نے اس پر کوئی اعتراض نہ کیا۔ اور نہ ہی اس کی مخالفت کی۔ بلکہ اس کی تائید میں سب نے خاموشی اختیار فرما کر یہ ثابت کر دیا۔ کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کا حرمت متعہ کا اعلان امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے عین مطابق ہے۔ اور اس میں اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع اور اطاعت کا جذبہ کار فرما ہے۔ لہذا انہوں نے اعلان کی توثیق و تصدیق کر دی۔

(فَاعْتَبِرُوا يَا أُولِيَ الْأَبْصَارِ)

المعارض

ابو بکر صدیقؓ کی بیٹی السّماء کہتی ہیں کہ ہم حضورؐ کی لڑکی تھیں
 [کے دور میں متعہ کیا کرتی تھیں۔ (نسائی طحاوی)]

فتوح شیعہ:

مبلغ اعظم نے فرمایا۔ مولوی صدیق ذرا توجہ فرمائیے میرے ہاتھ میں تفسیر مظہری
 جلد ثانی ہے۔ اس کے ص ۴۴ سورہ نساء سے روایت کیے۔

رَوَى النَّسَائِيُّ وَالطَّحَاوِيُّ عَنْ أَسْمَاءَ بِنْتِ أَبِي
 بَكْرٍ قَالَتْ فَعَلَنَاهَا عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى
 اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔

(فتوحات شیعہ اذانی و اوت مولوی اسماعیل۔

مولف و مرتب الحاج ناہرین نجفی مبلغ اعظم

ایڈمی۔ فیصل آباد)

ترجمہ:

حضرت اسماء ابوبکرؓ کی بیٹی فرماتی ہیں کہ ہم نے رسول خداؐ کی لڑکی تھیں

کے زمانہ میں خود متعہ کیا ہے۔

اب فرمائیے مولوی محمد صدیق صاحب کہ حضرت ابو بکر کی بیٹیاں بھی رسول خدا کے زمانہ میں متعہ کیا کرتی تھیں یا نہ کرتی تھیں اگر متعہ کیا کرتی تھیں تو تم ان کے فعل کو زنا کیوں کہتے ہو۔ کچھ شرم تو کرو غلیفہ اول کی بیٹیوں کی عصمت پر حملہ نہ کرو۔

جواب:

مولوی اسماعیل شیعہ نے ایک طرف روایت بالا سے اپنا مسک ثنابت کرنا چاہا اور وہ بھی کتب اہل سنت سے۔ اور دوسری طرف سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اور ان کی اولاد کی توہین کا اسے بہترین بہانہ مل گیا۔ پس قارئین کرام! روایت بالا کے بارے میں ہم یہ کہتے ہیں کہ اول تو اسماعیل شیعہ کو لازم تھا کہ اس کی سند بیان کرتا۔ کیونکہ اس نے بار بار اپنی کتاب میں یہ لکھا ہے کہ ایسی روایت جو بلا سند ہو۔ وہ ہم پر جنت نہیں ہو سکتی۔ روایت بالا کی سند تاپید ہونے کی بنا پر خود اس کے بقول یہ روایت ناقابل استدلال و تشبہا ہے۔ آج بھی ہمارا اعلان ہے کہ اس روایت کی سند ثابت کر کے اسے مرفوع ہی ثابت کر دو۔ تو میں ہزار روپیہ نقد انعام ملے گا اور دوسری بات یہ ہے کہ ہم نے مذکورہ دو کتابیں یعنی نسائی اور طحاوی میں سے متعہ کے باب میں مذکور تمام روایات کو بار بار پڑھا۔ لیکن اس روایت کا نام و نشان تک نہ مل سکا۔ کسی روایت کے درجات اور صحت کا اعتبار اسی طریقہ سے ہو سکتا ہے کہ جس کتاب سے اس کا حوالہ دیا گیا اس میں اسے دیکھا جائے۔ اگر مل جائے۔ تو پھر اس کی سند اور اس کے رواۃ کی چھان بین کرنے پر اس کے بارے میں کوئی رائے قائم کی جاسکتی ہے۔ لیکن اس روایت کا سرے سے ان کتابوں میں ذکر ہی نہیں اس سے صحت نظر ہر ہے۔ کہ یہ روایت من گھڑت ہے۔ اور تافہی ثناء اللہ صاحب کی تفسیر میں کسی ایسے شخص نے کمال چالاکی سے اسے درج کر دیا۔ جو متعہ کے حوالہ کتاب ہے

اس کی دلیل یہ ہے۔ کہ خود قاضی ثناء اللہ صاحب متعہ کی حرمت کے قائل ہیں۔ جس آیت کے تحت تفسیری حوالہ اسماعیل شیبی نے دیا۔ اسی آیت کے تحت قاضی صاحب متعہ کے بارے میں رقم طراز ہیں۔

تفسیر مظہری

وَالْإِجْمَاعُ الْمُتَعَمَّدُ عَلَى عَدَمِ جَوَازِ الْمُتْعَةِ وَ
تَحْرِيمِهَا لَا خِلَافَ فِي ذَلِكَ فِي عُلَمَاءِ الْأُمَمِ
إِلَّا مِنْ طَائِفَةٍ مِنَ الشَّيْعَةِ وَالْحُجَّةُ عَلَى تَحْرِيمِ
الْمُتْعَةِ قَوْلُهُ تَعَالَى وَالَّذِينَ هُمْ يُعْرَضُونَ
حَافِظُونَ إِلَّا عَلَى أَزْوَاجِهِمْ أَوْ مَا مَلَكَتْ
أَيْمَانُهُمْ فَإِنَّهُمْ غَيْرُ مَلْكٍ مِثْلٍ . فَمَنْ
ابْتَغَى وَرَاءَ ذَلِكَ فَأُولَئِكَ هُمُ الْعَادُونَ .
إِذَا لَمْ يَلِكْ أَقْرَبُ الْمَرْأَةِ بِالْمُتْعَةِ لَا تُشْتَرَى زَوْجَةً
وَلِذَا لَا تَوَرَّثُ بَيْنَهُمَا .

(تفسیر مظہری جلد دوم ص ۵، زیر آیت)

فما استمتعبتنم به منهن

ترجمہ:

متعہ کے ناجائز ہونے پر اجماع منعقد ہے۔ اور اس کی حرمت میں ہر دور کے علماء میں سے کسی نے خلاف نہیں کیا۔ بہت شیعوں کا ایک ٹولہ اس کی اباحت کا قائل ہے۔ اور متعہ کے حرام ہونے پر یہ آیات قرآنیہ دلیل وجہت ہیں۔ ”وہ لوگ جو اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرتے ہیں

مگر اپنی بیویوں اور ملکیتی لونڈیوں کو چھوڑ کر۔ ان کے بارے میں ان پر کوئی علامت نہیں۔ مگر جو شخص ان کے سوا کسی دوسری عورت کے سامنے بے شرم ہو نا چاہتا ہے۔ تو وہی لوگ حد سے بڑھتے والے ہیں“

یہ بات شک و شبہ سے بالکل خالی ہے۔ (یعنی یقینی ہے) کہ وہ عورت جس سے متعہ کیا گیا وہ متعہ کرنے والی کی بیوی نہیں کہلاتی۔ اور ان دونوں کے مابین وراثت بھی نہیں چلتی۔

توضیح:

قاضی صاحب نے حرمت متعہ پر اجماع نقل فرمایا۔ اور اس کی دلیل بھی پیش فرمائی۔ صرف اہل تشیع کی ایک جماعت اسے درست سمجھتی ہے۔ اس واضح اور دو ٹوک فتوے کے ہوتے ہوئے قاضی صاحب یہ کیسے کہہ سکتے ہیں۔ کہ متعہ زمانہ رسالت اور اس کے بعد بھی جاری رہا۔ اس کی تائید کے لیے حضرت اسماء بنت ابی بکر کا حوالہ دیتے ہیں۔ معلوم ہوا۔ کہ روایت مذکورہ ذان کے مسک کے مطابق ہے اور نہ ہی ان کی خود درج کردہ ہے۔

مذکورہ اعتراض کی تائید میں ایک اور روایت

اگر کوئی یہ کہے۔ کہ یہ وہ مان لیتے ہیں۔ کہ روایت مذکورہ کانسائی اور طحاوی میں نام و نشان تک نہیں۔ لیکن تفسیر مظہری میں اس موضوع کی ایک اور روایت جو مسلم شریف کے حوالے سے لکھی گئی ہے۔ وہ اس کی تائید کرتی ہے۔ روایت یہ ہے۔

رَوَى مُسْلِمٌ عَنْ جَابِرٍ قَالَ تَمَتَّعْنَا عَلَى عَهْدِ

رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ،

ترجمہ :

اہم سلم نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ذکر کی۔ کہ جناب جابر نے کہا۔ ہم نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں متعہ کیا ہے۔ جب اس روایت اور کچھ روایت کا معنوں ایک ہی ہے۔ تو مطلب واضح ہو گیا۔

جواب :

جہاں تک حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دور میں متعہ کا ہونا مذکور ہے۔ اس کا ہم بھی انکار نہیں کرتے۔ اس کی تفصیلی بحث ہم لکھ چکے ہیں۔ لیکن دریافت طلب امر یہ ہے کہ اجازت کے بعد جب آپ نے اس کی حاکمیت کر دی تھی۔ اس کے بعد کا کوئی ثبوت ہونا چاہیئے۔ اور طرفہ یہ کہ صاحب تفسیر مظہری نے مسلم شریف کی روایت مذکورہ کو منسوخ قرار دیا ہے۔ لیکن متعہ کے شوق میں اندھوں کو اس سے آگے کچھ نظر نہ آیا۔ پھر عجیب تمنا شاید کہ صاحب تفسیر مظہری نے آیت مذکورہ کے تحت جو لکھا ہے۔ شیعہ مفسرین نے وہ بلا اس سے کچھ زیادہ ہی لکھا ہے۔ صرف ایک حوالہ ملاحظہ ہو۔

مجمع البیان

إِنَّمَا أَطْلَقَ سُبْحَانَهُ وَتَعَالَىٰ إِبَاحَةً وَظِلِّ
الْأَزْوَاجِ وَالْأَمْوَالِ وَإِنْ كَانَتْ لَهُنَّ أَحْوَالٌ
يُحَرِّمُ وَطَهُهُنَّ فِيهَا كَحَالِ الْحَيْضِ وَالْعِدَّةِ
لِلْجَارِيَةِ مَنْ رُوجَ لَهَا وَمَا شَبَهَ ذَلِكَ لِأَنَّ

الْعَرَضَ بِالْأَيَّةِ بَيَانُ جَنَسٍ مَنِ يُحِلُّ وَطُورُهَا
دُونَ أَحْوَالِ الْبَيْتِ لَا يُحِلُّ فِيهَا الْوُطَى فَمَنْ
ابْتَغَى وَرَأَى ذَلِكَ أَمَى طَلَبِ سَوَى الْأَذْوَاجِ وَ
الْوَلَايَةِ الْمَمْلُوكَةِ فَتَأْوَلِيكَ هُمُ الْعَادُّونَ
أَمَى الظَّالِمُونَ الْمُتَجَاوِزُونَ إِلَى مَا لَا يُحِلُّ
لَهُمْ.

مجمع البیان جلد ہفتم صفحہ نمبر ۹۹
(سورۃ مہنون غ)

ترجمہ :

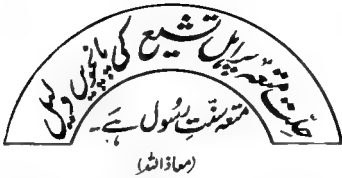
بے شک اللہ تعالیٰ نے بیویوں اور اپنی لونڈیوں کے ساتھ وطی کرنے کو
مطلقاً مباح فرمایا۔ اگرچہ ان عورتوں کے ساتھ بعض حالات میں وطی کرنا
حرام قرار دیا گیا ہے۔ جیسا کہ حالت حیض اور عدت میں۔ اور لونڈی جبکہ
اس کی کسی سے شادی کر دی گئی ہو۔ اور اس کے ساتھ ملے جلتے دوسرے
احوال میں۔ کیونکہ آیت کریمہ سے غرض یہ ہے۔ کہ ان عورتوں کی جنس بیان
کر دی جائے۔ جن سے وطی حلال ہے۔ یہ غرض نہیں کہ وہ احوال بیان
کیے جائیں کہ جن میں وطی ناجائز ہوتی ہے۔ سو جو شخص۔ بیویوں اور اپنی
ملوکہ لونڈیوں کے علاوہ سے وطی کرنے کی خواہش کرے گا۔ وہی ظالم
ہی۔ یعنی حلال کو پھوپڑ کر حرام کی طرف تجاوز کرنے والے ہیں۔

توضیح :

علامہ طبرسی نے واضح طور پر لکھا ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے جن عورتوں سے مرد کا وطی
کرنا جائز فرمایا ہے۔ وہ صرف دو ہیں۔ ایک منکوحہ بیوی۔ اور دوسری ملوکہ لونڈی۔

لیکن اگر کوئی شخص ان دو کے علاوہ کسی تیسری عورت سے اباحت وطی کا قائل ہے تو وہ ظالم ہے۔ عقل کو دستک دینے کے لئے کہ جس عورت سے اہل تشیع دوستہ کریں وہ بیوی کا روپ و حارسے ہوئے تھی۔ یا ان کی ملوکہ لٹری جب ان دونوں میں سے ایک بھی نہیں۔ تو پھر وہ وہی تیسری عورت ٹھہری۔ جس کی خواہش کرنے والے کو اللہ تعالیٰ نے ظالم کہا۔ اور علامہ طبرسی نے اسے حلال وطی سے حرام کی طرف تجاوز کرنے والا ظالم شمار کیا۔ چلو ہماری مدد ہی اپنے بڑے کی ہی مان لو۔ اور حرمت متعہ کے قائل ہو جاؤ۔

فَاعْتَبِرُوا يَا أُولِيَ الْأَبْصَارِ



متعہ کے حلال و جائز ہونے پر اہل تشیع کی گزشتہ دہائیوں میں عبارات اہل سنت پر مبنی تھی۔ ہم نے اس کے جوابات مفصل طور پر درج کر دیئے ہیں۔ اس کے بعد وہ جو اہل متعہ پر اپنی کتب سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قول و فعل سے پیش کرتے ہیں۔ اور متعہ کو سنت قوی و قطعی قرار دیتے ہیں۔ ان کے استدلال کی عبارات بعینہ پیش خدمت ہیں۔

حلت متعہ پر سنت قوی

وسائل الشیعہ

عَنْ زُرَّارَةَ قَالَ جَاءَ عُمَرُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ ابْنُ عُمَرَ عُمَيْرُ اللَّيْثِيِّ
إِلَى أَبِي جَعْفَرٍ فَقَالَ مَا يَقُولُ فِي مُتْعَةِ النِّسَاءِ فَقَالَ
أَحَلَّهَا اللَّهُ فِي كِتَابِهِ وَ عَلَى سُنَّةِ نَبِيِّهِ فَهِيَ حَلَالٌ
إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ فَقَالَ يَا أَبَا جَعْفَرٍ مِثْلُكَ يَقُولُ هَذَا
وَقَدْ حَرَّمَهَا عُمَرُ وَ نَهَى عَنْهَا فَقَالَ وَإِنْ كَانَ

فَعَلَ فَقَالَ فَيَا قِيَّ اُعِيْذُكَ يَا اللهُ مِنْ ذَلِكَ اَنْ تُحِلَّ
 شَيْئًا حَرَّمَهُ عُمَرُ فَقَالَ لَهُ فَانْتِ عَلَى قَوْلِ
 صَاحِبِكَ وَاَنَا عَلَى قَوْلِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ
 عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَهَلُمَّ اَلَا عِنْتُكَ اَنْ اَلْحَقَّ مَا قَال
 رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَنَّ الْبَاطِلَ
 مَا قَال صَاحِبُكَ قَالَ فَاَقْبَلَ عَبْدُ اللهِ بْنُ عُمَرَ
 فَقَالَ يَسْرُكَ اَنْ نِّسَاءُكَ وَبَنَاتِكَ وَاَخَوَاتِكَ وَ
 بَنَاتِ عَمِّكَ يَفْعَلْنَ قَالَ فَعَرَضَ عَنْهُ أَبُو جَعْفَرٍ
 عَلَيْهِ السَّلَامُ حِيْنَ ذَكَرَ نِسَاءَهُ وَبَنَاتِ عَمِّهِ -
 (وسائل الشيعه جلد ۱۱ ص ۴۲۷ / البرقي)

(مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ:

زوارہ کہتا ہے کہ عبداللہ بن عمر ایک مرتبہ حضرت امام محمد باقر رضی اللہ عنہ کے پاس آیا۔ اور کہا کہ آپ عورتوں کے قریب تکبکے میں کیا فرماتے ہیں۔ فرمایا اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں اسے حلال کیا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت سے اس کی حلت و تاقیامت ثابت ہے۔ پھر اس نے کہا۔ اے ابو جعفر! آپ جیسا آدمی یہ کہہ رہے ہیں۔ حالانکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کو حرام قرار دیا اور اس سے منع فرمایا ہے۔ (یہ سن کر) امام محمد باقر نے فرمایا۔ انہوں نے اگر چہ ایسا کیا؟ عبداللہ بن عمر کہنے لگا۔ میں آپ سے اللہ کی پناہ مانگتا ہوں کہ آپ نے اس چیز کو حلال قرار دیا ہے۔ جس کو حضرت عمر نے حرام فرمایا۔ یہ سن کر حضرت امام محمد باقر نے فرمایا۔ تو اپنے صاحب

کی بات پر قائم رہ اور میں تو حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے قول پر قائم ہوں۔ ا۔ اور میں تیرے ساتھ لعان کرتا ہوں۔ بے شک حق وہی ہے۔ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اور جو تیرے صاحب نے کہا وہ یقیناً باطل ہے۔ اس پر عبد اللہ بن عمرؓ اُگے بڑھا۔ اور کہنے لگا تمہاری عورتیں، تمہاری بچیاں، تمہاری بھینیں اور تمہارے چچا کی بیٹیاں یہ کام کریں تو تجھے بہت خوشی ہوگی۔ امام باقرؑ نے اپنی بیویوں اور چچا زاد بہنوں کا نام سن کر اس سے منہ دوسری طرف کر لیا۔

وسائل الشیعہ

قَالَ أَبُو جَعْفَرٍ إِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
لَمَّا أُسْرِى بِهِ إِلَى السَّمَاءِ قَالَ لِحَقِيقِي جَبْرِائِيلُ
فَقَالَ يَا مُحَمَّدُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ اللَّهَ
تَبَارَكَ وَتَعَالَى يَقُولُ إِنِّي قَدْ غَفَرْتُ لِلْمُتَمَتِّعِينَ
مِنْ أُمَّتِكَ مِنَ النِّسَاءِ.

(وسائل الشیعہ جلد ۱ ص ۴۲) ہم کن بیگلہ

باب الاستحباب المتعمدہ مطبوعہ

ہزاران طبع ہرید

ترجمہ:

امام محمد باقر رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو آسمانوں پر معراج کرایا گیا۔ تو آپؐ نے فرمایا۔ کہ مجھے جبرائیل علیہ السلام نے بوقت ملاقات کہا۔ کہ اللہ تعالیٰ آپؐ کو فراماتا ہے۔ کہ میں نے آپؐ کی امت کی

عورتوں کو بختہ کرتی ہیں۔ صحت کرو یا ہے۔

جواب اول:

اہل تشیع نے حضرت امام محمد باقر رضی اللہ عنہ پر الزام لگایا ہے۔ کہ انہوں نے سرکاریہ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی روایت کی روشنی میں متعہ کو جائز اور حلال قرار دیا ہے۔ یہ الزام اور بہتان اس لیے ہے۔ کہ روایت مذکورہ کاراوی تزارہ وہ شخص ہے۔ جس پر خود امام ائمہ کے صاحبزادے حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے لعنت بھیجی ہے۔ امام کی طرف سے اس کے ملعون قرار دیے جانے کا ثبوت اہل تشیع کی مشہور و معتبر کتاب رجال کشی میں موجود ہے۔ لہذا ایسے آدمی کی روایت کا جو کربانی امام سے ملعون قرار دیا گیا۔ کیا اعتبار ہو سکتا ہے۔

جواب دوم:

امام محمد باقر اور امام جعفر صادق رضی اللہ عنہما کی سند سے کتب شیعہ میں ایسی بہت سی روایات موجود ہیں۔ جن میں ان حضرات نے متعہ کو حرام اور منوع صریح فرمایا ہے۔ لیکن شیعہ مصنفین نے ان روایات کو جب اپنے من بھائے مذہب کے خلاف پایا۔ تو اس کی یہ تاویل کر دی۔ کہ ان حضرات کے حرمت متعہ کے اقوال تقیہ پر محمول ہیں۔ یعنی اہل بیت کے عظیم ائمہ نے تو متعہ کو حقیقتاً حرام قرار دیا اور ان کے شیعہ ائو اور فدائی یہ کہتے ہیں۔ کہ ہمارے امام کا یہ قول جھوٹا ہے۔ اہل تشیع کے الزام تقیہ کو دیکھئے۔ کہ اس وقت جبکہ ان کے نزدیک اسے اپنانا چاہیے تھا۔ امام باقر سے قریب تک آنے نہیں دے رہے۔ ابن عمر جس نے امام باقر سے سوال کیا۔ وہ حرمت متعہ کا قائل ہے۔ اور حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ

کا قول بطور دلیل پیش کر رہا ہے۔ جب ابن عمر کا مسلک امام کے مسلک کے خلاف ہے تو دشمن کے سامنے اگر تفتیہ نہ کیا جائے۔ تو پھر اور کس مقام پر ہوگا۔ یہاں امام باقر رضی اللہ عنہ پر رواہ نہ کرتے ہوئے فرما رہے ہیں۔ تمہیں اپنے صاحب کا قول مبارک ہو۔ میں تو اسے تسلیم کرنے پر تیار نہیں ہوں۔ میرا عقیدہ تو یہی ہے۔ کہ متعہ جائز ہے۔ ہاں میں ہاں نہ ملائی۔ اور اسی مسئلہ پر ابن عمر سے طعن کرنے تک تیار ہو گئے۔ تو معلوم ہوا۔ کہ امام محمد باقر کو تفتیہ کرنے کی کوئی ضرورت نہ تھی۔ اس لیے آپ کی وہ روایات جن میں متعہ کی حرمت موجود ہے۔ وہ حقیقت پر مبنی ہیں۔ علاوہ ازیں ائمہ اہل بیت کی سیرت جواہل تشیع نے بیان کی۔ یہ واقعہ اس کے بھی خلاف ہے۔ جامع الاخبار وغیرہ میں مذکور ہے۔ کہ جس نے ہماری بات کو ظاہر کر دیا ہے اس نے اتنا بڑا جرم کیا۔ گویا اس نے ہمیں قصداً قتل کیا ہو اب اگر امام محمد باقر کے اس قول کو ان کا قول ہی تسلیم کیا جائے۔ تو اس شخص کو کہ جس نے یہ قول ظاہر کیا۔ ان کا قاتل کہا جائے گا۔ اور کوئی شیعہ یہ کب چاہے گا۔ کہ وہ اپنی گردن پر امام باقر اور امام جعفر صادق کے منک کا گناہ ڈالے۔ تو ائمہ کی یہ سیرت بھی بتاتی ہے۔ کہ کسی ظالم نے جو از متعہ کے بارے میں ان کا یہ مسلک بتایا ہے۔ لہذا یہ روایت ائمہ سے بھی موضوع اور دھوکے پر ثابت ہوتی ہے۔

جواب سوہ:

اگر روایت مذکورہ میں بیان کیا گیا مسلک ائمہ امام باقر کا مذہب ہے۔ اور انہوں نے جبرئیل علیہ السلام کی زبانی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ خوش خبری دینا بھی تسلیم کیا۔ کہ آپ کی امت کی متہ کرانے والی عورتوں اور مردوں کو اللہ تعالیٰ نے بخش دیا ہے۔ تو وضاحت طلب یہ بات ہے۔ کہ اگر متعہ جائز اور حلال ہے۔ تو اس پر عمل کرنے والا گناہ گار کیسے ہوگا۔ جس کی اللہ تعالیٰ نے مغفرت فرمادی؟ اس سے معلوم ہوتا ہے۔

کو متنبہ ہے۔ تو حرام لیکن اس کے کرنے کا گناہ معاف ہو جائے گا۔ لہذا روایت کے یہ الفاظ جواز متنبہ یا اس کے سنت ہونے پر کہاں دلالت کرتے ہیں؟

اور اگر یہ مطلب نہ لیا جائے بلکہ یہ لیا جائے کہ اس سے متنبہ کا حلال ہونا ثابت ہو گیا۔ جیسا کہ روایت مذکورہ کے ناقلین کا مسلک ہے۔ اور اسی کی تائید اس سے بھی کی جاسکتی ہے۔ کہ امام نے جواز متنبہ کے حق ہونے پر ابن عمر کو عمان کی دعوت دی۔ تو پھر دریافت طلب یہ امر ہے۔ کہ جب ابن عمر نے اس حلال و جائز کام کو سر انجام دینے کے لیے امام باقر کی بیویوں اور چچا زاد ہمشیرگان کو ان کے ذریعے اس کی دعوت دی۔ تو اس پر امام نے ناراضی ہو کر منہ کیوں پھیر لیا تھا؟ اس سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ روایت مذکورہ بے سرو پا ہے۔ ورنہ جائز اور حلال کام سے ناراض ہونے کی کیا ضرورت تھی؟

فَاعْتَبِرُوا يَا أُولِيَ الْأَبْصَارِ

حَلَّتْ مُتَعَةٌ بِرَحْمَتِهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ
سنت فعلی

وسائل الشیعہ

عَنْ بَكْرِ بْنِ مُحَمَّدٍ عَنْ أَبِي عَبْدِ اللَّهِ عَلَيْهِ
السَّلَامُ قَالَ سَأَلْتُهُ عَنِ الْمُتَعَةِ فَقَالَ إِنِّي لَا كَرَهُ
لِرَجُلٍ الْمُسْلِمِ أَنْ يَخْرُجَ مِنَ الدُّنْيَا وَفَقَدْ
بَقِيَتْ عَلَيْهِ خُلَّةٌ مِمَّنْ خَلَّاهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى

اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَفَرٍ يَقْضِيهَا.

قَالَ الصَّدُوقُ فَقَالَ الصَّادِقُ عَلَيْهِ السَّلَامُ رَأَيْتُ
لَا كُرَهُ لِرَجُلٍ أَنْ يَمُوتَ وَفَدَّ بَقِيَّتَ عَلَيْهِ
خُلَّةً مِمَّنْ خَلَّاهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ لَمْ يَأْتِهَا فَقُلْتُ هَلْ تَمَتَّعَ رَسُولُ اللَّهِ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ نَعَمْ وَفَرَّاهُ هَذِهِ
الْآيَةَ وَإِذَا مَسَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
إِلَى بَعْضِ أَزْوَاجِهِ حَدِيثًا.

دوساں الشیعہ جلد ۱ ص ۴۲ نمبر ۴۴

کتاب النکاح استنباب المتعہ

ترجمہ:

امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے بکر بن محمد راوی ہے کہ میں نے ان سے
متعہ کے بارے میں پوچھا پس آپ نے فرمایا۔ میں اس بات کو پسند نہیں
کرتا۔ کہ کوئی مسلمان مرد دنیا سے رخصت ہو جائے۔ اور اس کے ذمہ حضور
صلی اللہ علیہ وسلم کی خصلتوں میں سے کوئی ایک خصلت اپنا باقی رہ جائے
شیخ الصدوق کا کہنا ہے۔ کہ امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ کہ میں
اس بات کو پسند نہیں کرتا۔ کہ کوئی مرد مر جائے۔ اور اس کے ذمہ حضور
صلی اللہ علیہ وسلم کی کوئی ایک خصلت باقی رہ گئی ہو۔ یعنی اس مرنے والے
نے وہ نہ اپنا ہی ہو۔ میں نے امام سے پوچھا۔ کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
نے متعہ کیا ہے؟ فرمایا ہاں۔ اور یہ آیت پڑھی۔ وَإِذَا مَسَّ
النَّبِيُّ الْحَمِيمَ۔

جواب:

”و خٹے بد پرہیز سیار، ظالموں نے اپنی جوس براری اور نفس پرستی کے جواز کے لیے سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ بابرکات کو بھی معاف نہ کیا۔ اور آپ کو متعہ کرنے والا ثابت کر دکھایا۔ معاذ اللہ۔“

متعہ کیا ہے؟ پہلے اس کی وضاحت اور پھر مندرجہ بالا استہشاد کی حقیقت بیان ہوگی۔ متعہ ایک قسم کا عقد ہے جس میں ایک مرد اور ایک عورت کے درمیان مقررہ رقم پر مقررہ وقت تک عقد کیا جاتا ہے۔ اس میں نہ گاہی کی ضرورت اور نہ ایجاب و قبول کی۔ پھر جب مقررہ وقت گزر جائے۔ تو خود بخود دونوں کے درمیان جدائی ہو جاتی ہے۔ طلاق کی ضرورت نہیں پڑتی۔ یہ بھی یاد رہے کہ متعہ غاۓ زوالی عورت سے بھی ہو سکتا ہے۔ اسی لیے کتب شیعہ میں یہ موجود ہے۔ کہ اگر حضرت عمر متعہ کو حرام نہ قرار دیتے۔ تو پھر کوئی بد بخت ہی ہوتا ہے جو نہ کرتا۔ یعنی متعہ اور زنا میں معمولی فرق ہے۔ ایک میں نکاح کی صورت ہے۔ اور دوسرے میں نہیں۔

یہ مسئلہ بھی مسئلہ ہے۔ کہ اپنی زوجہ سے جو وطی کرتا ہے۔ اسے متعہ نہیں کہتے اور مولیٰ اپنی لونڈی سے نکاح کیے بغیر جو وطی کرتا ہے۔ اسے بھی کوئی متعہ نہیں کہتے۔ لونڈی سے نکاح کیے بغیر جو وطی کرنا جائز اس لیے ہے۔ کہ وہ مولیٰ کی ملکوتی ہے۔ ان باتوں کی وضاحت کے بعد اب ہم اہل سنہ کی طرف آتے ہیں بقول

امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے متعہ کیا جس پر آیت و اذ ا
مسر النبی الخ۔ دلالت کرتی ہے۔ یعنی اس آیت کا شان نزول بتاتا ہے۔ کہ
آپ کے متعہ کرنے پر یہ آتری۔ اب آئیے کہ آیت مذکورہ کے نزول سے قبل کونسا
واقعہ ہوا تھا۔ اور کس عورت کے ساتھ ہوا تھا۔ اس کی تفصیل کتب شیعہ سے حاصل ہو۔

تفسیر منہج الصادقین

روایت اشہر اُنست کہ سبب نزول اِی اٰیۃ؎ اِی اٰیۃ؎ بود کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم روز اِرا تسعت فرمود بود میان زوجات اَلتَّفَاقِ یک روز نوبت حفصہؓ بود پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم گفت یا رسول اللہ! اجازت فرمائی تا بخدمت پدر بروم۔ و سے را رخصت فرمود بعد اِزا سَکَہ او برقت اُن حضرت ماریہ قبطیہ را کہ مادر ابراہیم بود و مقوقش کہ بادشاہ اسکندریہ۔ اور اِجمعتہ بنزد رسول فرستادہ بود۔ بچانہ حفصہ طلبید و در اُن بخدمت خودش مشرف گردانیدہ حفصہ چوں مراجعت نمود در سَراہ بستہ دید ہا پنجابشت تا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بروں آمد عرق اندوختے مبارکش می یکیدہ حفصہ بر قفسیہ مطہع شدہ بگزلیست و گفت یا رسول اللہ! کنیز را بچانہ من آوردی و باد خلوت فرمودی و حرمت مرا نگاہ نداشتی و باد یگر زناں اِی عمل نہ کردی حضرت فرمود اے حفصہ اِی کنیز من است و قد اے تعالیٰ اورا بر من باح گردانیدہ من اورا برائے رفاے تو بر خود حرام گردانیدم۔

(۱۔ تفسیر منہج الصادقین جلد ۱ ص ۳۲۹)

سورۃ التحریم)

(۲۔ مجمع البیان پارہ ۲۸ زیر ایت واذا

امر النبی الخ)

ترجمہ:

و اذا امر النبی الخ اس ایت کے شان نزول کے بارے میں مشہور ترین روایت یہ ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی

ازواج مطہرات کی باریاں مقرر کر رکھی تھیں۔ اتفاقاً جس دن حضرت جعفر رضی اللہ عنہ باری تھی۔ تو جعفر نے آپ سے عرض کیا یا رسول اللہ! اگر اجازت ہو تو میں اپنے والد صاحب سے مل آؤں؟ آپ نے اجازت دے دی۔ اجازت میٹھے کے بعد آپ نے ماریہ قبطیہ کو بٹوایا۔ یہ جناب ابراہیم کی والدہ تھیں اور اسکندریہ کے بادشاہ متوقش نے بطور تحفہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بھیجی تھیں جب ماریہ قبطیہ حضرت جعفر کے گھر آگئیں۔ تو آپ نے اسے اپنی خدمت سے مشرف فرمایا۔ جعفر جب واپس لوٹیں۔ تو دروازہ بند پایا۔ وہیں بیٹھ گئیں۔ حتیٰ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم باہر تشریف لائے۔ اس وقت آپ کے چہرہ انور سے پسینہ کے قطرے ٹپک رہے تھے۔ جعفر اس سے اقمہ پر مطلع ہو گئیں تو رونے لگیں۔ اور عرض کی یا رسول اللہ! لونڈی کو میرے گھر بٹوایا کہ اس سے خلوت فرمائی۔ اور حرمت کو نظر ثانی نہ کیا اور دوسری عورتوں کے ساتھ یہ کام آپ نے نہ کیا؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے جعفر! یہ میری لونڈی ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے اسے میرے لیے مباح فرمادیا ہے اور میں تیری خوشنودی کی خاطر اسے اپنے اوپر حرام کیے دیتا ہوں۔

لکھنؤ،

جس آیت کریمہ کو امام جعفر صادق کے حوالہ سے جواز متعہ پر پیش کیا گیا ناظرین کرام! آپ ملاحظہ فرمائیں۔ کہ کس ٹوٹائی کے ساتھ سسرار و دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے ”صل متعہ“ کا ثبوت اس آیت سے پیش کیا گیا؟ آپ کی لونڈی ماریہ قبطیہ کجن کے ساتھ آپ نے تنہائی فرمائی۔ کیا لونڈی کے ساتھ خلوت ”متعہ“ شمار ہوتی ہے؟ ہم یہ کچھ چکے ہیں کہ لونڈی کے ساتھ محاکمہ کیے بغیر ولی کرنا مولیٰ کا حق ہے۔ نیز اس ولی کو ”متعہ“ بالاتفاق

نہیں کہتے۔ لیکن ان تائبین و ان تواد کو بالائے طاق رکھ کر ایک حرام فعل کو حلال قرار دینے کے لیے سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ پاک کو بھی معاف کر دیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف اس حرام فعل کی نسبت کرنا کفر سے کم نہیں۔ متعہ کے حرام ہونے کا اہل سنت کو تو اقرار ہے ہی لیکن مزے کی بات یہ ہے کہ اسے حلال و جائز کہنے والے بھی دو حرام تسلیم کرتے ہیں۔ حوالہ ملاحظہ ہو۔

مسائلک الافہام

عَنِ الرَّبِيعِ بْنِ سَبْرَةَ عَنْ أَبِيهِ أَنَّهُ قَالَ .
شَكَّوْنَا الْعَذْبَةَ فِي حَجَّةِ الْوَدَاعِ فَقَالَ
اسْتَمْتَعُوا مِنْ هَذِهِ النِّسَاءِ فَتَزَوَّجْتُ امْرَأَةً
ثُمَّ غَزَوْتُ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
فَهُوَ قَاتِلُ بَيْنِ الزُّكْنِ وَالْبَابِ وَهُوَ يَقُولُ
إِنِّي كُنْتُ أَذْنُتُ لَكُمْ فِي الْإِسْتِمْتَاعِ أَلَا وَإِنَّ
اللَّهَ قَدْ حَرَّمَهَا إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ .

(مسائلک الافہام جلد سوم ص ۱۰۰ کتاب

نکاح المتعہ مطبوعہ تہران طبع جدید۔)

ترجمہ :

ربیع بن سبرہ اپنے باپ سے روایت کرتا ہے کہ حجۃ الوداع کے موقع پر ہم نے سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور شہوت کی کثرت کی شکایت کی۔ تو آپ نے فرمایا۔ یہاں کی عورتوں سے نکاح متعہ کرو۔ سو میں نے بھی ایک عورت سے نکاح متعہ کر لیا۔ دوسرے روز صبح کے وقت

جب میں بارگاہ رسالت میں حاضر ہوا۔ تو دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حجر اسود اور باب کعبہ کے درمیان کھڑے تھے۔ اور یہ فرما رہے تھے۔
 وہ بے شک میں نے تمہیں نکاح متعہ کرنے کی اجازت دے رکھی تھی۔
 خبردار! بے شک اللہ تعالیٰ نے نکاح متعہ کو قیامت تک حرام فرما دیا ہے۔

نوٹ:

اہل تشیع جب کوئی روایت یا حدیث اپنے مطلب کی نہیں پاتے۔ تو اسے تقیہ پر محمول کر دیتے ہیں۔ ان کو تقیہ ہر جگہ کام دے دیتا ہے۔ لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں تقیہ کرنے کو تسلیم نہیں کرتے۔ کیونکہ اس سے تمام دین ہی خطرے میں پڑ جاتا ہے۔ لہذا معلوم ہوا۔ کہ آپ کا مذکورہ ارشاد تقیہ پر محمول نہیں۔ اور متعہ کی حرمت ابدی ثابت ہو گئی۔ ایک طویل روایت سے اقتباس بھی ملاحظہ ہو۔ جو اہل تشیع کی صحاح اربعہ میں سے ہے۔

الاستبصار

عَنْ زَيْدِ ابْنِ عَلِيٍّ عَنْ آبَائِهِ عَنْ عَلِيِّ عَلَيْهِ
 السَّلَامُ قَالَ حَرَّمَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
 لِحُفْوِ الْحُمْرِ الْأَهْلِيَّةَ وَنِكَاحَ الْغَتَّاءِ.

(۱) الاستبصار جلد سوم صفحہ نمبر ۱۴۶

(الراب المتعہ)

(۲) تہذیب الاحکام جلد ہفتم ص ۲۵۱

(باب تفصیل احکام النکاح)

ترجمہ :

زید بن علی اپنے جد بزرگوار حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے گھریلو پالتو کڑھے کا گوشت اور نکاح متعہ دونوں کو حرام فرمادیا۔

چونکہ اس روایت کے سارے راوی ائمہ اہل بیت ہیں۔ اور حرمت متعہ، اہل تشیع کے مسلک کے خلاف اور مسلک اہل سنت کے مطابق ہے۔ اور اس روایت میں مسلک اہل سنت کی تائید و تصدیق ہو رہی ہے۔ اس لیے دِل کے پھوٹنے، جھوٹا اور شیطان کے اکسانے پر اس روایت کے ساتھ ہی صاحب الاستبصار نے یہ بڑھا تک وی۔

فَأَسْرَبُ فِي هَذِهِ الزَّوَايِدِ أَنْ تَحْمِلَهَا عَلَى التَّقِيَّةِ
لَا تَنَاهَا مُوَافَقَةً فَإِنَّمَا مَوْ.

ترجمہ :

یعنی چونکہ یہ روایت عام مسلمانوں کے عقیدہ کے موافق ہے۔ اس لیے اپنے مسلک کو درست رکھنے کے لیے ہم اسے تقیہ پر محمول کرتے ہیں۔ گویا حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اور سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے متعہ کی حرمت بطور تقیہ بیان کی۔ اور شیعہ صنعت ان حضرات کو اپنا ہم نوا اور ہم مسلک ثابت کرنے کے لیے ان پر یہ الزام لگا رہا ہے۔

کم بخت کو اپنی غلطی اور بد عقیدگی درست کرنے کی زسوجی۔ اگر سوجی تو یہ کہ ان کو اپنے
 سابقہ بنائے۔ و سيعلم الذین ظلموا ای مفقلب یتقلبون -
 الایۃ کے مصداق ایک طرف یہ جرات اور دوسری طرف یہ کہ پیغمبر و تقیہ کی
 بیماری سے کوسوں دور ہوتے ہیں۔ پیغمبر کے تقیہ نہ کرنے پر ان کی مشہور و معروف
 کتاب تلخیص المشافی کی عبارت ایک سے زائد مرتبہ ہم لکھ چکے ہیں۔ اب ان
 عبارات کے پیش نظر آپ فیصلہ کریں۔ کہ مذہب امامیہ کی اصلیت کیا ہے؟ مختصر یہ کہ
 سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتِ قویٰ اور فعلی سے جو جواز متعہ ثابت کرنے کے
 کوشش کی گئی۔ ہم نے اس کی پوری پوری خبر لی۔ اور منہ توڑ جواب دیئے ہیں۔
 جن سے روزِ روشن کی طرح واضح ہو گیا۔ کہ ایسی روایات ناقابلِ اعتبار و استہادہ ہیں
 بلکہ موضوع ہیں۔ اور اصول و قواعد اہل تشیع کے بھی خلاف ہیں۔

فَاعْتَبِرُوا يَا أُولِيَ الْأَبْصَارِ

متعلقات

میں اہل تشیع کی دورنگی

کتاب شیعہ میں یہ بات بڑی تفصیل و مہارت کے ساتھ موجود ہے۔ کہ ان کے ہاں متعہ کرنے پر اجر جہنم ملتا ہے اس کے فضائل میں یہاں تک کہا گیا ہے۔ کہ تکمیل ایمان اس کے بغیر نہیں ہو سکتی۔ ملاحظہ ہو۔

وسائل الشیعہ:

رَوَى أَنَّ الْمَرْمُوسَ لَا يَكْمُلُ حَتَّى يَتَعَاطَعَ .

(وسائل الشیعہ جلد ۱۲ ص ۳۴۲ باب استمباب المتعہ)

ترجمہ:

امام باقر سے مروی ہے۔ کہ کوئی مومن متعہ کیے بغیر کامل نہیں ہو سکتا۔ ایک طرف یہ دعویٰ کہ ان کے ہاں مومن اکل وقت تک کامل نہیں ہو سکتا جب تک متعہ نہ کرے۔ اور دوسری طرف ان کے ہم مشرب لوگ اس فعل کو اپنے لیے بد نما داغ تصور کرتے ہیں۔ چنانچہ محمد بن جواد منینہ لکھتا ہے۔

عراق، لبنان اور شام میں شیعہ متعہ کو دین میں

بدنکارانہ سمجھتے ہیں

الفقہ علی المذہب الخمسہ:

لَيْكِنَ الشَّيْعَةَ لُبْنَانَ وَ سُورِيَةَ وَالْعِرَاقَ لَا
يَسْتَعْمِلُونَ الْمُتْعَةَ عَلَى الرَّغْبِ مِنْ إِيْمَانِهِمْ
بِجَوَازِهَا وَابَاحَتِهَا الْحَاكِمُ الشَّرْعِيَّةُ
الْجَعْفَرِيَّةُ فِي لُبْنَانَ لَمْ تَجِدْ وَلَمْ تَأْذَنْ
لِلزَّوْجِ الْمُتْعَةَ مُنْذُ انْشَائِهَا إِلَى الْيَوْمِ -

(الفقہ علی المذہب الخمسہ صفحہ نمبر ۳۶)

تذکرہ ولا المتعہ

ترجمہ:

لبنانی، شامی اور عراقی شیعہ متعہ پر عمل نہیں کرتے۔ کیونکہ وہ اس کی اجازت
واباحت کو اپنے دین کا بدنام و اٹل سمجھتے ہیں اور فقہ جعفریہ کے یہ احکام
لبنان میں نہ زنجاری ہیں۔ اور نہ ہی لبنانی شیعہوں نے اپنی عورتوں کو
متعہ کی اجازت دی۔ ان کا یہ دلیہ اس وقت سے آج تک چلا آرہا ہے
جب سے متعہ کی حلت و اجازت بنائی گئی۔

ملحہ فکریہ: امام اول حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے اپنے دور خلافت میں

کوفہ کو دراختلاف بنایا۔ کوفہ ملک عراق میں واقع ہے۔ ان کا مزار شریف نجف اشرف میں ہے اور یہ شہر بھی عراقی ہے۔ امام حسینؑ اور ان کے بہتر جانشین جنہوں نے میدان کربلا میں جام شہادت نوش فرمایا۔ ان حضرات کی قبریں کربلائے معلیٰ میں سرزمین عراق پر ہیں۔ امام موسیٰ کاظم، امام رضا کے مقبرے بغداد میں ہیں۔ گویا عراق شروع سے ائمہ اہل بیت کا مرکز رہا ہے شیعیت کے باقی یہی حضرات بتائے ہیں۔ تو بنیان مسک شیعہ کے علاقہ جات میں شروع سے آج تک متعہ ایسی جمیع حرکت کی اجازت نہ دی گئی بلکہ ان علاقہ جات کے کٹر شیعہ اسے اپنے دین کا بدنامہ داغ اور بدنامی سمجھتے ہیں۔ تو اس سے بخوبی اندازہ ہو جاتا ہے۔ کہ مرکز سے دور رہنے والے اہل تشیع نے اس بے حیائی کو خود گھڑا۔ اور نفس پرستی کے لیے اسے رواج دیا۔ بنانی، عراقی اور شامی شیعہ کیا شیعیت میں دوسرے شیعوں سے کم ہیں؟ کیا انہیں اپنے ائمہ کی تعلیمات سے پیار نہیں ہے؟ کیا انہیں آخرت میں ائمہ کے سامنے سرخرو ہونے کی تمنا نہیں ہے؟ کیا انہیں اپنے بیان کی تکمیل منظور نہیں؟ کیا انہیں یہ خوف نہیں کہ اگر ہم نے متعہ پڑھ لیا تو ہمارے کان اور ناک کل قیامت کو کاٹ دیئے جائیں گے؟ ان حالات میں جب کہ شیعہ مراکز متعہ کو اپنے دین کا بدنامہ داغ قرار دیں۔ اور ادھر ادھر سے منہ بولے شیعہ سے تکمیل ایمان کا سبب کہیں۔ ایک غالی الذہن قاری یہ بات باسانی سمجھ سکتا ہے کہ اس بارے میں جواز و اباحت کے متعلق شیعہ محض ہوس کی تکمیل کرتے ہیں۔ اور زنا سے بچنے کے لیے اور اس کے ساتھ ساتھ اس کے مزے لوٹنے کے لیے یہ بجا اس گھر طے ہیں۔ ورنہ اس کی حرمت کا عقل سلیم بھی فیصلہ کرتی ہے۔

(فاعتبروا یا اولی الابصار)

متنعہ زنانی حد کو ختم کر دیتا ہے

وسائل الشیعہ

عَنْ زُرْعَةَ بْنِ مُحَمَّدٍ عَنْ سَمَاءٍ قَالَتْ سَأَلْتُ
عَنْ رَجُلٍ أَدْخَلَ جَارِيَةً يَتَمَتَّعُ بِهَا ثُمَّ أَسْنَى
أَنْ يَشْتَرِطَ حَتَّى وَقَعَهَا يَجِبُ عَلَيْهِ حَدُّ الزَّانِي
قَالَ لَا وَلَكِنْ يَتَمَتَّعُ بِهَا بَعْدُ وَ يَسْتَغْفِرُ
اللَّهُ مِنْ مَاتَ .

(وسائل الشیعہ جلد ۱۲ ص ۹۲ م کتاب النکاح)

ترجمہ :

زرعہ کہتا ہے۔ کہ سہ ماہی نے کہا کہ میں نے پوچھا۔ اگر ایک مرد کسی عورت
کو اپنے گھر لے آئے۔ اور اس سے متنعہ کرنے کی خواہش ہو۔ پھر اُسے
نکاح متنعہ کرنا مجھول گیا اور فیہ اس کے اُس سے متنعہ کر لیا تو کیا ایسے مرد
پر زانیہ کی حد جاری واجب ہوگی؟ فرمایا نہیں۔ لیکن وہ بعد میں نکاح متنعہ
کر کے نپہ متنعہ کرے۔ اور جو کچھ کر لیا۔ اس کی اللہ سے معافی مانگے۔

نوٹ :

.. وسائل الشیعہ میں یہ روایت جس باب کے تحت ذکر کی گئی۔ اُسے ان الفاظ
سے ذکر کیا گیا ہے۔

بَابُ مَنْ أَرَادَ التَّمَتُّعَ بِأَمْرَأَةٍ فَلَسِيَ الْعَقْدَ
حَتَّى وَطَّئَهَا فَلَا حَدَّ عَلَيْهِ .

یعنی اس باب میں امہ اہل بیت سے مروی روایات، ذکر کی جائیں گی۔ جن میں یہ مسئلہ موجود ہو گا۔ کہ ایک مرد کسی عورت سے تمتع کرنا چاہتا ہے۔ لیکن (جلد بازی یا کسی اور وجہ سے) وہ عقد کرنا بھول گیا۔ اور بغیر عقد کیے اس عورت سے وطی کر دیا۔ تو ایسے مرد پر حد زنا ہرگز جاری نہیں ہوگی۔

اس وحی کو خود تسیم بھی کیا جا رہا ہے۔ کہ یہ تمتع کے شرائط پورے کیے بغیر ہوئی۔ لہذا نکاح تمتع نہ ہونے کی وجہ سے تمتع نہ بن سکی۔ اور عورت مذکورہ سے اس صورت میں جو کچھ کیا گیا وہ زنا ہے۔ لیکن فقہ جعفریہ اسے زنا تسیم کر کے بھی اس پر حد زنا نہیں لگاتی۔ بلکہ اس جرم کے چھپانے یا معدوم کرنے کا یہ طریقہ سکھایا۔ کہ بھڑک کر معاف۔ اب سنجیدہ ہو کر نکاح تمتع کر کے پھر بازار عیش و عشرت گرم کرو۔ اور ایک تیر دو شکار کا فائدہ حاصل کرو۔ نظر انصاف سے دیکھو۔ کہ کیا اہل تشیع کی فقہ میں زنا ایسی بدکاری کی کوئی شکل موجود ہو سکتی ہے۔ ایک مرد کو انصافی عورت کے ساتھ بدکاری کرتے ہاتھوں ہاتھ دھریا جائے۔ اور اسے اس کی حد زنا لگانے کی کوشش کی جائے تو وہ پکار اُٹھے گا۔ کہ ہم نے آپس میں مخصوص رقم پر مخصوص وقت تک کے لیے نکاح کر لیا تھا۔ لہذا یہ زنا نہیں۔ اگر مجھ سے یہ شرائط طے نہ کر پائے ہوں۔ تو پھر کہا جائے گا۔ کیا ہوا۔ ہم ابھی پھر شرائط تمتع طے کر کے وطی کر لیتے ہیں۔ جس سے پہلی دہی کی گزیر ختم ہو جائے گی۔

فدر سوچئے۔ کیا حضرات امہ اہل بیت نے بدکاری کی اس طرح حوصلہ افزائی کی۔ جو تم ان کے سر تھوپتے جا رہے ہو۔ حاشا وکذا ان حضرات کی اصل تعلیمات ایسی جہالتوں سے پاک ہیں۔ اور دیار لوگوں، نے عبد اللہ بن سبا کے مشن

کی تکمیل کے طور پر امت محمدیہ کے متوفیوں کے علامات گناہوں کی سادش کر رکھی ہے
تاکہ ان کی بدنامی اور بے عزتی میں کوئی کسر نہ رہ جائے۔

ولاحول ولا قوۃ الا باللہ

فصل چہارم



آیت نمبر (۱)

وَلَيْسَتُغْنِيَنَّ الَّذِينَ لَا يَحِيدُونَ نِكَاحًا
حَتَّى يُغْنِيَ لَهُمُ اللَّهُ مِنْ فَضْلِهِ - (پ ۱۰۶)

ترجمہ:

اور جو تم میں سے (بوجہ غربت) نکاح (کے اخراجات و لوازمات) کی قدرت نہ رکھتے ہوں۔ انہیں عفت یعنی پاکدامنی برتنی چاہیے۔
(اور صبر کرنا چاہیے) یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے انہیں مساب مال کر دے۔

دلیل دوم آیت (۱)

وَمَنْ لَمْ يَسْتَطِعْ مِنْكُمْ طَوْلًا أَنْ يَنْكِحَ الْمُحْصَنَاتِ

الْمُؤْمِنَاتِ فَمِنْ مَّا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ مِنْ
 فَتَيَاتِكُمُ الْمُؤْمِنَاتِ ذَلِكَ لِمَنْ خَشِيَ
 الْعَنَتَ مِنْكُمْ وَأَنْ تَصَدِّقُوا خَيْرٌ لَّكُمْ وَاللَّهُ
 عَفُوٌّ رَحِيمٌ

(سورۃ النساء پ ۷۱)

ترجمہ:

جو مرد تم میں مومن آزاد عورتوں کے ساتھ نکاح کی قدرت نہ رکھتا ہو۔ یعنی
 مالی طور ان کے حقوق ادا کرنے سے قاصر ہو۔ انہیں مومن لونڈیوں میں
 سے کسی سے نکاح کر لینا چاہیئے۔ یہ حکم اس شخص کے لیے ہے۔ جو تم میں
 سے بدکاری اور زنا سے خوف کھاتا ہو۔ اور اگر تم صبر کرو۔ تو یہ تمہارے
 حق میں بہت اچھا ہے۔ اور اللہ بخشنے والا بہت مہربان ہے۔

دلیل سوم آیت (۳)

وَالَّذِينَ مُسْرِفُونَ جَاهِلْمُ حَافِظُونَ۔ إِلَّا
 عَلَى أَزْوَاجِهِمْ أَوْ مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُهُمْ
 فَإِنَّهُمْ غَنِيٌّ مَّا لَوْ مِثْلَ مَا بَيْنَ۔ فَمَنْ ابْتَغَى وَرَاءَ
 ذَلِكَ فَأُولَٰئِكَ مَسَرِّعُونَ۔

(پ ۷۱)

ترجمہ:

جو لوگ اپنی بیویوں اور لونڈیوں کے سوا دیگر عورتوں سے اپنی شہ نکاہوں
 کی حفاظت کرنے والے ہیں۔ ان پر کوئی عاقبت نہیں۔ سو جو اس کے

سوائی اور عورت کے طلب گار ہوں گے۔ تو وہی لوگ دھندلے ہیں، تجارز
رہنے والے ہیں۔

حاصل کلام:

پہلی آیت میں اللہ رب العزت نے مسلمانوں کو حکم دیا۔ کہ اگر انہیں آزاد عورتوں کے
نکاح پر ہونے والے اخراجات اور بعد میں خورد و نوش اور رہائش وغیرہ ضروریات
کا پورا کرنا مشکل نظر آتا ہو۔ تو پھر انہیں اس وقت تک صبر سے زندگی بسر کرنی چاہیے۔
جب تک کہ اللہ تعالیٰ انہیں مذکورہ ضروریات میں خود کفیل نہ کر دے۔

دوسری آیت میں اسی مضمون کو قدرے آسان انداز میں ایک دوسرے پر ہر
ایک ذکر کیا گیا۔ وہ یہ کہ اسے مسلمانو! اگر تمہیں آزاد عورتوں سے نکاح کی قدرت نہیں۔
تو تمہیں مسلمان لونڈیوں سے نکاح کی اجازت دینی جاتی ہے۔ لیکن اس کے ساتھ
ایک شرط بھی ہے۔ وہ یہ کہ اگر تم آزاد عورتوں کے ساتھ نکاح کی طاقت نہ رکھتے
ہوئے اپنے بارے میں یہ محسوس کرتے ہو۔ کہ صبر نہ کر سکو گے تو بدکاری
نہ کرنا۔ ہاں مسلمان لونڈیوں سے نکاح کر کے مقصد برآری کر لینا کسی اور طریقہ سے مقصد
برآری کی تمہیں اجازت نہیں۔

تیسری آیت کرام! آپ غور فرمائیں۔ اگر لونڈیوں سے نکاح کرنے کے علاوہ کوئی
دو آسان طریقہ عند اللہ جائز ہوتا۔ تو اللہ تعالیٰ اس کی ضرورت نہ ہی کر دیتا۔ اور تمہ
کو دیکھ رہے ہو۔ کہ مقصد شادی (جبکہ صرف تسکین خواہش ہی نہیں ہے) اس سے کتنا
آسان اور مستحق حاصل ہو سکتا ہے۔ نہ حق ہر کی ضرورت۔ نہ رہائش و خوراک کی ذمہ داری
در نہ ہی دیگر ضروریات زندگی کی پابندی۔ اگر اس آسان طریقہ کی حلت کی گنجائش
ہوتی۔ تو پھر صبر و ضبط کی تاکید کیوں کی جاتی ہے بلکہ اس کی بجائے صاف اور سیدھے الفاظ

میں یہ کہا جاتا کہ اگر کہیں آزاد عورتوں پر لٹھنے والے اخراجات کی طاقت نہیں۔ تو پھر یہ ہوا۔ چند لوگوں اور کپڑے کے ایک ٹلوے کے عوض تم متعہ کو کے اپنی خواہشات کی تکمیل کر سکتے ہو۔

روایت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور اس کی

شیعی تاویل

اہل تشیع جب حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے متعہ کے بارے میں یہ روایت اپنی کتب میں ذکر کرتے ہیں۔ کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت فرمائی۔ کہ آپ نے متعہ اور پالتو گدھے کا گوشت فح خبیث کے وقت حرام کر دیئے تھے تو ساتھ ہی اس کی تاویل بھی کرتے ہیں۔ کہ متعہ حقیقت میں جائز اور حلال تھا لیکن حضرت علی رضی اللہ عنہ نے تقیہ کرتے ہوئے اس کو حرام اور ناجائز کہا۔

چوہان لیتے ہیں۔ کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ڈرتے ڈرتے تقیہ کا دامن تھا کہ اس کی حرمت بیان کی۔ لیکن اللہ تعالیٰ جو کہ احکم المحاکمین ہے۔ اسے تو کسی کا ڈر نہیں۔ اور نہ ہی اسے تقیہ کرنے کی ضرورت ہے۔ تو اس تاویل و ترمیم نے متعہ کی حلت اور اس کے حرام پر کوئی حکم یا اعلان کیوں نازل نہ فرمایا۔ بلکہ مذکورہ آیات میں سے تیسری آیت میں اللہ تعالیٰ نے واضح الفاظ میں ارشاد فرمایا۔ کہ جس نے اپنی منکوحہ بیویوں اور زیر تصرف لونڈیوں کے علاوہ کسی تیسری عورت کو اپنے لیے طلب کیا۔ اور اس سے مقصد براری چاہی۔ تو ایسے شخص کی یہ حرکت زنا اور حرام کاری ہوگی۔ اور وہ شخص اللہ کی حدود کو چھانڈنے والا ہوگا۔ حرام کام مرتکب ہوگا۔ اور اس کو اس جرم کی سزا جہم یا کوڑوں کی شکل میں دی جانی گی۔ اس مضمون کی تائید

کتب شیعہ سے ملاحظہ ہو۔

تفسیر منہج الصادقین

(فَمَنْ ابْتَغَىٰ) پس ہر کہ جوید برائے مباشرت (وَرَأَىٰ ذَاكَ) غیر از زنان و کنیزان خود (فَأُولَٰئِكَ) پس اُن مردود (هُمُ الْعَادُونَ) ایشانند در گزندگان از طلال بحرام۔

(منہج الصادقین ص ۱۹۴-۱۹۵ جلد ششم)
مطبوعہ تہران طبع جدید

ترجمہ:

پھر جو شخص اپنی بیویوں اور لونڈیوں کے علاوہ کسی اور عورت کو مباشرت کے لیے تلاش کرے گا۔ پس وہی گروہ حلال سے حرام کی طرف تجاوز کرنے والا ہے۔

مجمع البیان

(فَمَنْ ابْتَغَىٰ وَرَأَىٰ ذَاكَ) اُنہی طلب سیوی الا زواج
والاولاد ید المملو کتہ (فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْعَادُونَ)
کتی الظالمون المستجاءون اذون الى ما لا
یحل لهم۔

(تفسیر مجمع البیان جلد
ہفتم صفحہ ۹۹ مطبوعہ
تہران طبع جدید)

ترجمہ:

سو جس شخص نے اپنی بیویوں اور ملوک لونڈیوں کے سوا کسی عورت کو
(مباشرت کے لیے) طلب کیا۔ پس یہ لوگ ظالم ہیں۔ اور غیر حلال کی
حرت تجاوز کرنے والے ہیں۔

شیخہ حضرات کی ان دونوں تفاسیر نے اس بات کی تصدیق کر دی۔ کہ جو آدمی بھی
ان دو طرح کی عورتوں کے سوا کسی اور عورت سے مباشرت طلب کرے گا۔ اور بصورت
متنہ کسی کو ان دو قسم کی حلال عورتوں کے علاوہ استعمال میں لانے کی جسارت کرے گا۔
وہ بدکار اور زانی قرار پائے گا اور اس کی سزا رجم یا کوڑوں کی صورت میں دی جائے گی

دلیل چہارم آیت علیہ

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِنَّا أَحْكَمْنَا لَكَ أَزْوَاجَكَ الَّتِي آتَيْنَتْ
أَجُورَهُنَّ وَمَا مَلَكَتْ يَمِينُكَ مِمَّا أَفَاءَ اللَّهُ
عَلَيْكَ۔
(دلیل ۴)

ترجمہ:

اے نبی! بے شک حلال کہیں ہم نے تمہارے لیے وہ بیبیاں
جن کے تم مہر دے چکے ہو۔ اور وہ لونڈیاں جو خدا نے تمہاری طرف سے
بطور مال غنیمت تم کو عطا فرمائیں اور جن کے تم مالک ہو۔

(ترجمہ مقبول احمد)

اس آیت کریمہ میں اگرچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب کیا گیا۔ لیکن اس کو
حکم تمام مسلمانوں کے لیے ہے۔ اس آیت میں بھی اللہ تعالیٰ نے صرف دو طرح کی
عورتیں حلال اور جائز فرمائیں۔ ایک وہ جن سے تمہارے حق مہر کے عوض ناج بوجہ

اور دوسری وہ لونڈیاں جو تمہاری ملک میں ہوں۔ ہنذا ثابِت ہوا۔ کہ اللہ تعالیٰ نے مختلف مقامات میں صرف دو طرح کی عورتوں کو حلال ٹھہرایا۔ اور وہ تمام آیات محکمات غیر منسوخہ ہیں۔ اس لیے ماننا پڑے گا۔ کہ اللہ رب العزت اور اس کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک دو متعہ معروفہ، کے ذریعہ ہٹنے والی عورت ان دونوں اقسام میں داخل نہیں۔ اس لیے اس صورت میں یہ فعل زنا اور حرام ہی ہوگا اور متعہ عورت ان دونوں اقسام میں داخل نہ ہوگی۔

رَفَاعَتُہُ وَاِذَا اَوَّلٰی الْاَبْصَارِ؛

دلائل از کتب شیعہ بر حرمت متعہ

دلیل مرفوع کافی

عِدَّةٌ مِّنْ أَصْحَابِنَا عَنْ سُلَيْمِ بْنِ زَيْدٍ عَنْ مُحَمَّدِ
بْنِ الْحَسَنِ بْنِ شُمُوهٍ قَالَ كَتَبَ أَبُو الْحَسَنِ
عَلَيْهِ السَّلَامُ إِلَى بَعْضِ مَوْلَاهِ لَا تَلَحُّوا
عَلَى الْمُتَعَةِ إِنَّمَا عَلَيْكُمْ قَامَةُ الشَّعَةِ
فَلَا تَشْتَفِلُوا بِهَا عَنْ قَدْرِ شِكْرٍ وَحَرِّ أَيْرٍ كَرِّمٍ كَفَرُونَ
وَيَسْبِرُونَ وَيَدَّ عَيْنٌ عَلَى الْأَمْرِ بِدَالِكٍ وَيَلْعَنُونَكَ
دفع کاف کافی جلد پنجم مطبوعہ تہران طبع جدید

کتاب النکاح باب ۱۱۸

یجب ان یکف عنہا من کان

متغنیاً ص ۲۵۳

ترجمہ:

جناب ابوالحسن نے اپنے بعض خدام کو لکھ بھیجا۔ متعہ پر اصرار مت کرو۔ تم
پر صرمت سنت کی پابندی کا لازم ہے۔ اپنی منکوحہ اور آزاد عورتوں کو جو
نکاح میں ہوں۔ انہیں چھوڑ کر متعہ میں مصروف نہ ہو جاؤ۔ اگر تم نے

ایسا کیا۔ تودہ کو تین وجوہ ہمارے نکاح میں ہیں (تمہاری ناشکری ہو جائیگی۔
یا کفر کی طرف منسوب کر دیں گے اور تم سے یہ نزاری کا اظہار کریں گے۔ اور اس
کی شکایت حاکم دقت کے پاس لے جائیں گے۔ اور وہ ہم سب پر لعنت بھیجتے
دیکھو نیکو وہ کہیں گے۔ کہ تمہیں حکم متعہ ہم نے دیا ہے۔ لہذا یہیں بھی تمہارے ساتھ
لعنت کرنے میں اکٹھا کریں گے۔

حاصل کلام:

اس حدیث سے معلوم ہوا۔ کہ حضرت علی کرم وجہہ نے اپنے ماتحتوں اور غلاموں کو
متعہ پر اصرار کرنے سے روکتے ہوئے یہاں تک فرمایا۔ کہ لوگ ہم پر لعنت کریں گے۔ اور
تکفیر تک سے نہیں چوکیں گے۔ جو شخص اس فعل شیعہ کی اس حد تک مذمت کرتا ہو۔
تو اس فعل کے متعلق اپنے آپ کو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے فدائی اور جانی شمار کرنے
والوں کو یہ کہتے ہوئے شرم آئی چاہیئے۔ کہ جو شخص ایک مرتبہ متعہ کرتا ہے۔ اس کو امامین
کا درجہ اور دو دفعہ متعہ کرنے والے کو امام حسن کا درجہ اور تین دفعہ کا مرتکب حضرت علی
رضی اللہ عنہ کا درجہ اور چار دفعہ ارتکاب کرنے والا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا درجہ پاتا
ہے تا کیا یہ بکواسات نہیں۔ اور کیا یہ من گھڑت لغویات نہیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ تو
ایک دفعہ متعہ کرنے کو بھی غلات منعت قرار دے کر اس سے منع کر رہے ہیں۔ کیونکہ
آپ ہی تودہ شخصیت ہیں۔ کہ جن سے سنی شیعہ سبھی یہ روایت کرتے ہیں۔ کہ یوم خیبر کو
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پالتو گدھا اور متعہ حرام کر دیئے تھے۔ جب آپ اسے غلات
سنت بھی قرار دیں۔ اور اس کی حرمت کے روایت کرنے والے بھی ہوں۔ تو
پھر ان کی طرف اس بات کی نسبت کرنا کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ متعہ کو سنت
قرار دیتے ہیں۔ کیسے قدر ظلم

اور بغض و عداوت کا بھرپور مظاہر ہے۔

دلیل دوم فروع کافی

عَنْ زُرَّارَةَ قَالَ جَاءَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عُمَرَ اللَّيْثِيُّ
إِلَى أَبِي جَعْفَرٍ عَلَيْهِ السَّلَامُ فَقَالَ لَهُ مَا تَقُولُ
فِي مُنْعَةِ النِّسَاءِ فَقَالَ أَحَلَّهَا اللَّهُ فِي كِتَابِهِ
وَعَلَى لِسَانِ نَبِيِّهِ وَإِلَيْهِ صَلَّى اللَّهُ فَهِيَ
حَلَالَةٌ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ فَقَالَ يَا أَبَا جَعْفَرٍ
مِثْلُكَ يَقُولُ هَذَا وَتَدْحَرُهَا عُمَرُ وَ
نَهَى عَنْهَا فَقَالَ وَإِنْ كَانَ فَقُلْ قَالَ إِنْ
أُعِيدَ لَكَ بِاللهِ مِنْ ذَلِكَ أَنْ تُحِلَّ شَيْئًا حَرَّمَ
عُمَرُ قَالَ فَقَالَ لَهُ قَائِلَتٌ عَلَى قَوْلِ مَاجِيكَ
وَأَنَا عَلَى قَوْلِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَ
آلِهِ وَسَلَّمَ فَهَلُمَّ الْإِلَاحُ عَنْكَ أَنَّ الْقَوْلَ مَا
قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ
وَأَنَّ الْبَاطِلَ مَا كَانَ مَاجِيكَ فَقَالَ
فَأَقْبَلَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عُمَرَ فَقَالَ يَسِّرَكَ
أَنَّ نِسَاءَكَ وَبَنَاتِكَ وَأَخَوَاتِكَ وَبَنَاتِ
عَمِّكَ يَفْعَلْنَ فَمَا غَرَضُ عَنْهُ أَبُو جَعْفَرٍ
تَلِيهِ السَّلَامُ حِينَ ذَكَرَ نِسَاءَهُ

وَبَيِّنَاتٍ عَلَيْهِ -

- (۱) - البرہان فی تفسیر القرآن علامہ ابن حجرانی
 طبع قم سورۃ النساء ص ۳۶۰ جلد پنجم
 (۲) - فردغ کافی جلد پنجم مطبوعہ تہران طبع جدید
 کتاب الکلاخ ابواب المتعہ ص ۲۲۹

ترجمہ:

زراو نے کہا کہ عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما امام محمد باقر رضی اللہ عنہ کے اہل آیا۔
 اور عورتوں کے متعہ کے بارے میں ان سے دریافت کیا۔ تو امام باقر نے
 کہا۔ متعہ اللہ نے اپنی کتاب میں اور اپنے پیغمبر کی زبان سے حلال قرار دیا
 ہے۔ تو وہ تا قیامت حلال رہے گا۔ سائل نے عرض کیا۔ اے ابو جعفر!
 آپ یہ کہہ رہے ہیں۔ حالانکہ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے اس کو
 حرام کر دیا ہے۔ اور اس سے روک دیا ہے۔ امام باقر نے کہا۔ انہوں نے
 ایسا کیا ہو۔ (ان کے حرام کرنے سے متعہ تھوڑا ہی حرام ہو گیا ہے۔)
 عبد اللہ بن عمر نے کہہ میں آپ کو اللہ کی پناہ میں دیتا ہوں۔ جس چیز کو
 حضرت عمر رضی اللہ عنہ حرام قرار دیں۔ آپ اسے حلال سمجھ رہے ہیں۔ تو
 امام باقر نے کہا۔ تمہیں اپنے صاحب (عمر) کا قول مبارک ہو۔ اور مجھے اللہ
 کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد منظور ہے۔ ان میں اور تم اس بات
 پر مباہدہ کریں۔ کہ جو کچھ متعہ کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد
 میں نے پیش کیا۔ اور جو تم نے حضرت عمر کی روایت بیان کی۔ ان میں
 سے میں سچا اور تم جھوٹے ہو۔ عبد اللہ بن عمر پرسن کر کچھ آگے بڑھا۔ اور
 کہنے لگا۔ کہ اگر آپ کی اپنی عورتیں۔ بیٹیاں۔ اور چچا زاد ہمیشہ گان متعہ کریں

تو کیا آپ خوش ہوں گے۔ یہ سن کر امام باقر نے اس سے منہ پھیر لیا۔ (راور
کچھ جواب نہ دیں پڑا)

کیا امام باقر رضی اللہ عنہ نے مباہلہ سے

واقعی فرار اختیار کیا؟

فروع کافی کی مندرجہ ذیل روایت سے یہ ثابت ہو رہا ہے۔ کہ دعوت مباہلہ میں
والے بھی خود امام باقر رضی اللہ عنہ ہیں۔ اور اس سے فرار بھی آپ نے ہی کیا۔ اگر واقعہ
(روایت) کو درست تسلیم کر لیا جائے۔ تو اسی سے متہ کے ناجائز اور فعل بد ہونے
کا بھی پتہ چلتا ہے۔ کیونکہ جب امام باقر رضی اللہ عنہ کو سائل نے دو ٹوک الفاظ میں یہ کہا
کہ اگر آپ کی اپنی عورتیں، مائیں بیٹیاں وغیرہ متہ کریں۔ تو اسے پسند کریں گے۔ اور ایک حکم
شرعی پر عمل پیرا ہو تا دیکھ کر مسترت محسوس کریں گے؟ اگر واقعی تا قیامت متہ معروفہ
جائز اور حلال ہوتا۔ تو امام موصوف کا اس پیش کش کے جواب میں خوشی و مسرت کا اظہار
فرمانا ایک دین دار کی علامت ہوتی۔ اور آپ قطعاً مباہلہ سے نہ کتراتے۔ لہذا آپ
کا اعراض کرنا اس امر کی نشاندہی کرتا ہے۔ کہ آپ اس فعل کو شرعی لفظاً نہ اور مسلمانہ
فعل نہیں سمجھتے تھے۔

ربا یہ معاملہ کہ اسی روایت کے ابتدائی الفاظ میں راوی نے حضرت امام باقر رضی اللہ عنہ
سے متہ کی علت ابدی کا ذکر فرمایا۔ اور اس کی علت کو اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ
علیہ وسلم کی طرف منسوب کیا۔ اور اس کی کیا حقیقت ہے؟
تو اس سلسلہ میں گزارش ہے۔ کہ امام موصوف کی طرف یہ واقعہ ان لوگوں
نے خود گھڑ کر منسوب کر دیا ہے۔ ورنہ امام موصوف علت و حرمت کے

مسائل میں امر بالمعروف اور نہی عن المنکر پر سختی سے عمل پیرا تھے۔ اور اس بارے میں کسی قسم کی شرم و علامت کی پرواہ نہیں کیا کرتے تھے۔ آپ کا ذاتی فرمان سماعت فرمائیے۔

فروع کافی

إِنَّ الْأُمَرَ بِالْمَعْرُوفِ وَالنَّهْيِ عَنِ الْمُنْكَرِ فَرِيضَةٌ
عَظِيمَةٌ بِهَا تُقَامُ الْفَرَائِضُ - هَذَا كَقَضَبِ
اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ عَلَيْهِمْ فَيَعْتَلِمُ بِعَقَابِهِ
فِي مَلِكِ الْأَرْضِ فِي دَائِرِ النَّجَارِ وَالصِّغَارِ
فِي دَائِرِ الْكِبَارِ وَلَا تَخَافُوا فِي اللَّهِ
نَوْمَةً لَا يُعِيرُ -

دفعہ کافی جلد پنجم کتاب الجہاد بابا ثانی
بالمعروف والنہی عن المنکر (ص ۵۵ تا ۵۶)

ترجمہ:

امام باقر رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر ایک ایسا عظیم فرض ہے کہ اسی کی وجہ سے فرائض کا قیام ہوتا ہے۔ اگر اس فریضہ میں کوتاہی اور غفلت آن پڑے تو اللہ کا غضب ایسے لوگوں پر مکمل طور پر آتا ہے اور بڑوں کے گھروں میں نیک لوگ اور بڑوں کے گھروں میں چھوٹے سب جلاک ہو جاتے ہیں۔ اس لیے آپ نے فرمایا۔ اللہ کے دین میں امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی خاطر کسی کی علامت کی پرواہ تک نہ کرو اور اس فریضہ کو انجام دیتے رہو۔

امام باقر رضی اللہ عنہ کے اس ذاتی ارشاد کے بعد یہ بات واضح ہو جاتی ہے۔ کہ اگر امام موصوت و انجمنی شیعہ کی طاعت ابدیہ کے قائل ہوتے۔ تو عبد اللہ بن عمر کے ساتھ دعوت مباہلہ میں مستورات کے حلق باقوں سے شرم کھا کر کبھی اصرار ہی نہ کرتے۔ لہذا معلوم ہوا۔ کہ یہ واقعہ اول تا آخر سراسر من گھڑت ہے۔ اور حرام کاری کی لت اور بدکاری کی عادت کے ہاتھوں مجبور ہو کر ان ظالموں نے امام باقر رضی اللہ عنہ کو درمیان میں لاکھڑا کرنے میں ذرا بھی شرم و حیا نہ کی۔

ظہر بے حیا باشی و ہرچہ خواہی کن۔

دلیل سوم فروع کافی

عَنِ الْمُفَضَّلِ بْنِ عُمَرَ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا عَبْدِ اللَّهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ يَقُولُ فِي الْمُتَعَدِّ دَعْوٍ مَا مَّا يَسْتَعْيِي أَحَدٌ كُفْرًا أَنْ يَبْدَأَ فِي مَوْضِعِ الْمَذْنُوقِ فَيَحْمِلُ ذَلِكَ عَلَى مَا لِي أَخْبَرَنِي وَأَصْحَابِيهِ۔

(فروع کافی جلد پنجم مطبوعہ تہران طبع ہدیہ)

کتاب النکاح اللہ یجب ان یکف

عندما من كان مستعتبا ۴۵۳)

ترجمہ:

مفضل کہتا ہے۔ میں نے امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے سنا۔ وہ متعہ کے بارے میں فرما رہے تھے کہ اس کو چھوڑ دو۔ کیا تم میں سے کوئی اس بات کو پسند کرتا ہے۔ کہ ایک شخص عورت کی شرکاءہ کو رکھے

پھر اس کا تذکرہ اپنے بھائیوں اور اجابت کرے۔

حضرات قارئین! یہ حدیث اس کتاب کی ہے۔ جو شیعہ لوگوں کے نزدیک صحیحین کتب حدیث میں سے ہے۔ اور اس کی حدیث اصحت میں کوئی قیل وقال نہیں حضرت علی رضی اللہ عنہ جس فعل (متعد) کو بے حیائی کا نمونہ اور بے شرمی کی علامت قرار دیں۔ تو اس فعل بد کے ترکیب کو جنتی اور صاحب تقویٰ قرار دینا کس قدر بے غیرتی اور بے حیائی ہے۔ کسی محبت اہل بیت کا ایسا عقیدہ نہیں ہو سکتا۔ اور امام جعفر صادق کا کوئی غلام اسے جائز متصور نہیں کر سکتا۔ مہمان اہل بیت غلامانِ اہل رسول اس کو زنا اور بدکاری کے زمرہ میں ہی شمار کرتے ہیں۔ اور شمار کریں گے۔

دریل چہارم۔ الاستبصار

عَنْ زَيْدِ بْنِ عَلِيٍّ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَلِيِّ بْنِ عَلِيٍّ عَلَيْهِمُ السَّلَامُ
قَالَ حَدَّثَنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
لَحُورَ الْحُصْرِ الْأَهْلِيَّةِ وَفَكَاحَ الْمُتَعَةِ

(۱۔ الاستبصار جلد سوم مطبوعہ تہران)

طبع جدید ابواب المتعہ ص ۱۴۲)

(۲۔ تہذیب الاحکام جلد ۸ مطبوعہ تہران)

طبع جدید باب تفصیل احکام

المنکاح ص ۲۵۱)

ترجمہ:

زید بن علی اپنے جد امجد حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت علی نے فرمایا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے گھریلو

پالنگدھوں کا گوشت کھانا اور نکاح منہ حرام کر دیا ہے۔

اس حدیث میں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے منہ کی حرمت کو رائج اور مریخ الفاظ کے ساتھ ذکر فرمایا۔ جس کی وجہ سے کوئی تاویل نہیں ہو سکتی لیکن اس مراحت و وضاحت کے ہوتے ہوئے بھی اگر کوئی شیعوں کی یہ تاویل کرے۔ کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا یہ کہنا از روئے تفسیر ہے۔ تو ہم عرض کر دیں گے۔ کہ ایسا کہنے والا حضرت علی رضی اللہ عنہ کو انتہا درجہ کا بزدل سمجھتا ہے۔ اور آپ کے اس خطبہ کی قطعاً خبر نہیں رکھتا۔ جس میں آپ نے فرمایا۔

منہج البلاغہ

اگر میرے مقابل میں تمام عرب بھی آجائے۔ تو میں ان کو پشت نہیں دکھاؤں گا۔ بلکہ میں ان کی گردن اتارنے میں حتی الامکان جلدی کروں گا۔ تاکہ میں زمین کو میرے لوگوں سے پاک کر دوں۔

دفعہ البلاغہ خطبہ ۲۵

طبع جدید چھوٹا ساؤمز (۲۰۱۸)

جب شیعوں کو یہ عقیدہ بھی رکھتے ہیں۔ کہ جس طرح شریعت کے قوانین کا بانی اللہ اور اس کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہوتا ہے۔ اسی طرح ائمہ اہلبیت بھی با نیان شریعت ہیں تو ان کے اس عقیدہ کے بعد میں ان سے پوچھتا ہوں۔ اگر شریعت کا بانی ہی احکام شرعیہ کو بیان کرنے میں تفسیر کا سہارا لینا شروع کر دے۔ تو پھر کس درجے سے احکام شرعیہ صحیح طور پر معلوم ہو سکیں گے۔ لہذا معلوم ہوا۔ کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ پر تفسیر کا الزام ہی نہیں بلکہ

اتہام ہے۔ اور مولائے کائنات کی شان میں ان نام نہاد مجاہدان اہل بیت کی ناقابل معافی گستاخی ہے۔

وہا ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ ہمیں تادمِ آخر اپنا، اپنے رسول اور ان کی آل پاک کا خادم و غلام رکھے۔ اور ان کے افعال و اقوال پر عمل پیرا رکھ کر آخری سرخروئی سے سرفراز فرمائے۔
آمین ثم آمین۔



مسلم شیعہ کا مطالعہ کرنے والے پر یہ بات پوشیدہ نہیں رہ سکتی کہ وہ فعل جس کا بے حیائی اور بے غیرتی سے خواہ تھوڑا بہت ہی تعلق کیوں نہ ہو۔ اس کے حلال و جائز کرنے میں اور پھر اس پر عمل پیرا ہونے میں انہیں بہت زیادہ دلچسپی رہتی ہے۔ اسی دلچسپی کا نمونہ آپ گوشہ اوراق میں متعہ کے متعلق پڑھ چکے ہیں۔ وہ فعل جسے اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور ائمہ اہل بیت نے حرام و ناجائز قرار دیا۔ اسے جائز و حلال کرنے کے لیے انہوں نے کس قدر ماتھے پاؤں مارے۔ اور کیسی کیسی غلط و رکیک تاویلات کا سہارا لے کر اپنی بات کو منوانے کی کوشش کی۔ ان کی یہ روش صرف متعہ تک ہی محدود نہیں۔ بلکہ ہر بے حیاء اور حرام فعل سے انہیں دلی لگاؤ ہے اپنی لذت برآری اور اغراض سہمی کا خاطر اہل بیت کو ملحوظ نہ رکھا۔ ہم اس سلسلہ میں انہی کی کتب سے اسی موضوع پر بطور نمونہ چند حوالہ جات پیش کر رہے ہیں۔

عورت کی شرمگاہ اودھار دینی جائز ہے

فروع کافی

عَنْ أَبِي الْعَبَّاسِ الْبَقْبَاقِيِّ قَالَ سَأَلَ رَجُلٌ أَبَا
عَبْدِ اللَّهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَنَحْنُ عِنْدَهُ
عَنْ عَارِيَةِ الْفَرَسِ فَقَالَ حَرَامٌ ثُمَّ مَكَثَ
قَلِيلًا ثُمَّ قَالَ لَئِنْ لَمْ يَكُنْ لَا بَأْسَ بِأَنْ يُحِلَّ الرَّجُلُ
الْجَارِيَةَ لِأَخِيهِ -

(۱- فروع کافی جلد پنجم، ص ۴۸، کتاب النکاح)

باب الرجل يحل جاريته لأخيه

مطبوعہ تہران طبع جدید

(۲- استبصار جلد سوم ص ۱۴۱ باب

حکم ولد الجارية المحللة

طبع جدید - تہران)

ترجمہ:

ابو عباس بقباقی روایت کرتا ہے۔ کہ کسی نے امام جعفر صادق رضی اللہ

سے عورت کی شرمگاہ کو اودھار پر لینے دینے کے بارے میں پوچھا

توفرمایا۔ حرام ہے۔ پھر کچھ دیر توقف کے بعد ارشاد فرمایا۔ کہ اگر کوئی شخص اپنے بھائی کے لیے اپنی نوٹری کو حلال کر دے۔ تو کوئی حرج نہیں۔

اس موقع پر اگر ایک بات ذکر کروں۔ تو شاید نامناسب نہ ہوگی۔ شیعہ حضرات حرمت متعہ کے بارے میں اپنی سنت پر یہ الزام لگاتے ہیں۔ کہ جس چیز کو اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے حلال و جائز کیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اسے منع کرنے والے کون ہیں؟ انہیں کس نے یہ سختی دیا؟ یہی بھی سوال اب شیعہ حضرات سے کرتا ہوں۔ کہ تمہاری کتابوں میں مذکورہ بالا حدیث میں جو اپنے بھائی کی تکلیف کی خاطر نوٹری کی شرنگاہ کو ادھار دینا لکھا ہے۔ اور حلال کہا ہے۔ اس کے حلال کرنے کی کس نے اجازت دی ہے؟ جبکہ قرآن پاک میں صرف دو قسم کی عورتوں کو حلال قرار دیا گیا۔ جس کا تفصیلی ذکر پہلے اوراق میں ہو چکا ہے۔ تو کسی عورت کی شرنگاہ ادھار کے طور پر کسی کو دینا اور اسے حلال سمجھنا کیا دین میں دخل انداز می نہیں؟ لیکن شیعہ حضرات کو اس کی کیا پرواہ۔ انہوں نے تو اپنی شہرت کو پورا کرنے اور بے حیائی کو فروغ دینے کی ٹھان رکھی ہے۔ یہ جیسے بھی ہو سکے۔ اس کی پرواہ نہیں۔

(لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلیٰ العظیم)

عورت سے لواطت بھی جائز ہے

الاستبصار

قَالَ قُلْتُ لِلرَّجُلِ أَنْ يَأْتِيَ إِصْرًا أَقَدَ فِي دُبُرِهَا
قَالَ نَعَمْ ذَاكَ قَالَ قُلْتُ وَأَنْتَ تَفْعَلُ ذَاكَ
قَالَ لَا إِنَّا لَا نَفْعَلُ ذَاكَ۔

(الاستبصار مصنفہ ابی جعفر طوسی شیعہ محدث)

ص ۲۲۲ فی اتیان النساء فیما دون

المخرج مطبوعہ تہران طبع جدید

ترجمہ:

مضون کہتا ہے۔ میں نے امام رضا رضی اللہ عنہ سے پوچھا۔ اگر کوئی
شخص اپنی عورت کے ساتھ اس کی دُبُر میں دمی کرتا ہے۔ (تو اس
کا کیا حکم ہے؟) فرمایا۔ ہاں! ایسا درست ہے۔ سائل نے پوچھا۔
یا حضرت! آپ بھی ایسا کرتے ہیں؟ فرمایا ہم ایسا نہیں کرتے۔

فروع کافی وغیرہ

عَنْ عَلِيِّ بْنِ الْحَكَمِ قَالَ سَمِعْتُ صَفْوَانَ بْنَ
يَعْقِبٍ يَقُولُ لِرَضَا عَلَيْهِ السَّلَامُ إِنَّ رَجُلًا
مِنْ مَوَالِيكَ أَمَرَ فِي أَنْ أَتَاكَ عَنْ مَسْئَلَةٍ

هَآيَكَ وَاسْتَحْيَيْ مِنْكَ أَن يَسْئَلَكَ قَالَ وَمَا هِيَ ؟
 قُلْتُ الرَّجُلُ يَا بَنِي أُمِّ سُرٍّ كَدَّ فِي ذُبُرِهَا قَالَ ذَٰلِكَ
 لَدَّ قَالَ قُلْتُ فَكَيْفَ تَمَعَلُ ؟ قَالَ إِيَّاكَ لَا تَفْعَلُ
 ذَٰلِكَ -

(۱- فرس کافی جلد پنجم ص ۴۰ کتاب بیان ص
 باب محاش النساء مطبوعہ تہران
 طبع جدید)

(۲- تہذیب الاحکام جلد ۷ ص ۴۱۵
 فی السنۃ فی حقوق النکاح و
 زفاف النساء واداب الخلوة
 و الجماع مطبوعہ تہران طبع جدید)

متوجہ

علی بن حکم کہتا ہے۔ میں نے صفوان بن یحییٰ سے سنا۔ انہوں
 نے امام رضا رضی اللہ عنہ سے پوچھا۔ آپ کے غلاموں میں سے ایک
 نے مجھ سے کہا ہے۔ کہ امام موصوف سے ایک مسئلہ پوچھنے میں
 مجھے کچھ جھجک سی آتی ہے۔ لہذا تم دریافت کر کے مجھے بتانا۔ امام
 موصوف نے پوچھا۔ وہ مسئلہ کیا ہے۔ کہا کہ ایک شخص اگر اپنی
 عورت کی ذبیر میں دلی کرتا ہے۔ (تو اس کا کیا حکم ہے؟) فرمایا۔ یہ اس
 کا حق ہے۔ (بائز ہے) میں نے پوچھا۔ آپ بنی ایسا شغل کرتے
 ہیں؟ کہنے لگے۔ ہم ایسا نہیں کرتے۔

۴

تہذیب الاحکام

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي يَعْقُوبَ قَالَ سَأَلْتُ أَبَا
عَبْدِ اللَّهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ عَنْ الرَّحْبِلِ
يَأْتِي الْمَرْأَةَ فِي دُبُرِهَا قَالَ لَا بَأْسَ إِذَا ضَمِيتْ

تہذیب الاحکام جلد ۲ ص ۴۱۴

فی السنة فی عقود النکاح ۱۶

مطبوعہ تہران طبع جدید

ترجمہ:

عبداللہ بن ابی یعقوب کہتا ہے۔ کہ میں نے امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ
کو ایسے شخص کے متعلق پوچھا۔ جو اپنی عورت کی دُبُر میں دھکی کرتا ہے۔
فرمایا۔ جب عورت راضی ہو۔ تو کوئی گناہ نہیں۔

روایات مذکورہ میں آپ نے غور کیا۔ کہ کس قدر بے حیائی اور بے شرمی
کا مظاہرہ ہوا ہے۔ اور پھر دھٹائی یہ کہ اس بے غیرتی کو ایک ایسے عظیم انسان کی
طرف منسوب کیا گیا۔ جن کی عمر ہی تقویٰ اور شرم و حیلہ کی اُمینہ دار تھی۔ پھر اس
پر بھی ظالموں نے سب ٹکی۔ بلکہ امام رضا رضی اللہ عنہ سے ان کی اپنی زوجہ کے بارے
میں بھی سوال کر بیٹھے۔ یا حضرت! کبھی آپ نے بھی شیغل فرمایا ہے؟ (معاذ اللہ)۔
تو آپ نے جواباً فرمایا۔ ہم ایسا نہیں کرتے۔

فروع کافی

عَنْ عَمَّارِ بْنِ مَرْوَانَ عَنْ أَبِي عَبْدِ اللَّهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ

قَالَ قُلْتُ لَهُ رَجُلٌ جَاءَ إِلَى إِقْرَأَ فَوَسَّكَ لَهَا أَنْ
تَزُوجَهُ لِنَفْسِهَا فَقَالَتْ أَلَوْ جُعِلَ قَلْبِي عَلَى أَنْ
تَلْتَمِسَ مِنِّي مَا شِئْتَ مِنْ نَظِيرِ أَوْ التَّمَاثِيلِ وَتَمَالَ مِنِّي
مَا يَسْأَلُ الرَّجُلُ مِنْ أَهْلِهِ إِلَّا لَكَ لَا تَدْخُلُ
فَرْجَكَ فِي فَرْجِي وَتَسْكَدَ ذِي بَاشِئْتِ فَإِنِّي
أَخَافُ الْفَضِيحَةَ قَالَ لَيْسَ لَكَ إِلَّا مَا اشْتَرَطَ -
افزودہ کافی جلد پنجم ص ۴۶ کتاب النکاح
باب النواذر مطبوعہ تہران طبع جدید

ترجمہ:

عمار بن مروان سے روایت ہے۔ کہ میں نے امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے
ایسے شخص کے بارے میں پوچھا کہ وہ ایک عورت کے پاس گیا۔
اور اس سے شادی کی درخواست کی۔ عورت کہنے لگی۔ میں اس شرط
پر تجھ سے شادی کروں گی۔ کہ نظر انداز تھ کے ذریعہ سے تو مجھ سے جو چاہے
کرے۔ اور اس طرح بھی تو مجھ سے وہی کچھ پائے گا۔ جو کسی مرد کو اپنی
عورت سے ہم بستری کرنے سے ملتا ہے۔ لیکن تو اپنی شرمگاہ میری
شرمگاہ میں داخل نہیں کرے گا۔ اور اپنی غراش کے مطابق لطف اندوز
ہوگا۔ کیونکہ (صحیح دلی کرنے کی صورت میں) مجھے رسوائی کا خطرہ ہے۔
امام جعفر رضی اللہ عنہ نے یہ واقعات و شرائط سن کر فرمایا۔ اس مرد کو باندی
گئی شرائط کی پابندی لازم ہے۔

حاصل کلام:

روایت مذکورہ پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ

نے بقول شیعہ دہلی فی الدار کے جواز کا فتویٰ دیا ہے۔ کیونکہ جب عورت مذکورہ نے یہ شرط لگائی کہ شرمگاہ سے شرمگاہ میں ملے گی۔ لیکن ساتھ ہی یہ بھی کہہ کر لطف میں کمی نہ آئے گی۔ تو معلوم ہوا کہ شرمگاہ سے شرمگاہ نہ ملنے سے جو اسے رسوائی کا خطرہ تھا۔ وہ اولاد کا ہو جانا تھا۔ کہ کہیں میچ دہلی کرنے سے استقرار حاصل ہو گیا۔ اور بعد میں اولاد ہو گئی۔ تو لوگ کیا کہیں گے۔ جب فرج کا فرج سے چھوٹا منوع ٹھہرے۔ تو پورا مزہ لیتے کے لیے عورت کی دُرباری باقی رہ جاتی ہے۔ جیسا کہ قوم لوط کے روزے سے ثابت ہے۔ لیکن یاد رہے۔ کہ یہ مکروہ اور غیر مہذب فعل شیعہ حضرات کی اپنی پسند ہے۔ لیکن اسے مستند ثابت کرنے کے لیے امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کے حوالے سے پیش کیا۔ کیونکہ اس طریقہ کے بغیر دنیا انہیں جرح مارتی۔ اب امام موصوف کی گردن پڑے پوجہ ڈالا۔ حالانکہ ان کے خواب و خیال میں بھی ایسی حرام کاری نہ آئی ہو گی۔ وہ تو دنیا سے پاکیزہ زندگی بسر کر کے اللہ کے ہاں سرخرو ہو گئے۔ اب یہ مغوس اور ہوس پرست ان کے نام سے اپنا کام نکال رہے ہیں حضرات اہل بیت اور ائمہ کرام اس قسم کے واہی تباہی افعال سے پاک و صاف تھے۔ کہاں امام صاحب اور کہاں یہ عجیث فعل؟ شیعوں نے کسی کیسی خباثتوں کو طیب و طاهر ائمہ کرام سے منسوب کر کے اپنے لیے دوزخ میں بکک کر رکھی ہے۔

حقیقت یہ ہے۔ کہ شیعہ حضرات کو اس قسم کے حرام اور بے جہا افعال سے گہری دلچسپی ہے۔ اگر ایسا نہ ہوتا۔ تو قرآن حکیم کے اس ارشاد سے ضرور سبق لے سکتے اللہ رب العزت صاف صاف فرماتا ہے۔

يَسْأَلُكُمْ خُزَّائِنُ الْأَرْضِ أَنِ لَا يَأْتِيَنَّكُمْ رِزْقٌ بَاطِلٌ فَيَسْتَفْتِيَهُمْ لَعَلَّهُمْ سَابِقِيْنَ

یو یاں تمہاری کھیتی ہیں۔ تم اپنی کھیتی کو جس طرف سے چاہو۔ آؤ۔ یعنی مباشرت کی کیفیت پر کوئی پابندی نہیں۔ لیکن مقام مباشرت مخصوص ہے۔ یعنی جہاں سے

اللہ تعالیٰ اولاد عطا فرماتا ہے۔ اور وَاٰمَنَّا بِمَا كَتَبَ اللّٰهُ لَكَ خَيْرًا اَللّٰهُ نے جو تمہارے مقدر میں لکھ دیا۔ اُسے تلاش کرو۔ یعنی اولاد کی خاطر اپنی عورت سے ہم بستری کرو اگر مقصد اولاد ہو۔ تو یہ وحی فی الدہر سے کیوں کر حاصل ہو سکتا ہے؟

لیکن شیعہ حضرات کو قرآن سے کیا تعلق؟ بس ان کی ہوس نفس اور شہوت فرخ کسی کسی طرح پوری ہونی چاہیئے۔ اور اگر یہ میسر آجائے۔ تو زہ قہرست۔ بلکہ معاملہ اس حد تک بڑھاتے ہیں۔ کہ اس حیوانی طریقہ وحی کے بعد بعض صورتوں میں غسل کی ضرورت بھی نہیں پڑتی۔ امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب کردہ مسئلہ نئے۔

فروع کافی

عَنْ اَبِي عَبْدِ اللّٰهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ اِذَا اَتَى الرَّجُلُ الْمَرْأَةَ فِي دُبْرِهَا فَلَمْ يَنْزِلْ فَلَا غُسْلَ عَلَيْهِمَا وَاِنْ اَنْزَلَ فَلَعَلَّيْهِ الْغُسْلُ وَلَا غُسْلَ عَلَيْهِمَا۔

فروع کافی جلد سوم ص ۷۷ کتاب الطہارۃ
باب ما یدوجب الغسل علی الرجل
والمراۃ مطبوعہ تہران طبع جدید

ترجمہ:

امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ جب کوئی مرد کسی عورت کے ساتھ بچھلی طرف (یعنی اس کی دُبُر میں) وحی کرے اور اسے انزال نہ ہو۔ تو اس صورت میں دونوں پر کوئی غسل نہیں۔ اور اگر انزال ہو جائے۔ تو مرد پر غسل ہے۔ عورت کو غسل کی ضرورت نہیں۔

اب آپ حضرات اندازہ لگائیں۔ کراہی تہیج کو افعال مذمومہ اور بے حیاء کاموں سے کتنی دلچسپی ہے۔ اور حوالہ بھی ان کی ایسی کتابیں پیش کیا گیا۔ جو ان کے اہل اصحاب الکتب سے۔ اور پھر ظلم کی حد کر دی گئی ہے۔ کہ اس شہوت پرستی اور حرام کاری کو سیدنا امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب کیا گیا ہے۔ اور یہ اسی طرح من گھڑت روایت کا سہارا لے کر اپنا اتوسیدھا کرتے ہیں۔ امام موصوف کی طرف نسبت کرتے ہوئے لکھا ہے۔ کہ ایک جیلر ہے۔ اگر اس پر کاربند ہو گے۔ تو مزے کا مزہ اور غسل سے نجات وہ اس طرح ک عورت کے ساتھ اس کے پچھلے مقام میں دلی کرے۔ اور جب منی خارج (انزال) ہونے لگے۔ تو مادہ منویہ کو اس کی ذریعہ سے باہر خارج کر دو۔ اس سخت بھرے طریقہ سے مقصد بھی پورا ہو جائے گا۔ اور غسل کی ضرورت بھی نہ پڑے گی۔ نہ مرد کو اور نہ عورت کو قطعاً غسل کی کوئی ضرورت ہے۔ اس طریقہ سے زندگی مزے سے گویں گی۔ اور خاص کر موسم سرما میں ٹھنڈے پانی سے نہانے کا عذاب بھی مٹ جائے گا۔ سبحان اللہ! مذہب شیعہ کس قدر مہذب اور پاکیزہ مسائل اور کیسے کیسے سلجے ہوئے افعال پیش کرتا ہے۔

ہینگ لگے نہ پھٹو دی رنگ بھی چوکھا چڑھے

بوقت ضرورت ”زنا“ بھی نکاح صحیح ہوتا ہے

فروع کافی

عَنْ أَبِي عَبْدِ اللَّهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ جَلَوْتُ امْرَأَةً إِلَى عَمْرٍو فَقَالَتْ
إِنِّي رَيْئُتُ فَظِيحِي فَأَمَرَ بِهَا أَنْ تُرْجِمَ فَأَخْبِرَهُ إِلَيْكَ بِسَيِّئَاتِي
عَلَيْهِ السَّلَامُ فَقَالَ كَيْفَ رَيْئِي فَقَالَتْ مَرَدْتُ بِأَبِي دِيَّةٍ فَأَمَانِي

عَطَشٌ شَدِيدٌ فَأَسْتَنْقَيْتُ اِعْرَابِيًّا فَأَجَبَنِي اَنْ يَسْقِيَنِي اِلَّا
اَنْ اَمْكَنْتَهُ مِنْ نَفْسِي فَلَمَّا اَجَلَدْتُ فِي الْعَطَشِ وَخِفْتُ عَلَى
نَفْسِي سَقَانِي فَأَمْكَنْتُهُ مِنْ نَفْسِي فَقَالَ اَمِيرًا لِمُؤْمِنِيكَ
عَلَيْهِ السَّلَامُ تَقْرَوِي نَج وَرَبِّ الْكَعْبَةِ -

(ذریعہ کافی جلد پنجم ص ۴۷ کتاب الکحاح،
باب النوادر مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ:

حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک عورت
عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے پاس آئی۔ اور کہنے لگی۔ میں نے زنا کر لیا ہے،
ابن ماجہ (اس گناہ کی سزا دے کر) پاک فرمائیے۔ تو حضرت عمر رضی اللہ
نے اسے رجم کا حکم سنایا۔ جب اس واقعہ کی اطلاع حضرت علی رضی اللہ عنہ
کو ملی۔ تو آپ نے اس عورت سے پوچھا۔ تو نے زنا کیوں کر کیا ہے کہنے
لگی۔ ایک گاؤں میں سے میرا گزر ہوا۔ اور پیاس کی شدت کی بنا پر ایک
اعرابی سے پانی مانگا۔ لیکن اس نے کہا کہ میں تمہیں پانی تب دوں گا۔
جب تم مجھے اپنے نفس پر اختیار دو۔ لیکن جب پیاس کی شدت سے
میں نے مر جانے کے آثار دیکھے۔ تو میں نے وہ شرط قبول کر لی۔
اور اس نے مجھے پانی دیا۔ پھر اس نے شرط مجھ سے پوری کی۔ دینی
وہی کی (ایک سن کر حضرت امیر المؤمنین رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ رب کعبہ
کی قسم! یہ نکاح ہے۔ زنا نہیں۔

بے حیائی کی حد ہو گئی

ناظرین کرام اس واقعہ پر غور فرمائیں۔ متدہ کی بے حیائی تو واضح تھی ہی۔ یہ اتنے افسوس
 بے حیائی کو بھی میلوں بیچھے چھوڑ گیا ہے۔ کیونکہ متدہ میں تو عقد کرتے وقت ”استمتع“،
 یا ”واستمتع“، اور ان سے ملنے ملتے معنوم والے الفاظ کہنے پڑتے ہیں اور ایسا بوجہ
 قبول کی شرط کسی طور تھی۔ لیکن اب اس کی بھی ضرورت باقی نہ رہی۔ اور جب چاہو
 کسی شریف عورت کو اپنی ہوس کا نشانہ بناؤ۔ کوئی گناہ نہیں مسئلہ مذکور میں اگرچہ
 عورت مجبور تھی۔ لیکن اس سے بدکاری کا مرتکب اعرابی تو بے بس نہ تھلا۔ اس
 نے پیاسی عورت کی مجبوری سے فائدہ اٹھاتے ہوئے اس سے بدکاری کی۔
 اور پھر ان پر خدا کا غضب یہ کہ جنہوں نے ایسا کرنا دونکاح صحیح، ”تقرار دے دیا۔“
 اور اس کی توثیق و تصدیق کے لیے ان ناہنجاروں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کا نام
 استعمال کیا۔ اور وہ بھی موکدہ باقسم ان کی زبان سے یہ الفاظ نکلتے ہوئے منسوب کیے
 و درپت کعبہ کی قسم! یہ زنا نہیں بلکہ نکاح ہے،

اس سے ثابت ہوا۔ کہ جس طرح کسی عورت کی بے بسی اور مجبوری میں اس
 سے زنا کرنا ”نکاح“، ہوا۔ اسی طرح بالجبر کسی عورت سے ہوس نفس پورا کرتی بھی
 وہ ”نکاح“، ہی ہوگی۔ کیونکہ جبر و اکراہ میں بھی بے بسی اور مجبوری ہو جاتی ہے۔
 مجبوری کے عالم میں کی گئی بدکاری حضرت علی رضی اللہ عنہ کے فتویٰ کے مطابق نکاح،
 ٹھہری۔ تو اب اگر کوئی شخص شیعہ عورت سے بجر و اکراہ اور اس کی بے بسی کے
 عالم میں زنا کرے۔ اور پھر ہی حوالہ پیش کرے کہ نکاح ثابت کر دے۔ تو ایسے شخص
 کے اس فعل پر شیعہ حضرات کو ناراض ہونے اور اعتراض کرنے کی گنجائش نہیں

ہونی چاہیے۔

فَاعْتَبِرُوا يَا أُولِيَ الْأَبْصَارِ

شیعہ مذہب میں دہشت زنی بھی

جائز ہے

فروع کافی

عَنْ أَبِي عَبْدِ اللَّهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ سَأَلْتُ عَنْ
الَّذِي قَالَ نَاحِيحُ كَفَيْتُ لَا شَيْخَ عَلَيْهِ۔

(فروع کافی جلد پنجم ص ۴۰ کتاب النکاح

باب الخصخصة ونكاح البليغة

مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ:

ابن امین کہتا ہے۔ کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے
 دہشت زنی کے بارے میں پوچھا۔ تو آپ نے فرمایا۔ کوئی گناہ
 نہیں۔ کیونکہ ایسا کرنے والا اپنے ہاتھ سے اپنی منی نکال کر لطفِ نوز
 ہورہا ہے۔ (گرمی) اس نے اپنے نفس سے نکاح کر کے ایسا
 کیا ہے۔

ایک طرف یہ قول اور دوسری طرف اس موضوع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد
 نیئے۔ فرمایا۔ نَا كِحْ اَلْيَدِ مَلْعُوْنٌ۔

(یعنی) "مشت زنی" لعنتی ہے۔ ایک لعنتی کو اگر شیعہ حضرات لعنتی نہیں مانتے
 تو کیا فرق پڑتا ہے۔ انہیں تو اپنا مقصد محبوب ہے۔ اور جہاں تک نفس پر تکلیفات وہ تو ان
 کے ہاتھ میں ہی ہے۔ آخر کہاں جائے گا۔

ناظرین کرام توجہ فرمائیں۔ کہ ایک فعل کے مرتکب کو اللہ تعالیٰ کے محبوب جناب
 محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ملعون کہیں۔ اور اسی فعل کے مرتکب کو شیعہ حضرات اپنے
 فتویٰ کے ساتھ زم گوشہ سے دیکھیں۔ اور بڑا جرم تو کجا اسے معمولی جرم بھی نہ گردنہیں
 تو اندریں حالات دو حتیٰ، کسی جانب ہو گا۔ اور بے حیائی اور شہوت پرستی کس کے
 پتہ میں پڑے گی؟ اور پھر اس پر علم یہ کہ اس غیث بات کو امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کی
 طرف منسوب کرنا کس قدر ڈھٹائی اور بے ایمانی کا مظاہرہ ہے۔ (غور کا مقام ہے۔)

پھوپھی کی رضامندی سے بھتیجی اور خالہ کی

رضامندی سے بھانجی سے نکاح درست ہے۔

فروع کافی:

عَنْ اَبِي عُبَيْدَةَ الْاَحْذَا قَالَ سَمِعْتُ اَبَا جَعْفَرٍ
 عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ لَا تُنْكَحُ الْمَرْأَةُ عَلَى عَقَتِهَا وَلَا
 خَالَاتِهَا اِلَّا بِاِذْنِ الْعَمَّةِ وَالْخَالَاتِ

(فروع کافی جلد پنجم ص ۲۵ کتاب النکاح باب المرأة تزوج علی عمتها وخالاتها سلمہ وجمہ (ن) طبع ہوا)

ترجمہ:

ابرمیدہ مذاہ کہتا ہے۔ کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کو کہتے سنا۔ کہ کوئی شخص کسی عورت کی چھو بھی اور خالہ سے ان کی مرضی کے بغیر ان کی بھتیجی اور بھانجی سے شادی نہ کرے۔ دینی اگر ایک مرد کے نکاح میں کسی عورت کی چھو بھی یا خالہ ہے۔ اور وہ اس کے نکاح میں ہوتے اُسی عورت کی بھتیجی یا بھانجی سے بھی شادی کرنا چاہے۔ تو یہ شادی ایک شرط کے ساتھ ہو سکتی ہے۔ وہ یہ کہ چھو بھی یا خالہ بھی اس کی اجازت دے دے۔

اس حدیث کے الفاظ کو دیکھیے۔ مراحت کے ساتھ چھو بھی بھتیجی اور خالہ بھانجی دونوں بیک وقت کسی کے نکاح میں آ سکتی ہیں۔ اور اس میں کوئی عیب نہیں جبکہ چھو بھی اور خالہ اس نکاح میں راضی ہوں۔ حالانکہ تمام مکاتب فقہ میں یہ قانون مسلم ہے کہ ہر وہ دو عورتیں جن میں سے کسی ایک کو مرد فرض کیا جائے۔ تو دونوں کا باہمی عقد شرعاً درست ہو تو ایسی دو عورتوں کو کوئی مرد اپنے نکاح میں بیک وقت جمع کر سکتا ہے۔ اور اگر ان دونوں میں سے ایک کو مرد تسلیم کرنے پر ان کا باہمی نکاح منع ہونا از روئے شرع ناجائز ہو۔ تو ایسی دو عورتیں بیک وقت کسی کے نکاح میں جمع نہیں ہو سکتیں۔ اس متفقہ قانون کی مذکور مسئلہ پر تطبیق کریں۔ تو یہ نکاح ناجائز ٹھہرتا ہے لہذا اہل تشیع کے ذکر شدہ مسئلہ کے مطابق دو باتیں واضح طور پر معلوم ہوئیں۔

۱۔ اموں کا بھانجی کے ساتھ اور چچا کا بھتیجی کے ساتھ نکاح درست ہے۔

۲۔ بھانجے کا خالہ کے ساتھ اور بھتیجے کا چھو بھی کے ساتھ نکاح جائز ہے۔

اب قرآن پاک کی اس بارے میں وضاحت اور نص صریح ملاحظہ فرمائیں۔

حَرِّمَتْ عَلَیْكُمْ اُمَّهَآ تُمْکُمْ وَبَنَاتُكُمْ وَاَخَوَاتُكُمْ

وَعَمَّا تَكْتُمُونَ خَالًا تَكْتُمُونَ بَنَاتُ الْاَيْحَ وَبَنَاتُ
الْاُخْتِ

(پ ۴ آخری رکوع)

ترجمہ:

تم پر تمہاری مائیں، تمہاری بیٹیاں، تمہاری بہنیں، تمہاری پھوپھیاں
اور تمہاری خالائیں حرام کر دی گئی ہیں۔ اور بھتیجیاں اور بھانجیاں بھی
حرام کر دی گئی ہیں۔ (یعنی مذکورہ عورتوں سے شادی حرام ہے۔)
یہ تھا قرآن کا فیصلہ۔ لیکن جہاں مقصد شہرت رانی اور بے حیائی کا فروغ ہو۔
وہاں قرآن کریم کی نصِ قطعی کی پرواہ کی کیا ضرورت ہے؟ صرف اتنا ہی کافی ہے
کہ پھوپھی اور خالہ راضی ہوں۔ بس پھر بھتیجی اور بھانجی سے مطلب برآری کیوں ناجائز
ٹھہرتی ہے؟ جب بانیینِ راضی تراشد اور اس کے رسول کی رضامندی کی کیا ضرورت ہے؟
اس سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ شیعہ حضرات کے نزدیک حرام کاری اور خواہشِ نفس
کی تکمیلِ قرآنی احکامات سے کہیں بندوبست ہے۔ اور قابلِ توجہ ہے۔ اس کی
جسک آپ گزشتہ اوراق میں بہت سے حوالہ جات سے ملاحظہ فرما
چکے ہیں۔

(فَاعْتَبِرُوا يَا اُولِيَ الْاَبْصَارِ)

سے بذریعہ نکاح و طلاق
اور
اس سے پیدائش والی اولاد حلالی ہے۔

فروع کافی

الَّذِي يَتَزَوَّجُ ذَوَاتِ الْمَحَارِمِ الَّتِي ذَكَرَ
اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ فِي كِتَابِهِ تَحْرِيمُهَا
فِي الْقُرْآنِ مِنَ الْأَمْهَاتِ وَالْبَنَاتِ إِلَى خَيْرِ
الْأَيَةِ كُلِّ ذَلِكَ حَلَالٌ فِي جِهَةِ الشَّرْوِ بَيْعِ
حَرَامٍ مِّنْ جِهَةِ مَا نَهَى اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ وَالَّذِي
يَتَزَوَّجُ وَهُوَ مُحَرَّمٌ فَهُوَ لَا يَكُلُّهُمُ تَزْوِيجُهُمْ
مِنْ جِهَةِ الشَّرْوِ بَيْعِ حَلَالٍ حَرَامٌ فَاسِدٌ
مِّنَ الْوَجْهِ الْآخِرِ لِأَنَّهُ لَمْ يَكُنْ يَنْبَغِي لَهُ أَنْ
يَتَزَوَّجَ إِلَّا مِنَ الْوَجْهِ الَّذِي أَمَرَ اللَّهُ عَزَّ وَ
جَلَّ فَلِذَلِكَ صَارَ سَفَاحًا مَرْدُودًا ذَلِكَ
كُلُّهُ غَيْرَ جَائِزِ الْمَقَامِ عَلَيْهِ وَلَا ثَابِتَ لَهُمُ التَّزْوِيجُ
بَلْ يُفْتَرَقُ الْأَمَامُ بَيْنَهُمْ وَلَا يَكُونُ

فَكَاحُهُمْ زِنًا قَلًا أَوْلَادُهُمْ مِنْ هَذَا النُّوجِ
 أَوْلَادُ الزِّنَاءِ وَمَنْ قَذَفَ الْمَوْلُودَ مِنْ هَلْوَ لَا إِيَّ
 الَّذِينَ وَلِدُوا مِنْ هَذَا النُّوجِ يُكَلِّدُ الْحَدَّ لَا سَهْمَ
 مَوْلُودٌ يَتَرُ وَيُحِ رُشْدَةً وَإِنْ كَانَ مُفْسِدًا
 لَهُ بِجَهْمَةٍ مِنَ الْجَهْمَاتِ الْمُحَرَّمَاتِ وَالْوَلَدُ مَنْسُوبٌ
 إِلَى الْآبِ مَوْلُودٌ يَتَرُ وَيُحِ رُشْدَةً عَلَى نِكَاحٍ
 مِلَّةٍ مِنَ الْمِلَّةِ خَارِجٌ مِنَ الْحَدِّ الزِّنَاءِ وَلِكُنْه
 مُعَاقِبٌ عَقُوبَةُ الْفُرْقَةِ .

(فروع کافی جلد پنجم ص ۵۷۱ تا ۵۷۲)
 کتاب النکاح باب تفسیر ما یحد
 من النکاح وما یحد من الخ
 مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ :

جو شخص ان محرمات سے نکاح کرتا ہے۔ جن سے اللہ تعالیٰ نے
 قرآن پاک میں نکاح کرنا حرام فرما دیا۔ مثلاً ما میں، بیٹیاں وغیرہ یہ سب
 عورتیں باعتبار نکاح کر لینے کے حلال ہیں۔ اور جو اس کے کہ اللہ تعالیٰ
 نے ان سے نکاح حرام فرمایا۔ حرام ہیں۔ اور جو شخص ان سے شادی کرتا
 ہے۔ تو یہ سب باعتبار نکاح میں لانے کے حلال ہیں۔ ان میں حرمت
 اور فساد دوسری وجہ سے ہے۔ وہ اس لیے کہ ان سے شادی کرنے
 والے کو چاہیئے یہ تھا۔ کہ وہ اس طرح (ان عورتوں سے) شادی
 کرتا۔ جس طرح کہ اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا۔ اللہ تعالیٰ کی اس محنت

کی وجہ سے ایسا کرنے والا سفاح اور مردود ہے۔ لہذا اس کا یہ نکاح ناہی
باقی نہیں رکھا جائے گا۔ اور دوسرے اس نکاح پر ثابت رہنے دیا جائے
گا۔ بلکہ امام وقت ان کے درمیان فوراً جدائی کا حکم دے گا۔ لیکن ان کا
یہ نکاح زنا نہیں ہو گا اور نہ ہی اس نکاح سے پیدا شدہ اولاد حرامی
ہوگی۔ اور جس نے اس طرح پیدا ہونے والے کسی بچے کی والدہ پر بدکاری
(زنا) کی ہمت لگائی اس پر کوڑوں کی حد لگائی جائے گی۔ کیونکہ یہ
بچے ایک صحیح اور قابل تسلیم نکاح کے بعد پیدا ہوئے۔ اگرچہ حرام
ہونے کی وجہ سے ان میں کچھ فساد لگایا ہے۔ یہ بچہ اپنے باپ کی
طرف منسوب ہو گا۔ جو صحیح نکاح سے پیدا ہوا۔ لہذا مذہب میں سے
ہر فرد سب کے مطابق یہ نکاح درست قرار پائے گا۔ اور زنا و کی
تعریف سے خارج ہو گا۔ لیکن اس طرح دونوں میاں بیوی بننے والوں
کو جدائی کی سزا دی جائے گی۔

دنیا میں کوئی عورت حرام نہیں ہے

اس روایت میں تو اہل تشیع نے عیاشی، بدکاری اور خواہشات نفسانیہ
کی تنگیوں کی حد کر دی۔ اس روایت کے پڑھنے سے پہلے ہی خیال آتا تھا۔ کہ
ان لوگوں نے متعہ مردہ کی صورت میں اپنی شہوت کی آگ بجھانے کی کوشش کی
ہے۔ اور اس بارے میں یہ خیال بھی آتا تھا کہ عین ممکن ہے۔ کہ ایک عورت سے
کسی نے متہ کیا۔ اور شوخی قسمت کہ اس کا حمل ٹھہر گیا۔ اور اتفاق سے اس نے
لڑکی جنی۔ پندرہ بیس سال کے بعد چلتے چلاتے پھر اس کی لڑکی کے والد گرامی کو ثواب

وُٹنے کی ٹھانی ہو۔ اور وہ بنتی ہوئے کی کوشش میں اس لڑکی سے متعہ کرے۔ تو ایسے احتمالات کی موجودگی کا سوچ کر انسانی روئے کھٹے کھڑے ہو جاتے تھے۔ لیکن یہ تو صورتِ متعہ میں احتمال تھا۔ روایتِ مذکورہ کو پڑھ کر تو پاؤں سے زمین سرکنے لگی۔ وہاں اپنی لڑکی کے ساتھ وطی کا احتمال تھا۔ اور یہاں تو ماں، بیٹی اور بہن وغیرہ محرمات سے نکاح کو درست قرار دے دیا۔ جب اپنی ان رشتہ کی حقیقی عورتوں سے نکاح کے جواز کا فتویٰ دیا جا رہا ہے۔ تو متعہ سے پیدا ہونے والی لڑکی بہر حال سگی لڑکی سے رشتہ کے اعتبار سے کہیں کم ہے۔ اس سے وطی بطریقہ اولیٰ جائز ہوگی۔ پھر نیلے پھل یہ کہ اس طرح ماں، بیٹی اور بہن کے ساتھ وطی کے بعد اگر استمطار حمل ہو گیا۔ اور بعد میں بچہ بچتی آدھ کا۔ تو اسے حرامی نہیں کہا جائے گا۔ اور جو اس نومولود کو حرامی کہے گا اس پر حد جاری ہوگی۔ اُسے کوڑے مارے جائیں گے۔ جس کا کھلم کھلا یہ مطلب ہوا کہ شیعہ حضرات کے نزدیک دنیا میں کوئی عورت حرام نہیں۔ ماں، بہن، بیٹی وغیرہ محرمات تک کو بھی نکاح میں دیا جاسکتا ہے۔ ایک چھوڑو چار چار محرمات بیک وقت ہوس کی تسکین کا ذریعہ بنائی جاسکتی ہیں۔ ہزاروں عورتوں سے، بیک وقت عقدِ متعہ کر کے جشنِ بہاراں منایا جاسکتا ہے۔ اور اگر فرجِ فارغ نہ ہو تو دُبر سے قومِ لوط کی سفتِ زندہ کرنی جائز ہے۔ کچھ نہ ملے۔ تو اپنے ہاتھ سے شہوانی لذت کا موقعہ حاصل کرنا بھی کوئی معیوب نہیں۔

زَيْنَ لِلنَّسَائِ حُبُّ الشَّهَوَاتِ مِنَ النِّسَاءِ الْغ

شہر مگاہ کے ذکر سے لطف اندوزی

فروع کافی

رَوَى عَنْ عَبْدِ اللَّهِ الدَّائِقِيِّ قَالَ دَخَلْتُ
حَمَامًا بِالْمَدِينَةِ فَإِذَا شَيْخٌ كَبِيرٌ وَهُوَ
قِيمُ الْحَمَامِ فَقُلْتُ لَهُ يَا شَيْخُ لِمَنْ هَذَا الْحَمَامُ؟
فَقَالَ لِابْنِ جَعْفَرٍ مُحَمَّدِ بْنِ عَلِيٍّ بْنِ الْحُسَيْنِ
فَقُلْتُ كَانَ يَدْخُلُهُ قَالَ نَعَمْ فَقُلْتُ كَيْفَ كَانَ
يَصْنَعُ؟ قَالَ كَانَ يَدْخُلُ فَيَبْدَأُ فَيَطْلِي عَائَتَهُ
وَمَا يَلْبِسُهَا ثُمَّ يَلْتُمُ إِزَارَهُ عَلَى طَرَفِ إِحْلِيلِهِ
وَيَدْعُوَنِي فَأُطِلُّ عَلَى سَائِرِ جَسَدِهِ فَقُلْتُ لَهُ يَبْنَؤُا
مِنَ الْأَيَّامِ الَّذِي تَكْرَهُ أَنْ أَرَاهُ قَدْ رَأَيْتُهُ
قَالَ كَلَّا إِنَّ الشَّوْرَةَ سَتَرَهُ ۝

(اسم فروع کافی جلد ششم ص ۹۷ کتاب اترسی)

والتمثل مطبوعہ تہران طبع جدید)

(۲) - من لا یخضرہ الفقہ جلد اول ص ۲۴

فی آداب الحمام مطبوعہ مکتبہ طبع قدیم -

طبع جدید جلد اول ص ۷۵ مطبوعہ تہران غسل جمعہ)

ترجمہ:

عبید اللہ التالیقی سے روایت ہے کہ میں ایک مرتبہ دریچہ ایک حمام میں داخل ہوا۔ اچانک اس حمام کا نگران میرے سامنے آیا۔ میں نے پوچھا۔ اے شیخ! یہ حمام کس کا ہے؟ کہنے لگا۔ کوہ حمام امام باقر علیہ السلام کا ہے۔ میں نے پھر پوچھا۔ کیا وہ خود اس حمام میں تشریف لاتے ہیں؟ اس نے کہا۔ ہاں۔ میں نے پوچھا۔ وہ یہاں کیا کرتے ہیں؟ کہنے لگا؟ وہ یہاں آکر پہلے اپنے آئینہ تناسل اور اس کے ارد گرد زیر ناف بالوں کو صاف کرنے کے لیے اچونا لگاتے ہیں۔ پھر کپڑے کا ایک پٹی آئینہ تناسل پر لپیٹ کر مجھے بلاتے ہیں۔ میں بقیہ تمام بدن پر لپیٹتا ہوں۔ میں نے ایک دن امام سے پوچھا کہ جس چیز آئینہ تناسل اور غلیظ شرمگاہ کو آپ خود دیکھنا اچھا نہیں سمجھتے۔ میں اُسے مالت لیپ میں دیکھ لیتا ہوں۔ فرمایا۔ چونا لگانا ہونا اس کے پردہ کے لیے کافی ہے۔

من لا یحضرہ الفقیہ

وَمَنْ أَهْلِي فَلَا بَأْسَ أَنْ يُلْقَى السَّعْرَةَ
لِأَنَّ السَّوْرَةَ سَكْرَةٌ

(من لا یحضرہ الفقیہ جلد اول ص ۶۵ فی غسل الجنۃ
وآداب الحاء مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ:

جس نے اپنی شرمگاہ پر چونا لگایا۔ تو اُسے پردہ کا کپڑا اتار

اس خبر میں امام کے لیے اس بات کی اجازت ہے۔ کہ وہ حمام میں اپنے ساتھ بیٹے کو بھی لے جاسکتا ہے۔ اور ربا وجود نا جائز ہونے کے صرف امام کے لیے یا اس لیے جائز ہے۔ کیونکہ امام عمر کے ہر حصہ میں معصوم ہوتا ہے۔ چاہے بچہ ہو یا بڑھاپا۔ لہذا معصوم سے یہ توقع نہیں ہو سکتی۔ کہ اس کی نظر کسی شخص کی شر نگاہ کی طرف حمام یا دوسری جگہ میں پڑے۔

فروع کافی

عَنْ بَعْضِ مَنْ حَدَّثَنَا أَنَّ أَبَا جَعْفَرٍ عَلَيْهِ السَّلَامُ كَانَ يَقُولُ مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ فَدَخَلَ الْحَمَّامَ إِلَّا بِمِزْرٍ قَالَ فَدَخَلَ ذَاتَ يَوْمٍ الْحَمَّامَ فَتَنَوَّرَ فَلَمَّا أَنْ أَطْبَقَتِ الشُّورَةُ عَلَى بَدَنِهِ أَلْقَى الْمِزْرَ فَقَالَ لَهُ مَوْلَى لَهُ يَا بَنِيَّ أَنْتَ وَأُمِّي إِنَّكَ لَتُوصِيَتَا بِالْمِزْرِ وَلِزُومِهِ وَقَدْ أَلْقَيْتَهُ عَنْ نَفْسِكَ فَقَالَ أَمَا عَلِمْتَ أَنَّ الشُّورَةَ فَدَخَلَ أَطْبَقَتِ الْعُرَّةَ۔

افروع کافی جلد ششم ص ۵۰۲ تا ۵۰۳

کتاب الزی والتجمل

مطبوعہ تہران طبع جدید

ترجمہ: امام باقر رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے۔ کہ جس کا اللہ اور قیامت پر

ایمان ہو۔ اسے تہبند باندھے بغیر حمام میں داخل ہونا منع ہے۔ ہادی کہتا ہے۔ کہ ایک دن امام باقر رضی اللہ عنہ حمام میں داخل ہوئے۔ آپ نے (وزیر ناف بالوں کو مات کرنے کے لیے) اچونا لگایا جب چونے کا اچھی طرح لپیٹ کر لیا۔ تو آپ نے تہبند اتار پھینکا۔ یہ دیکھ کر آپ کے ایک غلام نے عرض کیا۔ حضور! آپ پر میرے ماں باپ قزاق! آپ خود ہی ہمیں حمام میں تہبند باندھے بغیر آنے سے منع فرماتے ہیں۔ اور آپ نے اب خود ہی اسے اتار پھینکا ہے۔ فرمایا۔ کیا تو اس بات کو نہیں جانتا۔ کہ چونے نے شرک گاہ کو ڈھانپ لیا ہے۔ (تہبند سے بھی مقصد پردہ کرنا تھا۔ اور یہ مقصد چھونے کے لیے حاصل ہو گیا ہے۔ لہذا اگر چادر اتار دی ہے۔ تو کوئی حرج نہیں۔ اور میرا ارشاد اور میرا عمل باہم مختلف نہیں ہیں۔)

روایات مذکورہ سے ناظرین کرام کو یہ معلوم ہو چکا ہوگا۔ کہ شیعہ حضرات شرمگاہ کے ذکر اور اس کے دیدار سے کس قدر لطیف اندرز ہوتے ہیں۔ آزاد تناسل کی زیارت ان کا من پسند فعل ہے۔ اور اس فعل کے جوار کے لیے ائمہ کرام کی طرف من گھڑت روایات منسوب کرنا ان کا پسندیدہ مشن ہے۔ حقیقت میں ان کی اپنی خواہشات نفسانی انہیں یہ کر سکھاتی ہیں۔ کہ ایسا لطیف جائز ہونا چاہیئے۔ اور علامت سے بچنے کی خاطر اس قسم کی روایات ائمہ اہل بیت کی طرف منسوب کر دی جائیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مرد کے لیے ناف سے لے کر گھٹنوں تک کا پردہ کرنا فرض قرار دیا ہے۔ لیکن شیعہ حضرات نے خاص کر شرمگاہ کی زیارت حاصل کرنے کے لیے صرف اس پر لپیٹ لیا ہوا اچونا ہی پردہ کے قائم مقام کر دیا۔ اور پھر غضب یہ کرتے ہیں کہ اس غیر شرعی فعل اور ناجائز عمل کے لیے ائمہ اہل بیت

کی طرف یہ بات منسوب کرتے ہیں۔ کہ ان پاکیزہ اور شرم و حیا کے پیکروں نے اپنی شرمگاہوں پر چونا لگا کر تہ بند و عینہ کے پردہ کو ہمارے پھینکا۔ اور شیعوں کو زیارت کا موقعہ بخشا۔

معاذ اللہ! یہ کیسے ہو سکتا ہے۔ کہ کوئی امام اہل بیت اپنے جدا مجد حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات اور احکامات کو ایسے پشت ڈالے اور ان کے خلاف نئے من گھڑت مسائل پر عمل کرے۔ آپ کو معلوم ہونا چاہیے کہ جب سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کا اس دارِ فانی سے عالمِ بقا کی طرف انتقال ہوا۔ تو حضرت علی اور حضرت عباس رضی اللہ عنہما نے آپ کو غسل دینے کے لیے آپ کے جسم اطہر سے کپڑے اتارنے کا ارادہ فرمایا۔ تو فوراً انہیں انگلی اٹھائی۔ اور اونٹھ کے عالم میں انہیں غیبی آواز سنائی دی۔ کہ خبردار! میرے حبیب (صلی اللہ علیہ وسلم) کے جسم اقدس سے کپڑے اتارنے کی کوئی کوشش نہ کرنا۔ اور نہ ہی انہیں اتارنے کی ضرورت ہے۔ بلکہ کپڑوں سمیت ہی آپ کو غسل دیا جائے۔

رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے شرم و حیا کا یہ عالم کہ زندگی میں ان کی ازواج مطہرات آپ کی جائے ستر کو نہ دیکھ سکیں۔ اور بعد از انتقال اللہ تعالیٰ نے اس پردہ کو قائم رکھنے کا اہتمام فرما دیا۔ تو اسے دیکھ کر یہ کہنا کیونکر ممکن ہوگا کہ آپ کی نسل پاک میں سے وہ حضرات جو منصبِ امامت اور مقامِ رشد و ہدایت سے سرفراز ہوں۔ وہ اس قسم کی گھٹیا حرکات کریں۔ اور پھر اس کی من مانی توجیبات بھی کریں۔ لہذا یہ مانتا پڑے گا۔ کہ حضرات ائمہ اہل بیت (علیہم السلام) سے پاک تھے۔ صرف ان کے ”وعدیانِ محبت“ کی یہ کرشمہ سازیاں ہیں۔ کہ محبت اہل بیت کی آڑ میں ہر محکومہ اور شرم و حیا سے عاری کام ان کے ہاں کا ثواب

ہن گیا۔ اور اس کے جواز و حلال ہونے کے لیے ان برگزیدہ ہستیوں کو مرث کے
اپنی خباثت کا راستہ ہموار کر لیا۔

شیعہ مذہب میں رہنمائی ہونے کی آزادی

فروع کافی

عَنْ أَبِي الْحَسَنِ الْمَاضِي عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ الْعَوْرَةُ
عَوْرَتَانِ الْقَبْلُ وَالْكَفُّ فَأَمَّا الْكَفُّ
مَشْهُورٌ بِالْإِلَاقَتَيْنِ فَإِذَا امْتَرَّتِ الْقَضِيبَ وَ
وَالْبَيْضَتَيْنِ فَقَدْ مَسَّتْ الْعَوْرَةَ - وَقَالَ
فِي رِوَايَةٍ أُخْرَى وَأَمَّا الْكَفُّ فَقَدْ مَسَّتْ
الْإِلَاقَتَيْنِ وَأَمَّا الْقَبْلُ فَاسْتُرَهُ بِبَدَنِكَ -

فروع کافی جلد ششم ص ۱۰۵ کتاب لازمی
واجعل مطبوعہ تہران طبع جدید

نتیجہ:

امام موسیٰ کاظم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ شرمگاہیں دو ہیں۔ پیشاب
والی جگہ اور پانچا خانہ کرنے والی جگہ ان میں دوسری شرمگاہ کو تو دونوں
چوڑ چھپا لیتے ہیں۔ تو جب اگر تناسل اور دونوں غصیے تو نے کسی
طرح چھپا لیے۔ تو کرنے پر وہ کر لیا۔ ایک اور روایت میں فرمایا۔
پانچا خانہ کرنے کی جگہ کو تو دونوں چوڑ چھپا لیتے ہیں۔ رہا پیشاب والی
جگہ (اگر تناسل) کا معاملہ تو اسے اوپر ہاتھ رکھ کر چھپا لے۔ (پر وہ

ہو جائے گا۔)

شیدہ حضرات کی وہ کتاب جو ان کے امام غائب کا مصدقہ ہے۔ اس کی اس روایت صمیمہ سے واضح ہوا۔ کہ ان کے ہاں پردہ کا وجود بالکل نہیں۔ کیونکہ آپ نے روایت مذکورہ میں دیکھا کہ جب ڈبرچوڑوں میں گھر سے ہونے کے باعث پردہ میں ہے اور ذکر کے اوپر ہاتھ رکھ کر پردہ قائم ہو گیا۔ تو انہی دو جگہوں کا پردہ ضروری تھا۔ وہ ہو گیا۔ ڈبر کا تو خود بخود پردہ چوڑوں نے کر دیا۔ اور ذکر کا اپنے ہاتھ سے کر لیا۔ اس کے بعد جسم پر کسی کپڑے کی پردہ کرنے کے لیے ضرورت تھیں۔ ایک ہاتھ ذکر پر رکھا۔ اور دوسرے ہاتھ میں ”فروع کافی“ کو لیا۔ اور خرید و فروخت کے لیے گلیوں بازاروں میں گشت کی اور تبلیغ و تقریر کے لیے ایک شہر سے دوسرے شہر گئے۔ رہیں، بس، ہوائی جہاز اور ٹیکسی رکشہ پر ادھر ادھر آئے گئے۔ بارات میں شرکت کی۔ نمازیں پڑھیں۔ اور اگر کسی نے اس بڑھنگی پر اعتراض کیا۔ تو ”فروع کافی“ کا حوالہ دے دیا۔ تو آپ خود ہی اندازہ فرمائیں۔ کہ ایسے کامل اور مکمل پردہ کے ساتھ سیر و سیاحت کس شان کی ہوگی۔

ۛ

اپنی اداؤں پر ذرا غور کریں
ہم اگر عرض کریں گے تو شکایت ہوگی۔

فروع کافی

عَنْ أَبِي عَبْدِ اللَّهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ
قَالَ النَّظَرُ إِلَى عَوْرَةٍ مِنْ لَيْسَ
بِمُسْلِمٍ مِثْلُ نَظَرِكَ إِلَى عَوْرَةٍ

الْحَيَاةِ

- (۱- افروز کافی جلد ششم ص ۱۰۵ کتاب الازی
والتحمل مطبوعہ تہران طبع جدید)
(۲- من لایکفرہ الفقیہہ ص ۳۳ فی فصل یوم الجمعہ
مطبوعہ مکتبہ طبع قدیم)
(۳- من لایکفرہ الفقیہہ جلد اول ص ۱۲۴ مطبوعہ تہران
طبع جدید)

ترجمہ:

امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ آپ نے فرمایا: غیر مسلم
(مرد و زن) کی شرمگاہ کو دیکھنا ایسا ہی (جائنا ہے) جیسا کہ گدھے کی
شرمگاہ کو دیکھنا۔

گدھے یا دیگر حیوانات کی شرمگاہیں اور غیر مسلم مرد اور عورت کی شرمگاہیں کیا
مناسبت رکھتی ہیں پردہ کے احکامات انسانوں کے لیے ہیں۔ اگر وہ مسلمان ہیں
اور باپردہ رہنا ہر آدمی کے حیا و شرم کا آئینہ دار ہے۔ جو مسلم اور غیر مسلم دونوں میں
مطابق تین مذہب جاری و ساری ہے۔ مقام انسانیت اور درجہ حیوانیت میں
کس قدر بعد ہے۔ لیکن ان لوگوں کی لطف اندوزیوں نے غیر مسلم مرد و عورت کو
اس قدر بے حیا اور شرم سے عاری سمجھا۔ کہ وہ بھی اسی طرح ہیں جس طرح حیوان
پھر اس پر بس نہیں۔ بلکہ ان کی شرمگاہوں کو دیکھنے والے بھی قابلِ ملامت نہیں
ٹھیک ہے۔ کہ غیر مسلم پردہ کے احکامات شرعیہ کے پابند نہ تھے۔ لیکن اپنے مذہب کی
اخلاقی قدروں سے تو باخفی نہیں۔ چلو یہ بھی مان لیا کہ وہ اخلاقی طور پر انتہائی گراؤ
میں پڑ گئے۔ لیکن یہ کہاں کی شریعت ہے۔ کہ ایک مسلمان مرد یا عورت بھی اپنی

اسلامی اقدار اور احکامات شرعیہ کی پس پشت ڈال کر غیر مسلموں کی شرمگاہوں کو دیکھتا پھرے؟
 حقیقت یہ ہے کہ شیعہ لوگوں کے نزدیک ہر وہ چیز جس سے ان کی خواہش
 نفس اور ہوس پوری ہوتی ہو۔ وہ جائز اور حلال ہے۔ وہ اگر محرمات شرعیہ میں سے
 بھی ہو۔ تو اسے بھی کبھی امام کی طرف نسبت کر کے حلال و جائز کر لینا ان کے بائیں ہاتھ
 کا کمیل ہے۔

فاعتبروا یا اولی الابصار

شیلہ مذہب ٹی میں عورت کی شہرگاہ
دیکھنا اور اس کو بوسہ دینا جائز ہے

فروع کافی

عَنْ عَلِيِّ بْنِ جَعْفَرٍ قَالَ سَأَلْتُ أَبَا الْحَسَنِ
عَلَيْهِ السَّلَامُ عَنْ الرَّجُلِ يُقَبِّلُ قَبْلَ الْمَرْأَةِ
قَالَ لَا بَأْسَ -

(فروع کافی جلد پنجم ص ۴۹۷ کتاب النکاح
باب نوادر مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ:

علی بن جعفر نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ اگر مرد عورت کی
شہرگاہ کو چومتا ہے۔ تو اس کے بارے میں کیا ارشاد ہے؟ فرمایا
کوئی حرج نہیں۔

فروع کافی

عَنْ أَبِي حَمْزَةَ قَالَ سَأَلْتُ أَبَا عَبْدِ اللَّهِ
عَلَيْهِ السَّلَامُ أَيُّ نَظَرِ الرَّجُلِ إِلَى فَرجِ
الْمَرْأَةِ

إِسْرَآئِيلَ وَهُوَ يُجَاوِزُهُ فَقَالَ لَا بَأْسَ -

(فردوس جلد پنجم ص ۴۹ کتاب النکاح)

باب نوادر مطبوعہ تہران جدید

ترجمہ :

ابنی حمزہ نے حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے پوچھا کیا آدمی
جماع کے وقت اپنی بیوی کی شہرہ گاہ دیکھ سکتا ہے؟ فرمایا کرتی
حرج نہیں۔

صرف دو روایات کے ذکر میں ہی اکتفا کیا جاتا ہے۔ انہیں پڑھ کر ہر
صاحب انصاف یہ کہنے پر مجبور ہو گا کہ یہ سب روایات پھر اور وہی تباہی ہیں
ہیں۔ اور اس قسم کی خرافات کا اثر اہل بیت سے قطعاً کوئی تعلق نہیں۔ شیعہ لوگوں نے
محض اپنی خواہشات نفسانی کی تکمیل اور محض مزہ لینے کی خاطر ان بحواسات کو حضرت
اثر اہل بیت کی طرف منسوب کر دیا ہے۔ در زمان تعلیم شخصیات سے اس قسم کی گھٹیا
اور تہذیب سے گری ہوئی باتیں محال نہ ہوں لیکن ناممکن ضرور ہیں۔

فاعتبروا یا اولی الابصار

پر لطف مشغلہ

حلیۃ المتقین

از حضرت امام موسیٰ پر سیدند۔۔۔ اگر کسی فریج زن را بہر سد چوں است
فرمود باکی نیست۔ و از حضرت صادق پر سیدند کہ اگر کسی زین خود را در میان
کند و باو نظر کند چوں است؟ فرمود کہ مگر لذتی از ایں بہتر ہے باشد۔ و بہر
سیدند کہ اگر بدست و انگشت با فریج زن و کینیز خود بازی کند چوں است؟
فرمود باکی نیست۔

حلیۃ المتقین ص ۴۱ در آداب زنا
مطبوعہ تہران طبع قدیم

ترجمہ :

جناب امام موسیٰ کاظم رضی اللہ عنہ سے لوگوں نے پوچھا۔ اگر کوئی شخص
اپنی بیوی کی شرمگاہ چوم لیتا ہے۔ تو یہ فعل کیسا ہے؟ فرمایا۔ کوئی
خطرہ لگتا نہیں۔ اور حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے لوگوں نے
پوچھا۔ کہ اگر کوئی آدمی اپنی بیوی کو تنگ کر دے۔ اور پھر اس کی شرمگاہ وغیرہ
کی طرف دیکھے۔ اس کا کیا حکم ہے؟ فرمایا شاید اس سے بہتر ہی کوئی
لذت ہو۔ (یعنی یہ بہترین لذت والا فعل ہے) اور پوچھا۔ کہ اگر کوئی شخص
اپنے ہاتھ اور انگوٹھوں سے اپنی بیوی اور اپنی لونڈی سے کھیلتا ہے

تو یہ فعل کیسا ہے؟ فرمایا کہ اس میں کوئی خطرہ کی بات نہیں۔

ناظرین کرام! نیک بندوں کے ہاتھ پاؤں کو بوسہ دینا اور انہیں چومنا تو خلتا تو مسئلہ چلا آرہا ہے۔ بعض اسے ناجائز اور اکثر اس کی اباحت کے قائل ہیں۔ مگر مذکورہ بالا حوالہ کو دیکھئے۔ کہ شیعہ حضرات نے عملی طور پر یہ ثابت کر دیا ہے۔ کہ ہاتھ پاؤں چومنا تو بے قسمت! ہمارے لیے تو عورت کی شرمگاہ بھی چومنے کی چیز ہے۔ اور اسے بوسہ گاہ سمجھتے ہیں۔

دراصل کسی چیز کو چومنا اس سے عقیدت و محبت کے اظہار کا ایک طریقہ ہے چونکہ ہم اہل سنت و جماعت کو اللہ کے نیک بندوں سے عقیدت و محبت اور دلی الفت ہوتی ہے۔ لہذا اس کا اظہار ہم دست بوسی سے کرتے ہیں۔ اور یہ ایک ایمانی فعل ہے۔ لیکن شیعہ حضرات کو دیکھئے۔ کہ ان دن نام نہاد مہمانِ اہیت کو کس چیز سے محبت اور عقیدت ہے۔ ان کے لیے عورت کی شرمگاہ مرکز عقیدت اور منبع محبت ہے۔ لہذا اسے چوم کر اپنی عقیدت کا اظہار کر دیا۔ اب آپ ہی سوچیں۔ کہ ان کا یہ فعل ایمان کی نشانی ہے۔ یا اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات سے بناوٹ کی علامت؟ چونکہ ان لوگوں میں بے حیائی اور فسق و فجور ایک فطرت ثانی بن چکے ہیں۔ اس لیے آپ دیکھیں گے۔ کہ کبھی تو عورت کو ننگا کر کے ایک مرعوب چیز کی زیارت کے درپے ہوتے ہیں۔ اور گاہے اس میں انگلیاں پھیر کر حیوانات کو شرمائے جا رہے ہیں۔ اور بعض دفعہ فرط محبت و عقیدت میں اس کے بوسے لے کر شقاوت قلبی کو کیسے سامانِ ہم پہنچا ہے

ع

ہیں۔

بے حیا باشں ہرچہ خواہی کُن

فصل ششم

شیعہ کتب سے متعہ کی فضیلتیں اور برکتیں

گوشہ اوراق میں آپ متعہ کی تعریف اور پھر اس کے جائز و حلال ہونے کے شیعہ دلائل پڑھ چکے ہیں۔ اور اس کے ساتھ ساتھ ان بے معنی اور غلط دلائل کے جوابات بھی ہم نے گوش گزار دیئے۔ اگے چل کر حرمت متعہ پر قرآن و اقوال ائمہ اہل بیت سے شواہد و دلائل بھی پیش کیے۔ چونکہ متعہ کی علت و جواز کے حضرت قائل ہیں۔ اس لیے ضروری ہے۔ کہ اس جائز کام کی ان کے ہاں فضیلت اور برکت بھی ہوگی۔ لہذا ہم خود ان کی کتب سے چند ایسے حوالہ جات پیش کرنے کی جسارت کر رہے ہیں۔ جن میں حضرات ائمہ اہل بیت کا نام ہے کہ اس (متعہ) فعل مذموم کے ان لوگوں نے فضائل اور برکات بیان کیے ہیں۔ ملاحظہ فرمائیں۔

متعہ کرنے والے کی مغفرت ہو چکی ہے۔

روایت اول:

قَالَ أَبُو جَعْفَرٍ عَلَيْهِ السَّلَامُ إِنَّ السَّيِّئَ

صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَعَنَّا مُسْرِئِي بِهِ إِلَى السَّمَاءِ
قَالَ لِحَقِيقِي جِبْرِئِيلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ فَقَالَ يَا مُحَمَّدُ
إِنَّ اللَّهَ تَبَارَكَ وَتَعَالَى يَقُولُ إِنِّي قَدْ غَفَرْتُ
لِلْمُتَعَمِّتِينَ مِنْ أُمَّتِكَ مِنَ النَّسَاءِ-

(من لا یحضرہ الفقیہ جلد سوم ص ۲۹۵)

(فی الملتئمہ مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ:

امام باقر رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا آسمانوں
کی سیر کرائی گئی۔ تو آپ فرماتے ہیں۔ کہ مجھے جبرئیل امین ملے۔ اور کہنے لگے
بے شک اللہ تعالیٰ نے آپ کی امت کے ان مردوں کی مغفرت فرما
دی۔ جو عورتوں سے متعہ کرتے ہیں۔

روایت مذکورہ سے معلوم ہوا۔ کہ شیعہ حضرات کے عقائد کے مطابق ”متعہ“،
اس قدر اللہ کی بارگاہ میں مقبول و منظور ہے۔ کہ اس پر عمل پیرا ہونے والا یقیناً جنتی
ہونے کے لیے کافی ہے۔ کسی دوسرے فرض، واجب وغیرہ افعال خیر کی
کوئی ضرورت نہیں۔ کیونکہ جب متعہ کرنے والے کی مغفرت متعہ سے ہو گئی۔
تو پانچوں گھٹی میں۔ (استغفر اللہ)

روایت دوم:

وَرُوِيَ أَنَّ الْمُؤْمِنَ لَا يَكْمُلُ حَتَّى يَتَمَتَّعَ-

(من لا یحضرہ الفقیہ جلد سوم ص ۲۹۷)

(فی الملتئمہ مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ:

روایت کی گئی ہے کہ متعہ کیے بغیر کوئی آدمی کامل مومن نہیں بن سکتا۔

اس روایت سے بالکل واضح معلوم ہوا کہ شیعہ حضرات کے نزدیک متعہ تکمیل ایمان کی شرط ہے۔ اگر یہ نہ ہو تو ایمان ناقص ہوگا۔ لہذا معلوم ہوا کہ شیعہ حضرات اس شرط ایمان کی دولت سے ہمید دست ہیں۔ وہ ناقص الایمان ہیں ابھی سے انہیں ایمان کی تکمیل کی فکر کرنی چاہیئے۔ کہیں نامکمل ایمان کے ساتھ سپرد خاک نہ ہو جائیں۔

روایت سوم:

وَفِي الْفِقْهِ عَنْهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ لَيْسَ بِمُتَّامٍ
لِمُرِيدٍ مِنْ يَكْتَرِتُنَا وَ يَسْتَحِيلُ مُتَعِنَا أَقُولُ
الْكُرَّةُ الرَّجْعَةُ وَ هِيَ إِشَارَةٌ إِلَى مَا نَبَتْ عَنْهُمْ
عَلَيْهِمُ السَّلَامُ مِنْ رُجُوعِهِمْ إِلَى الدُّنْيَا مَعَ
جَمَاعَتِهِمْ مِنْ شِيعَتِهِمْ فِي زَمَنِ الْقَائِمِ عَلَيْهِ
السَّلَامُ لِيَنْصُرُوهُ۔

(۱) تفسیر صافی جلد اول ص ۳۴۷ سورۃ النور

مطبوعہ تہران طبع جدید۔

(۲) من لا یحضرہ الفقیہ جلد سوم،

ص ۲۹۱ باب المتعہ۔ طبع جدید

تہران۔

ترجمہ:

حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ آپ نے فرمایا۔ جو ہماری ”دکرت“ پر ایمان نہ لایا۔ اور جس نے ہمارے متعہ کو حلال نہ جانا۔ وہ ہم میں سے نہیں ہے۔

”دکرت“ کی تفسیر صاحب تفسیر صافی نے یوں کی۔ میں کہتا ہوں۔ کہ ”دکرت“ سے مراد رجبت ہے۔ جس کا معنی لوثنا ہے۔ اور یہ اس عقیدے کی طرف اشارہ ہے۔ جو ہمارے ائمہ اہل بیت سے ثابت ہے۔ کہ وہ دنیا میں امام قائم کی نصرت اور معاونت کے لیے اپنے شیعوں کے ساتھ دوبارہ تشریف لائیں گے۔

آیت ”فما استمتعتم“ الخ کے تحت تفسیر منہج الصافی

میں مذکورہ فضائل متعہ کی روایات

روایت چہارم:

قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ تَمْتَعَ
مَرَّةً وَاحِدَةً عُتِقَ ثُلُثُهُ مِنَ النَّارِ وَ مَنْ
تَمْتَعَ مَرَّتَيْنِ عُتِقَ ثُلُثَاهُ مِنَ النَّارِ وَ مَنْ
تَمْتَعَ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ عُتِقَ كُلُّهُ مِنَ النَّارِ۔

(جلد دوم۔ ص ۲۸۰)

ترجمہ:

(بقول شیخہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جس نے ایک مرتبہ متعہ کیا۔ اس کا تہائی دوزخ کی آگ سے آزاد ہو گیا۔ اور جس نے دو مرتبہ متعہ کیا۔ اور اس کا دو تہائی آگ سے آزاد ہو گیا اور جس نے تین مرتبہ متعہ کیا اس کا دوزخ سے بالکل چھٹکارا ہو گیا۔

روایت پنجم:

قَالَ النَّبِيُّ (ص) مَنْ تَمَتَّعَ مَرَّةً آمِنَ مِنْ سَخَطِ الْجَبَّارِ
وَمَنْ تَمَتَّعَ مَرَّتَيْنِ خَشِيَ مَعَ الْإِبْرَارِ وَمَنْ تَمَتَّعَ
ثَلَاثَ مَرَّاتٍ زَاخَمَنِي فِي الْجَنَّةِ۔

(جلد دوم ص ۲۸۰)

ترجمہ:

حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ایک مرتبہ متعہ کرنے والا اللہ کے غضب سے بچا۔ دو مرتبہ متعہ کرنے والا اہل قیامت کو نیک لوگوں کے ساتھ اٹھایا جائے گا۔ اور جس نے تین مرتبہ متعہ کیا۔ وہ جنت میں مجھ سے ملاقات کرے گا۔

روایت ششم:

أَيْضًا قَالَ مَنْ تَمَتَّعَ مَرَّةً دَرَجَتُهُ كَدَرَجَةِ
الْحَسَنِ وَمَنْ تَمَتَّعَ مَرَّتَيْنِ دَرَجَتُهُ كَدَرَجَةِ
الْحَسَنِ وَمَنْ تَمَتَّعَ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ دَرَجَتُهُ كَدَرَجَةِ

عَلَيْهِ وَمَنْ تَمَتَّعَ اَرْبَعَةَ مَرَّاتٍ دَرَجَتًا كَدَرَجَتِيْ-
(جلد دوم ص ۲۸۱)

ترجمہ:

حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی فرمایا۔ جس نے ایک مرتبہ متعہ کیا۔ اس کا درجہ
حسین کے درجہ کی مانند ہے۔ اور جس نے دو مرتبہ متعہ کیا۔ اس کا درجہ
احمسن اور عین مرتبہ متعہ کرنے والے کا درجہ حضرت علی کے درجہ کے برابر
اور چہر چار مرتبہ متعہ کرے۔ اس کا درجہ میرے (خود رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم)
درجہ جیسا ہے۔ (معاذ اللہ)

روایت مفتم:

اَيْضًا قَالَ مَنْ حَرَجَ مِنَ الدُّنْيَا وَلَمْ يَتَمَتَّعْ جَاءَ
يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَهُوَ اَجْدَعُ-
(جلد دوم ص ۲۸۱)

ترجمہ:

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی ارشاد فرمایا۔ جو شخص دنیا سے رخصت
ہو گیا۔ اور وہ زندگی بھر ایک مرتبہ بھی متعہ نہ کر سکا تو بروز قیامت وہ اس
حال میں اُٹھے گا۔ کہ اس کی ناک بھی کٹی ہوگی۔ اور کان بھی۔

روایت مشتم:

فرمود بدرستیکہ برادر م جبرئیل نزد من آمد و تحفہ از نزد پروردگار من آورد
و آن متع زناں مومنہ است و پیش از من ای تحفہ را پیچ پیغبری از زانی ملائشہ

و من شہا را بال امریکینیم و ای سنت من است و دزدان من و بعد از من ہر کہ آن را قبول کند و بآن عمل کند و اچانے آن کند از من باشد و من آزادی راضی و ہر کہ مخالفت من کند بآن چہاں امر کردہ ام بخدائے مخالفت کردہ بدانید ای مرد مال کی ازاہل ایں مجلس کسی کہ تکذیب آن کند بجهت بغض او من پس من گواہی میدہم کہ او از اہل دوزخ ہست۔ پس لعنت خدا بر آن کیسے باد کہ مخالفت من کند در ایں ہر کہ انکار آن کند انکار نبوت من کردہ و ہر کہ مخالفت آن کند مخالفت من کردہ و ہر کہ مخالفت من کردہ مخالفت خدا کردہ و ہر کہ مخالفت خدا کردہ از اہل دوزخ باشد۔ و بدانید کہ متعہ امر لیت کہ حق تعالی مرا بآن مخصوص ساختہ بجهت شرف من بر غیر از ان بیا د سابق۔

(ص ۲۸۱)

ترجمہ :

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ایک مرتبہ جبریل امین میرے پاس اللہ کی طرف سے ایک تحفہ لے کر آئے۔ وہ تحفہ مومن عورت کے ساتھ متعہ کرنے کا تھا۔ مجھ سے قبل کسی پیغمبر کو یہ تحفہ نہ عطا ہوا۔ میں تمہیں اس پر عمل پیرا ہونے کا حکم دیتا ہوں۔ اور یہ میری سنت ہے میری موجودگی میں اور میرے بعد جو بھی اس کو قبول کرے گا۔ اور اس پر عمل کرے گا۔ وہ مجھ سے ہوگا۔ اور میں اس سے بھی اس کی مخالفت کی۔ وہ اور بوج مجھ سے بغض کے اس کی تکذیب کی۔ تو اس کے باسے میں میں دوزخی ہونے کی گواہی دیتا ہوں۔ لہذا اس پر اللہ کی لعنت جس نے میری مخالفت کی۔ جس نے اس کا انکار کیا۔ اس نے میری نبوت کا انکار کیا۔ اور جس نے متعہ کی مخالفت کی۔ اس نے میری

مخالفت کی۔ اور میرے مخالفت کرنے والے نے دراصل اللہ کی مخالفت کی۔ اور اللہ سے مخالفت کرنے والا ہر شخص دوزخی ہو گا۔ اور خوب جان لو کہ متعہ ایک ایسا حکم ہے۔ جو صرف اور صرف مجھے عطا ہوا کیونکہ دیگر انبیاء کرام پر مجھے شرف حاصل ہے۔ اس بنا پر ایک قائل فخر کام (متعہ) بھی مجھے ہی ملنا چاہیئے تھا۔)

متعہ میں ہر بوسے پر حج و عمرہ کا ثواب اور ہر حرکت پر پہاڑوں جتنا ثواب

روایت ۹:

ہر کہ یک بار در مدت عمر متعہ کند از اہل بشت باشد۔ وہ ہر گاہ کہ متعہ و متعہ باہم بنشینند فرشتہ برایشان نازل گردد و حراست ایشان کنند تا آنکہ از اہل مجلس برخیزند و اگر باہم سخن کنند سخن ایشان ذکر و تسبیح باشد و چوں دست یکدیگر را بدست گیرند ہر گاہیک کردہ باشند از انگشتان ایشان ساقط گردد و چوں یکدیگر را بوسہ نہند حق تعالیٰ ہر بوسہ مجھے دعوہ برائے ایشان بنویسد و چوں خلوت کنند ہر لذت و شہوت حسائے بنویسد مانند کوہائے برا فراشتہ

(جلد دوم صفحہ نمبر ۱۴۸)

ترجمہ: فرمایا جس نے عمر میں صرف ایک مرتبہ متعہ کیا۔ وہ جنتی ہو گا۔ اور جس وقت متعہ کرنے والا مرد اور متعہ کرانے والی عورت باہم مل بیٹھتے ہیں۔ تو ان پر فرشتہ نازل ہوتا ہے۔ اور ان کی حفاظت مجلس کے برخاست ہونے تک کرتا رہتا ہے۔ اور اگر وہ دونوں باہم گفتگو کرتے ہیں۔ تو ان کی باتیں ذکر اور تسبیح شمار ہوتی ہیں اور ایک دوسرے کا ہاتھ پکڑتے ہیں۔ تو ان کے

تمام گناہ ان کی انگلیوں سے نکل جاتے ہیں۔ اور جب دونوں پوسہ بازی کرتے ہیں۔ تو اللہ تعالیٰ ان کے ہر ایک پوسہ کے عوض ایک حج اور عمو کا ثواب عطا کرتا ہے۔ پھر جب غلوت (وطی) کرتے ہیں۔ تو ہر لذت اور شہوت کے بدلہ میں پہاڑ جیسی جند و بالائیکی ان کے اعمال میں درج کی جاتی ہے

روایت ۷۱:

فرمود کہ جبرئیل مرا گفت یا رسول اللہ حق تعالیٰ میفرماید کہ چوں متمتع و متمتعہ بر خیزند و بغسل کردن مشغول شوند در عالم باشد کہ من پروردگار ایشان و ای متہ سنت من است بر پیغمبر من ملائکہ خود گوئیم کہ اے فرشتگان من نظر کنید بایں دو بندہ من کہ برخاستہ اند و بغسل کردن مشغول اند و میدہ اند کہ من پروردگار ایشان گواہ باشید بآنکہ من آمرزیدم ایشان را و آب بر میج موسے از بدن ایشان نگذرد و مگوار کوحق تعالیٰ پیر موسے وہ منہ برائے ایشان بنزد وہ سیدہ محمکہ و وہ در جہر رفع نماید پس امیر المؤمنین (ع) برخاست و گفت۔ اَنَا مُصَدِّقُكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ (من) چسیت جزائے کسی کہ در ایں باب سہی کند فرمود کہ اَجَزُ هَذَا (من) ۲۸۱ تا ۲۸۲)

ترجمہ: حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جبرئیل نے مجھ سے کہا کہ اے اللہ کے پیغمبر! اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ کہ جب متہ کرنے والا مرد اور متہہ کرانے والی عورت (متہ سے فارغ ہو کر) اٹھتے ہیں۔ اور نہانے میں مشغول ہوتے ہیں۔ اور وہ اس بات پر یقین رکھتے ہیں۔ کہ میں ان کا پروردگار ہوں۔ اور متہ میرے پیغمبر پر میری سنت ہے۔ تو میں اپنے مقرب فرشتوں کو کہتا ہوں۔ اے فرشتو! میرے ان دو بندوں کی طرف دیکھو۔ کہ جو متہ کر کے اٹھے ہیں۔ اور غسل کرنے میں مشغول ہیں۔ اور یہ بھی یقین رکھتے ہیں۔ کہ میں ان کا

پروردگار ہوں۔ تم گواہ ہو جاؤ کہ میں نے ان کے تمام گناہ معاف کر دیئے ہیں اور ان کے جسم کے کسی بال سے جب پانی گزرتا ہے۔ تو میں اس ایک بال کے عوض دس نیکیاں عطا کرتا ہوں۔ دس برائیاں ختم کر دیتا ہوں۔ اور دس درجے بلند کرتا ہوں۔ یہ سن کر حضرت علی کرم اللہ وجہہ کھڑے ہوئے۔ اور کہا۔ یا رسول اللہ! میں آپ کی (اس بات کی) تصدیق کرتا ہوں۔ لیکن ارشاد فرمائیے۔ کہ جس نے متوہ کے لیے جدوجہد کی اس کی جزا کیا ہے؟ فرمایا۔ اس کو ان دونوں کے مجموعہ کے برابر ثواب ہوگا۔

روایت ۱۱:

گفت یا رسول اللہ! ہر ایسا شخص جو چیز است فرمود چوں بغسل مشغول شومند بہر قطرہ آب کہ از بدن ایشان ساقط شود حق تعالیٰ فرشتہ میا فرزند کہ تسبیح و تقدیس او سمانہ کند و ثواب اُن برائے غافل ذخیرہ شود تا روز قیامت اسے علی ہر کرایں منت را بہل فرما کر دو اھیلائے اُن نکند از شیعوں باشد و من ادوی بری باشم۔ (جلد دوم ص ۲۸۲)

ترجمہ:- حضرت علی رضی اللہ عنہ نے پوچھا۔ یا رسول اللہ! متوہ کرنے والے مرد اور عورت کا کیا ثواب ہے؟ فرمایا۔ جب متوہ سے فراغت پانے پر وہ غسل میں مشغول ہوتے ہیں۔ تو ان کے ایک ایک بال سے قطرہ گرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس سے ایک ایک فرشتہ پیدا فرماتا ہے۔ جو اللہ تعالیٰ کی تسبیح و تقدیس کرتا رہتا ہے۔ اور اس کا ثواب اس غسل کرنے والے کے لیے ذخیرہ ہوتا جاتا ہے۔ حتیٰ کہ قیامت آجاتی ہے۔ اسے علی؛ جس نے اس سنت کو کوئی اہمیت نہ دی۔ اور اس پر عمل پیرا نہ ہوا۔ وہ میرا شیعہ نہیں ہے۔ اور میں اُس سے بیزار ہوں گا۔

روایت ۱۲:

رسول خدا (ص) روزے با سحاب نشہ برد از ہر جانب سختی دے پورستہ از جملہ غنیمت
در میاں آمد آنحضرت فرمود اے مردمان: پہنچید انید کہ متعہ ماچہ نفیست
و ثواب است۔ گفتند زیا رسول اللہ! فرمود جبرئیل انکوں بر من نازل شد
و گفت لے محمد! حق سبحانہ تر اسلام میرساند و تحیتہ و اکرام مینواز و میفرماید کہ
است بخود را بمتعہ کردن امر کن۔ کہ اُن از شنن صالحان است۔ ہر کہ روز قیامت بمن
رسد و متعہ نکوہہ باشد حسانت اور بقدر ثواب متعہ ناقص باشد لے محمد (ص) !
در عی کہ مؤمنی صرف متعہ کند زو حق تعالی افضل از ہزار درام است کہ در غیر اُن
انفاق نماید۔ اے محمد! در بہشت جبے از حورالعین ہستند کہ حق تعالی ایشان را برائے
اہل متعہ آفریدہ لے محمد (ص) ! چوں مومنے مومنہ را عقد متعہ کند از جائے خود برخیزد تا آنکہ
حق تعالی اور را بیاورد و اُن مومنہ را نیز مغفور سازد و منادی انسا سمان ندا کند کہ اے بندہ
مومن حق تعالی میفرماید کہ بے بندہ مومن من متعہ کردہ ای بامید ثواب من ہر آئینہ امرو ز ترا
مسرو سازم بچغیر سیات تو و مضاعف حسانت تو و از صادق (ع) مرویت کہ
متعہ از دین ما است و دین اباہ ما۔ ہر کہ با اُن عمل کند بدین عمل کردہ باشد و مگر کھار کند
انکار دین را کردہ و بنیر از دین ما اعتقاد نمودہ بدستی کہ مترو نواست در سلف و امان
است از شرک۔ (ص ۷۸۲)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک صحابہ کرام کی ایک جماعت کے ساتھ رونق افروز تھے
اور ادھر ادھر کی مختلف باتیں ہو رہی تھیں۔ چلتے چلتے متعہ بھی زیر بحث آیا
حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ لوگو! کیا تم میں سے کوئی جانتا ہے۔ کہ متعہ
کی نفیست کیا ہے۔ اور اس کا ثواب کس قدر ہے؟ انہوں نے کہا۔ نہیں کوئی
نہیں جانتا۔ آپ نے فرمایا۔ ابھی جبرئیل آیا۔ اور افسدہ کا سلام و اکرام دے کر کہا

کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ کہ اپنی امت کو متو کرنے کا حکم دیں۔ کیونکہ وہ صالحین کی سنت ہے۔ جو بروز قیامت میرے پاس آیا۔ اور اس نے متعہ نہ کیا ہو گا۔ تو اس کی نیکیوں میں متعہ کی نیکی نہ ہو گی۔ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! وہ ایک درہم جو کوئی مومن متعہ کرنے میں خرچ کرے گا۔ کسی دوسری جگہ میں ہزار درہم کے خرچ کرنے سے افضل ہو گا۔ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! جب کوئی مومن مرد کسی مومن عورت سے عقد متو کرے گا۔ اور پھر متعہ میں مشغول ہو جائے گا۔ تو اللہ تعالیٰ متعہ سے فراغت سے قبل ہی اس کے گناہ معاف کر دے گا۔ اور وہ مومن عورت جس سے متو کیا جا رہا ہے۔ وہ بھی بخشی گئی۔

ایک آواز دینے والا آسمان سے آواز دے گا۔ کہ مومن آدمی! اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اے مومن بندے! چونکہ تو نے ثواب کی غرض سے متو کیا ہے۔ لہذا میں آج تیرے تمام گناہ معاف کر کے تجھے خوش کرتا ہوں۔ اور تیری نیکیوں کو دگنا کر کے تجھے مسرت عطا کرتا ہوں حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ روایت کی گئی ہے۔ کہ متعہ ہمارے اور ہمارے آباؤ اجداد کے دین میں سے ایک اہم کام ہے۔ جس نے اس پر عمل کیا۔ اُس نے ہمارے دین پر عمل کیا۔ اور جس نے انکار کیا۔ اُس نے ہمارے دین کا انکار کیا۔ اور اس دین کا اقرار کیا جس کا ہم سے کوئی تعلق نہیں یہ بات حق ہے۔ کہ متعہ اسلاف دگنہ ہوئے نیک لوگ ایسی قریب العمل تھا۔ اور اس کی بجا آوری میں شرک سے اس کی بات ہے۔

امتنعہ سے پیدا شدہ بچہ دوسرے بچوں سے افضل ہے۔

روایت ۱۲:

دولہ متعہ افضل است از دلہ زوجہ دائمہ و مشکوٰۃ مرتد و کافر است۔

(تفسیر منہج الصادقین ص ۴۸۲ جلد دوم۔ سورۃ النساء الجزء الخامس مطبوعہ تہران)

ترجمہ ۱:

متعد کے ذریعہ پیدا ہونے والا بچہ بچی اس بچہ بچی سے کہیں بہتر ہے۔ جو
دامنی نکاح کے ذریعہ کسی عورت کے ہاں پیدا ہو۔ اور اس رافضیت کا حکم
مرتداد اور کافر ہے۔

منہج الصادقین سے مذکورہ نوع در روایات سے درج ذیل امور ثابت ہوئے

- ۱۔ تین مرتبہ متعد کرنے والے پر دوزخ حرام ہے۔
- ۲۔ تین مرتبہ متعد کرنے والا یقیناً جنتی ہے۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے جنت میں ملاقات کرے گا۔
- ۳۔ ایک دفعہ متعد کرنے سے مرتبہ حسنی، دو مرتبہ متعد کرنے سے مرتبہ حسنی، تین دفعہ متعد کرنے سے مرتبہ حیدری اور چار دفعہ متعد کرنے سے مرتبہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ملتا ہے۔
- ۴۔ متعد کرنے والے کو قیامت کے دن ناک، کان کٹے کی شکل میں پیش کیا جائے گا۔
یعنی اس کا مثلہ کیا جائے گا۔ جو کہ دین اسلام میں حرام ہے۔ لیکن شیعوں کو گون کے نزدیک یہ قیامت کو بھی واقع ہو گا۔
- ۵۔ اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو متعد ایک مخصوص تحفہ عطا فرمایا۔ جو آپ پیشتر کسی بھی پیغمبر کو عطا نہ ہوا۔ لہذا اس مخصوص تحفہ پر بات دن عمل کر کے حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور پروردگار عالم کو راضی کرنا چاہیئے۔ اور اس سے روگردانی کر کے دوزخ کے مستحق نہ بنیں۔

۷۔ چونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تمام انبیاء کرام سے زیادہ اشرف و اکرام ہیں۔ اس لیے آپ کو متعہ میا اشرف و اکرم تحفہ دیا گیا۔

۸۔ متعہ کرنے والے دونوں مرد اور عورت کے غسل کے وقت گرنے والے پانی کے ہر قطرہ سے ایک فرشتہ پیدا ہو کر ان کے لیے تاقیامت ذکر و تسبیح کرتا رہتا ہے جس کا ثواب ان دونوں کے نامہ اعمال میں درج کیا جائے گا۔

۹۔ متعہ کرتے وقت ایک بوسہ لینا۔ حج و عمرہ کے ثواب کم نہیں۔ اور متعہ میں مشغول ہونے والے سے ہر شہوانی حرکت پر ایک عظیم پہاڑ کے برابر نیکی کا وعدہ ہے۔
۱۰۔ متعہ میں معاونت اور اس کے لیے راستہ بھرار کرنے والا متعہ کرنے والے دونوں کے ثواب کے برابر ثواب ملے گا۔

۱۱۔ متعہ کرنے والے کے نہانے سے ہر قطرہ پر ایک فرشتہ کے پیدا ہونے اور اس کی تسبیح کا انکار کرنے والا حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے ماننے والوں دشمنوں سے فارغ ہے۔

۱۲۔ امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کے فرمان کے مطابق متعہ دینا ائمہ کا جزم ہے۔ اور اس کی جزئیت کا منکودین سے فارغ ہے۔

۱۳۔ متعہ سے پیدا ہونے والی اولاد صحیح دائمی نکاح سے پیدا ہونے والی اولاد سے کہیں بہتر ہے۔ اگر کوئی اس کا انکار کرے۔ تو وہ مرتد اور کافر ہے۔

۱۴۔ جو شخص متعہ نہ کرے وہ ہرگز شیعوں کہلانے کا حقدار نہیں۔

۱۵۔ متعہ کرنے سے سابقہ زندگی کے سارے گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔ یعنی نماز پھوٹی ہے زکوٰۃ نہیں دی حج سے اعراض کیا ہے۔ تہوٹ اور غیبت کا ارتکاب کیا ہے اور دنیا جہان کا ہر گناہ دامن معیت میں لپیٹ لیا ہے۔ تو گھبرانے کی کوئی بات نہیں۔ بس متعہ کر لو سب گناہ معاف، شامد اسی لیے شیعوں فرقہ نماز

- دفعہ میں سستی کا ارتکاب کرتا ہے۔ کہ انہیں متعہ ہی کافی ہے۔
- ۱۵۔ وہ ایک درہم جو متعہ والی عورت کو بطور "قیس" ادا کیا جاتا ہے۔ کسی اور جگہ ہزار درہم خرچ کرنے سے بہتر ہے۔ یعنی راہِ خدا میں ہزار درہم خرچ کرنے سے وہ ثواب نہ ملے گا۔ جو متعہ میں ایک درہم صرف کرنے سے حاصل ہو سکتا ہے۔
- ۱۶۔ جنت میں کچھ حوریٰ ہیں جو اللہ نے صرف متعہ کرنے والوں کے لیے پیدا کی ہیں۔

متعہ کرنے والے کے تمام گناہ معاف اور غسل

کے ہر قطرے کے برابر درجات کی بنی حاصل ہوتی ہے

وسائل الشیعہ:

عَنْ صَالِحِ بْنِ عَقْبَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي جَعْفَرٍ
عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ قُلْتُ لِلشَّيْخِ قُتَابٍ مَسَّالٍ إِنْ
كَانَ يُرِيدُ بِذَلِكَ وَجْهَهُ اللَّهُ تَعَالَى وَخِلَافًا
هَلَى مَنْ أَنْكَرَ هَالَمْ يُكَلِّمَهَا كَلِمَةً إِلَّا كَتَبَ
اللَّهُ لَهُ بِهَا حَسَنَةً وَكَأَمْ يَمُدُّ يَدَهُ إِلَيْهَا إِلَّا
كَتَبَ اللَّهُ لَهُ حَسَنَةً فَإِذَا دَنَى مِنْهَا عَفَرَ اللَّهُ لَهُ
بِذَلِكَ ذَنْبًا فَإِذَا اغْتَسَلَ عَفَرَ اللَّهُ لَهُ بِعَدَدِ مَا
مَسَّ مِنَ الْمَاءِ عَلَى شَعْرِهِ قُلْتُ بِعَدَدِ الشَّعْرِ
قَالَ بِعَدَدِ الشَّعْرِ

(وسائل الشیعہ جلد ۱۲ صفحہ نمبر ۴۴۲)

(کتاب النکاح باب استحباب المتعہ)

توجہ:

صالح بن عقبہ اپنے باپ سے روایت کرتا ہے۔ کہ امام محمد باقر رضی اللہ عنہ سے میں نے متعہ کرنے والے کے ثواب کے بارے میں پوچھا۔ کہ کیا اُسے اس پر ثواب ہوگا؟ فرمایا۔ اگر وہ متعہ اس نیت سے کرتا ہے۔ کہ اس سے اللہ راضی ہو جائے۔ اور جو متعہ کے منکر ہیں۔ ان کی مخالفت ہو جائے۔ (تو اس کا بہت ثواب ہے۔ تفصیل یہ ہے) عورت کے ساتھ جتنی باتیں کرے گا۔ اس کے ایک ایک کلمہ پر ایک ایک نیکی ملے گی۔ اور جب اس کی طرف ہاتھ بڑھائے گا۔ تو اُسے ہاتھ گٹنے سے پہلے ایک نیکی اسے عطا ہو جائے گی۔ پھر جب اس کے قریب جائے گا۔ تو اللہ تعالیٰ اس کے سبب اس کے تمام گناہ معاف کر دے گا۔ فراغت پر جب غسل کرے گا۔ تو پانی کے ہر اس قطرے کے موافق اس کی مغفرت ہوگی۔ جو اس کے بالوں پر سے گزرا۔ میں نے پوچھا۔ بالوں کی تعداد کے برابر ثواب ملے گا۔ فرمانے لگے۔ ہاں۔ بالوں کی تعداد کے برابر۔

متعہ کرنے کے بعد غسل کرنے پر ہر قطرے سے ستر فرشتے پیدا ہوں گے۔ جو اُس کے لیے تاقیامت مغفرت مانگیں گے

وسائل الشیعہ

عَنْ أَبِي عَبْدِ اللَّهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ مَا مِنْ رَجُلٍ تَمَتَّعَ شَعْرًا غُتَّسَلَ إِلَّا خَلَقَ اللَّهُ مِنْ كُلِّ قَطْرَةٍ

تَقَطَّرُ مِنْهُ سَبْعِينَ مِائَةً يَسْتَفْغِرُونَ لَهُ إِلَى
يَوْمِ الْقِيَامَةِ وَيَكْتُمُونَ مَتَجَنِّبًا إِلَى أَنْ تُقَامَ
السَّاعَةُ.

(وسائل الشیعہ جلد ۴ ص ۴۴۴ کتاب النکاح .)

ترجمہ:

حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا جو مرد
متعہ کرتا ہے۔ پھر غسل کرتا ہے۔ تو اس کے غسل کے پانی کے ہر ایک قطرہ پر
اللہ تعالیٰ ستر فرشتے پیدا فرماتا ہے۔ یہ فرشتے قیامت تک متعہ کرنے والے
کے لیے استغفار کرتے ہیں۔ اور جو متعہ سے اجتناب کرتا ہے۔ اس پر
قیامت کے قائم ہونے تک لعنت بھیجتے ہیں۔

لحوظ فرمائیے:

باپ (امام محمد باقر) کی روایت سے متعہ کرنے والے کی مغفرت درود رجات
کی بندی ثابت ہوئی تھی۔ اور بیٹے (امام جعفر صادق) کی روایت سے کہ درود فرشتے
پیدا ہو کر متعہ کرنے والے کی مغفرت اور اس سے منہ موڑنے والے پر تا قیامت لعنت
کرتے ہیں۔ ان فوائد وافرہ و کثیرہ کی کسے ضرورت نہیں۔ کون ہے جسے اپنے گناہوں
کی مغفرت مطلوب نہ ہو۔ اور کون ہے جو فرشتوں ایسی معصوم مخلوق کی لعنت سے بچنا
دچا ہوتا ہو۔ جب شیعیت میں یہ سب کچھ صرف متعہ کرنے سے حاصل ہو جاتا ہے
تو اس سے بڑھ کر آسانی کیا ہوگی۔ لیکن سمجھ میں نہیں آتا۔ کہ عراقی، شامی اور لبنانی شیعہ
اپنی مغفرت کیوں نہیں پسند کرتے۔ اور وہ مغفرت کے ہی سبب عظیم کو اپنے دین
کی توہین کہتے ہیں۔

مختصر یہ کہ دعتہ کی اجابت صرف اور صرف اس بیٹے کی گئی، کہ کس طرح بھی زنا کا اہرام نہ اٹکے۔ اور عیش و عشرت بھی نہ چھوٹنے پائے۔ مزاج شریعت تو یہی ہے۔ کہ ہر اس بات کی حوصلہ شکنی کی جائے۔ جس میں خواہشات نفسانیہ کی برآری نظر آتی ہو۔ اسی بیٹے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دعتہ کو حرام فرما دیا تھا۔ اور اسے کتب شیعہ بھی تسلیم کرتی ہیں۔ ورنہ سک شیعہ کے مراکز بھی اس بدعاشی سے زما نہ قدیم سے لے کر آج تک دور رہے۔ ذل سنا آخر اس کی اجابت و اجازت خود ساختہ ہے۔ اور بس۔

فَاعْتَبِرُوا يَا أُولِيَ الْأَبْصَارِ

فصل ہفتم

میرزا غلام احمد کی بیعت
ایرانیوں کی بیعت

”جو از متعہ“ کی کذب بیاباں

ضلع جھکے ایک قصبہ منیکرہ میں ایک مرتزقہ بیعتی جلسہ میں شرکت کے لیے جانا پڑا
تو جلسہ کے منتظمین میں سے خطیب اہل سنت مولانا حافظ احمد حسن رضوی خطیب اعظم منیکرہ،
مولانا غلام رسول اور محمد رمضان عطشی (ایم۔ اے تائید الخ) نے اصرار کیا کہ ہمارے
علاقہ کے ایک شیعہ عالم نے جو از متعہ کے نام سے ایک کتاب تالیف کی ہے
جو بظہر عالماء دلائل سے بھرپور نظر آتی ہے۔ ممکن ہے کہ اس کے مطالعہ سے ہم
بہت سے سادہ لوح سنی متعہ کے جواز کے قائل ہو جائیں۔ اس لیے اس کا جواب
آنا چاہیے۔ بہر حال میں نے اُن سے مذکورہ کتاب لے لی اور وعدہ کیا کہ اگر کوئی
نئی دلیل جوئی۔ تو ضرور اس کا جواب دے دیا جائے گا۔ اور اگر وہی پرانی باتیں جوئیں
تو میں اس سے قبل متعہ کی بحث میں ان کے جوابات سے فارغ ہو چکا ہوں۔
اب جبکہ ”دفعہ جعفریہ“ کے امتیازی اور انوکھے مسائل پر بحث ہو رہی تھی۔ اور
یہ بحث ”باب النکاح“ تک پہنچ چکی تھی تو مجھے اثر جاڑوی کا ذکر کرنا پڑا۔

مختصر یہ کہ "ومتعہ" کی اباحت صرف اور صرف اس لیے کی گئی کہ کس طرح بھی زنا کا لازم نہ آ سکے۔ اور عیش و عشرت بھی نہ چھوٹنے پائے۔ مزاج شریعت تو یہی ہے۔ کہ ہر اس بات کی حوصلہ شکنی کی جائے۔ جس میں خواہشات نفسانہ کی برآری نظر آتی ہو۔ اسی لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے "ومتعہ" کو حرام فرمادیا تھا۔ اور اسے کتب شیعہ بھی تسلیم کرتی ہیں، اور مسلک شیعہ کے مراکز بھی اس بد معاشی سے زمانہ قدیم سے لے کر آج تک ددر رہے۔ اول تا آخر اس کی اباحت و اجازت خود ساختہ ہے۔ اور بس۔

فَاعْتَبِرُوا يَا أُولِيَ الْأَبْصَارِ

فصل ہفتم

شیخ الاسلام
امیر اہل سنت

”جوازِ متعہ“ کی کذب بیاباں

ضلع جھکر کے ایک قصبہ منیکرہ میں ایک مرتبہ یعنی جلسہ میں شرکت کے لیے جانا پڑا تو جلسہ کے منتظین میں سے خطیب اہل سنت مولانا حافظ احمد حسن رضوی خطیب اعظم منیکرہ مولانا غلام رسول اور محمد کھضار عطشی (ایم۔ اے تالیخ) نے اصرار کیا کہ ہمارے علاقہ کے ایک شیعہ عالم نے جوازِ متعہ کے نام سے ایک کتاب تالیف کی ہے جو بظاہر عالمانہ دلائل سے مجد و پر نظر آتی ہے۔ ممکن ہے کہ اس کے مطالعہ سے ہمارے بہت سے سادہ لوح سنی متعہ کے جواز کے قائل ہو جائیں۔ اس لیے اس کا جواب آنا چاہیے۔ بہر حال میں نے اُن سے مذکورہ کتاب لے لی اور وعدہ کیا کہ اگر کوئی نئی دلیل ہوئی تو ضرور اس کا جواب دے دیا جائے گا۔ اور اگر وہی پرانی باتیں ہوں تو میں اس سے قبل متعہ کی بحث میں ان کے جوابات سے فارغ ہو چکا ہوں۔ اب جبکہ ”فقہ جعفریہ“ کے امتیازی اور انوکھے مسائل پر بحث ہو رہی تھی۔ اور یہ بحث ”باب النکاح“ تک پہنچ چکی تھی تو مجھے اشیر جاڑوی کا ذکر کرنا پڑا۔

یا دیکھا اُسے پڑھا۔ دلائل پر نظر دوڑائی۔ تو اس کے مطالعہ سے یہ بات سامنے آئی۔ کہ اس میں جواز متعہ کے دلائل کو ان کے انداز سے بیان کیا گیا ہے۔ اور وہ کچھ اس طرح کا اسمائے رجال کی کتب سے مختلف حوالہ جات کے ذریعہ بعض روایات کے بارے میں دھوکہ دینے کی کوشش کی گئی۔ اس سے یہ معلوم بھی ہوا۔ کہ جاثروی کو اس فن سے واجبی سی واقفیت بھی نہیں۔ اسی کتابچہ کے آخر میں ایک حکمرانہ اعلان بھی جڑ دیا۔ جس کا عنوان ”مخلفانہ بیل“ ہے ملاحظہ ہو۔

”میں نے اس رسالہ میں کسی فرقہ اسلامیہ کے خلاف ناشائستہ الفاظ استعمال نہیں کیے۔ لیکن جھنگ کے مولوی بہت گندی زبان استعمال کرتے ہیں اور مجھے معلوم ہے کہ جب میرا یہ رسالہ مارکیٹ میں آئے گا۔ تو یہ مسنی علماء بجائے اس کے کہ اس کا جواب دیں یہ جواب نہیں دیں گے بلکہ عدالت کی طرف رجوع کریں گے۔ کہ اُسے ضبط کر لیا جائے۔ لیکن اس کو ایسے نہیں چاہیئے۔ بلکہ ان کو چاہیئے کہ حکومت کو درمیان میں لانے کی بجائے فقہ جعفریہ کے مسئلہ منسیری مسلمہ مجتہدین ائمہ مسلمہ صحابہ کرام کے تفسیری اقوال اور ائمہ اہل بیت سے نقل کردہ روایات سے متعہ کا عدم جواز ثابت کریں۔ چشم مارو شن و دل ناشار۔“

ہم نے اس رسالہ کا مکمل طور پر مطالعہ کر کے اس میں مذکور چند کذب بیانوں اور فریب کاریوں کو یکجا جمع کر کے ہر ایک دھوکہ اور کذب بیانی کو اس کے عنوان سے لکھا اور پھر اس کا جواب سپرد قلم کیا ہے۔ ہم نے سوچا تھا۔ کہ رسالہ مذکورہ کے الفاظ و معنی دونوں پر سیر حاصل بحث کی جائے۔ لیکن الفاظ کی بحث کو چھوڑ کر صرف معانی کی بحث پر اکتفا کیا گیا۔ حتیٰ کہ متلاشی اور غیر متعصب حضرات اگر دونوں رسالہ جات کے مضامین کو سامنے رکھیں گے۔ تو امید قوی ہے۔ کہ حق و باطل کے درمیان ان کے لیے اختیار ناگوئی مشکل نہ رہے گا۔ دو بواللہ التوفیق)

کذب بیانی

اور
دھوکہ دے

ایشیر جاڑوی نے اپنے رسالہ جواز متعہ میں ص ۱۰ سے لے کر ۷۱ تک آیات قرآنیہ سے جو جواز متعہ پر پانچ عدد دلائل پیش کیے ہیں ان کے ترتیب وار جوابات ۔

جواز متعہ

دلیل اول

اس وقت کی تاریخ شاہد ہے۔ کہ لوگوں میں جس متعہ کا روانہ تھا سالہ لوگ ایک مدت متعہ کے نکلنے کو یلتے تھے۔ آیت کا انداز بیان بھی واضح اس امر کی نشاندہی کر رہا ہے۔ کہ متعہ کوئی نئی چیز نہیں بلکہ ایک عادت جاریہ ہے۔ اس لیے آیت نے یہ تاکید فرمائی ہے کہ تم جو متعہ کرتے ہو اس میں عورت کی اجرت کو ملحوظ رکھو اور طہال مٹول نہ کرو۔ بلکہ اجرت دینا فریضہ واجبہ ہے۔

دلیل دوم

استماع عربی زبان کا لفظ ہے۔ اور زبان کے لفظ کو انی معنی میں استعمال

کرنا ہو گا جس معنی میں عوام استعمال کرتے ہیں رفائے عمومی کے خلاف استعمال کرنا ہو تو اس کے لیے کسی ایسی دلیل کی ضرورت ہوتی ہے جو غیر متعلق معنی میں استعمال کرنے کی وجہ جواز بن سکے جبکہ آیت متہ میں استمتاع کو نکاح دائمی میں استعمال کیا جاتا ہے اور نکاح دائمی میں استعمال کرنے کی نہ کوئی وجہ جواز ہے اور نہ کوئی دلیل۔ لہذا آیت میں استمتاع کا معنی وہی کرنا ہو گا جو عرب کا عرف عام کیا کرتا تھا۔ اور وہ ہے متہ۔

دلیل چہارم:

آیت میں اَجْبُورَ هُنَّ (میعادی نکاح والی عورتوں کی اجرت) اس حقیقت کی کھلی دلیل ہے۔ کہ استمتاع کا معنی دائمی نکاح نہیں۔ بلکہ میعادی نکاح متہ ہے۔ کیونکہ دائمی نکاح کے لیے نہ تو کسی آیت ء نہ کسی حدیث ء اور نہ ہی کسی عرب کے قول میں اجرت کا لفظ لایا گیا ہے۔ بلکہ دائمی نکاح کے لیے صدق یا مہر کا لفظ آتا ہے۔ لہذا آیت میں استمتاع کا معنی دائمی نکاح اور اَجْبُورَ هُنَّ کا معنی مہر کرنا ایسا معنی ہے جو نہ صرف بلا دلیل ہے۔ بلکہ مقصود ذاتِ احدیت، سنتِ رسول اور عملِ صحابہ کے صریح خلاف ہے۔

دلیل پنجم:

آیت کا سیاق و سباق بھی بتا رہا ہے۔ کہ استمتاع کا معنی دائمی نکاح نہیں بلکہ میعادی نکاح ہے۔ کیونکہ آیت ۲۳ سے ۲۷ تک اُن عورتوں کا ذکر ہے جن سے نکاح جائز نہیں۔ بوقتِ طلاق عورت کو دیئے گئے مال کی واپسی سے ممانعت ہے۔ جن عورتوں سے نکاح نہ کرنے کا تذکرہ ہے۔ وہ یہ ہیں۔ والدہ کی منکوحہ نسبتی ماں، رضاعی ماں، بیٹی، بہن، رضاعی بہن، خالہ، پھوپھی، بھتیجی

بھانجی، ساس، بیو، کسی کی منکوحہ، دونوں بہنوں کا جمع کرنا۔ اس فہرست کے بعد ارشاد فرمایا۔

أَحِلَّ لَكُمْ مِمَّا فَرَغْنَا إِلَيْكُمْ - علاوہ ازیں تمہارے لیے عزت سے نکاح جائز ہے۔ اب پھر منکرہ حکم نکاح دائمی کا تھا۔ اور میعاد ہی نکاح کا بیان اس میں نہیں آتا تھا۔ اس لیے ذاتِ احدیت نے بطور خاص آخر میں حکم متعہ ارشاد فرمایا۔

فَمَا اسْتَمْتَعْتُمْ بِهِ مِنْهُنَّ فَآتُوهُنَّ أُجُورَهُنَّ - اگر تم متعہ کرو۔ تو واجب ہے کہ جس عورت سے متعہ کر رہے ہو۔ اس کی اجرت اسے ادا کر دو۔ امید ہے۔ جناب والا کے ذہن میں ذاتِ احدیت کی تقسیم الگئی ہوگی کہ نکاح کی دو قسمیں ہیں۔ دائمی اور میعاد ہی۔
- دائمی نکاح حق ہر کے ساتھ ہوتا ہے۔ اور حق ہمزہ نکاح میں میعاد ہی نہیں اجرت ہوتی ہے۔ آخر میں اللہ نے عورتوں کی ایک اور قسم بتائی۔ جن سے نکاح جائز ہے۔ لیکن یہی دو اقسام کی طرح اس قسم کو مطلق ادا کرنے کی بجائے مشروط قرار دیا ہے۔ اور شرائط بھی بیان فرمادیں ہیں۔ کہ جس شخص میں وہ شرائط موجود ہوں کینزوں سے نکاح کر سکتا ہے۔ اور جس میں وہ شرائط موجود نہ ہوں کینزوں سے نکاح نہیں کر سکتا۔ آخر میں میں بطور اختتام بتا دیا۔

يُؤَيِّدُ اللَّهُ لِيُبَيِّنَ لَكُمْ وَيُكَفِّرَ عَنْكُمُ الْذُنُوبَ
مِنْ قَبْلِكُمْ -

ترجمہ:

اللہ تمہیں پہلے لوگوں کے راستے بتانا چاہتا ہے۔ ان آیات میں غور و فکر سے ہم اس نتیجہ پر پہنچے ہیں کہ آیت میں لفظ استمتاع کا معنی میعاد ہی نکاح ہے۔

دائمی نکاح نہیں اور میعادی نکاح کا دوسرا نام متعہ ہے۔ جواز روئے نص قرآن جائز ہے۔ اور اسے منسوخ نہیں کیا گیا

(جواز متعہ ص ۱۵۶ تا ۱۵۷)

دلیل اول کا جواب:

تاریخی شہادت کہ متعہ اسلام سے پہلے ہی چلا آ رہا ہے الخ۔ یہ بات ہم اہل سنت کے لیے مضرب ہے اور نہ اہل تشیع کے لیے مفید کیونکہ دو رجہالت میں مروج امور اسلامی امور قرار نہیں دیئے جاسکتے۔ ہاں اگر اسلام اُن سے منع کرے تو ان کے کرنے کی اجازت ہے۔ لیکن سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح خیبر کے دن اس کی حرمت کا اعلان فرما کر اس کی اباحت وغیرہ کو ہمیشہ کے لیے دفن فرما دیا۔ اس اعلان کی شہادت جس طرح کتب اہل سنت و سنی میں کتب شیعہ میں بھی یہ بالتصریح موجود ہے۔ حوالہ کے لیے الاستبصار جلد سوم ص ۱۲۲ ملاحظہ ہو۔ علاوہ ازیں تہذیب الاحکام جلد ۱ ص ۲۱۱ پر بھی اس کا واضح تذکرہ موجود ہے۔

دلیل دوم کا جواب:

تاریخی شہادت کہ متعہ اسلام سے پہلے متعہ معروف کے معنی میں ہی استعمال ہوتا ہے۔ اس لیے قرآن کریم میں بھی اس کا معنی میعادِ نکاح (متعہ معروف) ہی ہے۔ الخ مذکورہ عبارت میں دو امور ہیں۔ اول یہ کہ لفظ استمتعہ متعہ معروف میں ہی استعمال ہوتا ہے۔ دیگر معنی میں نہیں۔ اور دوسرا امر یہ کہ قرآن کریم نے بھی اسے اسی معنی میں ہی استعمال کیا ہے۔

ان دونوں امور کی تردید ہم قرآن کریم سے پیش کرتے ہیں۔ بارہ ذرا کر ع ۱۵

فَاَسْتَمْتَعُوا بِخَلْقٍ غَيْرِكُمْ اَسْتَمْتَعْتُمْ بِخَلْقِكُمْ اِنْهُمْ لَمْ يَنْبَغُوا لَكُمْ
 جنوں سے نفع اٹھایا جیسا کہ تم نے اپنے حصوں سے نفع اٹھایا (ترجمہ مقبول) شیعہ مترجم
 نے استمتاع کا معنی نفع اٹھانا کیا ہے۔ اور یہ درست بھی ہے۔ کیونکہ اگر اس لفظ
 کے حروف زائدہ کو نکال دیا جائے اور اصلی حروف باقی رکھیں۔ تو م۔ ت۔ ع۔ مادہ
 نکلے گا۔ اس کا معنی نفع ہے اور اگر آیت مذکورہ میں استمتاع کا معنی بقول جاڑوی متعہ
 معروفہ کیا جائے۔ تو پھر اپنے حصہ کے ساتھ معادی نکاح (اجرت طے کر کے) کرنا
 پڑے گا۔ اس سے وطنی کرنا پڑے گی۔ لہذا معلوم ہوا کہ استمتاع کے متعہ معروفہ
 کے علاوہ اور معانی بھی ہیں استمتاع کی طرح لفظ متاع بھی ہے۔ قرآن کریم میں
 ایک جگہ آیا ہے۔

وَالْمُطَلَّاتِ مَتَاعٍ بِالْمَعْرُوفِ۔

(پہلے رکوع ۵)

ترجمہ :

اور طلاق دی گئی عورتوں کے لیے بھی نیک کے ساتھ نفع پہنچانا ہے

(ترجمہ مقبول)

اسی آیت کے مضمون سے ”متعہ الطلاق“ کی اصطلاح استعمال ہوتی ہے۔

ایک اور مقام پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔

مَتَّعُوْهُنَّ عَلَى الْمَوْسِعِ قَدَرُهُ وَعَلَى الْمُقْتَرِ

قَدَرُهُ

(پہلے ع ۱۵)

ترجمہ :

ان کو نیک کے طور پر نفع پہنچاؤ۔ صاحب قدرت (مالدار) پر اس کی

حیثیت اور عزیز پر اس کی حیثیت کے مطابق لازم ہے۔

اس آیت میں مذکور لفظ استمتاع، متاع، متعہ نفع پہنچانے کے معانی میں استعمال ہوئے ہیں۔ اگر جاڑوی کو اصرار ہو۔ کہ ان سب مقامات پر دو متعہ معروفہ، ہی مراد ہے۔ اور پھر بھی اصرار ہو۔ کہ متعہ معروفہ قرآن کی نص سے جائز ہے۔ تو پھر اس متعہ معروفہ کا اجر و ثواب بھی قرآن سے سن لو۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

قُلْ تَمَتَّعُوا فَإِن مَّصِصْتُمْ مَّا إِلَى الْآخِرِ۔

(دیکھ ۱۷)

ترجمہ:

تم کہہ دو کہ (چند روزہ) نفع اٹھا لو کہ تمہاری بازگشت تو یقیناً جہنم ہی کی طرف ہے۔
(ترجمہ مقبول)

اب آئیے ذرا جاڑوی صاحب کے ادعاؤ کے مطابق ترجمہ کریں۔ اسے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم فرمادیجئے! میعاد می نکاح (متعہ معروفہ) کرتے رہو۔ آخر تو یقیناً جہنم کی طرف پھرنا ہے۔ گویا متعہ کرنے والے بچے جہنمی ہیں۔ کیا خیال ہے اللہ تعالیٰ نے متعہ کرنے والوں کے لیے کیسی بہترین خوش خبری سنائی ہے جاڑوی اور اس کے ہم نواؤں کو اپنے ضابطہ کے تحت اس کی مبارک ہو۔

دلیل سوم کا جواب:

اثیر جاڑوی کے بقول استمتاع کا معنی دو متعہ معروفہ، ہی ہے۔ اور اگر اس کے خلاف دوسرا معنی لینا پڑے۔ تو اس کے لیے کوئی وجہ جواز یا قرینہ و دلیل ہونی چاہیے اور یہ کہ آیت استمتاع میں دوسرے معنی کی کوئی وجہ جواز نہیں الخ۔

جہاں تک لفظ استمتاع کا معنی صرف میعاد می نکاح یا گیا۔ ہم نے اس کا ابطال قرآن کریم سے پیش کر دیا ہے۔ اب آیت مذکورہ میں اس سے مراد دائمی نکاح

ہونے پر وجہ جواز اور دلیل و قرینہ کا ہونا تو اس کے لیے اسی آیت کے ابتداء میں اللہ تعالیٰ نے دو لفظ ذکر فرمائے۔ **مُتَحَصِّنِينَ عَمَّيْرِ مُسَافِحِينَ**۔ یعنی عورت محرم کے سوا دوسری سے استفادہ اور حصول منافع کی غرض یہ ہے کہ تم اس طرح پاکیزگی کا حصول کرو۔ اور حرام کاری یعنی ضیاع لطفہ سے بچ جاؤ۔ لہذا یہ دو لفظ استمتاع کی بھی غرض و غایت بیان کر رہے ہیں اس لیے ایسا استمتاع جس میں محض شہرت مافی اور دقتی اُبال ٹھنڈا کرنا ہو۔ وہ عند اللہ درست ہی نہیں اور متروک معروفہ یا بقول جاڑوی میعاد کی نکاح اپنے نام سے اپنی غرض بیان کر رہا ہے۔ کہ محض وقت پاس کرنا ہے اور اس کے لیے اجرت ملے کرنا ہے۔ اور اگر اس سے مراد نکاح دائمی لیا جائے تو اُن دونوں الفاظ پر عمل بھی ہو جاتا ہے۔ اب وجہ جواز آپ کے خیال میں اُگٹی ہو گی۔ اگر صدق دل سے یہ چاہت تھی۔ کہ وجہ جواز مل جائے۔ تو استمتاع سے مراد وہ نکاح دائمی ہوگا۔ وہ ہم نے بیان کر دی ہے۔ اب تمہاری نیت اور عقیدہ ہے جو چاہو اختیار کرو۔

دلیل چہارم کا حجاب:

دھوکہ دیتے ہوئے اشیر جاڑوی نے اپنی تائید کے لیے لفظ **أَجُودُ مَنَ** کو دلیل بنایا۔ اور کہہ کہ نکاح دائمی کے حق مہر کے لیے لفظ اجرت استعمال نہیں ہوا۔ الخ

قرآن کریم کے مطالعہ کرنے والا اس امر سے بخوبی آگاہ ہوگا۔ کہ وہیں بھی ان لمثل کی طرح ایک فریب ہے۔ ورنہ قرآن کریم میں کئی جگہ پر نکاح دائمی میں حق مہر کے لیے **وَرَأَجَرَتْ** کا لفظ مذکور ہے۔

۱۔ **فَاَنكِحُوْهُنَّ بِاَدْنٰی اَهْلِهِنَّ وَاَقْرَبِهِنَّ اَجُورَ مَنَ**

(پ ۵)

بِالْمَعْرُوفِ

ترجمہ:

پس ان سے ان کے مانگوں کی اجازت سے نکاح کرو۔ اور ان کے مہر کی
کے ساتھ ان کو دے دو۔ (مقبول شیعہ)

۲۔ وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ اَنْ تَتَّخِذُواْ هُنَّ اِذَا اتَّيْتُمُوهُنَّ
اُجُورَهُنَّ۔ (پ ۲۱، ۲۴)

ترجمہ:

اور اس میں تم پر کوئی الزام نہیں۔ کہ تم ان سے نکاح کرو جبکہ تم ان کو مہر
دے دو۔ (مقبول شیعہ)

۳۔ اِنَّا اَخْلَقْنَا لَكَ اَزْوَاجَكَ الَّتِي اتَّيْتُ اجْعَدَهُنَّ۔
(پ ۲۲، ۲۴)

ترجمہ:

بے شک ہم نے حلال کیں تمہارے لیے وہ بیبیاں جن کے مہر دے
چکے ہو۔ (مقبول شیعہ)

مذکورہ تین آیات قرآنیہ میں لفظ اجرت استعمال ہوا۔ پہلی دو آیات میں
بالتصریح لفظ نکاح کے ساتھ اور تیسری آیت میں لفظ زوجیت کے ساتھ ہے۔
زوجیت بھی نکاح کا ہی اثر ہے۔ میعاد نکاح میں زوجیت کوئی بھی تسلیم نہیں کرتا
لہذا معلوم ہوا کہ اجرت کا لفظ صرف متعہ معروفہ کے لیے اور مہر و صدق کا لفظ صرف
نکاح دائمی کے لیے مخصوص کر دینا قرآن کریم کی تکذیب کے مترادف ہے۔ اور
سادہ و سادہ عوام کو گمراہ کرنے کی جاہلانہ کوشش ہے۔

چ

دلیل پنجم کا جواب :

آیت استمتاع کا سیاق و سباق بتا رہا ہے کہ اس سے مراد متعہ (میعادی نکاح) ہے۔ الخ۔

سیاق و سباق مختصر تو یہ ہے کہ سورۃ النساء میں ابتداءً نکاح میں بیک وقت کتنی عورتیں ہو سکتی ہیں۔ اس کی تعداد بیان فرمائی۔

فَاَنْكِحُوا مَا طَابَ لَكُمْ مِنَ النِّسَاءِ مَثْنٰی وَثُلَاثَ وَرُبَاعَ۔

ترجمہ :

یعنی تم اپنی پسند کی دو، تین یا چار عورتیں بیک وقت نکاح میں لا سکتے ہو۔

یہاں لفظ نکاح فرما کر میعادی نکاح کا معاملہ ختم کر دیا گیا۔ پھر حق ہر کے مسائل بیان فرمائے۔ اس کے بعد کچھ آیات کو چھوڑ کر ان عورتوں کا ذکر ہے۔ جن سے نکاح حرام قرار دیا گیا ہے۔ ان کے تذکرہ کے بعد اَحِلَّ لَكُمْ مَّا وَّرَاءَ الْخِطَابِ ان عورتوں کی نشاندہی فرمادی۔ جن سے نکاح دائمی کرنے کی اجازت ہے۔ اس کے متصل فَمَا اسْتَمْتَعْتُمْ بِهِ الْخِطَابِ پہلے مضمون کے بالکل متصل ایک ہی آیت میں وارد فرمائے۔ اور ہر ذی علم جانتا ہے کہ حرف وء فاء، مابعد کو اپنے ماقبل سے حکم میں ملاتا ہے۔ اور ماقبل کی ہی تفسیر کرتا ہے۔ اور وِجْهَتُہٗ، میں ضمیر ہُنَّ کا مرجع بھی وہی عورتیں۔ جو اَحِلَّ لَكُمْ مَّا وَّرَاءَ الْخِطَابِ سے مراد ہیں اور ان عورتوں سے غرض ارتفاع اور استمتاع بھی یہ بیان فرمائی کہ پاکدامنی، پیش نظر ہونی چاہیے۔ نہ کہ شہوت رانی اور وقتی تسکین۔ لہذا یہ سیاق و سباق

دفع کرتا ہے۔ کہ محرمات ابدیہ کو چھوڑ کر تمہارے لیے دو اقسام کی عورتیں، احسان اور عدم سفاح کے پیش نظر جائز ہیں۔ ایک تمہاری مملوک کینیزی اور دوسری وہ آزاد عورتیں جن سے تم نکاح کی نیت سے اور پاکدامنی کی غرض سے نکاح کرنا چاہتے ہو۔ اگر ایسا ارادہ ہو۔ قرآن کے مقررہ حق مہر ان کے سپرد کر دو۔ بیاق و سابق ہم نے پیش کر دیا۔ اور اس کے مطالعہ کے بعد آیت میں استمتاع سے مراد قارئین خود سمجھ جائیں گے ممکن ہے۔ اشیر جازوی کو سمجھ نہ آئے۔ کیونکہ وہ تو شوق متعہ میں اندھا ہو رہا ہے۔ البتہ غیر جانبدار اس سے صحیح سمجھے گا۔ کہ تمام احکام نکاح دائمی کے ہیہ ن میں ہوئے ہیں۔

فاعتبروا یا اولی الابصار

دھوکہ اور کذب بیانی نمبر (۲)

تفسیر طبری کی عبارت کے جواز متعہ ثابت کرنے
کی کوشش

کتاب جواز متعہ

اب ایک نگاہ میں اُن ائمہ تفسیر کا سے کہ جن متفق علماء نے آیت میں استمتاع کا معنی متعہ کیا ہے۔ مرت علامہ محمد ابن جریر طبری کی تفسیر جامع الایمان سے چند ایک کی نشاندہی زیادہ مناسب رہے گی کیونکہ سواد اعظم کی نگاہ میں علامہ محمد ابن جریر طبری قابل اعتماد افراد میں سے ایک ہیں۔ معنائے استمتاع میں طبری کی تفسیری روایات۔

۱۔ جریری نے اپنے سلسلہ مند سے سنی روایت کی ہے۔ سنی کہتا ہے
فما استمتعتم به منهن کی آیت سے مراد متعہ ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ
مرد عورت کے ساتھ مدت معینہ تک کے لیے نکاح کرے جبکہ دو گواہ موجود
ہوں۔ اور عورت کے ولی سے اجازت حاصل کر لی گئی ہو۔ مدت گزرنے کے
بعد عدت اور مرد میں کوئی رشتہ نہ رہے گا۔ عورت مرد سے ہر ہی ہوگی

اور عورت کا سبب زنا ہوگا۔ اور ان کے درمیان توارث نہیں ہوگا۔

۲۔ طبری نے اپنے ذریعہ سند کی بنا پر مجاہد سے نقل کیا ہے کہ فمما استمتعتم بہ منہن سے مراد نکاح متعہ ہے۔

۳۔ طبری نے ابو ثابت سے روایت کی ہے کہ ابو ثابت کہتا ہے کہ ابن عباس نے مجھے قرآن کا ایک حصہ دیا اور کہا کہ یہ قرآن ہے جو بعینہ پڑھ کر مجھے سنایا۔ اور اس میں فمما استمتعتم بہ منہن اجوں من الی اجل مسمیٰ ہے۔ الی اجل مسمیٰ (مدت معینہ تک) قرآن کے الفاظ نہیں بلکہ اُجَیٰ کا ذاتی تشریحی اور تفسیری فقرہ ہے۔ جس کا مقصد آیت سے نکاح متعہ ثابت کرنا ہے۔

۴۔ طبری نے ابو نضرہ سے نقل کیا ہے کہ ابو نضرہ کہتا ہے کہ میں نے ابن عباس سے نکاح متعہ کے متعلق پوچھا۔ تو ابن عباس نے کہا کہ تو سورۃ النکاح نہیں پڑھا کرتا ابو نضرہ نے کہا۔ کیوں نہیں پڑھتا ہوں۔ ابن عباس نے کہا۔ فمما استمتعتم بہ منہن الی اجل مسمیٰ کبھی نہیں پڑھا۔

۵۔ طبری نے مختلف سلسلہ سند سے حدیث نمبر ۴ کے الفاظ میں حدیث بیان کی ہے۔

۶۔ طبری نے حدیث نمبر ۴ کے الفاظ میں بعینہ ایک حدیث مختلف سلسلہ سند سے بیان کی ہے۔

۷۔ طبری نے حمیر سے اور حمیر نے ابن عباس سے روایت نمبر ۴ کی طرح روایت کی ہے۔

۸۔ طبری نے قتادہ سے نقل کیا ہے۔ قتادہ کا بیان ہے کہ ابی ابن کعب مصنف میں۔ میں نے ابن عباس سے نقل شدہ حدیث نمبر ۴ کی طرح خود دیکھا ہے۔

۹۔ طبری نے ابراہمتی سے اور ابراہمتی نے ابن عباس سے بعینہ حدیث نمبر ۳ کی طرح ایک حدیث بیان کی ہے۔

۱۰۔ طبری نے شبیب سے نقل کیا ہے۔ شعبہ کہتا ہے۔ کہ میں نے حکم سے پوچھا کیا آیت متعہ منسوخ ہے؟ حکم نے جواب دیا حضرت علی فرمایا کرتے تھے کہ اگر اللہ تعالیٰ کو حرام قرار نہ دیتا تو کوئی بد بخت ہی اس تکاب زنا کرتا۔

۱۱۔ طبری نے عمرو ابن مہرہ سے نقل کیا ہے۔ عمرو کہتا ہے۔ کہ میں نے سعید ابن جبیر سے آیت متعہ کی تلاوت بعینہ حدیث نمبر ۴ کی طرح متعہ تشریحی الفاظ اِلٰی اَجَلٍ مُّسَمَّیٍّ (مدت معینہ تک) سنی ہے۔

علامہ طبری کی ان گیارہ روایات جن میں سے مہموم تو تمام کا ایک ہی ہے۔ البتہ الفاظ اکثر تو ایک جیسے ہیں جبکہ بعض احادیث کے الفاظ مختلف ہیں۔ اور سلسلہ سند تمام کا جدا جدا ہے۔ کا مقصد واضح اور غیر مبہم ہی ہے۔ کہ متعہ جائز اور غیر منسوخ ہے۔ یہ تمام روایات تفسیر قرآن میں آئی ہیں۔ اب کون کہہ سکتا ہے۔ کہ اتنے صحابہ مع جبرائیل جناب عبداللہ بن عباس سب جھوٹ بولتے ہیں۔ اور ان تمام کو آیت متعہ منسوخ ہونے کا علم نہ تھا۔

ہمارا مقصد چونکہ متعہ کے بارے میں تمام پہلوؤں کو دیکھنا ہے۔ اور اس سلسلہ میں درست یا نادرست جو بھی مواد موجود ہے۔ اس کو پیش کر کے صحیح حکم شریعت اسلامیہ معلوم کرنا ہے۔ اس لیے علامہ طبری کی ان احادیث و روایات کو بھی پیش کرنے کے بعد آیت متعہ غیر منسوخ اور جواز متعہ کی دلیل بنتی ہے۔ اب علامہ طبری کی ان روایات کو بھی پیش کر رہے ہیں تاکہ براہِ ان اہل سنت کو اس سلسلہ میں جو مغالطہ دیا جاتا ہے۔ وہ اس سے بچ جائیں اور دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی ہو جائے۔ اس سلسلہ میں علامہ طبری کو کُل پانچ ایسی

روایات مل گئی ہیں۔ جو حرمت متہ کی دلیل میں انہوں نے پیش کی ہیں۔

- ۱۔ حسن سے روایت ہے کہ آیت میں لفظ استمتعتم سے مراد نکاح ہے
- ۲۔ مجاہد سے منقول ہے کہ آیت میں لفظ استمتعتم سے مراد نکاح ہے
- ۳۔ مجاہد سے مروی ہے کہ آیت میں استمتاع سے مراد نکاح ہے۔
- ۴۔ طبری نے علی بن طلحہ سے اور علی نے ابن عباس سے نقل کیا ہے کہ ابن عباس نے فَمَا اسْتَمْتَعْتُمْ کے الفاظ کے متعلق فرمایا کہ تم میں سے کوئی شخص اگر کسی عورت سے نکاح دائمی ایک مرتبہ کرے تو اس عورت کا حق مہر مرد کے ذمہ واجب الادا ہو جاتا ہے۔ استمتاع سے مراد نکاح دائمی ہے۔ اور اسی سلسلہ میں ارشاد قدرت ہے۔ اَلَّذِیْنَ یَسَآءَلُونَ

- ۵۔ طبری نے علی بن طلحہ سے اور علی نے ابن عباس سے نقل کیا ہے کہ ابن عباس نے فَمَا اسْتَمْتَعْتُمْ مِمَّنْ مِنْہُمْ کے متعلق کہا کہ یہ نکاح دائمی ہے۔ اور قرآن میں نکاح دائمی کے سوا کچھ نہیں۔ اگر تو بذریعہ نکاح دائمی کوئی عورت سے۔ اور اس سے لطف اندوز ہو جائے۔ تو اس کی اجرت حق مہر ادا کرے ہاں اگر عورت اپنی طرف سے ادا کردہ یا وعدہ کردہ حق مہر میں سے تجھے کچھ یا تمام معاف کر دے تو کوئی حرج نہیں ہے۔ اشد نے عورت کے بیسے عدت و نفقہ اور میراث دونوں کو واجب قرار دیا ہے۔

حائزہ

ان پانچ روایات کا ہمیں جائز دینا ہو گا کہ حرمت متعہ کے تقاضے کیسے پورا کرتی ہیں؟ اور کیا ان سے حرمت متعہ ثابت ہو بھی سکتی ہے۔ یا نہیں؟ متن کے لحاظ سے ان روایات کی دو قسمیں ہیں۔ پہلی تین روایات میں یہ صراحت نہیں کہ استمتاع سے مراد دائمی نکاح ہے۔ بلکہ صرف لفظ نکاح ہے۔ اور لفظ نکاح سے مراد جس طرح دائمی نکاح یا جاسکتا ہے۔ اسی طرح نکاح میعاد ہی بھی لیا جاسکتا ہے۔ اس اعتبار سے پہلی تین روایات حرمت متعہ کے تقاضے پورا نہیں کرتیں۔ بلکہ ان تین روایات کو جس طرح حرمت متعہ کے لیے پیش کیا جاسکتا ہے۔ اسی طرح ان تین روایات کو جواز متعہ کی دلیل بھی بنایا جاسکتا ہے۔ ان تین روایات میں نہ تو نکاح دائمی کا ثبوت ہے اور نہ نکاح میعاد کی نفی ہے۔ لہذا یہ تینوں روایات حرمت متعہ کی دلیل بننے سے قاصر ہیں۔ اب ان ہی آخری دو روایات میں جن میں صراحت سے بیان کیا گیا ہے کہ استمتاع سے مراد دائمی نکاح ہے۔ اور اجرت سے مراد حق مہر ہے۔ تو حسب فہم امرد کی بنا پر یہ بھی حرمت متعہ کی دلیل بننے سے قاصر ہیں۔

۱۔ علامہ طبری کا وہ روایات جو انہوں نے جواز متعہ کے بارے میں نقل کی ہیں وہ تعداد میں گیارہ ہیں۔ اور جو حرمت متعہ کی متعلق روایات نقل کی ہیں۔ ان کی تعداد دو ہے۔ گیارہ اور دو کا مقابلہ کوئی دانش مند کرنے کی جسارت نہیں کرنا۔ ظاہر ہے کہ جس طرف دو روایات ہیں۔ وہ پہلو کمزور ہے۔ اور جس طرف گیارہ روایات ہیں۔ وہ پہلو طاقتور ہے۔ لہذا جواز متعہ کی گیارہ

روایات کے مقابلہ میں حرمت متعہ کی دو روایات نہیں آسکتیں۔ دو روایات کا پھوڑنا جتنا آسان ہے گیارہ روایات کا ترک کرنا اتنا مشکل ہے۔ اور یہ حقیقت ثبوت متعہ کی دلیل ہے۔

۲۔ جواز متعہ کے سلسلہ میں علامہ طبری کی نقل کردہ روایات ہیں۔ جن میں محدثین اثنا عشریہ علمائے فقہ جعفریہ، ائمہ اہل سنت اور علمائے سواد اعظم کا اتفاق کامل ہے۔ اور اسی کا نام اجماع امت ہے۔ جبکہ دو روایات اذلا تو امت محمدیہ کی ایک امت بڑی تعداد کے لیے قابل قبول نہیں۔ اور ثانیاً علمائے سواد اعظم نے بھی انہیں ماننے میں تامل سے کام لیا ہے۔ لہذا جواز متعہ کی روایات درست اور قابل قبول ہیں۔

۳۔ حرمت متعہ کے سلسلہ میں نقل ہونے والی دو روایات مخالف قرآن میں جبکہ جواز متعہ کی گیارہ روایات حکم قرآن کے مطابق ہیں۔ جو روایات حکم قرآن کے کھلی مخالف ہوں۔ دو تو کی اگر دو سو بھی ہوں جب بھی قابل قبول نہیں ہو سکتیں۔ اور حکم قرآن کے موافق روایات گیارہ کی بجائے صرف ایک ہو جب بھی قابل قبول ہوگی۔ لہذا حرمت متعہ کی روایات ناقابل قبول ہونے کی وجہ سے قابل رد ہیں۔ اور جواز متعہ کی روایات قابل قبول ہیں۔

۴۔ جواز متعہ کی روایات تعداد میں زیادہ ہونے، امت کے لیے اجماعی ہونے اور مطابق قرآن ہونے کے علاوہ سلسلہ سند میں اتنی قوی اور مضبوط ہیں کہ ان میں کسی قسم کی جرح و تنقید کی گنجائش نہیں جبکہ حرمت متعہ کی دو روایات تعداد میں کم ہونے، امت میں متنازع فیہ ہونے اور مخالف قرآن ہونے کے علاوہ سلسلہ سند میں اتنی کمزور تر ہیں کہ احادیث پر جرح و تنقید کے اصول کے سامنے ایک لمحہ کے لیے بھی نہیں ٹھہر سکتیں۔ لہذا جواز متعہ کی احادیث

صحیح اور حرمت متعہ کی روایات نادرست اور قابل رد ہیں۔

(جواز متعہ معصنفہ اشیر جازوی شیعہ از صفحہ ۲۴ تا ۲۵)

مکتبہ انوارِ نخت دریا خان بھکر)

جواب:

جاڑو کی شیعہ کی مذکورہ طویل ترین تحریر تین امور پر مشتمل ہے

امیر اقل

طبری میں آیت استمتاع سے مراد متعہ معرّفہ کے حق میں گیارہ اور نکاح کے مفہوم پر پانچ روایات مذکور ہوئیں۔ مگر الذکر پانچ میں سے تین میں صرف نکاح لکھا ہے۔ جو میعاد ہی اور دائمی نکاح دونوں پر برہے جانے کی وجہ سے مساوی ہوا۔ صرف دو روایات نکاح دائمی کے حق میں ہیں۔ اس لیے دو گیارہ یکے مقابلہ میں کوئی حیثیت نہیں رکھتیں۔

امرد دوم:

ملت متعہ کی روایات شیعہ سنی دونوں مکتبہ فکر کی کتب میں موجود ہونے کی وجہ سے یہ امر اجماعی ہوا۔

امرد سوم:

طبری میں مذکور دو روایات ہی نکاح دائمی پر دلالت کرتی ہیں۔ جب کہ

گیارہ عدد روایات، ثبوت متعہ پر دلالت کرتی ہیں۔ اور وہ دونوں قرآن کریم کی آیت کے بھی خلاف ہیں۔ لہذا وہ قابل قبول نہیں۔

جواب امر اول

تعداد کی قلت اور کثرت کو روایات میں ترجیح اور عدم ترجیح کا معیار قرار دینا جاڑوی کا اپنے گھر کا ضابطہ اور قانون تو ہو سکتا ہے۔ فقہ حدیث اور روایت میں اس نام کا کوئی قانون موجود نہیں۔ اور میں روایات میں لفظ نکاح کو میعادوی اور دائمی دونوں کے لیے مشترک ماننا اس کی دوسری جہالت ہے۔ جس عورت سے نکاح دائمی ہو اسے منکوحہ کہتے ہیں۔ اور جس سے وقتی ہو۔ اسے منکوحہ نہیں بلکہ متمتعہ یا مستاجرہ کہتے ہیں۔ قلت و کثرت روایات کو معیار ترجیح ٹھہرانا جہالت ہے۔ ہاں وصف، عدالت و جہ ترجیح بن سکتی ہے۔ علم اصول کی معتبر کتاب کی عبارت ملاحظہ ہو۔

قور الانوار

قِيَادَ وَقَعَ الشَّعَارُ ضُ بَيْنَ الْخَبَرَيْنِ مَا لَمْ يَرْجَحْ
لَا يَقَعُ بِفَضْلِ عَدَدِ الرُّوَاةِ وَبِالذُّكُورَةِ وَ
الْأُنْثَرَةِ وَالْحُرِّيَّةِ يَعْنِي إِذَا كَانَ فِي أَحَدِ
الْخَبَرَيْنِ الْمُتَعَارِضَيْنِ كَثْرَةُ الرُّوَاةِ وَ فِي
الْآخَرِ قَلَّتْهَا أَوْ كَانَ رَاوِي أَحَدِهِمَا مَذْكُورًا وَ
الْآخَرُ مُؤْتَنًا أَوْ رَاوِي أَحَدِهِمَا حُرًّا وَ الْآخَرُ
عَبْدًا لَمْ يَتَرَجَّحْ أَحَدُ الْخَبَرَيْنِ عَلَى الْآخَرِ
بِهَذِهِ الْمَعْنِيَةِ لِأَنَّ الْمُعْتَنِيَّةَ فِي هَذَا الْبَابِ

الْعَدَالَةُ وَهِيَ لَا تَخْتَلِفُ بِانْكَثَرَةِ وَالذُّكُورَةُ
وَالْحُرِّيَّةُ فَإِنَّ عَائِشَةَ كَانَتْ أَفْضَلَ الْكَثَرِ الرِّجَالِ
وَيَلَا لَأَنَّ أَفْضَلَ مِنَ الْكَثَرِ الْخَرَائِرُ وَجَمَاعَةٌ
الْمَلِكَةُ الْعَادِلَةُ أَفْضَلُ الْكَبِيرِ الْعَاصِيَةِ وَفِي قَوْلِهِ
فَفَضْلُ عَدَدٍ وَالتَّرْوَاةُ إِشَارَةٌ إِلَى أَنَّ عَدَدًا لَا يَتَّبَعُ
عَلَى عَدَدٍ بَعْدَ أَنْ كَانَ فِي دَرَجَةِ الْإِحَادِ .

(لورال انوار ص ۲۰۵ بمبئی المعارض)

(سید کینی)

ترجمہ:

جب دو خبروں (امادیث) کے درمیان تعارض واقع ہو جائے تو ترجیح کا یہ طریقہ نہیں کہ زیادہ راویوں والی کو ترجیح دی جائے۔ مذکور راوی کے مقابلہ میں مومنث کو ترجیح نہ ہو۔ آزاد راوی کی روایت غلام کی روایت سے رائج ہو جائے۔ مطلب یہ کہ دو متعارض خبریں ایسی ہیں کہ ایک میں راویوں کی تعداد زیادہ اور دوسری میں کم یا ایک کا راوی مذکور اور دوسری کی مومنث یا ایک کا راوی آزاد اور دوسری کا غلام تو اس اعتبار سے ترجیح نہ ہوگی۔ کیونکہ روایت کی ترجیح میں اصل اعتبار دو عدالت کا ہے۔ اور عدالت میں کثرت و قلت یا تذکرہ تائید کے اعتبار سے کوئی فرق نہیں ہوتا۔ حضرت سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا عورت ہوتے ہوئے بہت سے مردوں سے افضل ہیں۔ در حضرت بلال رضی اللہ عنہ باوجود غلام ہونے کے بہت سے انبیاء لوگوں پر فوقیت رکھتے ہیں۔ اور مختصر (افراد پر مشتمل) جماعت جو

مال ہو۔ ایسی جماعت سے افضل ہوتی ہے۔ جس کے اقراء تو بہت زیادہ ہوں۔ لیکن ہوں فاسق و فاجر۔ اور راویوں کی تعداد کے زیادہ ہوتے ہوئے۔ اس کو فضیلت قرار نہ دینا اس طرف اشارہ کرتا ہے۔ کہ جب راویوں کی تعداد ایک خبر واحد میں تھوڑی ہو۔ اور اس کے مقابلہ میں زیادہ۔ تو اس کی بیشی کا روایت کی صحت و عدم صحت میں کوئی اثر نہیں پڑتا۔

توضیح :

عبارت مذکورہ نے واضح کر دیا۔ کہ خبر واحد کے درجہ میں قلت و کثرت رواہ یکساں نہیں۔ اگر ترجیح کی وجہ ہوگی۔ تو وہ ان کا عادل یا غیر عادل ہونا ہوگی۔ خبر واحد کے راویوں کی قلت و کثرت اس لیے کہا۔ کہ اگر کثرت راویان سے وہ خبر درجہ تواتر کو پہنچ جائے۔ کہ جن کا جھوٹ پر اکٹھا ہونا ناممکن ہو۔ تو اتنی کثرت اس روایت کو خبر واحد سے نکال کر خبر متواتر میں داخل کر دے گی۔

تو معلوم ہوا۔ کہ خبر واحد کے ہوتے ہوئے راویوں کی کمی بیشی سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ وہ بہر حال خبر واحد ہی رہے گی۔ اس کی اصل تصدیق ہم خود ان شیعوں کی کتاب سے پیش کیے دیتے ہیں۔

معالم الاصول

اصْلُ وَخَبَرُ الْوَاحِدِ هُوَ مَا لَمْ يَبْلُغْ حَدَّ التَّوَاتُرِ
مَسْوَءٌ كَثُرَتْ رَوَاتُهُ أَمْ قَلَّتْ وَلَيْسَ شَأْنُهُ
إِفَادَةُ الْعِلْمِ بِنَفْسِهِ۔

(معالم الاصول ص ۲۳۵ مطبوعہ تہران مطبع جدید)

ترجمہ:

اصل - خبر واحدہ ہوتی ہے۔ کہ جس کے راویوں نے تعداد حد تو اتر تک نہ پہنچے۔ برابر ہے کہ راوی تعداد میں قلیل ہوں یا کثیر۔ اور یقین کا فائدہ دینا اس کی شان نہیں ہے۔

توضیح:

اشیر جاڑوی نے راویوں کی قلت اور کثرت کو جو معیار صحت اور عدم صحت قرار دیا خود ان کے مسئلہ کی اہم کتاب اس کی تردید کرتی ہے۔ اور بانگ دہل کہہ رہی ہے کہ اشیر جاڑوی زاجاہل ہے۔ نہ اُسے علم اصول آتا ہے۔ اور نہ ہی اس نے اسے حاصل کرنے کی کوشش کی۔ تعداد ایک ہو یا بہت اس سے خبر واحدہ، خبر واحدہ ہی رہتی ہے ہاں اگر تو اتر تک تعداد ہو تو اس کا اعتبار ہے۔ لیکن تو اتر سے کم تھوڑے، زیادہ لاکوئی امتیاز نہیں بلکہ مذکور موش، آزاد غلام کا بھی فرق نہیں۔ اہل سنت کی کتاب میں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی افضلیت کا ذکر ہے۔ اس پر کوئی شیعہ شیخ پاہو سکتا ہے۔ تو پھر اس سے ہم یہ کہیں گے۔ کہ فاقون جنت سیدہ فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا مؤنث ہوتے ہوئے کتنے مردوں سے افضل ہیں۔ اور اسی طرح ایک عادل ایک طرف اور بیسیوں فاسق و فاجر دوسری طرف دیکھئے تاکہ ان کے شیخ صدوق، موسیٰ کلینی وغیرہ ایک ہی ان کے نزدیک جم غفیر بد بھاری ہے۔

جواب، امر دوم:

”جواز متنع“ فریقین کی کتب میں موجود ہونے کی وجہ سے متفق علیہ مسئلہ ہوا الخ یہاں بھی دھوکہ دیا گیا۔ کیونکہ روایات کے اتفاق سے ”اجماع“ کا انعقاد

نہیں ہو کرتا۔ بلکہ اتفاقِ ارادہ اس کی اصل ہے۔ جیسا کہ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی خلافت بلائصل کی روایات شیعہ سنی دونوں کی کتب میں مذکور ہیں۔ یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ابو بکر صدیق غلیفہ تھے۔ لیکن اس اتفاق کے باوجود شیعہ اسے "داجماع" نہیں کہتے اثیر جاڑوی کے تنازع کے مطابق یہی بات صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی خلافت پر صادق آتی ہے۔ لہذا اس پر اجماع ہونے کی وجہ سے وہ دو متفق علیہ، قرار پائی۔ اس کا انکار عندا د لفظ کے سوا کسی اور وجہ سے نہیں ہوگا۔ تو معلوم ہوا کہ اتفاقِ روایات اور چیز ہے۔ اور اتفاقِ ارادہ دوسری چیز ہے۔ اور داجماع، اس دوسری قسم کے اتفاق کا نام ہے۔

جواب اکر سوم :

دو عدد روایات چونکہ خلاف اجماع اور مخالف قرآن ہیں۔ لہذا وہ ناقبول ہیں الخ۔ کے الفاظ آپ پڑھ چکے ہیں۔

اثیر جاڑوی نے صرف ایک تفسیر سے کس چالاکی اور مکاری سے یہ ثابت کرنا چاہا۔ کہ اس میں جس قدر نفی و اثبات متعدد کی روایات ہیں۔ بس ان کی تعداد اتنی ہی ہے۔ تفسیر مظہری، تفسیر کبیر، تفسیر مدارک وغیرہ کئی اور تفاسیر بھی ہیں کہ جن میں حرمت متہ کی بہت سی روایات ہیں۔ اور اہل سنت کی تمام تفاسیر اور فہمی مکاتب حرمت متہ پر متفق ہیں۔ بلکہ اہل تشیع کے ہاں بھی اس کی تائید میں حواہج موجود ہیں۔ بہر حال اہل سنت کے ہاں حضرات صحابہ کرام سے حرمت متہ پر اجماع کی بہت سی روایات ہیں۔ جن میں سے ایک دو پیش خدمت ہیں۔

تفسیر ابو جعفر الناسخ والمنسوخ

وَكَبِتَ حُرْمَةُ الْمُتَعَةِ بِاجْتِمَاعِ الصَّحَابَةِ وَالْإِجْمَاعِ
قَوِيٌّ مِنْ هَذَا۔

(تفسیر ابو جعفر الناسخ والمنسوخ جلد ۱ ص ۱۰۵)

ترجمہ:

”حرمت متہ، اجماع صحابہ کرام سے ثابت ہے۔ اور اجماع صحابہ بہر حال
غیر واحد سے زیادہ مضبوط دلیل ہے۔“

فتح الباری

قَالَ الْخَطَّابِيُّ تَحْرِيمُ الْمُتَعَةِ كَالْإِجْمَاعِ إِلَّا بَعْضُ
الشَّيْءِ۔

(فتح الباری جلد ۱ ص ۱۴۲)

ترجمہ:

خطابی نے کہا۔ کہ حرمت متہ ایک اجماعی مسئلہ ہے۔ صرف اہل تشیع کا
اس میں اختلاف ہے۔

امور ثلاثہ کے جوابات سے آپ پر یہ بات منکشف ہو گئی ہوگی۔ کہ انبیر جاڑوی
نے فریب اور دھوکہ دہی سے اپنے ساتھیوں اور امور ثلاثہ کے جوابات آپ پر یہ بات
اور عوام اہل سنت کو یہ باور کرانے کی جرات کی۔ کہ متہ بائز ہے لیکن حقیقت حال سامنے
کسے پر بخیر بی جان چکے ہوں گے۔ کہ یہ مکروہ فریب اور دھوکہ تھا۔
فاختیر وایا اولی الابصار

دھوکہ اور کذب بیانی نمبر ۳

حرمت متعذلی سنی روایات پر بے جا تنقید

جواز متعذ

حرمت متعذ کی دو روایات اور ان کے راوی کا حال سنیں۔ پہلی روایت کے سلسلہ سند میں دو راوی ہیں معاویہ ابن صالح اور علی بن طلحہ۔ معاویہ ابن صالح کے متعلق برادران اہل سنت کی مشہور کتاب میزان الاعتدال جن کے مصنف معروف تہ سنی عالم علامہ ذہبی ہیں۔ جلد ۵ ص ۱۳۵ شمارہ نمبر ۸۶۲ میں لکھتے ہیں۔ لَا يَحْتَجُّ بِهَا قَابِلُ اسْتِدْلَالٍ نہیں۔ یعنی معاویہ بن صالح کی حدیث اس قابل نہیں کہ اس سے استدلال کیا جاسکے۔ یا اس پر استناد کیا جاسکے۔ یہی وجہ ہے کہ امام بخاری نے صحیح بخاری میں معاویہ ابن صالح سے ایک حدیث بھی نقل نہیں کی۔ اب علی بن طلحہ جو حرمت کی روایت کا دوسرا راوی ہے۔ اس کے متعلق علامہ ذہبی اور امام احمد بن حنبل سے سن لیجئے کہ وہ کیا فرماتے ہیں۔

میزان الاعتدال

فہو مدلس کذاب یسند الحدیث الی اناس لمیرہم
ولم یروا عنہم قال رحیم لم یسمع علی بن ابی طلحہ
التفسیر عن ابن عباس وقال احمد بن حنبل لہ
منکرات ۔

میزان الاعتدال جلد سوم ص ۱۳۴ شمارہ
(۵۸۶۵)

ترجمہ:

علی بن ابی طلحہ تدلیس کنندہ ہے اور جھوٹا ہے۔ یہ اپنی حدیث کا سلسلہ
ایسے افراد سے جوڑتا ہے جنہیں نہ تو اس نے دیکھا ہوتا ہے۔ اور نہ
ہی ان سے روایت کی ہوتی ہے۔ رحیم کا کہنا ہے۔ کہ علی بن ابی طلحہ نے
ابن عباس سے تفسیر کا ایک لفظ بھی نہیں سنا۔ امام احمد ضعیف فرماتے
ہیں۔ کہ علی بن ابی طلحہ نے عجیب باتیں بنائی ہیں۔

یہ میں ائمہ فن روایت جن کے واضح فتاویٰ ہیں کہ معاویہ ابن صالح ناقابل
اعتماد ہے۔ اور امام بخاری نے اس کی کسی حدیث کو صحیح بخاری میں نہیں ذکر کیا۔
علی بن ابی طلحہ جھوٹا ہے۔ جن لوگوں کو اس نے دیکھا تک نہیں کہتا ہے۔ کہ میں نے
ان سے حدیث سنی ہے۔ اب ایسے راوی جس کی حدیث امام بخاری جیسے افراد
نہیں ان کی کسی حدیث کو لینا دیانت اور دینداری کے صریح خلاف ہوگا۔ لہذا
حرمت متعہ کی پہلی روایت حرمت متعہ کی دلیل نہیں بن سکتی۔

جواب ہے: اثیر جالودی نے عبارت بالامیں حرمت متعہ کی روایت کے دو

راویوں پر حرج ذکر کی۔ جس کا خلاصہ یہ ہے۔ کہ راوی معاویہ بن صالح قابل استدلال نہیں۔ اور اسی وجہ سے امام بخاری نے اس کی ایک روایت بھی اپنی صحیح میں ذکر نہیں کی۔

راوی جناب معاویہ بن صالح کے بارے میں وہ جملہ جو معترض نے ذکر کیا۔ وہ ابو حاتم کی رائے ہے۔ صرف ایک ناقد کی رائے جو ناقہ دین کی آراء کے مقابلہ میں پیش نہیں کی جاسکتی۔ لیکن اثیر جاڑوی نے اس ایک رائے کو تمام ناقدین کی رائے کے طور پر پیش کر کے یہ نتیجہ اخذ کیا۔ کہ اس کی حدیث اس قابل نہیں۔ کہ اس سے استدلال کیا جاسکے۔ یہ ایک کھلا دھوکہ ہے۔ بہت سے محدثین نے انہیں ثقہ کہا ہے۔ اور ان کی روایت کو قابل حجت تسلیم کیا ہے۔ اس پر میزان الاعتدال سے بھی حوالہ پیش کریں گے۔

رہا یہ معاملہ کہ امام بخاری نے ان کی کوئی روایت اپنی صحیح میں ذکر نہیں کی۔ تو اس کی وجہ وہ نہیں جو جاڑوی نے بیان کی۔ بلکہ اصل وجہ یہ ہے۔ کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی روایت کی بارے میں اپنی مخصوص شرائط میں۔ اور وہ بہ نسبت دوسرے محدثین کرام کے ذرا سخت ہیں ان شرائط کے موجود ہونے کی بنا پر انہوں نے معاویہ بن صالح کی روایت کو نہیں لیا۔ یہ اسی طرح ہے۔ کہ جس طرح امام بخاری نے امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے ایک روایت بھی اپنی صحیح میں درج نہ کی۔ اس کی وجہ بھی وہی شرائط کا نہ پایا جانا ہے۔ کیونکہ امام بخاری اور امام جعفر صادق کے درمیان جو واسطے ہیں۔ وہ امام بخاری کی شرائط پر پورے نہیں اترتے۔ لیکن امام مسلم کی شرائط روایت چرنکہ معاویہ بن صالح میں پائی جاتی تھیں۔ اس لیے انہوں نے صحیح مسلم میں ان کی روایت کو ذکر فرمایا ہے۔ ان دونوں باتوں کی تصدیق ملاحظہ ہو۔

معاویہ بن صالح کی شخصیت

میزان الاعتدال:

مَعَاوِيَةَ ابْنِ صَالِحٍ الْحَضْرَمِيُّ الْحَنْمِيُّ قَتَا حِمْيَ
الْأَثَدِ لِسِ ابْنِ أَبِي عُمَرَ رَوَى عَنْ مَكْمُولٍ وَالْكَبَارِ وَ
عَنْهُ ابْنُ وَهْبٍ وَعَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ مَهْدِيٍّ وَابْنُ
صَالِحٍ وَطَائِفَةٌ وَثَبَتَ أَحْمَدُ وَابْنُ زُرْعَةَ وَ
غَيْرُهُمَا وَقَالَ ابْنُ عَدِيٍّ وَهُوَ عِنْدِي صَدُوقٌ
وَهُوَ مِمَّنْ احْتَجَّ بِهِ الْمُسْلِمُونَ الْبُخَارِيُّ وَ
تَرَى الْحَاكِمُ يَرْوِي مُسْتَدْرِكَةً أَحَادِيثِهِ وَيَقُولُ
هَذَا عَلَى شَرْطِ الْبُخَارِيِّ فِيهِمْ فِي ذَلِكَ وَ
يَقْدِرُ ذَ -

میزان الاعتدال ص ۷۹ تا ۸۰ جلد ۲

حرف میم مطبوع مصر طبع قدیم اولی ۱۳۲۵ھ

ترجمہ :

ابو عمرو معاویہ بن صالح حضرمی حمصی اندلس کے قاضی تھے مکمل اور دوسرے
بڑے بڑے حضرات سے روایت حدیث کرتے ہیں اور ان سے
ابن وہب، عبد الرحمن بن مہدی ابو صالح اور دوسرے بہت سے

محدثین کرام نے روایت حدیث فرمائی۔ امام احمد ابو ذر وغیرہ نے انہیں
 ”وثقہ“ کہا۔ ابن عدی کا کہنا ہے۔ کہ یہ میرے نزدیک ”صدوق“ ہیں۔
 اور وہ یہ ہیں۔ کہ جن سے امام مسلم نے حجت پکڑی۔ امام بخاری نے نہیں
 مستدرک میں حاکم نے ان کی روایات ذکر کیں۔ اور کہا کہ یہ روایت
 امام بخاری کی شرط پر ہے۔

توضیح:

معاویہ بن صالح کے بارے میں دونوں امور کی صراحت ہو گئی۔ کہ ابو حاتم نے
 اگرچہ ان کے بارے میں ”ولا یحتج بہ“ کے الفاظ کہے ہیں۔ لیکن امام احمد بن حنبل
 اور ابو ذر عمر ایسی جلیل القدر شخصیات ان کی ثقاہت کی تصریح فرما رہے ہیں۔ امام بخاری
 نے اگرچہ اپنی شرائط پر ان کی روایت کو پورا نہ اترتے پایا۔ لیکن صاحب مستدرک
 نے ان کی ہی شرائط پر انہیں پورا اترتا ہوا دکھایا۔ ایک اور حوالہ ملاحظہ ہو۔

تہذیب التہذیب

قِيلَ أَبُو عَبْدِ الرَّحْمَنِ الْحَمَصِيُّ أَحَدُ الْأَعْلَاءِ مِنْ
 وَقَاضِي الْأَنْدَلُسِ وَعَنْهُ ثَوَرِيٌّ وَكَيْثُ بْنُ
 سَعْدٍ وَابْنُ وَهْبٍ وَمَعْنُ بْنُ عِيْسَى وَزَيْدُ بْنُ
 حَبَابٍ وَعَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ مَهْدِيٍّ وَحَمَّادُ بْنُ خَالِدٍ
 الْخَمِيطُ وَبِشْرُ بْنُ السَّرِيِّ وَأَسَدُ بْنُ مُوسَى وَأَبُو
 صَالِحٍ كَاتِبُ اللَّيْثِ وَغَيْرُهُمْ قَالَ أَبُو طَالِبٍ عَنْ
 أَحْمَدَ خَرَجَ مِنْ جَمْعٍ قَدِيمًا وَكَانَ ثِقَةً وَقَالَ

جَعْفَرُ الطَّيَالِسِيُّ عَنْ ابْنِ مَعِينٍ ثِقَةٍ ۖ وَقَالَ الْأَجَلِيُّ
وَالنَّسَائِيُّ ثِقَةً ۖ وَقَالَ أَبُو زُرْعَةَ ثِقَةً ۖ مَحْدُوثٌ
وَقَالَ ابْنُ سَعْدٍ كَانَ بِالْأَنْدَلُسِ قَاضِيًا وَكَانَ
ثِقَةً ۖ كَثِيرُ الْحَدِيثِ وَقَالَ ابْنُ خَرَّاشٍ صَدُوقٌ وَ
قَالَ ابْنُ عَدِيٍّ لَهُ حَدِيثٌ صَالِحٌ وَمَا أَرَاهُ بِحَدِيثِهِ
بَحْثًا وَهُوَ عِنْدِي صَدُوقٌ وَذَكَرَهُ ابْنُ حَبَّانٍ فِي
الِثِّقَاتِ وَقَالَ الْبَزَازُ كَيْسٌ بِهِ بَأْسٌ وَقَالَ آيُضًا
ثِقَةً ۖ

التہذیب التہذیب جلد ۱ ص ۲۱۰ ح ۲۱۰
مطبوعہ بیروت بطابق دائرة المعارف
حیدرآباد وکن ہند

ترجمہ:

بیان کیا گیا ہے کہ ابو عبد الرحمن حمصی مشہور محدثین میں سے ایک ہوئے
یہاں۔ اور اندلس کے قاضی تھے۔ ان سے روایت کرنے والے چند حضرات
کے اسمائے گرامی یہ ہیں۔ ثوری، ایث بن سعد، ابن وہب، یمن بن یسین
فرید بن حباب، عبد الرحمن بن مہدی، حماد بن خالد الخياط بشیر بن السری
اسد بن مرسل اور ابو صالح کاتب ایث وغیرہ۔ امام احمد سے ابو طالب
بیان کرتے ہیں۔ کہ یہ راوی حمص سے جب تشریف لے گئے۔ تو ثقہ
تھے۔ ابن مین سے جعفر طایسی نے ان کی ثقاہت بیان کی۔ الاصلی اور
نسائی نے انہیں ثقہ کہا۔ ابو زرعة انہیں ثقہ محدث کہتے ہیں۔ ابن سعد کا
کن ہے۔ کہ یہ اندلس میں قاضی تھے۔ اور کثیر الحدیث محدث ثقہ تھے

ابن خراش نے بھی انہیں ثقہ لکھا۔ ابن عدی ان کی حدیث کو صالح کہتے ہیں۔
 اور یہ بھی کہتے ہیں۔ کہ مجھے ان کی روایت کردہ حدیث میں کوئی بحث نہیں
 اور وہ میرے نزدیک صدوق ہیں۔ ابن حبان نے ان کا تذکرہ ثقہ
 راویوں میں کیا۔ اور نیزانہ نے کہا۔ کہ ان کی مرویات پر کوئی بحث نہیں
 اور یہ ثقہ بھی ہیں۔

ملحہ فکریہ :

اثیر جاڑوی اگر ایمان داری سے کام لیتا۔ اور حق و باطل کو اپنے اپنے مقام پر
 رکھتا۔ تو یہ ہرگز نہ کہتا۔ کہ جناب معاویہ بن صالح ایسے راوی ہیں۔ جن کی روایات ۔
 قابل استدلال نہیں۔ اور اُسے میزان الاعتدال کی پوری عبارت نقل کرنی چاہیے
 تھی۔ لیکن وہ جانتا تھا۔ کہ ایسا کرنے سے اس کا بھانڈا چر رہے ہیں پھوٹ جائے
 گا۔ حرمت متعہ کے ایک راوی کے بارے میں آپ نے جاڑوی کی کذب بیانی
 دیکھی۔ اور اب دوسرے راوی جناب علی بن ابی طلحہ کے متعلق سنئے۔ جاڑوی
 نے میزان الاعتدال میں مذکور ہے۔ لیکن اس راوی کے حالات وغیرہ کے بارے
 میں یہ دو لفظ دلس، کذاب (کہ اپنی خرافات کو صاحب میزان کی طرف سے پیش
 کر دیا۔ اور ایسا کرنے سے ذرا بھر خوفِ خدا نہ آیا۔ کہ مجھ سے اس کی باز پرس ہوگی۔ ان
 دو الفاظ کو اگر جاڑوی میزان الاعتدال سے مذکور راوی کے بارے میں دکھائے
 تو منہ مانگا انعام پائے۔ ورنہ وہ انعام تو مل کر ہی رہے گا۔ جس کا اللہ تعالیٰ نے قرآنِ کریم
 میں الفاظ سے ذکر فرمایا۔ **اللعنة على الكاذبين**۔ علی بن ابی طلحہ راوی
 کے بارے میں اسماء الرجال کی مشہور کتاب میں یہ تحقیق مذکور ہے۔

تہذیب التہذیب

قَالَ نَسَائِي كَتَبَ بِهِ بَأْسًا ذَكَرَهُ ابْنُ حَبَّانٍ فِي
الْثَّقَاتِ لَهُ عِنْدَ مُسْلِمٍ حَدِيثٌ وَاحِدٌ فِي ذِكْرِ
الْعَزْلِ رَوَى لَهُ الْبَاقُونَ حَدِيثًا آخَرَ فِي الْفَرَائِضِ
قُلْتُ وَنَقَلَ الْبُخَارِيُّ فِي تَفْسِيرِهِ رَوَايَةً مُعَاوِيَةَ
ابْنِ صَالِحٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ شَيْئًا كَثِيرًا.

(تہذیب التہذیب جلد ۷ ص ۴۰۴ مطبوعہ

دائرة المعارف حیدرآباد دکن)

ترجمہ:

امام نسائی نے کہا۔ کہ علی بن ابی ظلمہ کی روایات لینے میں کوئی حرج نہیں ہے
ابن حبان نے انہیں ثقہ راویوں میں ذکر کیا ہے۔ امام مسلم نے ان کی صحت
ایک روایت عزل کے بارے میں ذکر کی۔ اور دوسرے محدثین نے
ان کی ایک اور روایت فرائض کے بارے میں بھی ذکر کی ہے۔ میں
کہتا ہوں۔ کہ امام بخاری نے اپنی تفسیر میں ایسی بہت روایات
ذکر کی ہیں۔ جو انہوں نے معاویہ ابن صالح کے واسطے سے حضرت
ابن عباس سے بیان کیں۔

لمحکمۃ

امام نسائی جس کی روایات پر اعتبار کریں۔ ابن حبان جنہیں ثقہ بتائیں۔ امام مسلم
اور دیگر محدثین ان سے روایت کریں اور امام بخاری ایسا جلیل القدر محدث ان کی

تفسیری روایات اپنی کتاب میں درج فرمائیں۔ جو انہوں نے بالواسطہ حضرت ابن عباس سے بیان کیں۔ ان تمام خوبیوں کو بالائے طاقی رکھ کر جاڑوی نے انہیں بھی اپنا ساتھی بنانے کی ناپاک کوشش کی۔ اور بڑی دیدہ دلیری کے ساتھ اپنی طرف سے ان کے بارے میں ”کذاب“ لکھ دیا۔ اور پھر کہاں بے حیائی سے الزام صاحب میزان الاعتدال کے سر تھوپ دیا۔ معلوم ہوتا ہے۔ کہ کذاب بیانی جاڑوی کے رگ دریشہ میں اپنے بڑوں کی طرح کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی ہے۔ خود بھی گمراہ ہے اور گمراہ کن باتوں سے سادہ لوح لوگوں کو بھی گمراہ کرنے کی کوشش کی ہے آخر دوزخ کا ایندھن بھی تو اللہ تعالیٰ نے تیار کرنا ہے۔

فَاعْتَبِرُوا يَا أُولِيَ الْأَبْصَارِ

دھوکہ اور کذب بیانی نمبر (۴)

جواز متعہ

علامہ طبری کی حرمت متعہ کے سلسلہ میں دوسری روایت کے سلسلہ میں
 پر نظر فرمائیں۔ سند کے اعتبار سے یہ روایت بھی ریت کا تھر تھرا ہوا عمل ہے۔ جسے
 انگلی کا ایک معمولی سا اشارہ بھی کافی ہے۔ اس روایت کا سلسلہ سند بالکل نہیں
 ہے۔ یہ روایت نہ تو کسی اصحابی سے منسوب ہے۔ اور نہ ہی کسی تابعی سے منسوب ہے۔
 اس روایت کا کوئی راوی معلوم نہیں۔ کیونکہ زید بن اسلم کے تین بیٹے عبداللہ بن
 زید، اسامہ بن زید اور عبدالرحمن بن زید ہیں۔ ان تینوں ابنائے زید میں سے کسی کا
 نام نہیں لیا گیا۔ کہ زید کے ان تینوں بیٹوں میں سے کون ابن زید راوی ہے۔ نہ تو
 خود زید نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا شرف صحابیت حاصل کیا ابنائے زید میں
 سے کوئی آنحضرت کے زمانہ میں تھا۔ بلکہ ابنائے زید۔ دوسری ہجری کے وسط
 میں سے کوئی نامعلوم ابن زید جو روایت کرے وہ قابل قبول ہو سکتی ہے۔ علامہ فرہبی
 میزان الاعتدال جلد دوم ص ۴۲۵ شمارہ نمبر ۴۳-۴۱ میں رقم طرز ہیں۔ قال الجوز
 جانی الثلاثۃ ابنا عزیذ والثلاثۃ صغفار فی الحدیث۔ جوز
 جانی کہتا ہے۔ کہ زید کے تین بیٹے ہیں۔ جو کہ نقل حدیث میں ناقابل اعتماد ہیں۔
 (میزان الاعتدال جلد دوم ص ۴۲۴ شمارہ نمبر ۴۸-۴۱ قال یحییٰ ابن معین

بنو زید بن اسلم لیسوا بشی زید بن اسلم کے بیٹے لیس بشی ہیں۔ علم رواۃ کا یہ متفقہ فیصلہ ہے۔ کہ زید کے بیٹوں بیٹوں میں سے جو بیٹا بھی راوی ہو۔ وہ ناقابل امتداد ہے۔ اور اس کی روایت مقام استدلال میں پیش نہیں کی جاسکتی۔ حقیقت حال پس منظر اور پیش منظر کا جائزہ لینے کے بعد خود برادران اہلسنت کی کتابوں نے اور معتبر علماء کی کتابوں نے اور معتبر علماء نے اہل سنت نے یہ ثابت کر دیا ہے۔ کہ حرمت متعہ کی دونوں روایات جو علامہ طبری نے نقل کی ہیں وہ کسی بھی لحاظ سے قابل تسلیم نہیں۔ لہذا جواز متعہ کی روایات درست ثابت ہوئیں اور متعہ جس طرح زمانہ رسول علیہ السلام میں جائز تھا آج بھی اسی طرح جائز ہے۔

(جواز متعہ از اشیر جازوی ص ۲۶)

جواب:

پہلا دعویٰ کہ روایت کی سند بالکل نہیں۔ دوسرا دعویٰ کہ زید بن اسلم راوی کے تین بیٹے ہیں۔ اور تینوں ناقابل اعتبار ہیں۔ اور مزید یہ کہ ان میں سے راوی ایک ہے اور وہ بھی نامعلوم ہے۔ لہذا روایت مذکورہ قابل تسلیم نہیں

اشیر جازوی کو ہم اندھا مار نہیں کر سکتے۔ کیونکہ وہ تفسیر قرطبی کے حوالہ جات نقل کرتا ہے۔ لیکن وہ کذاب، ضرور کہیں گے۔ کیونکہ یہ کہنا کہ روایت مذکورہ کا سند بالکل نہیں۔ سفید جھوٹ ہے۔ تفسیر طبری میں اس کی سند یوں مذکور ہے۔

تفسیر طبری

حدثنا یونس قال اخبرنا ابن وهب قال قال ابن زید الخ۔
(تفسیر طبری جلد دوم ص ۷۰۱ بیت فاما استتمتم)

سند مذکور میں دو راویوں کو ابن وہب، ابن زید کہہ کر لکھا گیا۔ شاید جاڑوی کو اس سے
 منقطع لگا ہو۔ کہ ابن زید یا ابن وہب کوئی نام نہیں۔ اس لیے راوی کا مراحۃ نام مذکور
 نہ کرنا روایت میں اعتراض کی گنجائش نکال دیتا ہے یا اسے دوسرے نفعوں میں
 یوں کہا جاسکتا ہے۔ کہ یہ راوی دو مہجول ہیں۔ اگر یہی بات پیش نظر ہے۔ تو یہ اس کی
 بہت بڑی حماقت ہے۔ کیونکہ اگر کسی کا نام نہ لیا جائے۔ اور اس کے باپ کا نام
 لے کر اسی کی طرف اس کے بیٹے ہونے کی نسبت کر دی جائے۔ تو باپ کی شہرت
 کی وجہ سے اس کا بیٹا بھی معلوم و معروف ہو جاتا ہے۔ اور یہ بھی ہوتا رہتا ہے کہ
 کسی کا نام اتنا معروف نہ ہو جس قدر اس کی کنیت وغیرہ ہوتی ہے۔ خواہ کنیت
 حقیقی ہو یا مجازی۔ جیسا کہ ابو جہل، کہنے سے سبھی جانتے ہیں۔ مگر یہ حضور صلی اللہ
 علیہ وسلم کا دشمن تھا۔ اور اگر اس کا نام پوچھیے۔ تو مشکل ہی کوئی بتا سکے گا۔ خود جاڑوی
 نے بھی تو اسی انداز کو اپنایا ہے۔ لکھا ہے۔ کہ ابن رشد اندلسی نے یہ دعویٰ کیا ہے
 مختصر یہ کہ روایت مذکورہ میں دو راویوں کا تذکرہ ابن وہب اور ابن زید سے کرنا
 ان کی جہالت کو لازم نہیں ہے۔ راوی کا مہجول ہونا تب لازم آتا۔ کہ ابن وہب
 یا ابن زید کے بارے میں اسمائے الرجال کی کتابوں سے کچھ نہ ملتا۔ ابن وہب سے
 مراد عبد اللہ بن وہب بن منبہ ہے۔ اور ابن زید سے مراد محمد بن زید ابن مہاجر
 ابن قنفذ ابن عمار بن جعدان القرشی ہے۔ اگر جاڑوی کو کسی راوی کی کنیت سے
 اس کا شجرہ نسب تلاش کرنا مشکل تھا۔ تو کسی اہل علم سے پوچھ لیتا۔ کتب اسماء
 الرجال میں مصنفین کا یہ طریقہ چلا آ رہا ہے۔ کہ کتاب کے آخر میں مختلف کنیت والے
 حضرات ذکر کر کے ان کے نام و نسب بیان کرتے ہیں۔ ابن وہب اور ابن وہب
 اور ابن زید کی کنیت تلاش کر کے ان کے بارے میں بھی واقفیت حاصل کی جاسکتی
 تھی۔ لیکن پھر اسے دھوکہ کیسے مواد کہاں سے ملتا۔ ذہن ذیاب التہذیب جلد ۲۹

پران زید کنیت والے راوی کا تذکرہ موجود ہے۔ وہاں اس کی سیرت اور روایت حدیث میں اہمیت ملی سکتی ہے۔ لیکن دوسری بڑی حماقت اس کی دیکھنے کہ ”ابن زید“ سے مقصود زید کا بیٹا ہے۔ جن کا نام محمد ہے۔ اس کے بارے میں کچھ اظہار خیال کرتا۔ لیکن ”زید اسلم“ کے نام کا راوی سے کر پھر اس کے بیٹوں کے نام اور ان کے متعلق باتوں کا تذکرہ کیا جا رہا ہے۔ کہاں ”زید بن اسلم“ اور کہاں ابن زید بن ہاجرہ زید بن اسلم کے تین بیٹے چھوٹے چارہوں اس سے ہیں کیا عرض جبکہ اس کے نام کا راوی روایت مذکور میں ہے نہیں۔ اور پھر طرقتا شا یہ کہ زید بن اسلم نام کا راوی صرف ایک ہے۔ اور اس کے جو حالات میزان الاعتدال کے حوالے سے جاڑ دیئے پیش کیے۔ وہ اس کتاب میں موجود ہی نہیں۔ اگر کتاب مذکور سے محمد بن اسلم کے وہ حالات جو اس نے بیان کیے۔ ثابت کر دے۔ تو منہ بگا انعام ملے گا۔ محمد بن اسلم کے حالات مذکور کتاب میں یوں مرقوم ہیں۔

میزان الاعتدال

زَيْدُ بْنُ أَسْلَمَ مَوْلَى عُمَرَ مَتَّكَدُ ابْنِ عَدِي يَذْكُرُ
فِي الْكَامِلِ حَيَاتَهُ رَفَقَهُ حُجَّجُهُ قَرَوِي عَنْ حَمَّادِ
ابْنِ زَيْدٍ قَالَ قَتَلْتُمُ الْعَدِيَّةَ وَهُمْ يَتَكَلَّمُونَ
فِي زَيْدِ ابْنِ أَسْلَمَ فَقَالَ لِي عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عُمَرَ مَا
تَعْلَمُ بِهِ بَأْسًا إِلَّا أَنَّهُ يُفَسِّرُ الْقُرْآنَ بِرَأْيِهِ .

(میزان الاعتدال جلد اول ص ۳۷۱ حرف الزام)

ترجمہ :

زید بن اسلم مولیٰ عمر کا تذکرہ ابن عدی نے الکامل میں کیا۔ اور اسے ثقہ اور

قابلِ حجت کہا۔ حماد بن زید سے روایت کی گئی ہے۔ کہ میں یہ منہ زور
گیا۔ تو وہاں لوگوں کو زید بن اسلم کے بارے میں ادھر ادھر کی باتیں
کرتے پایا۔ مجھے حیداء اللہ بن عمر نے کہا۔ ہم اس سے روایت کرنے
میں کوئی تھکی نہیں محسوس کرتے۔ ہاں اتنی بات ہے کہ یہ شخص قرآن کریم کی
تفسیر اپنی رائے سے کرتا ہے۔

مذکورہ حوالہ سے ہمارا یہ مقصد نہیں۔ کہ زید بن اسلم کیسا راوی ہے۔ کیونکہ روایت
زیر بحث میں اس نام کا کوئی راوی ہے ہی نہیں، ہم نے یہ حوالہ اس لیے درج کیا
ہے۔ تاکہ قارئین کرام یہ جان سکیں۔ کہ جاڑوی نے جو رجحانی کے حوالہ سے اس
کے تین بیٹے بیان کیے تھے۔ وہ تینوں حدیثوں میں ضعیف تھے۔ اور ابن عیینہ
کے حوالہ سے لکھا۔ کہ وہ اسے لاشیٰ کہتے ہیں۔ زید بن اسلم نام کا راوی صرف ایک
ہی ہے۔ اس لیے میزان الاعتدال میں نہ تو جو رجحانی کا کہیں قول موجود اور نہ ہی یحییٰ
ابن عیینہ کا لاشیٰ کہنا۔ اس سے جاڑوی کی جہالت کس قدر عیاں ہو رہی ہے ایسے
جہالت کی دلیلوں کا جواب دینے کے لیے طبیعت گوارا ہی نہیں کرتی۔ لیکن عوام کو
حقیقت حال سے آگاہ کرنے کے لیے کچھ نہ کچھ لکھنا پڑا۔ اب آئیے اس راوی کی
مرثیہ کی حرمت متعہ میں جن کو ابن زید کہہ کر لکھا گیا۔ اسماء الرجال سے ان کی سیرت و
اہمیت سنیے۔

ہندیہ التہذیب

مَحَمَّدُ ابْنُ زَيْدِ ابْنِ الْمُطَاخِرِ بْنِ قَنَّغَةَ بْنِ حُمَيْرٍ
بْنِ جَذْعَانَ الْقُرَشِيِّ الثَّقَلَيْنِيِّ الْمَدَنِيِّ مَوْلَى ابْنِ عُمَرَ
وَرَوَى عَنْ أَبِيهِ وَأُمِّهِ أُمِّ مَعْرَافٍ وَحُمَيْرٍ مَوْلَى أَبِي

اللَّحْمِ وَعَبْدُ اللَّهِ بْنُ عَامِرٍ وَابْنُ أُمَامَةَ بْنِ ثَعْلَبَةَ
وَسَالِمَ ابْنِ عَبْدِ اللَّهِ ابْنِ عُمَرَ وَسَعِيدَ ابْنِ الْمُسَيَّبِ
وَطَلْحَةَ بْنَ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَوْفٍ وَنُجَيْمَ بْنَ
الْمُكْدَرِ وَابْنَ سَيْلَانَ وَعَظِيمَ بْنَ رَوَيْ عَنْهُمْ
زُهْرَى وَمَالِكٌ وَهَاشِمُ ابْنُ سَعْدٍ وَعَبْدُ الرَّحْمَنِ
بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ دِينَارٍ وَعَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ مَحْمَدٍ
وَإِبْنُ أَبِي ذُئْبٍ وَابْنُ كَيْسَانَ وَحَفْصُ بْنُ غِيَاثٍ
وَيُشْرُبُ بْنُ الْمُفَضَّلِ وَآخَرُونَ قَالَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ
أَحْمَدَ عَنْ أَبِيهِ شَيْخٌ ثِقَةٌ وَقَالَ ابْنُ مَعِينٍ
وَأَبُو زُرْعَةَ ثِقَةٌ وَذَكَرَهُ ابْنُ حَبَّانٍ فِي الثِّقَاتِ
قُلْتُ وَقَالَ أَبُو دَاوُدَ وَالْأَجَلِيُّ ثِقَةٌ وَقَالَ الْبَرْقَانِيُّ
عَنِ الدَّارِ قُطَيْبٍ يَخْتَصُّ بِهِ وَقَالَ مَرْءٌ أَخَذَ مِنْ
يَعْتَبَرُ بِهِ -

(تہذیب التہذیب جلد ۱ ص ۷۳ تا ۷۴)

(۱۴۴۱ حروف المسمی مطبوعہ بیروت)

ترجمہ:

محمد بن زید بن مہاجر مولیٰ ابن عمر اپنے والد سے روایت کرتے ہیں۔ ان کی
والدہ کا نام ام حرام تھا۔ دوسرے حضرات کہ جن سے اس نے روایت
کی۔ وہ یہ ہیں۔ عیمر مولیٰ ابی الہم، عبد اللہ بن عامر، ابی امامہ بن ثعلبہ، سالم بن
عبد اللہ بن عمر، سعید بن مسیب، طلحہ بن عبد اللہ بن عوف، محمد بن المکدر
اور ابن سیدان وغیرہ۔ ان سے روایت کر کے والے چند حضرات

کے یہ نام ہیں۔ زہری، مالک، ہشام، ابن سعد، عبد الرحمن بن عبد اللہ بن دینار، عبد العزیز بن محمد، ابی ذہب، ابن الحبیہ، حفص بن غیاث، بشر بن مفضل وغیرہ۔ عبد اللہ بن احمد اپنے والد سے بیان کرتے ہیں کہ محمد بن زید ثقہ راوی ہے۔ ابن معین اور ابو زرہ نے بھی اسے ثقہ کہا ابن حبان نے ثقہ راویوں میں ان کو ذکر کیا۔ میں کہتا ہوں کہ ابو داؤد اور الاملی نے بھی ان کو ثقہ کہا۔ برقانی نے دارقطنی سے نقل کیا کہ یہ قاضی بلجست ہیں۔ اور یہ بھی کہا کہ قابل اعتبار ہیں۔

حکم کریم :-

حرمت متعہ کی دو عدد روایات کے راویوں پر جاڑوسی کی تنقید کا ہم نے پول کھول کر رکھ دیا ہے۔ فریب اور دھوکہ سے ان راویوں کے بارے میں جھوٹی باتیں خود بنائیں اور دوسروں کے سر تقویٰ دیں۔ محمد بن زید ایک جلیل القدر تابعی ہیں جنہیں جناب ابن عمر رضی اللہ عنہ کی زیارت نصیب ہوگی۔ اور ان کا سلسلہ روایات تہذیب التہذیب کے حوالے سے ہم پیش کر چکے ہیں۔ ان کے اساتذہ اور شیوخ میں یکتائے روزگار لوگ ہیں۔ اور پھر ان سے روایت اخذ کرنے والوں میں مشاہیر حضرات کی طوائف فہرست ہے۔ لہذا جاڑوسی کا یہ کہنا اتہامی کذب بیانی ہے۔ کہ وہ پس منظر اور پیش منظر کا جائزہ لینے سے ثابت ہوا کہ اہل سنت کے کتابوں نے اور متبر علمائے اہل سنت نے یہ ثابت کر دیا ہے۔ کہ حرمت متعہ کی دونوں روایات جو علامہ طبری نے نقل کیں۔ وہ کسی بھی لحاظ سے قابل تسلیم نہیں۔ لہذا جواز متعہ کی روایات درست ثابت ہوئی۔ الخ ۱۸ اس پر اتنا ہی تبصرہ کافی ہے۔ سے بے حیا باش برچ خواہی کن

دھوکہ اور کذب بیانی ۵

حرمت متعدالی روایات متواترہ نہیں

جواز متعد

ابن رشد اندلسی نے ہدایۃ المجتہد جلد ۲ ص ۵۷ پر حرمت متعدہ کے سلسلہ میں واردہ احادیث کے لیے دعوائے قزائر کیا ہے۔ شیعہ سنی اصول حدیث کے مطابق حدیث متواترہ اُسے کہا جاتا ہے۔ جس کے ناقل صحابہ اتنی مقدار میں زیادہ ہوں۔ کہ انہیں جھٹکنا یا نہ جانے کے ضعیف و قوی خورد و کلاں اور صالح و غیر صالح ہر ایک کا دعویٰ ہو کہ میں نے خود اپنے کانوں سے آنحضور کی زبان سے یہ حکم سنا ہے۔ اگر ابتداءً آنحضور سے حدیث نقل کرنے والے مثلاً پانچ یا چھ صحابہ ہوں اور پھر ان پانچ یا چھ صحابہ سے سننے والے پچاس یا ساٹھ بن جائیں۔ تو ان تمام کا سلسلہ سند انہی پانچ یا چھ سے جا ملے۔ تو ایسی حدیث کو کسی بھی اصول حدیث میں حدیث متواترہ نہیں کہا جاسکتا۔ جبکہ حرمت متعدہ کے لیے تمام منقولہ احادیث کا آخری سلسلہ سند تین صحابہ تک جا کر ختم ہو جاتا ہے۔

اور تین صحابہ سے نقل شدہ حدیث گہری لحاظ سے حدیث متواترہ کی فہرست میں نہیں آسکتی۔ جن تین صحابہ کی طرف احادیث حرمت متعدہ کو

منسوب کیا گیا ہے ان کے اسمائے گرامی حسب ذیل ہیں۔ (۱) حضرت علی بن ابی طالب
 (۲) سلمہ بن اکوع۔ (۳) سیرہ ابن معبد جعفی۔ یا تو یہ کہا جائے کہ علامہ اندلسی جیسا بالبصیر
 شخص معنی تو اتر سے ناواقف تھا۔ یا خواہ مخواہ حرمت متعہ ثابت کرنے کی خاطر دعویٰ
 تو اتر کا علی ڈالا۔ اور یا مولانا مودودی کی طرح حدیث کے سلسلہ میں اس کے نزدیک مزاج
 رسول کو دخل نہ تھا۔ یعنی اگر کسی حدیث کا راوی خواہ ایک ہوں ضعیف سے ضعیف تر ہو
 اور وہ حدیث مزاج رسول کے مطابق ہو تو قابل تسلیم۔ اور اگر کسی حدیث کے راوی
 سنتوں سے بھی زیادہ ہوں لیکن وہ حدیث مزاج رسول کے خلاف ہو تو قابل تسلیم
 نہیں ہوگی۔ بہر صورت تین صحابہ سے نقل کی جانے والی کسی حدیث کو بھی،
 حدیث متواتر کہنا نہ صرف اصول حدیث کا منہ چڑاتا ہے۔ بلکہ احکام خدا سے کھلا
 مذاق ہے۔

(جواز متعہ ۲، مکتبہ انوار جمع دریا خان بھکر)

جواب:

- مذکورہ عبارت میں اٹھائے گئے نکات کا خلاصہ یہ ہے۔
- ۱۔ ابن رشد بالبصیرت اور اہل سنت کا قابل اعتماد عالم ہے۔
 - ۲۔ حرمت متعہ کی روایات کا سلسلہ سندین صحابہ تک پہنچتا ہے۔ علی المرتضیٰ
 سلمہ بن اکوع اور سیرہ ابن معبد۔
 - ۳۔ حدیث متواتر کی اجماعی تعریف۔

ابن رشد کی سیرت

محمد بن احمد اندلسی المعروف ابن رشد واقعی یگانہ روزگار تھا۔ اس کا انہماک فلسفہ
 منطق اور طب کے علوم میں تھا۔ لہذا ایک فلسفی اور منطقی عالم ہونے کی وجہ سے علوم

مذکورہ میں تو اس کی تحقیق قابل تسلیم ہے لیکن علم حدیث اور فقہ وغیرہ میں کمزور تھا امام غزالی اس کے بارے میں فرماتے ہیں۔

الکفی واللقاب

ابْنُ رُشْدٍ أَبُو الْوَلِيدِ مُحَمَّدُ بْنُ أَحْمَدَ بْنِ مُحَمَّدٍ
 اَنْدَلُسِي الْمَالِكِي اَوْحَدُ زَمَانِهِ فِي الْعِلْمِ وَالْفَقْهِ
 وَالطَّبِّ وَالْفَلَسَفَةِ اِنَّمَا ذَكَرَهُ الْغَزَالِي بِمَعْزِلٍ
 عَنْ مَرْتَبَةِ الْيَقِيْنِ وَالْبُرْهَانِ وَقَالَ فِيْ اٰخِرِهِ
 لَا شَكَّ اَنَّ هَذَا الرَّجُلَ اَخْطَا عَلَى الشَّرِيعَةِ كَمَا
 اَخْطَا عَلَى الْحِكْمَةِ۔

الکفی واللقاب جلد ۱ ص ۲۹۰ تذکرہ

ابن رشد مطبوعہ تہران طبع جدید

ترجمہ:

ابن رشد ابو الولید محمد بن احمد اندلسی مالکی اپنے زمانہ کا علم و فضل اور،
 طب و فلسفہ میں یکتا شخص تھا۔ امام غزالی نے اس کا تذکرہ جہاں کیا
 وہاں اس کی باتوں کو برہان اور یقین کے درجہ سے کم پر رکھا اور آخر
 میں فرمایا۔ یہ شک یشخص شریعت اور حکمت میں ٹھوکریں کھانے
 والا ہے۔

حدیث متواتر کی بحث

اشیر جاڑوی نے لکھا کہ اگر ایک روایت کے راوی پانچ چھ صحابہ ہوں

تو وہ روایت اگرچہ اگے جا کر دو چار سو لوگوں سے مروی ہو وہ پھر بھی متواتر نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ متواتر وہ روایت ہے۔ کہ جس کے ناقلین اتنی تعداد میں ہوں۔ جنہیں جھٹلایا نہ جاسکے۔ بقول جاڑوی حدیث متواتر کی تعریف میں دو باتیں غور طلب ہیں۔ ایک یہ کہ پانچ چھ صحابہ کرام کی روایت، روایت متواترہ نہیں۔ دوسری یہ کہ اتنے راوی ہونے چاہئیں کہ ان کی تکذیب ناممکن ہو۔ ان دونوں باتوں سے ثابت ہوا۔ کہ پانچ چھ صحابہ کرام کی تکذیب ممکن ہے۔ اس لیے ان کی روایت درجہ تواتر تک نہیں پہنچ سکتی قطع نظر اس کے کہ کیا حرمت متعہ کے راوی صرف تین حضرات ہی ہیں۔ ہم پہچنتے ہیں کہ اگر ایک روایت کو علی المرتضیٰ، حسن حسین اسلمان فارسی مقداد اور عمار یا سرچہ صحابہ بیان کریں۔ تو کیا اہل تشیع کے نزدیک وہ متواتر ہے یا نہیں۔ اگر ہے تو پھر پانچ چھ صحابہ کی روایت میں حیر متواتر کہنا غلط ہوا۔ اور اگر کہو کہ ان چھ حضرات کی روایت غیر متواتر ہے۔ تو اپنے مذہب کی خیر مناد۔ کیونکہ تمہارے مذہب میں اگر روایت میں ائمہ سے کسی امام کا نام نہ ہو۔ تو وہ خواہ کتنے بھی ہوں۔ ناقابل اعتبار۔ اور اگر امام کا نام آجائے تو اس ایک کی وجہ سے حدیث مقبول۔ اب فرض کیجئے۔ کہ ایک روایت علی المرتضیٰ اور حسین کریمین بیان کرتے ہیں۔ ان تینوں سے پھر اگے بیان کرنے والے تعداد میں بہت ہو جاتے ہیں۔ تو کیا ایسی روایت متواتر نہ ہونے کی وجہ سے نامقبول اور غیر معتبر ہوگی؟ اُدھر حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ (جو حرمت متعہ کی روایت کے ایک راوی ہیں) کا مقام اہل تشیع کے نزدیک انبیاء سے بھی بلند و بالا ہے۔ اسی بنا پر ان کی مرقیات کو درجہ تواتر دیا جاتا ہے۔ لہذا اگر آپ اکیلے راوی ہوں تو وہ روایت متواتر ہو اور اگر ان کے ساتھ مل جائیں۔ تو وہ متواتر نہ بن سکے۔ یہ منطقی سمجھ سے بالاتر نہیں۔ بہر حال حدیث متواتر کی تعریف جسے جاڑوی نے اجمالی کہا۔ وہ غلط

ہے۔ اہل سنت کی اصول فقہ کی ایک کتاب کی عبارت ملاحظہ ہو۔

قَوْلُهُ رَوَى قَوْمٌ سَوَاءٌ كَانُوا كُفَّارًا أَوْ مُسْلِمِينَ
عَدُوًّا وَلَا أَوْ فُسَاقًا إِلَّا أَنَّ التَّوَادَّ إِذَا كَانُوا عَدُوًّا
فِي الْعَدَدِ الْقَلِيلِ مِنْهُمْ يَحْصُلُ الْعِلْمُ وَإِذَا كَانُوا
فُسَاقًا فَلَا بُدَّ لِعِلْمٍ مِنَ الْعَدَدِ الْكَثِيرِ مِنْهُمْ
وَلَوْ أَخْبَرَ وَاحِدٌ مِنَ الْجَمَاعَةِ بِخَبَرٍ وَسَكَتَ
الْبَاقُونَ وَعَلِمَ بِالْأَمَارَاتِ أَنَّهُمْ لَوْ كَانُوا مُتَرَدِّدِينَ
فِي هَذَا الْخَبَرِ لَمَا سَكَتُوا فَبُذِلَ الْخَبَرُ أَيْضًا
فِي حُكْمِ الْمُتَوَاتُرِ يُفِيدُ الْعِلْمَ وَيُسْتَشَى تَوَاتُرًا
سَكْرَتِيًّا۔

رعاشیہ نورالانوار ص ۸۰ باب اقسام السنۃ

مطبوعہ طبع

ترجمہ :

(خبر متواتر وہ ہے کہ جسے روایت کرنے والی ایک قوم ہو قوم کے
یہ افراد خواہ کافر ہوں یا مسلمان، عادل ہوں یا فاسق برابر ہیں۔ ہاں
اگر روایت کرنے والے افراد عادل ہوں گے۔ تو ان کی تعداد اگرچہ
قلیل ہی کیوں نہ ہو پھر بھی علم یقینی حاصل ہو جائے گا۔ اور اگر فاسق
ہوں گے۔ تو پھر تعداد بکثرت ہوگی تب جا کر مفید علم ہوگی۔ اگر ایک
جماعت کی روایت صرف ایک آدمی دیتا ہے۔ دوسرے چپ
رہتے ہیں۔ اور ان کی خاموشی بعض علامات کے ذریعہ اس پر
دلالت کرتی معلوم ہوتی ہے کہ اگر انہیں اس میں کوئی تردد ہوتا تو وہ

فاموش نہ رہتے۔ تو ایسی خبر بھی متواتر کے حکم میں ہوگی۔ لہذا مفید علم یقین بھی ہوگی۔ اس قسم کی روایت کو دو متواتر سکوتی، کا نام دیتے ہیں۔

توضیح :-

اہل سنت کے ہاں تو اتر کا مطلب یہ ہے کہ عدد شہادت کے راویوں کی تعداد زیادہ ہو۔ اس زیادتی کی ابتداء یا انتہا کتنے پر ہوتی ہے۔ اس کے بارے میں کوئی حتمی بات نہیں کہی سکتی۔ مقصد یہ ہے۔ کہ ان کی بات سے علم یقینی حاصل ہو جائے۔ چاہے وہ پانچ چھ ہوں یا اس سے زیادہ اسی طرح ایک آدمی جب روایت بیان کرتا ہے۔ اور دوسرے موجود حاضرین اس کی تردید نہیں کرتے۔ بلکہ خاموشی اختیار کرتے ہیں۔ تو وہ بھی متواتر سکوتی ہے۔ حرمت متعد کی روایت میں جب روایت علی المرتضیٰ نے ابن عباس کو ڈانٹا۔ اور فرمایا۔ کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے متعد کو حرام کر دیا ہے۔ تو پھر تمہیں اس کے جواز پر اصرار کیوں؟ جب حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے ابن عباس کے سامنے حدیث مصطفیٰ بیان کی تو اس وقت موجود کسی صحابی نے اس کی تردید نہ کی۔ بلکہ سکوت فرمایا۔ تو معلوم ہوا۔ کہ اس روایت پر تواتر سکوتی ہے۔ اور موجود صحابہ کرام کا اجماع ہے۔ اسی لیے اہل سنت کی کتب میں حرمت متعد پر دو اجماع صحابہ، منقول ہے۔ اس تحقیق کے بعد اخیر جاڑوی کی لن ترانیوں کی حقیقت اظہر من الشمس ہو گئی اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سمیت دوسرے اور دو صحابہ کرام کی حرمت متعد کی روایت کے تواتر کا انکار ہٹ دھرمی سے سوا کچھ نہیں۔ بلکہ خود اپنے مسلک پر کلہاڑا مارنا ہے۔ (فاعتدوا بالاولی الایصار)

دھوکہ

اور

کذب بیانی

حرمیت متعہ پر حضرت علی رضی اللہ عنہ کی روایت
کا ایک راوی سفیان بن عیینہ مدلس ہے۔

جواز متعہ :-

حرمیت متعہ کی ایک حدیث کو حضرت علی سے
منسوب کیا گیا ہے۔ جو کہ حضرت علی کی عظمتِ علمیہ کو داغدار کرنے کی ایک کھلی اور
ناپاک سازش کے سوا کچھ نہیں۔ کیونکہ ایک طرف حضرت علی کو حدیثِ حرمیت متعہ
کا ناقل قرار دیا گیا ہے۔ اور دوسری طرف تحریم متعہ کے بعد حرمیت متعہ پر حضرت علی
کے افسوس اور اعتراض کو نقل کیا گیا ہے۔ اور حضرت علی کو تضاد بیانی کا مرتکب قرار
دیا گیا ہے۔ یہ فیصلہ غیر متعصب اور سلیم الفکر ذہن پر چھوڑا جاتا ہے۔ کہ وہ خود یہ فیصلہ
کرے کہ حضرت علی کی ایک حدیث حرمیت متعہ درست ہے یا حرمیت متعہ پر
اعتراض درست ہے جب کہ حرمیت متعہ کی صرف ایک حدیث ایک غیر ذمہ دار
راوی سے منقول ہے۔ اور تحریم متعہ پر اعتراض کئی ذمہ دار ناقلین حدیث نے نقل

کیا ہے۔ غیر ذمہ داری۔ حرمت متعہ کے سلسلہ میں جو حدیث حضرت علی کی طرف منسوب ہے اس کا راوی سفیان بن عیینہ ہے۔ سفیان بن عیینہ نے عبداللہ بن محمد حنفیہ اور حسن بن محمد حنفیہ ابن علی ابن طالب سے نقل کی ہے۔ سفیان بن عیینہ کے متعلق علامہ ذہبی کی میزان الاعتدال جلد دوم ص ۱۰۰ سے پوچھ لیں کہ شیخ کس قسم کا راوی ہے۔

میزان الاعتدال

كَانَ يُدَلِّسُ وَلِجَنِّ الْعُلُودَ مِنْهُ أَنَّه لَا يُدَلِّسُ
إِلَّا عَنْ ثِقَةٍ -

(میزان الاعتدال جلد دوم ص ۱۰۰)

ترجمہ :

سفیان بن عیینہ تدلیس کنندہ تھا۔ البتہ اس کی عادت یہ تھی کہ تدلیس میں کسی موثق راوی کو طوط کرتا تھا۔

یہ اس کی حدیث کی تصویر جو علامہ ذہبی نے میزان الاعتدال میں کھینچی ہے۔ جس نے حرمت متعہ کی حدیث کو حضرت علی کی طرف منسوب کیا ہے۔ اس کا کام ہے۔ کہ تدلیس کرتا ہے۔ اور تدلیس میں یہ خیال رکھتا ہے۔ کہ کوئی غیر معتبر آدمی نہ آجائے جب اس قسم کا راوی حرمت متعہ کی حدیث نقل کرے۔ تو اس حرمت کی کیا قیمت پڑ جاتی ہے۔ اور ایسی حدیث کو کیسے احکام شرعیہ میں مقام استدلال پر پیش کیا جاتا ہے۔ لہذا یہ حدیث من گھڑت ہے۔ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ اس کی نسبت حضرت پر بہتان اور افتراء پر دازی کے سوا کچھ نہیں ہے۔

(جواز متعہ ص ۳۱)

جواب:

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اگر حرمتِ متعہ کے قائل تھے تو پھر یہ الفاظ وہ اگر حضرت عمر متعہ کو حرام نہ کرتے تو کوئی بدیعت ہی نہ بنا کرتا، کہتا ان کی تضاد میں یہ ظاہر کرتے ہیں۔ اس لیے اس تضاد کو ختم کرنے کی ایک صورت یہ ہے۔ کہ حرمتِ متعہ کا راوی غیر ذمہ دار ہے۔ اس کی حرمتِ متعہ کی روایت ناقابلِ استدلال ہے اور آپ کا افسوس کرنا راجح۔ کیونکہ سفیان بن عیینہ غیر ذمہ دار راوی ہے۔

سفیان بن عیینہ کے بارے میں تحقیقِ حال

اشیر جاڑوی کا سارا زور اس بات پر لگا۔ کہ سفیان بن عیینہ بحوالہ میزان الاعتدال مدلس ہیں۔ اور یہ وصف ان کے غیر ذمہ دار ہونے کا تقاضا کرتا ہے۔ جناب سفیان بن عیینہ کے بارے میں جاڑوی کا یہ قول دھوکہ اور کذب بیانی کا مرتع ہے۔ اس کی گواہی میزان الاعتدال کی عبارت دے رہی ہے۔

میزان الاعتدال

سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ الْهَلَالِيُّ أَحَدُ الثَّقَاتِ الْأَعْلَامِ
اجْتَمَعَتِ الْأُمَّةُ عَلَى الْإِجْتِهَالِ بِهِ لَمْ يَكُنْ يَدْرُسُ
لَيْكِنْ الْعَمَلُ وَمِنْهُ أَنَّه لَا يَدْرُسُ إِلَّا عَنْ ثِقَةٍ
وَكَانَ قَوِيًّا الْحَفِظِ وَمَا فِي أَصْحَابِ الزُّمَرِ
أَصْفَرُ مِثْلًا مِنْهُ وَمَعَ هَذَا فَمِنْ أَنْبَتِهِمْ
قَالَ أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ هُوَ أَشْبَهُ النَّاسِ فِي عَمَلِهِ

بن دینار۔

دمیزان الاعتدال جلد اول صفحہ نمبر ۳۹۷

حرف میں مطبوعہ مصر طبع قدیم

ترجمہ:

سفیان بن عیینہ ہلالی مشہور ثقہ راویوں میں سے ایک ہیں۔ ان کی روایت سے احتجاج کرنے کے بارے میں تمام امت کا اجماع ہے تدلیس کرتے تھے۔ لیکن ان کی تدلیس کا وقوع اس طرح تھا۔ کہ صرف ثقہ راویوں سے تدلیس کرتے تھے مضبوط حافظ کے ہاں کہ تھے امام زہری کے اصحاب میں سے سب سے زیادہ قوی ہونے کے باوجود تمام سے بڑھ کر خبردار تھے۔ امام احمد بن حنبل کا کہنا ہے کہ عمرو بن دینار کے اصحاب میں سے سب سے زیادہ قوی اور ثابت ہے صاحب میزان علامہ ذہبی نے ان کی روایات کو با اتفاق امت

قابل احتجاج بتایا۔ اور مشہور ثقہ راویوں میں سے ایک کہا۔ اور امام احمد بن حنبل ایسے ناقص فن نے ان کی ثقاہت اور مضبوطی پر دقتا دیکھا ہے۔ ان حضرات کے اقوال کے سامنے جاڑوی کا انہیں ”غیر ذمہ دار“ قرار دینا انتہائی غیر ذمہ دارانہ بات ہے۔ یہ بات اس نے تدلیس کے لفظ سے نکالی ہے۔ بہر حال وہ تدلیس اس سے پہلے اور بعد جو کچھ ان کے بارے میں لکھا گیا ہے۔ جاڑوی اسے گول کر گیا۔ تاکہ عوام کی آنکھوں میں دھول ڈالی جاسکے۔ آئیے اب تدلیس کی تھوڑی سی بات ہو جائے۔

ۛ

تدلیس کیا ہے؟ اور اس کا حکم کیا ہے؟

حدیث پاک کی روایت کرتے وقت راوی کا اپنے شیخ کے اسم گرامی کی بجائے شیخ کے شیخ کا اسم گرامی لکھ دینا کس طرح سے پڑھنے والے کو یہ سمجھا جائے کہ راوی نے اس (شیخ اشع) سے اس حدیث کی سماعت کی ہوگی۔ حالانکہ سماعت ثابت نہیں ہوتی۔ یہ طریقہ روایت تدلیس کہلاتا ہے۔ یہاں بھی جاڑوی نے اپنا اثر سیدھا کیا۔ اور لکھا کہ وہ (سفیان بن عیینہ) عادت کے طور پر تدلیس میں کسی موثق آدمی کو قوث کرتا۔ ”قوث کرنا“ وہاں استعمال ہوتا ہے جہاں کسی کی بے عزتی مقصود ہو۔ یا وہ بری الذمہ ہو اور اس کے باوجود اس پر کوئی الزام تھوپ دیا جائے۔ لیکن سفیان بن عیینہ اپنے شیخ کے شیخ کا نام ہی بنا پر نہیں لیتے تھے۔ کہ انہیں بھی درمیان میں گھسیٹ کر لاکھڑا کیا جائے۔ بلکہ وہ تو پہلے ہی اس روایت کے راوی ہوتے ہیں۔ لہذا انہیں ”قوث“ کرنے کا الزام دینا ایک بے وقوف کی بڑی ہی ہو سکتی ہے۔ پھر وہ تدلیس ”ایسی صفت نہیں۔ کہ وہ کسی صورت میں بھی ذمہ دار نہ بن سکے۔ اگر ایسا ہی ہوتا۔ تو پھر سفیان بن عیینہ کی روایات سے احتجاج پکڑنے کا کیا معنی ہوگا۔ اور پھر ایسے شخص کو مشہور ثقہ مضبوط اور ثابت کہنا کب درست ہوگا۔ حالانکہ یہ سب باتیں ائمہ حدیث نے سفیان بن عیینہ کے بارے میں کہی ہیں۔ اس لیے ان کی تدلیس کا طریقہ وہ نہ تھا۔ جو جاڑوی نے ”قوث“ کرنا، کے الفاظ سے بیان کیا۔ بلکہ وہ ہے۔ جو صاحب میزان کی عبارت سے اخذ ہوتا ہے۔ یعنی تدلیس کرتے تھے۔ لیکن

ان کی تدلیس کرنے میں عادت یہ تھی کہ ان مشائخ سے کرتے۔ جو ثقہ ہوتے۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ ثقہ سے تدلیس قابل استدلال ہے یا نہیں۔

مقدمہ لمعات التفتیح

وَذَهَبَ الْجَمْعُ إِلَى قَبُولِ تَدْلِيسٍ مِّنْ عَرِيفٍ
أَنَّهُ لَا يَدْلِسُ إِلَّا عَنْ ثِقَةٍ كَابْنِ عُيَيْنَةَ وَالْإِلَى
رَدِّ مَنْ كَانَ يَدْلِسُ عَنِ الضَّعَفَاءِ وَهَبِيزِ هُنَّ

مقدمہ لمعات التفتیح ص ۲۴ مکتبہ المعارف
الطبعیہ شیش محل لاہور

توجہ:

جمہور کا یہ مذہب ہے کہ ہر اس شخص کی تدلیس قبول ہوتی ہے جو صرف
ثقہ لوگوں سے تدلیس کرتا ہو جیسا کہ ابن عیینہ۔ اور اسی طرح جمہور کا یہ بھی
مسک ہے کہ ہر اس شخص کی تدلیس رد کر دی جائے گی جو ضعیف
راویوں سے تدلیس کرتا ہو۔

تدلیس اور اس کا حکم اپنے ملاحظہ کیا۔ تدلیس دو طرح کی ہوتی ہے۔ ایک وہ
جو ثقہ راویوں سے ہو۔ اور دوسری غیر ثقہ یعنی ضعیف راویوں سے۔ ان میں سے
اول الذکر تدلیس مقبول اور دوسری مردود ہے۔ لیکن ابن عیینہ کی تدلیس قسم اول
سے ہونے کی وجہ سے (جو مقبول ہونی چاہیے) کس طرح قابل استدلال نہیں۔
جاڑوی نے یہ کہاں سے قانون نکال لیا ہے؟ اسی پر اس کے بنے بنائے مکان
کی بنیاد تھی۔ لہذا جب تحقیق کے میدان میں یہ ثابت ہو گیا کہ ابن عیینہ کی تدلیس
قابل قبول ہے۔ تو پھر یہ کہنا کہ ”ایسی حدیث کو احکام شرعیہ میں بطور استدلال

کیسے پیش کیا جاسکتا ہے۔ اور یہ کہ یہ حدیث موضوع ومن گھڑت ہے، کہاں کی عقل مندی اور دیانت داری ہے۔ بہ مناسب معلوم ہوتا ہے۔ کہ جناب سفیان بن عیینہ کا مقام و مرتبہ کچھ اور بھی بیان کر دیا جائے۔ تاکہ معلوم ہو جائے کہ قبول جاڑی دویہ کس قماش کے راوی تھے، کی اصلیت کیا ہے۔

تہذیب التہذیب

سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ ابْنُ أَبِي عِمْرَانَ مَيْمُونُ الْهَمَلِيُّ
أَبُو مُحَمَّدٍ الْكُوفِيُّ سَكَنَ مَكَّةَ رَوَى عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ
ابْنِ عُمَيْرٍ وَابْنِ إِسْحَاقَ السَّيِّعِيِّ وَزِيَادَ بْنَ عِلَاقَةَ
وَأَسْوَدَ بْنَ قَيْسٍ وَأَبَانَ ابْنَ تَغْلِبٍ النَّخَعِيِّ

(تہذیب التہذیب جلد چہارم ص ۱۱۷)

(حرف سین)

ترجمہ:

سفیان بن عیینہ ابن ابی عمران مکہ میں ساکن تھے۔ آپ عبد الملک ابن عمیر ابو اسحاق السبیعی، زیاد بن علاقہ، اسود بن قیس، ابان ابن تغلب وغیرہ محدثین کرام سے روایت حدیث کرتے ہیں۔ اور ان سے روایت کرنے والے چند حضرات کے اسماء گرامی یہ ہیں۔ اعلمش، ابن جبرج، شعبہ، فری، مسعد، یہ ان کے شیوخ میں سے ہیں ابو اسحاق فرازی اور محمد بن زید وغیرہ۔ ابن مدینی نے کہا ہے۔ کہ امام زہری کے اصحاب میں ان سے بڑھ کر زیادہ صاحب تقویٰ کوئی نہ تھا۔ الا یہی الکوفی کا قول ہے۔ کہ ابن عیینہ حدیث میں ثقہ اور ثابت ہے۔ حدیث

ان کے معاصر میں بہت اچھے تھے۔ اور انہیں محدثین کرام میں صاحب حکمت محدث کہتے ہیں۔ امام شافعی کا کہنا ہے۔ کہ اگر امام مالک، سفیان بن عیینہ نہ ہوتے تو حجاز کا علم ختم ہو گیا ہوتا۔ اور یونس بن عبد الاعلیٰ کہتے ہیں میں نے امام شافعی کو قتلے سنا ہے کہ امام مالک اور سفیان دونوں ہم پلہ ہیں۔ ابن مدینی نے کہا۔ کہ مجھ سے یحییٰ بن سعید نے کہا۔ کہ میرے اساتذہ میں سے ابن عیینہ کے سوا کوئی باقی نہیں رہا۔ میں نے عرض کیا اے ابو سعید! کیا سفیان بن عیینہ حدیث کے امام تھے؟ کہنے لگے۔ وہ متواتر چالیس سال سے امام فی الحدیث چلے آ رہے ہیں۔ علی کا کہنا ہے۔ کہ میں نے بشر بن مفضل سے سنا۔ کہ اب زمین پر ابن عیینہ کی مثل کوئی باقی نہیں ہے۔ عثمان دارمی کہتے ہیں۔ میں نے ابن معین سے پوچھا۔ کہ عمر دینار کے اصحاب میں سے ابن عیینہ یا ثوری کون تھیں؟ زیادہ محبوب ہے؟ کہتے لگے۔ ابن عیینہ، اُس سے زیادہ عالم ہے۔ ابن وہب کا قول ہے۔ کہ میں نے ابن عیینہ سے بڑھ کر قرآن کریم کا زیادہ عالم کوئی نہیں دیکھا۔ امام شافعی کہتے ہیں۔ میں نے ابن عیینہ کے سوا کوئی دوسرا شخص ایسا نہیں دیکھا جس میں علی جوہر ہو۔ امام احمد کہتے ہیں۔ میں نے قرآن کریم اور سنت کا ابن عیینہ سے بڑھ کر کوئی فقہ نہیں دیکھا۔ ابن سعد انہیں ثقہ، ثبات، جمع اور کثیر الحدیث کہتے ہیں۔ ابو داؤد سے اجری بیان کرتا ہے۔ کہ ابو معاویہ کہتے ہیں۔ کہ ہم جب امام اعش کے ہاں سے بڑھ کر فارغ ہوتے تو سیدھے ابن عیینہ کے پاس آتے۔ یحییٰ ابن سعید کا کہنا ہے۔ کہ معمر بن نسیب امام زہری کے شاگردوں میں مجھے ابن عیینہ زیادہ محبوب ہیں۔ ابن مہدی کا قول ہے۔ کہ اہل حجاز کی حدیث کو سب سے

زیادہ جانتے والا ابن عیینہ تھا۔ ابو حاتم رازی کہتے ہیں۔ کہ ابن عیینہ دنیا والوں کے لیے حجت تھے۔ اور ان کے علاوہ امام مالک، شعبہ اور ثوری بھی حجت تھے۔

مفکر یہ:

جناب سفیان بن عیینہ کے بارے میں ائمہ حدیث اور علماء نے بالاتفاق کہا ہے۔ کہ ان کی تدلیس مقبول ہے۔ اور یہ خود بہت بڑے قرآن و سنت کے عالم تھے۔ ثقہ، شایع اور قابل حجت تھے۔ ان کے اساتذہ اور شاگرد ایسے ایسے کہ ڈھونڈے سے ایسے نہیں۔ ان (ابن عیینہ) کی وجہ سے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی حرمت متعہ والی روایت ناقابل استدلال، موضوع اور من گھڑت بنائی گئی ہے۔ جاڑوی کاروائیت مذکورہ کو غیر صحیح قرار دینے کا یہی حربہ تھا۔ اپنے اس کی حقیقت حال جان لی۔ ہم یہاں تک بالفرض تسلیم کر لیتے ہیں۔ کہ چلو ابن عیینہ کی سند والی روایت ناقابل استدلال اور ضعیف ہو گئی۔ لیکن اس کے علاوہ بھی یہی روایت مسلم شریف میں چار دیگر اسناد سے مروی ہے۔ اور وہ چاروں اسناد صحیح ہیں۔ لہذا قابل حجت و استدلال بھی ہوئے۔ ان چاروں کی صحت نے ان کی کمزوری کو بھی چھپا لیا۔ کیونکہ قانون ہے۔ کہ ایک حدیث اگرچہ ضعیف ہو۔ لیکن جب اسے مختلف اسناد سے روایت کیا گیا ہو۔ تو اس کا ضعف ختم ہو جاتا ہے۔

مختصر یہ کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے حرمت متعہ کی مسلم شریف میں پانچ روایات مذکور ہیں۔ جن میں سے ہر ایک کی سند علیحدہ ہے۔ اگر ابن عیینہ کے سند والی روایات چھوڑ بھی دی جائیں۔ تو پھر بھی چار روایات صحیحہ سند سے ثابت ہو رہا ہے۔ کہ متعہ، حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے نزدیک حرام ہے۔ اور

اگر وہ روایت بھی شامل کر لی جائے۔ تو پھر پانچ عدد روایات صحیحہ مندرجہ سے ثابت ہوا۔ کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ متعہ معروفہ کو حرام کہتے اور سمجھتے تھے۔ اور تاقیامت اس کی حرمت کا قول انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بیان کیا تھا۔

دھوکہ کذب بیانی

جواز متعہ پر طبری کی ایک عبارت

جواز متعہ

اگر اسی حدیث سفیان بن عیینہ کے ساتھ اس افسوس کو شامل کریں جسے قابل اعتماد علماء اہل سنت نے قابل اعتماد ذرائع حدیث سے نقل کیا ہے۔ تو اس جھوٹ کی قطعی اور بھی کھل جاتی ہے جو حرمت متعہ کے سلسلہ میں حضرت علی سے منسوب کیا گیا ہے۔

۱۔ رَوَى الطَّبْرِيُّ فِي تَفْسِيرِهِ الْكَبِيرِ جُلْد ۱ ص ۱۳
بِإِسْنَادٍ صَحِيحٍ عَنْ شُعْبَةَ قَالَ سَأَلْتُ عَنِ الْحَكَمِ
عَنْ آيَةِ الْمُتَعَةِ أَيُّهَا مَنْسُوخَةٌ ۹ قَالَ لَا شَكَّ
قَالَ الْحَكَمُ وَقَالَ عَلِيُّ بْنُ أَبِي رَافِعٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ لَوْ لَا أَنَّ عُمَرَ
نَهَى عَنِ الْمُتَعَةِ مَا زِلْنَا إِلَّا شَبَقًا

طبری نے اپنی تفسیر کبیر جلد ۱ ص ۱۳ پر صحیح سند کے ذریعہ شعبہ سے روایت کی ہے۔ کہ میں نے حکم سے آیت متعہ کے متعلق پوچھا۔ کیا آیت متعہ

منسوخ ہے؟ حکم نے کہا۔ نہیں۔ پھر حکم نے کہا۔ حضرت علی علیہ السلام فرمایا کرتے تھے۔ کہ اگر عمر متعہ پر پابندی نہ لگاتا تو کسی بد نصیب کے سوا کوئی شخص زنا کا ارتکاب نہ کرتا۔

۲۔ فخر الدین رازی نے تفسیر جلد ۵ ص ۵۰ پر بعینہ ہی روایت انہی الفاظ میں حضرت علی کا حضرت عمر پر اعتراض نقل کیا ہے۔

۳۔ علامہ جلال الدین اسیوطی نے تفسیر درمنثور جلد دوم ص ۴۰ پر بلا کم و کاست حضرت عمر پر حضرت علی کا اظہار افسوس اور اعتراض نقل کیا ہے۔

۴۔ احکام القرآن جلد دوم ص ۱۷۹ ابو بکر رازی جصاص نے حضرت علی کا یہی قول اظہار افسوس اور حضرت عمر پر اعتراض نقل کیا ہے۔ جس میں آخری لفظ مَا نَفِيْ اِلَّا شَيْئًا مَا نَفِيْ اِلَّا شَيْئًا کوئی بد نصیب ہی زنا کرتا کی جگہ بہت قلیل ہی زنا کرتے نقل کیا ہے۔

۵۔ ہدایۃ المجتہد جلد دوم ص ۵۸ پر ابن رشد اندلسی نے اور ۶۔ تفسیر درمنثور جلد دوم ص ۱۴۱ پر علامہ جلال الدین اسیوطی نے حافظ عبد الرزاق اور حافظ ابی منذر کے صحیح سلسلہ سند سے قابل اعتماد راوی عطاء سے بھی حضرت عمر پر تحریم متعہ کا اعتراض اور اظہار افسوس حضرت علی سے نقل کیا ہے۔

علاوہ ازیں ان سلسلہ ہائے سند کے علاوہ دیگر مختلف سلسلہ ہائے سند جو کہ صحیح ہیں۔ سے قابل اعتماد اعتراض بقدر اوافر نقل کیا ہے۔ لہذا ثابت ہوا کہ حرمت متعہ کی حدیث کو حضرت علی سے منسوب کرنا غلط محض اور افتراء ہے۔ اور جواز متعہ درست ہے۔ اور حکم اسلام ہے۔ جو جس طرح زمانہ رسول میں جائز اور عین اسلام تھا۔ اسی طرح آج بھی عین اسلام اور جائز ہے۔

(جواز متعہ ص ۳۱، ۳۲)

جواب:

اشیر جاڑوی نے حضرت علی المرتضیٰ کے افسوس کی روایات کو جو چھ عدل فقہائیر میں موجود ہیں۔ ”صحیح مسند“ کے ساتھ جو تا ذکر کیا ہے۔ اس کذب بیانی اور غائبانہ کی جس طرح مذمت کی جائے وہ کم ہی ہوگی۔ ان چھ کتب تفسیر میں سے کسی ایک میں بھی ”مسند صحیح“ کا لفظ موجود نہیں ہے۔ یہ اضافہ جاڑوی کا خود تراشا ہوا ہے اس قدر بے دینی اور کذب بیانی اور پھر اپنے آپ کو ”فاضل قم“ پر سپیل جامد حسینیہ، لکھنا ہمیں تو اس سے یہی پتہ چلا ہے۔ کہ ان کے تمام فاضلوں کا یہی حال ہے۔

تہلیل

ہماری طرف سے بیش ہزار روپیہ نقد انعام کی پیشکش ہے۔ اگر جاڑوی ایندکینی کوئی بھی یہ ثابت کر دے کہ تفسیر طبری میں ”باسناد صحیح“ کا لفظ یہاں موجود ہے جس کی بنا پر قارئین کو یہ باور کرانے کی کوشش کی گئی۔ کہ طبری کی طرح من و عن علامہ السیوطی امام رازی وغیرہ نے بھی یہ سلطیت ذکر کی ہے۔ اس پر قرآن کریم کی صرف دو آیات ہی ذکر کر دینا کافی ہیں۔

فان لم تفعلوا ولن تفعلوا فاقفوا النار التي وقودها الذنوب والحجارة اعدت للکافرين۔ اور لعنة الله على الکاذبین۔ ہمارا اعلان ہے۔ کہ گفتو سے تم تک کے اصاعرو اکابر سبھی سر جوڑ کر بیٹھ جائیں۔ اور روایت مذکورہ میں ”باسناد صحیح“ کا لفظ دکھا دیں تو منہ مانگا انعام پائیں۔

”حرمت متہ“ پر حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے افسوس کرنے کی ثویب روایت کی طرف ہم آتے ہیں۔ آئیے ذرا اسماء الرجال سے اس روایت کے

راویوں کے حالات دیکھیں۔ روایت مذکورہ میں حضرت علی المرتضیٰ سے بیان کرنے والے راوی کا نام ”حکم“ ہے۔ اور پھر ان سے اگے شعبہ نے بیان کی یعنی اس روایت کا اصلی اور مرکزی راوی ”حکم“ ہے۔ شیخ سنن کتب اسما و الرجال میں ہم نے ایسے حکم کو بہت تلاش کیا۔ جو حضرت علی المرتضیٰ سے روایت کرنے والا اور شعبہ کا شیخ و استاد ہو۔ میزان الاعتدال میں حکم نامی جتنے راویوں کا تذکرہ ہے۔ ان میں سے ایک دو کو چھوڑ کر سب کے متعلق ”مجهول“ کا لفظ موجود ہے۔ اور ان میں سے ایک یہ حکم بھی ہے۔ لہذا، مجهول راوی کی روایت کی کیا وقعت ہے۔ کہ اسے مقام استدلال میں پیش کیا جائے۔ دنیا کے شیعیت کو دعوت ہے۔ کہ وہ ہماری یا اپنی کسی کتاب سے بھی اس حکم راوی کا تذکرہ بتائیں۔ جو حضرت علی المرتضیٰ سے راوی ہو اور جناب شعبہ نے اس کی شاگردی کی ہو۔ جب اس راوی کا اتہ پتہ ہی معلوم نہیں جس نے حضرت علی المرتضیٰ کے افسوس کرنے والی روایت ذکر کی۔ تو اس کی روایت اس روایت کا کیسے مقابلہ کر سکتی ہے۔ جو قوی اور مرفوع کا درجہ رکھتی ہے۔ اس قوی روایت کو حضرت علی المرتضیٰ سے امام بخاری نے نقل کیا ہے۔ کہ اپنے ابن عباس کو فرمایا تھا۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے متع سے منع فرما دیا تھا۔ یا امام مسلم کے بقول حضرت علی المرتضیٰ نے ابن عباس کو ڈانٹ کر کہا۔ کہ تو راستے سے ہٹا ہوا ہے۔ کیونکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے متع سے منع فرما دیا ہے۔

طبری کا ایک راوی حکم شیعہ ہے

”حکم“ نامی راوی جو کہ شعبہ کا استاد ہے۔ اس کا کچھ تذکرہ تہذیب التہذیب میں ملتا ہے۔ لیکن یہ حکم راوی، حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت نہیں کرتا۔

ہذا یہ حکم بھی حجت نہیں ہو سکتا۔ اور اگر مان لیا جائے کہ یہ حکم وہی ہے جس نے حضرت علی کی افسوس والی روایت ذکر کی ہے۔ تو پھر بھی اہل سنت کے نزدیک قابل حجت نہیں۔ کیونکہ صاحب تہذیب التہذیب نے اس کے بارے میں لکھا۔

تہذیب التہذیب

الحکم بن عتیہ الکندی وَكَانَ فِيهِ تَشْيِيعٌ إِلَّا أَن
ذَاكَ لَمْ يَظْهَرْ عِنْدَهُ۔

(تہذیب التہذیب جلد دوم ص ۴۳۴)

ترجمہ:

حکم بن عتیہ کندی۔ اس میں تشیع پایا جاتا تھا۔ مگر اس کا اس سے ظاہر ہونا معلوم نہیں۔

بہر حال اس کی اگرچہ ثقاہت بھی معلوم ہو جائے۔ تب بھی قابل حجت نہیں کیونکہ متقدم اہل تشیع کا ایک فرضی شعار ہے۔ اور اس کے جواز کی روایت کسی سنی سے ہی قابل قبول ہو سکتی ہے۔ اور یہ تشیع سے موصوف ہونے کے علاوہ حضرت علی الترقی رضی اللہ عنہ سے روایت بھی نہیں کرتا۔ اس لیے اس حکم نامی راوی کے حوالہ سے حضرت علی المرتضیٰ کا افسوس کرنا ثابت ہی نہیں ہو سکتا۔

فاعتبروا یا اولی الابصار

دھوکہ

اور

کذب بیانی نمبر ۸

حرمت متعہ والی حدیث صحیحین میں تضاد اور حضرت
 علی رضی اللہ عنہ سے حرمت متعہ کے متعلق کسی قول کے
 نہ ہونے کا دعویٰ

جواز متعہ:

سلم بن اکوع سلم بن اکوع وہ راوی ہے جس کی ایک ہی نقل کردہ حدیث صحیحین
 میں ایک دوسرے سے دست بگریبان صحیح مسلم جلد چہارم ص ۱۹ مکتبہ شعیب
 برنس روڈ کراچی میں سلم بن اکوع حرمت متعہ کی حدیث نقل کرتا ہے جبکہ یہ سلم
 صحیح بخاری جلد سوم ص ۸۴ حدیث ۱۰۴ مطبوعہ لاہور پر جواز متعہ کی حدیث بیان کرتا ہے
 جواز متعہ از سلم بن اکوع صحیح بخاری جلد سوم ص ۸۴ کتاب النکاح حدیث
 ۱۰۴ ادینی کتب خانہ اردو بازار لاہور

عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ وَسَلَمَةَ بْنِ الْأَكْوَعِ
 قَالَا كُنَّا فِي جَيْشٍ فَأَتَانَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى
 اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ إِنَّهُ قَدْ آذَنَ لَكُمْ

أَنْ تَتَعَمَّقُوا فَاسْتَمْتِعُوا حَدَّ شَيْءٍ إِيَّاسُ
ابْنِ سَلَمَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ أَيُّمَا
رَجُلٍ وَإِمْرَأَةٍ تَوَافَقَا فَعِشْرَةٌ مَا بَيْنَهُمَا
ثَلَاثَ لَيَالٍ فَإِنَّ أَحَبَّيَا أَنْ تَيْتَرَ أَيْدَاؤُهُمَا كَمَا
تَتَتَارَكَا۔

پھر سلمہ خود کہتا ہے۔ - فما ادری اشیء كان لنا خاصة
امر للناس عامة جابر بن عبد اللہ اور سلمہ بن اکوع روایت کرتے
ہیں۔ ہم ایک شکر میں تھے۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمارے
پاس آکر فرمایا۔ کہ تم کو متعہ کرنے کی اجازت دی گئی ہے۔ لہذا متعہ کرو۔
بخاری کہتے ہیں۔ کہ سلمہ بن اکوع نے روایت کی ہے۔ کہ رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو عورت اور مرد باہم موافق ہو جائیں تو میں
شب تک باہم عشرت کرنا جائز ہے۔ اس کے بعد اگر کسی یا زیادتی
کرنا چاہیں تو وہ مختار ہیں۔ نہ معلوم یہ ہمارے لیے خاص تھا یا یہ سب
لوگوں کے واسطے جائز ہے۔۔۔۔۔ یہ دونوں حدیثیں نقل کرنے کے
بعد خود اجتہاد فرماتے ہوئے علامہ بخاری کہتے ہیں۔ کہ ابو عبد اللہ نے
حضرت علی سے اور حضرت علی نے حضرت جواز متعہ کی فسوخی نقل
فرمائی ہے۔ حالانکہ اگر حرمت متعہ واقع ہو تو اور حرمت متعہ کے
راوی حضرت علی ہوتے تو اولاً حضرت عمر کے اعلان تحریم متعہ پر
اعتراض نہ کرتے ثانیاً طریق اہل بیت سے بھی کوئی ضعیف السند
یا قوی السند حدیث منقول ہو تو ثانیاً دیگر صحابہ سے بھی حرمت متعہ
کی کوئی حدیث نقل کی جاتی۔ لہذا اس کا واضح مقصد یہ ہے کہ حرمت متعہ

کی احادیث غلط محض جعلی اور افتراء ہیں۔ اور تحریم متد ایک شخص کی ذاتی رائے ہے جو کسی بھی لحاظ سے قابل اعتبار نہیں۔ جواز متد اور سلمہ بن اکوع اور صحیح مسلم علاوہ ازیں امام مسلم نے اس حدیث کو دوسرے الفاظ سے نقل کیا ہو۔ ملاحظہ ہو۔

صحیح مسلم

عَنْ زَيْدِ بْنِ عِلِيٍّ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَلِيٍّ عَلَيْهِ
السَّلَامُ قَالَ حَبَّرَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ لُحُومَ الْحُمُرِ الْأَهْلِيَّةِ وَنِكَاحَ
الْمُتْعَةِ.

جابر اور سلمہ نے کہا کہ ہم پر رسول اللہ کا منادی نکلا۔ اور اس نے
پکارا کہ رسول اللہ نے تم کو عورتوں سے متد کرنے کی اجازت دی
ہے۔ اگرچہ صحیح بخاری اور صحیح مسلم نے یہ دونوں احادیث جابر بن
عبد اللہ اور سلمہ بن اکوع سے جواز متد کے لیے نقل کی ہیں۔ لیکن ان
میں بھی تفریق موجود ہے۔ صحیح بخاری کے مطابق آنحضور بنفس نفیس جابر
اور ابن اکوع کے پاس تشریف لائے۔ جبکہ صحیح مسلم کے مطابق آنحضور
کا منادی ندا کرتا ہے۔ صحیح بخاری کے مطابق آنحضور کی اجازت
متد صرف جابر بن عبد اللہ اور سلمہ بن اکوع سنتے ہیں۔ جبکہ صحیح مسلم
کے مطابق اذن متد کا اعلان عام ہوتا ہے۔ اور میدان جنگ میں
موجود تمام صحابہ سنتے ہیں۔ صحیح بخاری اور صحیح مسلم نے جواز متد کی
حدیث سلمہ بن اکوع سے باختلاف الفاظ نقل کی ہے۔ لیکن

حرمت متعہ کی حدیث نقل کرنے میں امام مسلم ہنارہ گئے اور امام بخاری نے ان کا ساتھ نہ دیا۔ جس کی وجہ واضح ہے امام بخاری نے حرمت متعہ کے لیے سلمہ بن اکوع کی جانب منسوب کردہ حدیث کو نہ تو قابل عمل سمجھا ہے اور نہ ہی قابل نقل۔

(جو از متعہ مصنفہ اشیر جاڑوی)

جواب:

مذکورہ عبارت چند امور پر مشتمل ہے۔ بطور خلاصہ وہ یہ ہیں۔ (۱) سلمہ بن اکوع کی نقل کردہ ایک حدیث باہم دست بگریبان ہے (۲) حضرت علی المرتضیٰ سے حرمت متعہ پر کوئی حدیث مروی نہیں۔ اگر ہوتی تو آپ اس پر افسوس کیوں کرتے (۳) حضرت علی المرتضیٰ سے اگر حرمت متعہ پر کوئی حدیث ہوتی۔ تو اہل بیت سے کوئی نہ کوئی اسے ضرور ذکر کرنا (۴) سلمہ بن اکوع سے جواز متعہ کی روایت بخاری اور مسلم دونوں نے ذکر کی۔ لیکن حرمت متعہ کی روایت صرف مسلم میں ہے بخاری نے اس میں ساتھ چھوڑ دیا۔ (۵) کسی بھی صحابی سے حرمت متعہ پر کوئی روایت نہیں۔ ان امور کا سلسلہ وار جواب پیش خدمت ہے۔

۱۔ حضرت سلمہ بن اکوع سے ایک روایت ہونا اور وہ بھی باہم مخالفت ہونا، کون بے وقوف یہ تسلیم کرے گا۔ جناب سلمہ بن اکوع سے مسلم شریف میں دو روایات ہیں۔ پہلی روایت جابر بن عبد اللہ سے ہے جس میں متعہ کی اجازت کا ذکر ہے۔ اور دوسری عائشہ سے ہے۔ جس میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا سال اولیٰ میں تین دن تک متعہ کی اجازت دینا اور اس کے بعد منع فرما دینے کا ذکر ہے۔ حوالہ کے لیے مسلم شریف جلد اول صفحہ ۴۵۰-۴۵۱ ملاحظہ ہو۔ یہ ایک روایت نہیں بلکہ دو ہیں، انہیں ایک کہہ کر پیش کرنا "مخل تم"

کا کمال ہے۔ حالانکہ ان دونوں میں تناقض کہاں؟ پہلی روایت میں جواز متعہ کا ذکر ہے۔ اور دوسری میں مدت جواز کے گزرنے پر حرمت متعہ کا ذکر ہے۔

۲۔ یہ کہنا کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے حرمت متعہ پر کوئی حدیث موجود نہیں، پہلی بات کی طرح یہ بھی جھوٹ ہے۔ مسلم شریف اور صحیح بخاری میں ان کی وہ روایات سند صحیح کے ساتھ موجود ہیں۔ جن میں حرمت کا ذکر ہے۔ رہا یہ کہ اگر آپ سے حرمت متعہ کی روایات ملتی ہیں۔ تو پھر حضرت عمرؓ پر افسوس کا اظہار کیوں کیا گیا؟ تو اس بارے میں ہم پہلے تحقیق پیش کر چکے ہیں۔ کہ یہ روایت مجہول راوی سے ہے لہذا اس میں اجماع صحابہ کا مقابلہ کرنے کی ہمت نہیں اس لیے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے حرمت متعہ کی روایت جس کو تمام صحابہ کرام کی تائید حاصل ہے وہ قوی ہے۔ اور افسوس والی کمزور۔ اس لیے ان دونوں کے مراتب کے فرق کے پیش نظر آپ کے کلام میں تناقض نہیں ہے۔

۳۔ جہاں تک حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے حرمت متعہ کی روایت اور پھر اسے اہل بیت کے ذکر کرنے کا معاملہ ہے۔ تو جاڑوی کو اپنی کتابوں کے دیکھنے کا بھی موقع نہ ملا۔ نہ جانے قم سے فضل کیسے بن گیا۔ جاڑوی صاحب آپ کی صحاح اربعہ میں سے الاستبصار اور تہذیب الاحکام میں یہ روایت موجود ہے۔

حرمت متعہ پر حضرت علی رضی اللہ عنہ

سے روایت

الاستبصار وتہذیب الاحکام

عن زید بن علی عن اباہ عن علی علیہ السلام
قَالَ حَرَّمَ رَسُولُ اللَّهِ عَلَيَّ وَمَنْ لَعَنَهُمُ الْخَمْرُ
الْأَمْلِيَّةُ وَنِكَاحُ الْمُتَّعَةِ

۱- الاستبصار جلد سوم ص ۱۴۲

الرباب المتعہ

۲- تہذیب الاحکام جلد ہفتم ص ۲۵۱

باب تفصیل احکام النکاح

ترجمہ:

زید بن علی اپنے والد سے لے کر حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ تک
تمام ان حضرات سے روایت کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کھریو
پالتو گھوڑوں کا گوشت اور نکاح متعہ کو حرام فرمادیا ہے۔

زید بن علی اپنے والد سے لے کر حضرت علی المرتضیٰ تک تمام ان حضرات سے
حرمت متعہ کی روایت کرتے ہیں۔ جو اہل بیت کے ممتاز افراد ہیں۔ ان تمام
نے اپنے اپنے زمانہ میں اپنے سے پہلی شہادت سے روایت

سنی۔ حتیٰ کہ زید بن علی تک وہ روایت پہنچ گئی۔ اب اشیر جاڑوسی کے لیے یہی راستہ رہا جاتا ہے۔ کہ یا تو اس روایت کا انکار کر دے۔ لیکن یہ ان کی صحاح اربعہ میں موجود ہے انکار بھی نہیں ہو سکتا۔ یا پھر اس بات کو تقیہ پر محمول کر کے اہل بیت کو غلط بات کہنے والا ثابت کرے۔ لیکن تقیہ کا زمانہ بھی نہ تھا کسی کا خوف و خطر وہ بھی نہ تھا۔ اس لیے اب جاڑوسی کو یا تو حرمت متعہ تسلیم کر لینی چاہیے۔ یا پھر ان ائمہ اہل بیت کی محبت کا طوق گنگے سے اتار دینا چاہیے۔ جو جھوٹ موٹ بہن رکھا ہے۔

۴۔ جواز متعہ کی روایت سلمہ بن اکوع سے مسلم اور بخاری دونوں نے ذکر کی۔ لیکن حرمت متعہ کی روایت میں امام مسلم نہ ہار گیا۔ اس کی وجہ خود جاڑوسی نے بیان کی۔ کہ بخاری کے نزدیک سلمہ بن اکوع کی یہ روایت ناقابل عمل و نقل ہے چلے ان لیا۔ کہ سلمہ بن اکوع کی یہ روایت ناقابل عمل و نقل ہے۔ لیکن اس سے یہ ثابت کیسے ہو گیا۔ کہ متعہ حرام نہیں۔ اگر امام بخاری کے نقل کرنے پر فیصلہ چاہا ہو۔ تو پھر ہم تمہیں سلمہ بن اکوع سے کہیں زیادہ مضبوط شہادت کی حرمت متعہ پر روایت بخاری شریف میں دکھاتے ہیں۔ اسے جہنم کرلو۔

بخاری شریف

حَدَّثَنَا مَالِكُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ عَيْنَةَ أَنَّهُ سَمِعَ زُهَيْرِي يَقُولُ أَخْبَرَنِي الْحَسَنُ ابْنُ مُحَمَّدٍ ابْنِ عَلِيٍّ وَأَخُوهُ عَبْدُ اللَّهِ عَنْ أَبِيهِمَا أَنَّ عَلِيًّا قَالَ لِابْنِ عَبَّاسٍ إِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى عَنِ الْمُنْعَةِ وَ

عَنْ لُحُومِ الْحُمْرِ الْأَهْلِيَّةِ زَمَنَ خَيْبَرَ.

(بخاری شریف جلد دوم ص ۶۷ مطبوعہ
اصح المطابع کراچی)

ترجمہ:

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے ابن عباس سے کہا کہ یہ شک
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر کے وقت متعہ کرنے اور پانز گدھوں
کے گوشت کھانے سے منع کر دیا تھا۔

حرمت متعہ کی یہ روایت امام بخاری نے ذکر کی۔ اور ذکر بھی حضرت علی
المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے۔ اب ذرا جاڑوی کے پاس دعویٰ کو دیکھئے۔ کہتا ہے۔ کہ
سلمہ بن اکوع کی حرمت متعہ کی روایت امام بخاری کے نزدیک ناقابل عمل ہے۔
اس لیے اُسے نقل کیا۔ اور یہ روایت حضرت علی المرتضیٰ سے نقل کر کے امام بخاری
نے یہ ثابت کر دیا۔ کہ قابل عمل ہے۔ اب اس پر عل جاڑوی کو تسلیم کر لینا چاہیے۔ لیکن
معلوم ہوتا ہے۔ کہ تم سے سند فاضل اسی لیے دی گئی۔ کہ جھوٹ کو کبھی بھی جدا
نہ ہونے دینا۔ یہ سند فاضل کی نہیں بلکہ پاگل کی ہے۔ یا پھر یہ فاضل فضیلت سے
نہیں بلکہ فضول سے بنا ہے۔

۵۔ حرمت متعہ پر کسی بھی صحابی کی روایت موجود نہیں۔ سچ کہتے ہیں۔ کہ بلکہ اسی
اور جھوٹے کا حافظہ نہیں ہوتا۔ اپنی تصنیف جواز متعہ کے ابتداء میں خود تسلیم کر
آیا ہے۔ کہ حرمت متعہ کی روایات صرف تین صحابہ سے ملتی ہیں۔ یعنی حضرت
علی المرتضیٰ، سلمہ بن اکوع اور سہرہ بن معبد جنہی۔ اور اب یہ دعویٰ کیا جا رہا ہے۔ کہ
حرمت متعہ کی روایت کسی صحابی سے موجود نہیں۔ یہ
فدا جب دین لیتا ہے حماقت ابھی جاتی ہے۔

دھوکہ اور کذب بیانی نمبر ۹

جواز متعہ

حرمیت اور سلم بن اکوع از صحیح مسلم جلد چہارم طبع مکتبہ شعیب روضہ کراچی نمبر ۱۱

امام مسلم تک اس حدیث کے پہنچنے میں ابن محمد اور عبد الواحد بن زیاد و راوی بھی ہیں۔

عن ایاس ابن سلمۃ عن اُمّیہ قال رَخَّصَ رَسُولُ اللّٰهِ
عَامَ اَوْطَاسٍ فِي الْمَتْعَةِ ثَلَاثًا ثَمَّ ذَلَمْنِي عَنْهَا۔

ترجمہ:

ایاس بن سلمہ اپنے باپ سلمہ سے روایت کرتا ہے کہ آنحضرت نے
اوطاس کے سال تین بار متعہ کی اجازت دی۔ اور پھر منع کر دیا۔

اولاً تو سلمہ کی یہ حدیث اس کی اپنی سابقہ حدیث جسے صحیح بخاری اور صحیح مسلم
دونوں نے نقل کیا ہے معارض ہے۔ ثانیاً اگر یہ حدیث قابل اعتماد ہوتی۔

تو امام بخاری اس حدیث کو قطعاً نظر انداز نہ کرتے۔ ثانیاً علامہ ذہبی نے میزان الاعتدال
جلد ۱ ص ۲۸۵ میں یونس ابن محمد اور عبد الواحد بن زیاد دونوں کو اس قابل قرار نہیں

دیا کہ ان سے حلال محمد کے خلاف کسی نقل حدیث کو قابل اعتماد سمجھا جائے۔ ملاحظہ فرمائیے میزان الاعتدال جلد چہارم ص ۳۸۵/۱ میں، نسائی اور احمد نے یونس بن محمد کو قابل اعتماد نہیں سمجھا۔ عبد الواحد ابن زیاد بن محمد بن زید کی فہرست میں ہے۔ جن کی کذب بیانی اور افتراء پر دوزی اظہر من الشمس ہے۔ میزان الاعتدال جلد ۱ ص ۶۷ میں مرقوم ہے۔ کہ عبد الواحد ابن زیاد اختراع حدیث کرتا تھا، اور انہیں اعمش سے منسوب کرتا تھا۔ حالانکہ اعمش سے اس نے ایک حرفت بھی نقل نہ کیا، میزان الاعتدال جلد دوم شمارہ ۵۲۸۶)

میزان الاعتدال

قال ابو داود وعمد عبد الواحد الى احاديث كان
يرسلها الاعمش فوصلها بقوله حدثنا
الاعمش حدثنا مجاهد في كذا وكذا قال
عبد الواحد ليس بشئ

(میزان الاعتدال جلد دوم شمارہ نمبر ۵۲۸۶)

ترجمہ :

ابوداؤد فرماتے ہیں۔ کہ عبد الواحد نے ان تمام کو جنہیں اعمش نے مرسل چھوڑا ہے لیا اور حدثنا الاعمش کہہ کر مجاہد سے سلسلہ سند جوڑ دیا۔ یہ یحییٰ بن معین فرماتے ہیں۔ کہ عبد الواحد یس بشی ہے۔

حرمت متعہ کے سلسلے میں نقل کی گئی دوسری حدیث کا یہ عالم ہے۔ اور یہ حقیقت ہے۔ ہذا حضرت علی سے نقل کردہ حدیث حرمت متعہ کی طرح سلمہ ابن اکوع کی حدیث حرمت متعہ جی جلی من گھڑت اور خود ساختہ ثنابت بوٹی

اور جواز متعہ جس طرح قرآن میں موجود تھا۔ آج بھی ہے۔ اور اسے حرام قرار دینا احکام خدا میں تصرف ہے۔ جس کا حق خداوند عالم کے سوا کسی کو نہیں۔

(جواز متعہ ص ۴۶ مصنف تاثیر جاڑوی)

جواب:

گزشتہ سطور میں جاڑوی نے پچھلی باتیں ہی دہرائی ہیں۔ جن کا جواب ہم تحریر کر چکے ہیں۔ یہاں صرف سلمہ بن اکوع سے مروی حرمت متعہ کی روایت کے دو افراد یونس بن محمد اور عبد الواحد بن زیاد پر جرح کر کے حدیث کو مجروح ثابت کیا گیا۔ اور حوالہ کے لیے میزان الاعتدال کا نام لیا۔ اب ہم ان دونوں کے حالات پر نظر ڈالتے ہیں۔

میزان الاعتدال میں مذکورہ جلد اول صفحہ پر یونس بن محمد نامی کسی راوی کا تذکرہ نہیں۔ لہذا جس کا نام و نشان تک نہ ہو اس کے متعلق ابن معین نسائی اور احمد کا قول نقل کرنا واضح جہالت ہوگی۔ جو فاضل قم کی امتیازی علامت ہے۔ دوسرے راوی عبد الواحد کے متعلق جو کچھ جاڑوی نے کہا ہے۔ مگر وہ یہ ہے کہ عبد الواحد نے دوسروں کی مرسل احادیث کو متصل بنانے کی کوشش کی۔ اور یہ کہ محدثین میں عبد الواحد کا شمار کذاب اور مفتری لوگوں میں ہوتا ہے۔ اس دوسرے الزام کے بارے میں جاڑوی نے وہی کچھ کیا۔ جو یونس بن محمد کے ساتھ روا رکھا۔ یعنی میزان الاعتدال میں عبد الواحد بن زیاد کے بارے میں ان الفاظ کا نام و نشان تک نہیں۔ بلکہ ان کے متعلق یہ الفاظ درج ہیں۔

میزان الاعتدال

قَالَ عُثْمَانُ بْنُ سَعِيدٍ سَأَلْتُ يَحْيَى عَنْ عَبْدِ

الْوَّاحِدِ بْنِ زِيَادٍ فَقَالَ لَيْسَ بِشَيْءٍ وَقَالَ أَحْمَدُ
وَعَبْرَةُ ثِقَةٍ وَحَدَّثَ عَنْهُ مُسَدَّدٌ وَ
قُتَيْبَةُ وَحَلَقٌ وَرَوَاهُ عُثْمَانُ أَيْضًا عَنْ يَحْيَى
ثِقَةٍ وَقَالَ لَيْسَ بِهِ بَأْسٌ.

(میزان الاعتدال جلد دوم صفحہ نمبر ۱۵۰)
(مطبوعہ مصر قدیم)

ترجمہ:

عثمان بن سعید نے یحییٰ ابن معین سے عبد الواحد بن زیاد کے بارے
میں پوچھا۔ تو انہوں نے کہا۔ وہ یس بشی ہے۔ اور امام احمد وغیرہ نے
اسے ثقہ کہا۔ اس سے مسدد و او ثقیبہ وغیرہ بہت سے محدثین نے
روایت کی۔ عثمان نے یحییٰ سے اس کی ثقاہت لکھی ہے۔ اور
یہ بھی کہا۔ اس کی روایات لینے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

یہ تو تھی ان کے بارے میں وضاحت کہ کس قسم کے راوی تھے۔ اب پہلا
الزام لیجئے۔ کہ یہ مرسل روایات کی سند بیان کرتے تھے۔ جناب اعلیٰ نے
جن روایات میں ارسال کیا۔ ان کی صحت پر انہیں اعتماد تھا۔ اس لیے ان کی سند
کے اتصال اور متواتر ہونے پر زور دیا۔ لیکن ان کے بعد عبد الواحد بن زیاد نے
بڑی جانفشانی سے ان مراسیل کی پوری سند ذکر کی۔ اب اس کو عبد الواحد کی نویں
میں شمار کریں گے یا ان کی کمزوریوں پر محمول کریں گے؟ ان کی اس خدمت اور دیگر
حالات کے پیش نظر جید علماء نے انہیں ثقہ کہا۔ اور ان کی مرویات ذکر کرنے میں
کسی حرج کو دخل نہ کیا۔ لیکن جاڑوی تو جھوٹ بولنے اور من گھڑت باتیں بنانے
کی قسم اٹھائے ہوئے ہیں۔ اگر حق و صداقت کی تلاش مقصود ہو تو عبد الواحد

بن زیاد کے بارے میں وہی لکھتا۔ جو کتب اسماء الرجال نے لکھا ہے۔ اپنی غرض اس قدر
نہ لکھتا۔ عبد الواحد بن زیاد کی سیرت کتب اسماء الرجال سے ملاحظہ ہو۔

تہذیب التہذیب

عَبْدُ الْوَاحِدِ بْنُ زِيَادٍ الْعَبْدِيُّ - رَوَى عَنْ أَبِي
إِسْحَاقَ الشَّيْبَانِيِّ وَعَاصِمِ الْأَحْوَلِ وَالْأَعْمَشِ
وَأَبِي مَالِكٍ الْأَشْجَعِيِّ..... وَعَنْهُ ابْنُ مَهْدِيٍّ وَ
عَفَّانٌ وَعَارِمٌ وَمُعَلَّى بْنُ سَعْدٍ قَالَ أَبُو عَوَانَةَ
عَبْدُ الْوَاحِدِ ثِقَةٌ وَقَالَ ابْنُ سَعْدٍ كَانَ ثِقَةً
كَثِيرَ الْحَدِيثِ وَقَالَ أَبُو زُرْعَةَ وَأَبُو حَاتِمٍ
ثِقَةٌ قَالَ النَّسَائِيُّ لَيْسَ بِهِ بَأْسًا وَقَالَ أَبُو دَاوُدَ
ثِقَةٌ عَمِدًا إِلَى أَحَادِيثٍ كَانَ يَرْسِلُهَا الْأَعْمَشُ
فَوَصَّلَهَا قَالَ الْأَجَلِيُّ الْبَصْرِيُّ ثِقَةٌ حَسَنُ
الْحَدِيثِ وَقَالَ الدَّارِقُطَنِيُّ ثِقَةٌ مَأْمُونٌ وَ
ذَكَرَهُ ابْنُ حَبَّانٍ فِي الثِّقَاتِ وَقَالَ ابْنُ عَبْدِ الْبَرِّ
أَجْمَعَ لَا خِلَافَ بَيْنَهُمْ أَنَّ عَبْدَ الْوَاحِدِ ابْنُ
زِيَادٍ ثِقَةٌ ثَبَتَ وَقَالَ ابْنُ الْقَطَّانِ الْعَارِضِيُّ
ثِقَةٌ لَمْ يَحْتَلْ عَلَيْهِ بِقَادِحٍ -

(تہذیب التہذیب جلد ۶ ص ۴۳۷ حروف العین)

ترجمہ:

عبد الواحد بن زیاد عبدی کے اساتذہ و شیوخ میں سے چند یہ ہیں۔

ابو اسحاق الشیبانی، عاصم الاحول، اعمش اور ابو مالک الاشجعی۔ اور ان کے شاگردوں میں سے چند کے اسماء گرامی یہ ہیں۔ ابن ہمدی غفان، عارم اور علی ابن سعد ابو غواتر نے انہیں ثقہ کہا۔ ابن سعد نے ان کو ثقہ اور کثیر الحدیث کہا۔ ابو ذر عہ اور ابو حاتم دونوں نے ثقہ کہا۔ نسائی نے یس بر باسا کہا۔ ابو داؤد نے ثقہ کہا۔ اور یہ بھی کہا۔ کہ جن احادیث کو اعمش ارسال کر دیا کرتے تھے یہ ان کی سند بیان کر دیتے تھے اہل بصری نے ثقہ اور حسن الحدیث کہا۔ دارقطنی نے ثقہ مامون کہا۔ ابن حبان نے ان کو ثقہ روایوں میں لکھا۔ ابن عبد البر نے کہا۔ کہ تمام محدثین کرام کا اتفاق ہے۔ کہ عبد الواحد بن زیاد ثقہ ثابت ہے۔ ابن قطان فارسی نے بھی ثقہ کہا۔ اور کہا کہ ان پر کوئی حرج نہیں ہوئی ہے۔

لحمہ منکرہ

”عبد الواحد بن زیاد“ کے متعلق جرح اور تنقید کرتے ہوئے جاڑوی نے یہ لکھا ہے۔ کہ ”اس کی کذب بیانی اور افتراء پردازی اظہر من الشمس ہے“، ایک طرف یہ الزام اور دوسری طرف عظیم محدثین اور ناقدین کا انہیں بالاتفاق ثقہ کہنا یہ جاڑوی کے خود کذاب اور افتراء پرداز ہونے کی ایسی دلیل ہے۔ جو اظہر من الشمس ہے۔ عبد الواحد اپنے شیخ جناب اعمش کی مراسیل کی سند بیان کرتے ہیں لیکن اس محنت اور علمی خدمت کو جاڑوی اس رنگ میں پیش کر رہا ہے۔ کہ عبد الواحد اختراع حدیث کرتا تھا۔ اور اسے اعمش کی طرف منسوب کر دیتا تھا۔ اس سے آپ جاڑوی کا یتیم فی العلم ہونا جان چکے ہوں گے۔ اُوہر میزان الاعتدال اور

تہذیب البہذیب اس کی خوبی بیان کریں۔ اور ادھر اس متعہ کی پیداوار کو وہی نقص نظر آئے۔ ابن تظان فارسی نے تو سوا باتوں کی ایک بات کہہ دی۔ کہ کوئی جرح و تنقید کرنے والا عبد الواحد میں نقص نہیں نکال سکتا۔ لہذا معلوم ہوا۔ کہ حرمت متعہ کی حدیث کے یہ دونوں راوی قابل اعتماد اور تقریریں۔ اس لیے ان کی روایت کردہ احادیث صحیح اور قابل حجت ہے۔

فاعتبروا یا اولی الابصار

دھوکہ اور کذب بیانی

جواز متعہ

سبرہ ابن معبد جہنی۔ اب حرمت کے سلسلہ میں تیسری حدیث جو سبرہ ابن معبد نے نقل کی ہے۔ آپ نے سبرہ کے متعلق علماء و سواد اعظم کے جن خیالات کا اظہار کیا ہے۔ ایک نگاہ میں انہیں بھی دیکھ لیں تاکہ حرمت متعہ کی قطعی کھل جائے۔ اور حواشی کا حکم الہی طشت از پام ہو جائے۔

(۱)۔ سبرہ سے احادیث اس کے بیٹے ربیع ابن سبرہ کے علاوہ کسی نے بھی نقل نہیں کیں۔

(ب)۔ ربیع بن سبرہ راویان حدیث کی فہرست میں مجہول شخصیت ہے۔ اور یہی وجہ ہے کہ امام بخاری میں نے پوری صحیح بخاری میں سبرہ بن معبد سے ایک حدیث بھی نہیں لی۔ کیونکہ سبرہ سے اس کے بیٹے ربیع کے سوا کسی دوسرے راوی نے ایک حدیث تک نقل نہیں کی۔ امام بخاری کے بعد

امام مسلم کو ہی دیکھ لیجئے کہ پوری صحیح مسلم میں حرمت متعہ کی حدیث کے علاوہ کوئی ،
دوسری حدیث نقل نہیں کی۔

(ج۱)۔ ابن قیم نے زاد المعاد میں ص ۴۴۴ پر احادیث سبرہ کے متعلق لکھا ہے کہ علمائے
روایت سبرہ ابن عبید کی حدیث کو درست قرار نہیں دیتے کیونکہ عبد الملک
بن ربیع بن سبرہ ابن عبید ناقل حدیث ہے اور عبد الملک کے متعلق ابن معین
نے کافی کچھ لکھا۔ یہی وجہ ہے کہ شدت احتیاج اور سخت ضرورت کے
باوجود امام بخاری نے سبرہ کی ایک حدیث کو بھی قبول نہیں کیا اگر امام بخاری
کے نزدیک سبرہ کی حدیث درست ہوتی تو وہ یقیناً احادیث سبرہ کو اپنی
صحیح بخاری میں جگہ دیتے۔ مزید تفصیل کے لیے الجمع بین رجال الصحیحین جلد ۱
ص ۳۵۰ ملاحظہ فرمائی جاسکتی ہے۔ خلاصۃ الکلام یہ ہوا کہ حدیث حرمت متعہ
اہل بیت کی دیوار ہے۔ اور جس طرح یہ اصول ہے کہ ایک غلطی کو چھپانے کے لیے
کئی غلطیاں کی جاتی ہیں۔ اسی طرح حضرت عمر کی تحریم متعہ کو جائز قرار دینے
کے لیے تفسیر آیت کے لیے ہاتھ پاؤں مارنے پڑے۔ حدیث ساذیکڑی کی
طرح رجوع کرنا پڑا اور ایسے افراد کی احادیث نقل کی گئی جو یا تو معیار حدیث
پر لا نہیں کرتے اور یا وہ اس کے خلاف کافی سے زیادہ اظہار خیال کر چکے
ہیں۔ لہذا نہ تو کلام حضرت علی تحریم متعہ کے تقاضے پر راکر تا ہے۔ نہ حدیث
مسلم بن اکوع معیار صحت پر پوری اترتی ہے۔ اور نہ ہی حدیث سبرہ
تفسیر احادیث کی اہمیت رکھتی ہے۔ اور جواز متعہ جس طرح تھا وہیں کا
وہیں رہا۔

(جواز متعہ تصنیف اشیر جادوی شیعہ)

(ص ۳۸۱)

جواب:

مذکورہ عبارت تین امور پر مشتمل ہے۔ اول یہ کہ سبرہ ابن معبد کا بیٹا ربیع بن سبرہ چونکہ ”مجہول الشخصیت“ ہے اس لیے سبرہ بھی مجہول ہوا۔

دوم:

بخاری نے سبرہ کی ایک روایت بھی ذکر نہ کی۔ اور مسلم نے صرف ایک ہی روایت حرمت متہ والی ذکر کی ہے۔ کسی اور روایت کا نام و نشان نہیں ملتا۔

سوم:

اعادیت سبرہ اس لیے نامقبول ہیں۔ کہ ان کی روایت کرنے والا عبد الملک بن ربیع (یعنی جناب سبرہ کا پوتا) ہے۔ اور اس پر ابن مسین نے بہت کچھ کہا ہے۔

اول:

کسی راوی کا مجہول ہونا دو طرح سے ہوتا ہے۔ ایک نسب کے طور پر اور دوسرا عدالت میں۔ جناب سبرہ کے نسب کا تذکرہ تو کتب اسما الرجال میں موجود ہے۔ سبرہ ابن معبد عوسجہ جہنی۔ ان کے بیٹے ربیع اور پوتے عبد الملک تک کے نام موجود ہیں۔ اس لیے جہالت باعتبار نسب کے تو نہیں۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ یہ عدالت میں مجہول ہیں۔ تو اس سلسلہ میں کتب اسما الرجال میں ان پر کوئی تنقید موجود نہیں ہے

بلکہ اس کے برعکس ان کے صحابی ہونے کی شہادت موجود ہے اور تمام صحابہ کرام کی عدالت خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد گرامی سے ثابت ہے۔ فرمایا: ”میرے تمام صحابہ عادل ہیں“ آپ کے اس ارشاد کے پیش نظر جب جناب سبرہ کی صحابیت کی طرف خیال جاتا ہے۔ تو فوراً ان کی عدالت سامنے آ جاتی ہے اثیر جاڑوی نے بھی ایک جگہ راوی پر تنقید کرتے ہوئے یہ کہا کہ اس نے زمانہ رسول بھی نہ پایا! اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جس کو زمانہ رسول میسر ہو وہ قابل اعتبار و اعتماد راوی ہے۔ لہذا صحابی ہونے کی وجہ سے کسی ناقد نے ان کی عدالت پر اعتراض نہیں کیا۔ ان کا صحابی رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہونا درج ذیل امور سے ثابت ہے۔

تہذیب التہذیب

سَبْرَةُ بْنُ مَعْبِدٍ بْنِ عَوْسَجَةَ لَهُ صُحْبَةٌ
وَقَعَ ذِكْرُهُ فِي حَدِيثٍ عَلَّقَهُ الْبُخَارِيُّ فِي
أَحَادِيثِ الْأَنْبِيَاءِ فَقَالَ يَزِيدُ عَنْ سَبْرَةَ
ابْنِ مَعْبِدٍ وَابْنِ الشُّمُوسِ أَنَّ النَّبِيَّ أَمَرَ بِالْقَاءِ
الْقَلْعَامِ يَعْصِي مِنْ أَجْلِ مِيَاةِ الشُّمُودِ وَعَنْهُ ابْنُ
الرَّبِيعِ وَذَكَرَهُ ابْنُ سَعْدٍ فِي مَنْ شَهِدَ الْخَنْدَقَ
فَمَا بَعْدَهَا۔

تہذیب التہذیب جلد سوم ص ۴۵۳

حرف سین

ترجمہ: سبرہ ابن معبد و سبرہ بن عوسجہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت حاصل ہے۔

(یعنی صحابی ہیں) ان کا نام اس حدیث میں آیا جسے امام بخاری نے احادیث الانبیاء میں تعلیقاً ذکر کیا۔ کہا کہ سبرہ ابن عبید اور ابوالشوس سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کھانا گرا دینے کا حکم دیا۔ یعنی اس وجہ سے کہ اس میں قوم شوق کا پانی ملا ہوا تھا۔ ان سے ان کا بیٹا ربیع روایت کرتا ہے۔ اور ابن سعد نے کہا کہ سبرہ غزوہ خندق اور اس کے بعد روفا ہونے والے غزوات میں حاضر ہوئے تھے۔

جب کہ جناب سبرہ کا صحابی ہونا ثابت ہے۔ تو پھر ان کی عدالت بھی ثابت۔ لہذا انہیں ”موجہول الشخصیت“ کہنا ندری جہالت ہے۔ اور پھر اس پر مزید جہالت یہ کہ ان کے بیٹے ربیع کو مجہول کہہ کر جاڑوی نے ان کی جہالت بیان کی۔ نہ بیٹے کی جہالت پر کوئی دلیل اور نہ کہیں یہ قانون کہ بیٹے کے مجہول ہونے سے باپ بھی مجہول ہو جائے۔ یہ تھی اثیر جاڑوی کی علمیت۔

دوم:

امام بخاری نے سبرہ کی کوئی روایت ذکر نہ کی۔ اور امام مسلم نے صرف ایک ہی بیان کی۔ لہذا مجہول ہونے کی وجہ سے ہوا۔ خدا عقل دے۔ امام بخاری نے اگرچہ ان کی کوئی حدیث روایت نہیں کی۔ لیکن عدم روایت سے ان کا مجہول ہونا کیسے ثابت ہو گیا۔ کیا پوری بخاری شریفین میں امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کی کوئی روایت ہے؟ اگر نہیں تو پھر ان کے بارے میں کیا خیال ہے جن کے نام سے اپنی فقہ چمکا رہے ہو؟ امام بخاری کے علاوہ دیگر محدثین نے ان کی روایات ذکر کیں۔ جس کا جاڑوی کو بھی اعتراف ہے۔ ان میں ایک امام مسلم ہیں۔ اگرچہ ان کی صحیح مسلم میں ان کی صرف ایک روایت ذکر فرمائی۔ لیکن امام مسلم نے یوں ہی سنی سنائی

ہر حدیث اپنی صحیح میں درج نہیں کر دی۔ بلکہ جب تک اسے شرائط پر پورا اترتے نہ پایا اس وقت تک اس شخص کا ذکر نہ کیا۔ تو معلوم ہوا کہ امام مسلم کی شرائط صحت روایت پر چونکہ حدیث سبرہ پر پورا اترتی تھی۔ اس لیے امام مسلم نے اسے درج فرما دیا۔ صحیح مسلم میں روایت کا درج ہونا تو اس امر کی دلیل ہے کہ وہ صحیح ہے۔ اور جائزوی یہ تاثر دینے کی کوشش میں ہے۔ کہ چونکہ ایک ہے۔ اس لیے اس کا راوی مجہول ہوا۔ عجیب منطق ہے اور انوکھا ضابطہ۔ نہ کسی نے اس سے قبل پیش کیا اور نہ ہی کسی کے ذہن میں آیا۔ ممکن ہے ثبوت جو از متعہ کے شائق کو یہ ضابطہ اس کا بابا ابلیس بتا گیا ہو کیونکہ اسے حرام کاموں کو جائز ثابت کرنے کے بہت دلائل آتے ہیں۔

سسوم:

حرمت متعہ کی جناب سبرہ کی روایت چونکہ ان کے پوتے عبد الملک سے مروی ہے۔ اور عبد الملک کے بارے میں ابن معین نے بہت کچھ لکھا۔ لہذا یہ روایت ریت کی دیوار سے بڑھ کر نہیں۔ سو اس بارے میں سنئے۔ جناب سبرہ سے روایت کرنے والے صرف عبد الملک ہی نہیں بلکہ ایک اور راوی عبد العزیز بھی ہیں۔ اور مسلم شریف میں روایت حرمت متعہ ان دونوں سے مذکور ہے۔ کتب اسما دار جال میں یہ مذکور ہے کہ وہ روایت سبرہ جو عبد الملک کے واسطے سے مروی ہو۔ ضعیف ہے۔ اس واسطے کہ ہوا اگر دوسرے واسطے سے مروی ہو۔ تو وہ ضعیف نہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ حرمت متعہ کی روایت جو عبد الملک کے واسطے سے ہے اس میں اگرچہ ضعف ہے۔ لیکن اسے موضوع نہیں کہا جاسکتا۔ اب اسی روایت کو جب عبد العزیز کے واسطے سے ذکر کیا گیا۔ جو کہ ضعیف بھی نہیں۔ تو اس روایت کی تاکید ہو گئی۔ اور ضابطہ یہ ہے کہ اگر ایک حدیث ضعیف

کی دوسری غیر ضعیف حدیث تائید و توثیق کرے۔ تو اس کا ضعف ختم ہو جاتا ہے
لہذا روایت عبد الملک بوجہ تائید کے ضعف سے نکل کر قوت میں داخل
ہو گئی۔

آخر میں ہم جناب سبرہ کے بیٹے ربیع کے متعلق ایک حوالہ پیش کر رہے
ہیں۔ کیونکہ ربیع کو درمچہول الشفقت کہہ کر جاڑوی نے سبرہ پر تنقید کی تھی۔
جیسا کہ ہم لکھ چکے ہیں۔ کہ بیٹے پر تنقید سے باپ کو موٹ کر نازی حماقت ہے۔ لیکن
اس وقت جبکہ بیٹا بھی تنقید سے خالی ہو۔ تو پھر اس پر فرضی جرح و تنقید ثابت کر
کے اس کے باپ کو بدنام کرنا وہ عبد اللہ بن سباد کی تعلیم کا اثر ہی ہو سکتا ہے؟

تہذیب التہذیب

رَبِيعُ بْنُ سَبْرَةَ وَقَالَ الْأَجَلِيُّ حَبَابُ بْنُ تَابِعِي ثِقَّةٌ
وَقَالَ النَّسَائِيُّ ثِقَّةٌ وَذَكَرَهُ ابْنُ حَبَابٍ فِي الثِّقَاتِ.

(تہذیب التہذیب جلد سوم ص ۲۴۴)

حرف الراہ

ترجمہ:

ربیع بن سبرہ کے بارے میں الا جلی نے کہا کہ وہ ثقہ ہے۔ امام نسائی
نے بھی اسے ثقہ کہا۔ اور ابن حبان نے اس کا ذکر ثقہ راویوں میں کیا ہے
جہاں تک حرمت متعہ پر بقول جاڑوی تین روایات ہیں۔ اور ان کو ناقابل
اعتماد ٹھہرانے کی ہنایت کذابانہ چالاک کی۔ ہم نے اس کذب بیانی اور دھوکہ دہی
کو طشت از بام کر دیا ہے۔ روایات مذکورہ ریت کی دیوار نہیں ہیں بلکہ ان پر
کی گئی۔ جھوٹی تنقید تاریک جوت سے بھی گئی گزری ہے۔ ہم نے اس کو تار تار کر کے

الگ کر دیا۔ اس بنا وٹی محب علی کو جواز متعہ کی فکر اس قدر دامن گیر رہے کہ مولائے کائنات حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی مروی حدیث کو بھی درخور اعتنا نہ سمجھا۔ اور بڑی ڈھٹائی سے لکھ دیا کہ ”کلام حضرت علی تحریم متعہ کے تقاضے پورے نہیں کرتا“ اسے کلام علی بھی تسلیم کر رہے ہو۔ اور پھر اسے دو تقاضے پورے نہ کرنے والا، کہہ کر کس کو خوش کرتا چاہتے ہو۔ یہی علی المرتضیٰ ہیں۔ جن کا مقام و مرتبہ تھا اسے عقائد کے اعتبار سے انبیاء سے بھی بڑھ کر ہے۔ اور جن کی ہر بات قابلِ حجت ہے غلامو! جن کا نام لے کر دکان چمکاتے ہو۔ ان کی توہین سے بھی باز نہیں آتے حدیث علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ مستند مرفوعہ اور صحیح ہے۔ اسے ہم تحقیق سے ثابت کر چکے ہیں۔

لہذا ”جواز متعہ جیسے تھا ویسا ہی رہا“ اس سے اپنوں کا دل تو بہلا یا جا سکتا ہے۔ لیکن علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے چاہنے والوں کے نزدیک جواز متعہ کا وجود ختم ہو گیا ہے۔ اور اب بھی اسی طرح حرام ہے جس طرح بقول علی المرتضیٰ، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے حرام قرار دے دیا تھا۔

فاعتبروا یا اولی الابصار

دھوکہ

اور

کذب بیانی نمبر

جواز متعہ

نوٹ: اب ذرا شرح نووی کے دعوائی اجماع اور امام فخر الدین رازی کے مذکورہ فرمان کا موازنہ کریں۔ کہ ان میں سے کون درست ہے۔ امام رازی فرماتے ہیں کہ صرف اہل سنت کے ہاں متعہ منسوخ ہے۔ اور عبداللہ بن عباس اور عمران بن حصین جواز متعہ کے قائل ہیں۔ اور علامہ نووی کہتے ہیں۔ کہ حرمت پر اجماع ہے۔ (جواز متعہ ص ۴۱)

جواب:

ایشیر جاڑوی نے رسالہ ”جواز متعہ“ ص ۳۹ پر ایک عنوان ”متفق علیہ نظر یہ کہ تحت چند حوالہ جات درج کیے ہیں جن میں ابتدائے اسلام میں متعہ کا جواز ثابت ہوتا ہے۔ اور آخر میں مندرجہ بالا دھوکہ اور کذب بیانی کا ذکر کیا ہے۔ جیسا کہ ہم اس سے قبل اس امر کی تحقیق پیش کر چکے ہیں۔ کہ آیت استمتاع کہ جسے اہل تشیع جواز متعہ کی سند کے طور پر لاتے ہیں۔ اس کا صحیح معنی نکاح دائمی ہے

اس کی مزید تحقیق انشاء اللہ ذکر ہوگی۔ اب اس کی طرف آئیے۔ کہ ابتداء اسلام میں متعہ جائز تھا۔ سو اس بارے میں ہمارا یہ عقیدہ ہے۔ کہ ”متعہ“ دو دفعہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جائز فرمایا۔ اور دونوں دفعہ حرام بھی فرمادیا تھا۔ اس کی قطعی تحریم فتح مکہ کے دن ہوئی تھی۔ اور پھر تمام صحابہ کرام نے اس کی حرمت پر اجماع فرمایا تھا۔ جاڑوی نے بزعم خود امام رازی اور امام نووی کے نظریات کو متناقض کہا۔ حالانکہ ان میں درحقیقت کوئی تناقض نہیں ہے۔ امام نووی نے حرمت متعہ پر اجماع کا قول کیا ہے اور امام رازی نے آیت متعہ کی تفسیر کا دعویٰ کیا ہے اس میں قابل غور یہ بات ہے۔ کہ امام رازی نے تفسیر کا قول اپنی طرف سے نہیں کیا۔ بلکہ اس کا ایک پس منظر بیان کیا۔ وہ اس طرح کہ امام موصوف نے حرمت اور جواز متعہ کی، مختلف روایات ذکر فرمانے کے بعد روایت حرمت کو بطور ناسخ اور روایت جواز کو بطور منسوخ ذکر کیا۔ جواز کے منسوخ ہونے پر انہوں نے روایت ذکر کی ہے۔ اس لیے تفسیر کا دعویٰ ان کا اپنا نہیں۔ کہ قارئین کرام کو یہ تاثر دیا جائے۔ کہ امام نووی حرمت متعہ پر اجماع کہتے ہیں۔ اگر اجماع تھا۔ تو پھر امام رازی تفسیر کا دعویٰ کیوں کر رہے ہیں۔ اس لیے دونوں اماموں کے اقوال میں تعارض نہیں ہے۔ حرمت کی صحت چونکہ شریع اسلام سے تھی۔ اسی لیے صحابہ کرام نے لہجی مجبوری اور، معذوری کا اظہار کیا۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی حرمت، صحت میں تبدیل فرمادی۔ پھر اس وقتی صلیت کو ختم فرما کر اس کی اعلیت بحال فرمادی۔ یہی امام رازی کا بیان ہے۔ اور اسی کو امام نووی نے آخر میں ذکر فرمایا۔

تناقض کی ایک اور صورت بھی ہو سکتی ہے۔ وہ اس طرح کہ امام رازی متعہ کی تفسیر کا قول کرتے ہیں۔ حالانکہ عبد اللہ بن عباس اور عمران بن حصین جواز متعہ کے قائل تھے۔ اگر وہ جواز، منسوخ ہو چکا تھا۔ تو پھر ان صحابہ نے اس کے خلاف

کیوں عقیدہ بنائے رکھا؟ لہذا معلوم ہوا کہ امام رازی کا قول تفسیح درست نہیں۔
 حقیقت حال یہ ہے کہ امام رازی نے عبد اللہ بن عباس کے متعہ کے بارے
 میں تین اقوال نقل کیے ہیں۔ ۱۔ متعہ کو جائز سمجھتے ہیں۔ ۲۔ حالت اضطرار میں جائز
 سمجھتے ہیں۔ ۳۔ اس کے جواز کو منسوخ کہتے ہیں۔ اور اس تیسرے قول میں امام رازی
 نے عبد اللہ بن عباس کا جواز متعہ سے رجوع اور توبہ کا ذکر بھی کیا ہے۔ اب ان تین
 اقوال میں وہ پہلا قول کہ جس سے انہوں نے رجوع فرمایا۔ اور توبہ کر لی۔ جائز دی نے
 اُسے تو لے لیا۔ اور ان کی توبہ و رجوع کو گول کر گیا۔ آخر ایسا کرنا ہی اس کے لیے مفید
 تھا۔ کیونکہ دوسرا اور تیسرا قول نقل کرنے سے اس کی قائم کردہ عمارت و مہرام
 سے گر جاتی اور ان دونوں کو ذکر کرنے سے اس کا بھانڈا چر رہے میں پھوٹ جاتا
 ایسے تفسیر کبیر سے یہ اقوال ملاحظہ کریں۔

تفسیر کبیر

الرَّوَايَةُ الثَّالِثَةُ أَنَّهُ أَقَرَّ بِأَنَّهَا صَارَتْ مَنْسُوخَةً
 رَوَى عَطَاءُ الْخَرَامَانِيُّ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ فِي قَوْلِهِ
 (فَمَا اسْتَمْتَعْتُمْ مِنْهُمْ) قَالَ صَارَتْ هَذِهِ الْآيَةُ
 مَنْسُوخَةً لِقَوْلِهِ تَعَالَى (يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِذَا طَلَقْتُمُ
 النِّسَاءَ فَطَلِقُوهُنَّ لِعَدَّتِهِنَّ) وَرَوَى أَيْضًا
 أَنَّهُ قَالَ عِنْدَ مَوْتِهِ اللَّهُمَّ إِنِّي أَتُوبُ إِلَيْكَ
 مِنْ قَوْلِي فِي الْمُتْعَةِ۔

(تفسیر کبیر جلد ۱ ص ۲۹ زیر آیت فما

استمتعتم مطبوعہ مصر جدید)

ترجمہ:

تیسری روایت (حضرت عبداللہ بن عباس سے) یہ ہے کہ انہوں نے جوازِ متعہ کی آیت کے منسوخ ہونے کا اقرار کیا۔ عطاء الخراسانی نے ابن عباس سے آیت فما استمتعتم کے بارے میں روایت کی کہ وہ اسے منسوخ فرماتے تھے۔ اور اسکی ناسخ یہ آیت بتلاتے تھے یا ایہا النبی اذا طلقتم النساء الخ۔ اور خراسانی سے ہی یہ روایت بھی ہے کہ ابن عباس نے بوقت انتقال یہ کہا دے اللہ! متعہ کے متعلق جو میرا قول (جواز کا) تھا۔ میں اس سے تیری بارگاہ میں توبہ کرتا ہوں۔

سیدنا حضرت عبداللہ بن عباس اگرچہ جوازِ متعہ کے قائل رہے۔ اور اسی قول پر اہل تشیع اور جاڑوی نہیں بجاتے ہیں۔ لیکن یہ آخری کیفیت اُن کی کیوں نقل نہیں کرتے۔ یا انہیں نظر کیوں نہیں آتی۔ اللہ کے حضور جاتے وقت آخری دُعا یہ مانگی کہ اے اللہ! جوازِ متعہ کے قول سے مجھے معاف کر دے۔ اس کے بعد ان کی طرف سے جوازِ متعہ کا کوئی قول تلاش کرو گے۔ ہو سکتا ہے کہ جاڑوی سا کم فہم یہ کہہ دے کہ یہ روایت امام رازی نے اپنی طرف سے گھر مکر پیش کی۔ اس وہم باطل کو بھی ہم جڑ سے اکھڑ دیتے ہیں۔ حضرت عبداللہ بن عباس کی تفسیر جسے دو تفسیر ابن عباس کہتے ہیں۔ اس میں اُن کی اپنی زبانی اس بارے میں الفاظ پیشِ مذمت ہیں:-

تفسیر ابن عباس:

وَيُقَالُ إِنَّ تَبَتُّعُوا بِأَمْوَالِكُمْ أَنْ تَطْلُبُوا بِأَمْوَالِكُمْ

فَرُوجَهُنَّ وَهِيَ الْمُتْعَةُ وَقَدْ سُخِّتِ الْاَنَ
 (مُحْصِنِينَ) يَقُولُ كُنْتُمْ مَعَهُنَّ مُتْرَجِينَ
 (غَيْرِ مُسَافِحِينَ) غَيْرَ زَانِينَ بِلَا نِكَاحٍ
 (فَمَا اسْتَمْتَعْتُمْ) اسْتَمْتَعْتُمْ بِهِ مِنْهُنَّ
 بَعْدَ النِّكَاحِ (فَاتَوْهُنَّ) فَاَعْطَوْهُنَّ (اُجُورَهُنَّ)
 مُهُورَهُنَّ كَامِلَةً (قَرِيبَةً) مِنَ اللَّهِ عَلَيْكُمْ
 اَنْ تَعْطُوا الْمَهْرَ قَامًا (وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ)
 وَلَا حَرَجَ عَلَيْكُمْ (فِي مَا تَرَاضَيْتُمْ بِهِ) فِيمَا
 تَقْصُصُونَ وَتَزِيدُونَ فِي الْمَهْرِ بِالتَّرَاضِي
 (مِنْ بَعْدِ الْقَرِيبَةِ) الْاُولَى الَّتِي سَمَّيْتُمْ لَهَا
 (اِنَّ اللَّهَ كَانَ عَلِيمًا) فِيمَا اَحَلَّ لَكُمْ مُتْعَةً
 (حَكِيمًا) فِيمَا حَرَّمَ عَلَيْكُمْ الْمُتْعَةَ وَيُقَالُ
 عَلِيمًا بِاضْطِرَارِكُمْ اِلَى الْمُتْعَةِ حَكِيمًا فِيمَا
 حَرَّمَ عَلَيْكُمْ الْمُتْعَةَ

(تفسیر ابن عباس ص ۶۸ زیر آیت

فَمَا اسْتَمْتَعْتُمْ)

ترجمہ:

اور کہا گیا ہے کہ ان تبغوا یا موالکم کا معنی یہ ہے کہ تم مال
 کے عوض ان کی شہرہ لگائیں کہ وہ اس سے متعہ ہے۔ اور اب
 یہ منسوخ ہو چکا ہے محصنین کا معنی یہ ہے کہ تم عورتوں کے ساتھ باقاعدہ
 شادی کر کے رہو۔ یوں نہیں کہ نکاح کے بغیر زنا کرتے رہو۔ پھر تم نے

ان عورتوں میں سے جس سے نکاح کے بعد نفع اٹھایا تو ان کے حق مہر مکمل ادا کرو۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے تم پر ان کا مہر ادا کرنا فرض کر دیا گیا ہے۔ اور تم پر اس صورت میں کوئی حرج نہیں کہ آپس میں رضامندی کے ساتھ حق مہر میں کمی یا زیادتی کرو۔ یہ کمی یا زیادتی اس حق مہر پر ہوگی جو بوقت نکاح تم نے بیوی کے لیے مقرر کر لیا تھا۔ بے شک اللہ تعالیٰ تمہارے لیے متد کو ملال کرنا بخوبی جانتا ہے۔ اور حرمتِ متد کی حکمت بھی اس سے پوشیدہ نہیں۔ اور یہ بھی کہا جاسکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ تمہاری اس مجبوری کو جانتا ہے جس کی وجہ سے تم متد کے خواہش مند ہوئے۔ اور متد کی پھر حرام کر دینے کی حکمت وہ بہتر جانتا ہے۔

توضیح:

سیدنا حضرت عبداللہ بن عباس کی تفسیر سے ان کے ارشادات کا خلاصہ یہ ہے کہ متد حرام ہو چکا ہے۔ اور اس کی تین وجہیں بیان فرمائیں۔

۱۔ ”ان تکبخوا یا موالکم“ سے متد جائز ہونا ثابت ہوا۔ لیکن اس کی تفسیح محصنین بغیر سانچین نے کر دی۔ اور اجور ہن کا معنی حق مہر فرمایا اور ہے کہ ”اجور ہن“، ”جی وہ لفظ تھا جسے جاڑوی نے ”متد“ کے جواز پر دلیل بنایا تھا۔ لیکن ابن عباس رضی اللہ عنہ نے اسے حق مہر کے معنی میں لیا۔ اور چونکہ متد میں حق مہر نہیں ہوتا۔ اس لیے یہاں اجور ہن سے مراد متد کا معاوضہ نہیں ہو سکتا۔

۲۔ اس مقام پر اللہ تعالیٰ کے علیم و حکیم دو ناموں کی توجیہ یہ ذکر فرمائی کہ علیم اس

کودہ جواز متعہ کو جانتا تھا۔ اور حکیم اس لیے کہ اس نے حرام کر دیا۔ لیکن اس میں بھی حکمت تھی
۲۔ علیم اس لیے کہ اس نے حالت اضطراری کو جانتے ہوئے متعہ کی اجازت
دے دی۔ اور حکیم ہونے کے اعتبار سے اس کی حکمت کا تقاضا یہ ہوا کہ اسے حرام
کر دے۔ سو کر دیا۔

ہذا ان دلائل کے ہوتے ہوئے حضرت ابن عباس کے جواز متعہ کے قول
کا سہارا لینا زری جہالت ہے۔ اور ان کے بقیہ دو اقوال نہ پیش کرنا مکمل خیانت
ہے جو جاڑوی اینڈ کمپنی میں کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی ہے۔ فاعتبروا یا اولی الابصار۔

دھوکہ

اور

کذب بیانی ۱۲

آیت استمتاع سے استنباط

جواز متعہ: سلسلہ روایات و احادیث کو دیکھ لینے کے بعد مناسب ہوگا۔ اگر نفس

آیت میں بھی ایک مرتبہ غور کریں۔ تاکہ حکم الہی کا یہ واضح اور غیر مبہم پہلو بھی
تشہید تکمیل نہ رہے۔ جن لوگوں نے جواز متعہ سے انکار کیا ہے انہوں نے قرآن حکیم
کی اس آیت محکمہ کو دو طریقوں سے کالعدم کرنے کی کوشش کی ہے۔

۱۔ ذاتی استنباط و اجتہاد کے ذریعہ (۲) دعویٰ کہ آیت منسوخ ہے۔

استنباط اجتہاد جصاص اور اس کے دیگر ہم نور کہتے ہیں۔ کہ آیت کریمہ سابقہ اور لاحقہ کے

اعتبار سے نکاح دائمی پر دلالت کرتی ہے۔ اور نکاح متعہ مقصور آیت نہیں اس سلسلہ میں جصاص

نے احکام القرآن جلد ۷ ص ۱۸۰ میں تین دلائل پیش کیے ہیں۔

۱۔ فہم استمتعہم کا عطف احل مکرمہ و راء ذاکم پر ہے۔ اور احل مکرمہ سے محرمات کے علاوہ دیگر عورتوں سے نکاح کو جائز بتایا گیا ہے کیونکہ اس بات میں کسی کو اختلاف نہیں احل مکرمہ سے مراد باری تعالیٰ نکاح ہی ہے۔ بنا براین استمتاع بھی اسی احل مکرمہ کی وضاحت ہونا چاہیئے۔ اور نکاح چونکہ نکاح دائمی کو کہتے ہیں۔ لہذا جرت متعہ سے مراد حق مہر ہی ہوگا۔

۲۔ اسی آیت میں لفظ محصنین ہے۔ اور احصان صرف نکاح صحیح سے ہی ہو سکتا ہے۔ کیونکہ متعہ سے وطی کو احصان نہیں کہا جاتا۔ اور نہ ہی متعہ سے مباشرت پر احصان کا اطلاق ہوتا ہے۔ لہذا مراد نکاح ہے۔

۳۔ اسی آیت میں لفظ محصنین ہے۔ اور گویا ذات احدیت نے زنا کو سفاح سے تعبیر فرمایا ہے۔ اور سفاح کا معنی ہوتا ہے پانی کو ضائع کرنا۔ چونکہ متعہ کرنے والا بھی زانی کی طرح اپنے ماؤہ منویہ کو ضائع کرتا ہے۔ اس لیے متعہ کو نکاح نہیں کہا جائے گا۔ اور استمتاع سے مراد نکاح دائمی اور اجود سے مراد حق مہر ہوگا۔ اب آئیے اور جصاص کے ان دلائل کو امام فخر الدین رازی کے سامنے پیش کیجئے اور سنئے کہ اپنے کیا فرمایا ہے۔ لیجئے تفسیر کبیر جلد ۱ ص ۵۳ کھولیں اور پڑھیئے۔ دلیل اول لکھ کر امام رازی فرماتے ہیں کہ جصاص مقصود قرآن نہیں سمجھ سکا۔ کیونکہ ذات احدیت نے ابتدائے آیات میں انسان کو ایسے رشتوں سے مطلع کیا ہے۔ جن سے مباشرت حرام ہے۔ ان رشتوں کے ذکر کے بعد خالق نے فرمایا ہے۔ کہ ان کے علاوہ ہر عورت سے مباشرت جائز اور مباح ہے۔

لیجئے امام رازی کے اس جملہ کی توضیح کر دوں۔ ذات احدیت نے

اولان عورتوں کا ذکر کیا ہے جن سے انسان شادی نہیں کر سکتا۔ ازاں بعد مطلقاً
 اباحت کا حکم دے دیا۔ کہ ان کے علاوہ دوسری ہر عورت سے شادی اور مباشرت
 جائز ہے۔ اب بھلا آپ ہی بتلائیں بقول امام رازی آیت میں متعہ کا عدم جواز کہاں
 سے ثابت ہوا بلکہ آیت میں تو یہ بتایا گیا ہے۔ کہ مذکورہ عورتوں سے نکاح علی الاطلاق
 حرام ہے۔ اور ان کے علاوہ ہر عورت سے نکاح علی الاطلاق جائز ہے۔ اس کے
 جواب میں امام رازی فرماتے ہیں۔ جصاص نے یہ تو کہہ دیا ہے۔ کہ احصان کا
 اطلاق صرف نکاح صحیح یعنی نکاح دائم پر ہوتا ہے۔ لیکن اپنے اس دعویٰ کی
 دلیل نہیں دی۔ صرف دعویٰ ہی دعویٰ ہے۔

یہی ذرا امام رازی کے اس جملہ کی مختصر سی توضیح دیکھ لیجئے۔ امام رازی فرماتا
 یہ چاہتے ہیں کہ احصان کا معنی ہے عورت اور مرد دونوں اپنے اپنے ناموس کو
 بدکاری یعنی زنا سے محفوظ رکھیں۔ اس لفظ سے یہ کیسے ثابت ہو گیا کہ احصان صرف
 نکاح دائمی ہی سے مخصوص ہے۔ اور نکاح میعادی میں احصان نہیں بولا جاسکتا؟
 بلکہ احصان جس طرح نکاح دائمی میں ہے اسی طرح نکاح میعادی میں بھی ہے۔
 اب امام رازی تیسری دلیل کا جواب دیتے ہیں۔ زنا کو سفاح کہا گیا ہے
 کیونکہ زنا میں مقصود صرف پانی گرانا ہوتا ہے۔ اور متعہ بھی اسی طرح ہے۔ جصاص
 کا یہ نظریہ غلط ہے۔ کیونکہ متعہ اس ذیل میں ہرگز نہیں آتا۔ متعہ میں اذن الہی کے
 مطابق جائز طریقہ سے پانی گرایا جاتا ہے۔ اور یہ طریقہ بالکل نکاح دائمی کی طرح ہے
 اس کے بعد امام رازی لکھتے ہیں۔ کہ اگر تم یہ کہو کہ متعہ حرام ہے۔ تو یہی آغاز
 بحث ہے۔ آخر میں بطور اختتام لکھتے ہیں۔ کہ جصاص کے دلائل انتہائی بڑے
 ہیں۔

(جواز متعہ ص ۴۲)

جواب:

”استنباط اور اجتہاد“ کے عنوان کے تحت جاڑوی کے الفاظ کا خلاصہ یہ ہے۔ کہ آیت فَمَا اسْتَمْتَعْتُمْ سے مراد دو نکاح دائمی، لیکن ایک اجتہادی، کوشش ہے۔ اور دو نکاح دائمی، ”مراد لینے پر ابوجہصاص کے تین دلائل ذکر کر کے امام رازی کے حوالہ سے ان تینوں کی تردید بیان کر دی۔ اس سے ثابت یہ ہوا۔ کہ جصاص کے استنباط اور اجتہاد کو خود ان کے ایک شیعی عالم نے تسلیم نہیں کیا۔ اور ان دلائل کی تردید کر دی۔ لہذا دلائل کی تردید کر دی۔ لہذا دلائل کی تردید سے ”دو نکاح دائمی“ کا دعویٰ باطل اور نکاح میعادی ثابت ہو گیا۔

جاڑوی کے اس انداز سے بھی دھوکہ دہی اور کذب بیانیہ چل رہی ہے کیونکہ جصاص کے دلائل اور پھر ان پر امام رازی کی تنقید کو جس رنگ میں اس نے پیش کیا۔ وہ ان کی عبارات میں ہے ہی نہیں۔ آئیے ذرا ان دونوں حضرات کی بات کا تین کریں۔ کہ جصاص نے دلائل کیس بات پر دیئے اور امام رازی نے ان کی تردید یا تضعیف کیوں کی؟ علامہ جصاص کا کہنا یہ ہے۔ کہ آیت فَمَا اسْتَمْتَعْتُمْ میں متعہ معروفہ مراد نہیں ہے۔ بلکہ نکاح دائمی مراد ہے۔ یعنی ”وجواز متعہ“، قرآن سے ثابت نہیں ہے۔ بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث سے اس کا ثبوت قما ہے لیکن حرمت متعہ کا حکم جس طرح احادیث میں ہے اسی طرح اس بارے میں قرآنی آیات بھی ہیں۔ اس کا خلاصہ یہ ہوا۔ کہ وجواز متعہ، اسلام کے ابتدائی دور میں تھا۔ اور اسے جصاص بھی تسلیم کرتے ہیں۔ لیکن وہ فسوٹ ہو گیا۔ اس کی تنسیخ قرآن و حدیث دونوں سے ثابت ہے۔ تو اپنے اس دعویٰ پر وجواز متعہ معروفہ قرآن کی آیت فَمَا اسْتَمْتَعْتُمْ سے نہیں انہوں نے تین دلائل پیش کیے۔ جن سے

آیت مذکورہ سے مراد نکاح دائمی لینا ثابت کیا۔ اور متعہ معروفہ مراد لینا ناقابل قبول قرار دیا۔ جب امام جصاص کا نظریہ آپ جان چکے ہیں۔ تو اب امام رازی کی تحریر کی طرف آئیے۔

امام رازی بھی تسلیم کرتے ہیں۔ کہ وہ متعہ دائمی حرام ہے۔ لیکن ان کا خیال ہے کہ جب ابتدائے اسلام میں اس کی اجازت دی گئی۔ تو اس اجازت کا ثبوت اس جواز متعہ کے لیے آیت ”فما استمتعتم“، دلیل بن سکتی ہے۔ لہذا آیت مذکورہ متعہ کے جواز کے لیے ہے۔ لیکن اس کو بعد میں دوسری آیات نے منسوخ کر دیا۔ اس نظریے کی قوت اور جصاص کے نظریہ کی کمزوری ثابت کرنے کے لیے امام رازی نے تین دلائل پر گرفت کی۔ لیکن اس سے جاڑوی ایڈکپنی کو کوئی فائدہ نہیں ہو سکتا کیونکہ آیت مذکورہ بقول جصاص نکاح دائمی کے لیے ہے۔ اور شیعہ اسے متعہ معروفہ کے معنی میں لیتے ہیں۔ اور امام رازی کے نزدیک یہ آیت متعہ معروفہ کے جواز کے لیے ضرور ہے لیکن منسوخ ہو چکی ہے اب اگر انہیں امام رازی پسند ہیں۔ اور ان کے نظریات قبول ہیں۔ تو سبحان اللہ! لیکن ایسا ہرگز نہیں۔ کیونکہ امام رازی اگرچہ آیت مذکورہ سے مراد متعہ معروفہ ہی لیتے ہیں۔ لیکن دوسری نسخ آیاتوں سے متعہ معروفہ کے ابدی حرام ہونے کے معتقد ہیں۔ یہ چکر جاڑوی نے صرف اس لیے چلایا تاکہ یہ بنا سکے۔ کہ جصاص کے تینوں دلائل جب امام رازی نے رد کر دیئے۔ تو متعہ معروفہ کا اب بھی جواز ثابت ہو گیا۔ حالانکہ ان دونوں بزرگوں کا اس میں اختلاف نہیں۔ ہم ذیل میں ابوجہ جصاص کے تینوں دلائل اور امام رازی کی ان پر تنقید نقل کر رہے ہیں۔ تاکہ حقیقت حال واضح ہو جائے۔

دلیل اول،

آیت فما استمتعتم سے پہلے احلکم ما وراہ ذالکم ہے۔ یہ دونوں

مطلوب اور مطلوب علیہ ہونے کی وجہ سے ایک ہی کیفیت کو بیان کرتی ہیں۔ یعنی جب اس سے پہلے ایسے رشتے بیان کیے گئے جن سے نکاح، دائمی طور پر حرام تھا تو اب ایسے بیان کیے جا رہے ہیں جن سے دائمی نکاح جائز ہے۔ احل لکم ما وراۃ الکمر سے نکاح دائمی مراد لینا چونکہ سنی شیعوں دونوں کا متفق علیہ ہے۔ اس لیے اس متفقہ نکاح کو ہی مراد لیا جائے گا۔ اور استمتاع سے مراد نفع دائمی ہوگا جس کا حصول نکاح دائمی سے ہوتا ہے۔ اس لیے اجماع سے مراد حق مہر ہے۔ اس دلیل پر امام رازی کی گرفت ملاحظہ فرمائیں۔

تنقیدِ رازی:

احل لکم ما وراۃ الکمر سے جب یہ مراد ہے کہ مذکورہ محرمات عورتوں کے علاوہ دوسری ہر عورت سے وطی حلال ہے۔ تو وطی حلال وقتی ہو یا دائمی دونوں کو شامل ہے۔ فای فساد فی هذا الکلام۔ اس کلام میں کونسا فساد ہے؟

دلیل دوم:

آیت مذکورہ میں دو محضین جو احسان سے ماخوذ ہے۔ یہ نکاح دائمی سے ہی حاصل ہوتا ہے۔ یعنی محض وہ آدمی ہے جس نے دائمی نکاح کر کے اپنی زوجہ سے وطی کی ہو۔ متہ کے طور پر وطی کرنے والا محض نہیں کہلاتا اس لیے یہ لفظ اس بات کا قرینہ ہے کہ استمتاع سے مراد نکاح دائمی ہے۔

تنقیدِ رازی:

جصاص نے احسان کے مذکورہ معنی لینے پر کوئی دلیل پیش نہیں کی۔

نوٹ:

دلیل بیان نہ کرنے سے کسی دعویٰ کی دلیل ہی نہ ہونا لازم نہیں آتا۔
 دلیل کی اس وقت ضرورت پڑتی ہے۔ جب متقابل دعوے
 تسلیم نہ کرتا ہو۔ اور اگر دعوے فریقین کے مابین مسلم ہو۔ تو پھر دلیل کی ضرورت نہیں پڑتی
 ”احسان“ کا معنی جب اہل تشیع بھی وہی کہتے ہیں۔ جو جصاص نے کیا تو اس
 پر دلیل کی کیا ضرورت تھی۔ سنی شیعہ دونوں کا اتفاق ہے۔ کہ زانی کی سزا دو طرح
 کی ہے۔ کنوارے کو سو کوڑے اور شادی شدہ کو سنگسار کرنا یا یوں کہہ لیں کہ محضن کی
 سزا رجم اور غیر محضن کی سو کوڑے ہے۔ جب متد کے طور پر دلی کرنے والا خود اہل تشیع
 کے نزدیک محضن نہیں۔ تو پھر احسان سے مراد نکاح دائمی کر کے دلی کرنے والا ہوا۔

مجمع البیان

وَ الْاِحْصَانُ هُوَ اَنْ يَكُوْنَ لَكَ فَرَجٌ يَغْدُو عَلَيْكَ
 وَيَبْرُوحَ عَلَيَّ وَجَدِ الدَّوَامِ۔

(مجمع البیان جلد ۷ ص ۱۲۴ مطبوعہ تبریز)

ترجمہ:

احسان کی تعریف یہ ہے۔ کہ کس کے پاس اپنی بیوی ہو۔ اور اس
 سے صبح و شام جب چاہے دلی کرے۔ لیکن یہ بیوی دائمی بیوی ہو۔

دلیل سوم:

”غیر مسافین“ میں لفظ سفاح بھی استمتاع سے مراد نکاح دائمی پر قرینہ

ہے۔ کیونکہ سفاح بمعنی زنا آتا ہے۔ جس طرح زنا میں مادہ منویہ ضائع کیا جاتا ہے اسی طرح متعہ میں بھی ضائع ہو جاتا ہے۔

تنقید رازی:

زنا اور متعہ میں فرق ہے۔ زنا میں مادہ منویہ ضائع کرنا ہی مقصود ہوتا ہے لیکن متعہ میں اللہ تعالیٰ کے اذن سے ایسا ہوتا ہے۔ زنا میں اذن نہیں۔

نوٹ:

”غیر مسافین“ کا معنی صاحب مجمع البیان میں ”غیر زانین“ کے ثبات کر دیا۔ کوسفاح اور زنا دونوں ایک ہی ہیں۔ علاوہ ازیں جب امام رازی بھی متعہ کے ابدی حرام ہونے کے معتقد ہیں۔ تو پھر متعہ کے طور پر گرایا گیا پانی اللہ تعالیٰ کے اذن کے ساتھ کرنا کیسے بن گیا؟

لمحہ مکریہ:

امام رازی نے احکام القرآن کے مصنف جناب جصاص پر جو تنقید کی۔ وہ اپنی جگہ درست لیکن اس بات پر دونوں متفق ہیں۔ کہ متعہ کچھ عرصہ جائز رہنے کے بعد ہمیشہ کے لیے حرام کر دیا گیا تھا۔ امام رازی نے آخری میں جو دلیل بھی ذرا اس پر بھی نظر پڑ جائے۔

فلو كانت هذه الآية دالة على انهما مشروعة

لم يكن ذلك قادحا في عرضنا۔

یہ آیت اگر اس بات پر دلالت کرتی ہو کہ متعہ جائز تھا۔ تو بھی ہمارے

عقیدہ میں اس سے کوئی اعتراض نہیں پڑے گا۔ کیونکہ اس کی اباحت منسوخ ہو چکی ہے۔

(تفسیر کبیر جلد ۱ ص ۵۳)

امام رازی اور امام جصاص کی تحریرات کے مطالعہ کے بعد ہر ذی فہم اس نتیجہ پر پہنچے گا۔ کہ ان دونوں بزرگوں کا ایت استمتاع سے مراد لینے میں اختلاف تو ہو سکتا ہے۔ لیکن جواز متعہ کے بعد اس کی حرمت میں کوئی اختلاف نہیں۔ لہذا جاڑوی ایندھنی کو ان دونوں بزرگوں سے مایوسی کے سوا کچھ نہ ملے گا۔ یہ جواز متعہ کا شائق اور وہ حرمت متعہ کے قائل۔

فاعتبروا یا اولی الابصار

دھوکہ

اور

کذب بیانیؑ

دعویٰ منسوخت ایت ؑ

جواز متعہ

اس بحث میں امام رازی رقمطراز ہیں۔ کہ متعہ کے سلسلہ میں قابل اعتماد بات یہ ہے۔ کہ ہم کھلے دل سے یہ تسلیم کر لیں۔ کہ متعہ ایک وقت مباح تھا۔ لیکن ہم کہتے ہیں کہ اب منسوخ ہو چکا ہے۔ اس کے بعد امام رازی نے بھی اپنے دعوے کے ثبوت

میں تین دلائل پیش کیے۔

۱۔ آیت متعہ کو ذاتِ احدت نے کُرتِ طلاق سے منسوخ کر دیا ہے یعنی سورۃ طلاق کی آیت اِیہا الذی اِذا طَلَقْتِ الْمَرْءَ فَطَلَقُوْهُ لَعَدَّ طَلَقٌ۔

اے نبی جب عورتوں کو طلاق دو تو طلاق کے بعد دوسرے نکاح کے لیے عدت کا انتظار کرو۔

اس آیت کے مطابق چونکہ میاں بیوی کی جدائی طلاق پر موقوف ہے۔ اور طلاق کے بعد عدت ہوتی ہے۔ اور متعہ میں نہ طلاق ہے نہ عدت۔ لہذا یہ آیت، آیت متعہ کی ناسخ ہے۔

لیکن امام رازی کی آنکھوں پر تعصب اور افراد نوازی کی دین پریشانی نہ ہوتی۔ انہوں نے لکھنے کو تو یہ لکھ دیا ہے۔ لیکن اس کا ثبوت کرنا ان کے لیے مشکل ہو جائے گا۔ متعہ میں بھی عدت ہوتی ہے۔ یہ علیحدہ بات ہے کہ متعہ کی عدت، عدت طلاق کا نصف ہوتی ہے۔ بہر صورت عدت ہوتی ہے۔ میاں اور بیوی میں جدائی کا ذریعہ صرف طلاق تو نہیں۔ اگر امام رازی فقہ میں جھانکیں۔ تو اسباب فسخ کی موجودگی میں جدائی بلا طلاق بھی ہوتی ہے۔ اور میاں بیوی دونوں فسخ نکاح کے اختیارات رکھتے ہیں۔ لہذا میاں بیوی کی جدائی طلاق میں منحصر نہیں۔ اس کے علاوہ آیت میں حکم طلاق ہے۔ یعنی ایسی صورتوں میں جب یہاں بیوی کی جدائی طلاق میں ذریعہ ہو گیا کہ دائمی نکاح میں ہوتا ہے۔ اس کا مقصد نہیں کہ ہر مقام پر میاں بیوی کی جدائی صرف طلاق پر موقوف ہے۔

۲۔ امام رازی کی دوسری دلیل یہ ہے کہ آیت متہ کی تائید آیت میراث ہے۔ چونکہ نکاح متہ میں میاں بیوی ایک دوسرے کے وارث نہیں ہوتے۔ اس لیے

حدیث نص قرآن کی ناسخ نہیں ہو سکتی خواہ اقسام حدیث میں سے کسی قسم کی حدیث ہی کیوں نہ ہو۔ کیونکہ حدیث کا مقام ظن کا ہوتا ہے۔ اور قرآن کی حیثیت یقین کی ہے اور کبھی بھی یقین کو ظن سے فروغ نہیں کیا جاسکتا۔

جواب :

میاں بیوی کی بدائی طلاق پر موقوف ہے۔ اور طلاق کے بعد عدت ہوتی ہے اور متعہ میں نہ طلاق نہ عدت ہوتی۔ آیت طلاق، آیت متعہ کی ناسخ ہوئی۔ امام رازیؒ کی پہلی دلیل جاڑوی نے مذکورہ الفاظ سے ذکر کی۔ لیکن امام صاحب کی تحریر سمجھنے کے لیے علم درکار ہے۔ جو اتفاق سے جاڑوی کے پاس نہیں۔

امام صاحب کا کہنا ہے۔ کہ نکاح کے احکام سے ایک حکم ”طلاق“ بھی ہے۔ اور یہ حکم ”متعہ“ میں موجود نہیں ہے۔ اب جبکہ اللہ تعالیٰ نے طلاق دینے کا حکم نازل فرمایا تو اس سے معلوم ہوا۔ کہ طلاق سے قبل مرد اور عورت کے درمیان ایسا تعلق ہونا چاہیئے۔ جو طلاق سے ختم ہو سکتا ہو۔ اور تعلق ”متعہ“ میں نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ متعہ کرنے والے مرد اور عورت دونوں کی بدائی کے لیے طلاق کے لیے طلاق کی ضرورت نہیں۔ اور آیت طلاق کے بعد عدت کا بھی ذکر ہے۔ یعنی طلاق کے بعد جب تک عورت عدت ختم نہ کرے۔ اسے دوبارہ کسی سے شادی کرنے کی اجازت نہیں۔ اور متعہ کے بعد عورت اسی وقت دوسرے سے متعہ کر سکتی ہے۔ اسے عدت کی کوئی ضرورت نہیں پڑتی۔ اس کی تائید کتب شیعہ سے ملاحظہ کیجئے۔

فروع کافی :

تَقُولُ يَا أَمَنَةُ اللَّهِ آمَنُ وَجَلَّ كَعْدَا وَكَعْدَا يَوْمًا يَكْذَا

وَكَذَٰلِكَ أَدْرَمَهُمَا فَإِذَا امْضَتْ يَلُوكَ الْإِيَّامُ كَانَ كَلَّا قُلْمًا فِي
شَرْطِلْمَا وَلَا عِدَّةَ لَهَا عَلَيْكَ۔

(فروع کافی جلد پنجم ص ۲۵۶ مطبوعہ
تہران جدید)

ترجمہ :

امام جعفر نے فرمایا۔ کہ جب تو متہ کرنا چاہیے۔ تو عورت سے یوں کہہ
اے اللہ کی بندی! میں تجھے اتنے دنوں کے لیے اتنے درہموں کے
بدلے زوجیت میں لانا چاہتا ہوں۔ پھر جب مقررہ دن گزر جائیں
تو اس کی طلاق دنوں اور روپوں کی شرطیں ہوگی۔ یعنی مقررہ دن
گزرنے اور معاوضہ دینے پر وہ نکاح طلاق دیئے بغیر خود بخود ختم ہو جائے
گا۔ اور اس عورت کی تجھ پر کوئی عدت نہیں۔

الاستبصار:

عن محمد بن مسلم عن ابی جعفر علیہ السلام فی
المتعة قال لیست من الاربع لاقلم لا تطلق ولا تترث
ولا تورث و انما هی متاجرة

(الاستبصار جلد سوم ص ۱۴۷ باب

ان دیجہ ز الجمع بین اکثر

من الاربع فی المتعة)

ترجمہ :

امام جعفر سے محمد بن مسلم راوی میں کہ امام نے متوکے بارے میں فرمایا

جس عورت سے متعہ کیا جاتا ہے۔ وہ ان چار عورتوں میں سے نہیں ہوتی جن کو بیک وقت نکاح میں رکھنا شرعاً جائز ہے۔ کیونکہ متعہ کی گئی عورت کو طلاق دے کر فارغ کرنے کی کوئی ضرورت نہیں۔ بلکہ وہ مقررہ میعاد گزرنے پر خود بخود کا دوسرے کے لیے فارغ ہو جاتی ہے اور وہ نہ کسی متعہ کرنے والے کی وارث ہو سکتی ہے۔ اور نہ ہی متعہ کرنے والا اس کا وارث ہوتا ہے۔ وہ تو ایک کرایہ پر لی گئی عورت ہوتی ہے۔

الاستبصار

عن عبید بن زرارۃ عن ابیہ عن ابی عبد اللہ علیہ السلام قال ذکر لہ المتعۃ اھی من الاربعۃ قال تزوج منہن الفا فانہن مستاجرات۔

(الاستبصار جلد سوم ص ۱۴۷)

ترجمہ:

زرارہ امام جعفر صادق سے روایت کرتا ہے۔ کہ ایک مرتبہ امام مرفوع کے ہاں متعہ کا ذکر ہوا۔ اور پوچھا گیا۔ کیا وہ عورت جس سے متعہ کیا جاتا ہے۔ وہ چار میں سے ہوتی ہے؟ فرمایا۔ تو بطور متعہ ایک ہزار عورت سے شادی کر لے۔ اس میں کوئی گناہ نہیں کیونکہ وہ تو کرایہ پر لی گئی عورتیں ہیں۔

لمحہ منکر یہ:

جو کچھ امام رازی رحمۃ اللہ علیہ نے نکاح اور متعہ کے درمیان فرق بیان فرمایا

تھا۔ وہی بعینہ امام جعفر صادق بھی بیان فرما رہے ہیں۔ اب جاڑوی کو وہی زبان اپنے امام کے بارے میں بھی استعمال کرنی چاہیئے۔ جو اس نے اس فرق پر امام رازی کے بارے میں استعمال کی ہے۔ ائمہ اہل بیت نے صراحت فرمادی کہ متعہ والی عورت کے لیے طلاق کی کوئی ضرورت نہیں۔ اسی لیے اس کے لیے عدت کی بھی ضرورت نہیں۔ وہ مقررہ وقت جس پر اس نے ہاں کی تھی۔ گزرنے پر وہ فارغ ہے۔ اور اب کسی نئے سے معاہدہ کرنے میں کوئی روکاوٹ نہیں۔ لہذا جب اللہ تعالیٰ نے یہ حکم دیا۔ کہ عورتوں کو طلاق دے کر فارغ کرو۔ اور ان کی عدت گزرنے پر دوسری جگہ ان کی شادی ہونی چاہیئے۔ تو معلوم ہوا۔ کہ اب وہ نکاح کو جس کے بعد فراغت کے لیے طلاق کی ضرورت نہ تھی۔ اور کسی دوسرے سے معاہدہ کرنے کے لیے عدت گزارنا بھی ضروری نہ تھا۔ وہ منسوخ ہو گیا۔ اسی نکاح کو معیادی نکاح یا متعہ کہتے ہیں۔ یہ تھا امام رازی کی تحریر کا مفہوم۔ جسے جاڑوی نے متمتع عورت کی طرح گھسیٹ کر اپنا مطلب پورا کرنے کی کوشش کی۔ اب امام رازی کی دوسری دلیل کی طرف آئیے۔

۲۔ آیت میراث، آیت متعہ کی ناسخ ہے۔ کیونکہ متعہ والی عورت متعہ کرنے والے مرد کی وارث نہیں ہوتی۔ اس پر جاڑوی نے تفتید کرتے ہوئے لکھا۔ کہ بڑی اپنے خاوند کی میراث نہیں پاتی۔ اگر محرومی وارث نسخ کی وجہ ہے۔ تو پھر اس سے نکاح دامی بھی منسوخ ہو گیا۔ کیونکہ دامی نکاح کے ہوتے ہوئے اگر عورت خاوند کو یا بالعکس قتل کر دیتے ہیں۔ تو ان میں توارث نہیں چلتا۔

یہاں بھی جاڑوی نے خود مغالطہ میں پھنسانے کی کوشش کی۔ بات دہل رہے۔ کہ چند اشیا عیسیٰ ہیں۔ جو مانع وراثت ہیں۔ اور وہ شیعہ سنی دونوں کے مابین متفق علیہ ہیں۔ مثلاً رقیہ (غلامی) قتل اور اختلاف دین۔ گویا زوجین

کے درمیان توارث معاملاً لازم ہے۔ مگر ان موانع اور عوارض میں سے اگر کوئی موجود ہو۔ تو زوجین کے مابین توارث نہیں رہے گا۔ لیکن نکاح متعہ ایسا معاہدہ ہے۔ کہ متعہ کرنے والا اور کرانے والی دونوں ان عوارض کے بغیر بھی ایک دوسرے کے وارث نہیں ہوتے۔ یعنی نکاح متعہ میں ایک دوسرے کا وارث ہونا یا وارث بننا "وامر لازم" نہیں ہے۔ تو جب اللہ تعالیٰ نے زوجین کے درمیان وراثت عاری کی۔ تو اس حکم سے ایسے میاں بیوی جو ایک دوسرے کے انتقال پر وارث نہ بنتے ہوں۔ یعنی یہ کہ خاوند مرنے والے تو اس کی بیوی کو اس کے مال متروکہ میں سے وراثت ملے گی۔ اور اگر بیوی مرنے والے تو اس کے ترکہ سے خاوند کو وراثت ملے گی۔

تو اس حکم سے ایسے میاں بیوی جو ایک دوسرے کے انتقال پر وارث نہ بنتے ہوں۔ ایسے رشتہ دار کو اللہ تعالیٰ نے مٹوا کر دیا۔ نکاح متعہ میں توارث "وامر لازم" نہیں۔ یہ اہل تشیع کو بھی تسلیم ہے۔ بلکہ ان کی ہی بات ہے

تہذیب الاحکام:

وَلَيْسَ يُحْتَاجُ إِلَى أَنْ يُشْتَرَطَ أَكْلًا لَا تَرِثُ لِأَنَّ مِنْ
مَشْرُوطِ الْمُتْعَةِ إِلَّا زَمَدًا أَنْ لَا يَكُونُ بَيْنَهُمَا
تَوَارِثٌ۔

(تہذیب الاحکام جلد ہفتم ص ۲۶۴)

ترجمہ:

اور نکاح متعہ کے وقت اس بات کی کوئی ضرورت نہیں۔ کہ متعہ کرنے والا عورت سے یہ شرط ٹھہرائے۔ کہ تو میری وارث نہیں ہو گی۔ کیونکہ متعہ کے لیے جو شرائط لازم ہیں۔ ان میں سے ایک یہ بھی ہے

کہ متعہ کرنے والے مرد اور متعہ کرانے والی عورت کے درمیان توارث نہیں ہوگا۔

الاستبصار:

لَا مِيرَاثَ بَيْنَهُمَا سَوَاءً أَشَرَّ طَلَقَتْهُ الْمِيرَاثُ أَوْ لَمْ
يُشَرَّ طَلَقَتْهُ مِنَ الْأَحْكَامِ اللَّازِمَةِ فِي الْمُتَعَةِ لَقَوْلِ
التَّوَارِثِ وَإِكْمَا يُحْتَاجُ ثَبُوتَ التَّوَارِثِ إِلَى شَرْطِ
(الاستبصار جلد سوم ص ۱۵۰)

ترجمہ:

متعہ کرنے والے مرد اور متعہ کرانے والی عورت کے درمیان وراثت کا حکم ہرگز نہ ہوگا۔ چاہے وہ میراث کی نفی بطور شرط رکھیں یا اس کی شرط نہ رکھیں۔ کیونکہ متعہ کے احکام لازمہ میں سے ایک حکم یہ بھی ہے کہ اس میں توارث نہیں ہوتا۔ اور یہ یقیناً ثبوت توارث، شرط کا محتاج ہے۔

مذکورہ دونوں حوالہ جات سے ثابت ہوا کہ متعہ میں ”توارث“ ہرگز نہیں ہوتا۔ اور یہ ہی نکاح متعہ میں اصل ہے۔ یعنی اگر کسی نے نکاح متعہ کہا۔ اور بوقت نکاح باہم توارث نہ ہونے کی کوئی بات نہ کی۔ تو یہ بات از خود موجود ہوگی۔ اور ان میں سے ایک دوسرے کا کوئی بھی وارث نہیں ہوگا۔ ہاں اگر یہ شرط باندھ لیں۔ کہ ہم نکاح متعہ اس شرط پر کرتے ہیں۔ کہ ہم دونوں میں سے مدت مقررہ میں جو مر گیا اس کا زندہ رہنے والا وارث ہوگا۔ تو اس صورت میں وراثت چل سکتی ہے۔ لیکن اس کے برخلاف نکاح دائمی میں میاں بیوی توارث کی شرط لگائیں یا نہ لگائیں۔ وہ

اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق ایک دوسرے کے وارث ہوں گے۔ لہذا آیت میراث نے ایسے نکاح کو کہ جس میں عدم توارث بطور شرم لازم ہو۔ اس کو مفسوخ کر دیا۔ یعنی نکاح متعہ کو مفسوخ کر دیا۔ اب وہی نکاح جائز رہ گیا۔ جس میں باہم وراثت ہو۔ اور وہ نکاح دائمی ہی ہے۔

جہاں تک توارث زوجین کا ”امر لازم“ ہونے کا معاملہ ہے۔ وہ ہم نے بیان کر دیا۔ اب اس ”امر لازم“ کے موانع اور عوارض کہ جن میں سے کسی ایک کی موجودگی میں توارث ختم ہو جاتا ہے۔ ان میں رقی، کفر اور قتل بھی ہیں۔ جن کو اہل تشیع بھی تسلیم کرتے ہیں۔ حوالہ ملاحظہ ہو۔

المبسوط:

يَمْنَعُ مِنَ الْوَرَاثَةِ ثَلَاثَةُ أَشْيَاءَ الْكُفْرُ وَالرِّقُّ
وَالْقَتْلُ۔

(المبسوط جلد چہارم ص ۷۹)

ترجمہ:

وراثت سے تین باتیں محروم کر دیتی ہیں۔ کفر۔ رقی اور قتل۔

نوٹ:-

جاڑوی نے جن تین کو باعث تنقید بنایا ہے۔ اور امام رازی کی دلیل کو کمزور کرنے کی کوشش کی ہے۔ اس کا ایک عمدہ جواب علامہ جصاص نے یہ دیا ہے۔

احکام القرآن

فَإِنْ قِيلَ عَلَى مَا ذَكَرْنَا مِنْ نَفْيِ النَّسَبِ وَالْعِدَّةِ
وَالْمِيرَاثِ كَيْسَ إِنْتِفَاءُ هَذِهِ الْأَحْكَامِ بِمَنْعٍ
مِنْ أَنْ تَكُونَ نِكَاحًا لِأَنَّ الصَّغِيرَ لَا يُلْحَقُ
بِهِ نَسَبًا وَيَكُونُ نِكَاحُهُ صَحِيحًا وَالْعَبْدُ
لَا يَرِثُ وَالْمُسْلِمُ لَا يَرِثُ الْكَافِرَ وَلَمْ يُخْرِجْهُ
إِنْتِفَاءُ هَذِهِ الْأَحْكَامِ مِنْ أَنْ يَكُونَ نِكَاحًا
قِيلَ لَكِنَّ نِكَاحَ الصَّغِيرِ قَدْ تَعَلَّقَ بِهِ
ثُبُوتُ النَّسَبِ إِذَا صَارَ مِمَّنْ يَسْتَفْرِشُ
وَيَحْتَمِلُ وَأَنْتَ لَا تُلْحَقُ نَسَبًا وَلَكِنْ
مَعَ الْوَلِيِّ الَّذِي يَجُوزُ أَنْ يُلْحَقَ بِهِ النَّسَبُ
فِي النِّكَاحِ وَالْعَبْدُ وَالْكَافِرُ أَيْضًا لَمْ يَرِثَا
لِلرَّقِّ وَالْكُفْرِ وَمَا يَمْنَعَانِ الشَّوَارِثُ
بَيْنَهُمَا وَذَلِكَ غَيْرُ مُوجُودٍ فِي الْمُتَمَّةِ
لِأَنَّ كُلَّ وَاحِدٍ مَقْتَضِيهِمَا مِنْ أَهْلِ الْمِيرَاثِ مِنْ
مَسَاحِيهِ فَإِذَا لَمْ يَكُنْ بَيْنَهُمَا مَا يَقْطَعُ
الْمِيرَاثَ ثُمَّ لَمْ يَرِثْ مَعَ وَجُودِ الْمُتَمَّةِ
عَلِمْنَا أَنَّ الْمُتَمَّةَ لَيْسَتْ بِنِكَاحٍ لِأَنَّهَا لَوْ كَانَتْ
نِكَاحًا لَا وَجِبَتْ الْمِيرَاثُ مَعَ وَجُودِ سَبَبِهِ

مِنْ غَيْرِ مَاعٍ تَهُ مِنْ قَبْلِهِمَا -

(احکام القرآن جلد دوم ص ۵۰ مطبوعہ)

ہیمل اکیڈمی لاہور)

ترجمہ:

اگر اعتراض کیا جائے کہ جو تم نے نسب، عدۃ اور میراث کی نفی ذکر کی ہے۔ ان احکام کا انتظار اپنی جگہ لیکن ان کے اتقاد سے یہ لازم نہیں آتا کہ نکاح ہی منتفی ہو جائے۔ (یعنی نکاح موجود ہوتے ہوئے بھی نسب، عدۃ اور میراث کی نفی ہو سکتی ہے۔ لہذا متنعہ میں اگرچہ نسب نہیں، عدت کی ضرورت نہیں اور وراثت نہیں ملتی۔ لیکن اس کے باوجود نکاح متنعہ ”نکاح“ رہتا ہے) دیکھئے کہ نابالغ بچہ جب اس کی شادی ہو جائے۔ تو اس کی بیوی کے ہاں بچہ بچہ پیدا ہونے پر اس نابالغ خاوند سے نسب ثابت نہیں ہوتا۔ اور اس کا نکاح بہر حال صحیح ہے۔ اور غلام وارث نہیں ہوتا۔ (لیکن وہ بھی اگر مولیٰ کی اجازت سے کسی عورت سے نکاح کرے۔ تو نکاح درست ہے) اور اسی طرح مسلمان بھی اپنے کافر عزیز کا وارث نہیں ہوتا۔ (لیکن مسلمان کا نکاح درست اور صحیح ہے) تو نسب، میراث اور عدت کی نفی سے یہ لازم نہیں آتا۔ کہ اصل نکاح ہی ختم ہو جائے۔

اس اعتراض کے جواب میں کہا جائے گا۔ کہ چھوٹے نابالغ خاوند کے نکاح سے اس کی بیوی کے ہاں پیدا ہونے والے بچے کا اس سے نسب ثابت ہوتا ہے اور یہ اس وقت کہ وہ چھوٹا خاوند ایسا ہو کہ وہ اپنی بیوی سے ہم بستری کر سکتا ہو لیکن اسے معترض تو نکاح متنعہ میں باوجود اس کے کہ متنعہ کر کے کرائے والے دوتوں

اس قابل ہیں۔ کہ اگر وہ نکاح صحیح کے بعد وطی کرتے تو ان کا نسب ثابت ہوتا۔ لیکن متعہ میں وطی کرنے پر تو نسب کا بالکل انکار کرتا ہے۔ لہذا صغیر پر اسے قیاس کرنا درست نہیں۔ کیونکہ اگر وہ وطی کے قابل ہو تو پھر نسب کی نفی نہیں ہوگی اور غلام و کافر اس لیے وارث نہیں ہوتے۔ کیونکہ ان میں سے ایک میں رقیقیت اور دوسرے میں کفر ہے۔ اور یہ دونوں اوصاف وراثت کے مانع ہیں۔ لیکن متعہ میں یہ دونوں موجود نہ ہونے کے باوجود پھر ان دونوں میں تو ارث کیوں نہیں؟ حالانکہ متعہ کرنے والے دونوں ایک دوسرے کے وارث بننے کے اہل ہیں۔ لہذا جب ان دونوں کے درمیان ایسی کوئی بات نہیں جو وراثت کو روکے۔ لیکن اس کے باوجود وہ وارث نہ بنیں۔ تو معلوم ہوا کہ ان کے مابین اس کی وجہ سے تو ارث واجب ہو جاتا۔ جبکہ متعہ کرنے والے دونوں افراد میں سبب وراثت موجود ہیں۔ اور کوئی مانع بھی ان کی طرف سے موجود نہیں ہے۔

۳۔ آیت متعہ کی ناسخ حدیث ہے۔ اور کوئی حدیث شیعہ سنی دونوں کے نزدیک قرآن کی ناسخ نہیں بن سکتی۔

آیت متعہ کی تفسیر اگرچہ خود آیات سے ہے۔ جس کی تفصیل گزشتہ اوراق میں ہم پیش کر چکے ہیں۔ یہاں جاڑوی کے فریب اور محکو کو ہم واضح کرتے ہیں۔ کہ اس کا یہ دعویٰ کرنا کہ کوئی حدیث بالاتفاق قرآن کی ناسخ نہیں ہو سکتی۔ یہ دعویٰ نہ صرف دھوکہ اور فریب دینے کے لیے ہے بلکہ اس سے جاڑوی کے اصول فقہ سے لاعلمیت بھی ٹپک رہی ہے۔ کم از کم اپنے مذہب کی اصول فقہ کی کتب کو دیکھ لیا ہوتا۔ آئیے دونوں مکتبہ فکر کی کتب سے حوالہ جات دیکھیں۔ کہ حدیث، ناسخ قرآن ہو سکتی ہے یا نہیں۔

حسامی:

إِنَّمَا يَجُوزُ النَّسْخُ بِالْكِتَابِ وَالسُّنَّةِ وَيَجُوزُ
نَسْخُ أَحَدِهِمَا بِالْآخَرِ

(حسامی ص ۸۹ بحث سنت)

ترجمہ:

”نسخ“ قرآن کریم اور سنت نبوی سے جائز ہے۔ اور ان دونوں میں
سے ہر ایک کا دوسرے سے نسخ بھی جائز ہے۔

معالم الاصول:

نَسَخَ الْكِتَابَ بِالسُّنَّةِ الْمُتَوَاتِرَةِ وَهِيَ بِهِ وَلَا
تَعْرِفُ فِيهِ مِنَ الْأَصْحَابِ مُخَالَفًا

(معالم الاصول ص ۳۹۳)

ترجمہ:

کتاب اللہ کا نسخ سنت متواترہ اور سنت متواترہ کا نسخ کتاب اللہ
سے ہو سکتا ہے۔ ہم اس بارے میں اپنے اصحاب میں سے کسی کی
مخالفت نہیں جانتے۔

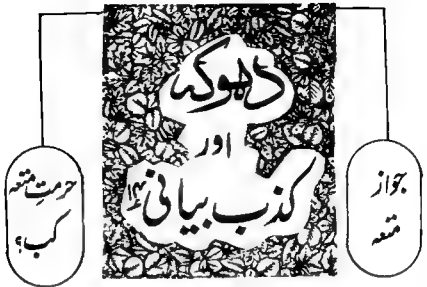
شرح:

نیز جائز است نسخ سنت متواترہ بمثل خود نسخ حکم کربستفا و شود از
از خبر واحد بمثل خود نسخ کتاب بسبب سنت متواترہ و نسخ سنت متواترہ۔

بسبب کتاب۔ یعنی سنت متواترہ کا نسخ اور خبر واحد کا حکم خبر واحد کے حکم سے منسوخ ہو سکتا ہے۔ اور کتاب اللہ کا نسخ سنت متواترہ سے اور سنت متواترہ کا نسخ کتاب اللہ سے ہو سکتا ہے۔

ان تصریحات سے بالاتفاق یہ ثابت ہوا۔ کہ قرآن کریم کے کسی حکم کو سنت متواترہ سے منسوخ کیا جاسکتا ہے۔ اس تصریح کے باوجود جاڑوی نے دعویٰ کر ڈالا کہ قرآن کریم کے کسی حکم کی تفسیح حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی کسی حدیث سے بھی نہیں ہو سکتی۔ جہاں کا یہ عالم ہے۔ کہ اپنے مسلک کی کتب اصول کی بھی چھان بین نہ کی۔ یا عوام کو دھوکہ دینے کی غرض سے امام جعفر صادق کے قول پر عمل کیا۔ بقول اہل تشیع امام نے فرمایا۔ کہ جس نے ہماری کوئی بات ظاہر کی۔ اس نے ہمیں عذاب قتل کر دیا۔ حالانکہ اسی امام ایک جگہ یہ بھی فرمایا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے کہ جس نے جان بوجہ کہ ایک جھوٹ بولا۔ اس کے نامہ اعمال میں ستر زنا کا گناہ لکھا جاتا ہے۔ جس میں کم درجہ وہ زنا ہے جو اپنی والدہ سے کیا جائے۔

(مکمل مفتی الامام جلد اول ص ۵۴۵)



محترم قارئین آپ نے یہ تو دیکھ لیا ہے کہ جواز متعہ کے خلاف نہ تو قرآن کریم سے کوئی آیت مل سکی ہے۔ اور نہ ہی حدیث نبویہ میں سے کوئی حدیث دستیاب ہوئی ہے۔ اب آئیے اور کتب امارت سے جواز متعہ کے خلاف حکم اول کی تلاش کریں۔ کہ متعہ کو کب ناجائز کیا گیا؟ کیوں ناجائز کیا گیا۔ اور کس نے حلالی محمد کو حرام کرنے کی جسارت کی؟ لیجئے یہ سنن یہ سنی ہے جلد ۱ (ص ۲۰۶)

سنن بیہقی

قَالَ أَبُو نَضْرَةَ قُلْتُ لِجَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ عَنْهُ
إِنَّ ابْنَ الزُّبَيْرِ يَنْهَى عَنِ الْمُتْعَةِ وَإِنَّ ابْنَ عَبَّاسٍ
يَأْمُرُ بِهِ قَالَ عَلَى يَدَيَّ جَبْرِ بْنِ الْحَدِيثِ تَعْتَمِدُنَا
مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَعَ ابْنِ
بَكْرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ عَنْهُ فَلَمَّا وَدَّيْ عُمَرَ خَطَبَ النَّاسَ

فَقَالَ إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
هَذَا الرَّسُولُ وَإِنَّ الْقُرْآنَ هَذَا الْقُرْآنُ وَإِنَّمَا كَاتِبَاتُ
مُتَّعَتَانِ عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللَّهِ وَأَنَا أَنْهَى عَنْهُمَا
وَأُعَاقِبُ عَلَيْهِمَا أَحَدُهُمَا مُتَّعَةُ النِّسَاءِ وَلَا
أَقْدِرُ عَلَى رَجُلٍ تَزَوَّجَ الْمَرْأَةَ إِلَى أَجَلٍ إِلَّا
عَيَّبْتُه بِالْحِمَارِ وَالْأُخْرَى مُنْعَةُ الْحَجِّ.

ترجمہ:

ابو انس کہتا ہے کہ میں نے جابر سے عرض کیا کہ ابن زبیر متعہ سے
منع کرتا ہے۔ اور ابن عباس متعہ کا حکم دیتا ہے۔ جابر نے کہا میری
ہی زبان سے حدیث نکلی ہوئی ہے۔ ہم نے سرور کونین اور ابو بکر
کے زمانہ میں متعہ کیا۔ جب عمر حکمران بنا تو اس نے خطبہ دیا اور کہا کہ
رسول اللہ بہر طور رسول اللہ تھے ماورق قرآن بھی بہر طور قرآن ہے۔ البتہ
زمانہ رسول اللہ میں دو متعے تھے۔ اور میں ان سے روکتا ہوں۔ اور ان
پر خزاووں کا۔ ایک متعہ النساء ہے۔ میں نے جس شخص کو بھی میعاد
نکاح کرتے ہوئے دیکھا اسے پتھروں میں دبا دوں گا۔ اور دوسرے
متعہ الحج ہے۔

۲ احکام القرآن:

باسنادہ الی ابی فضرة۔

يَقُولُ إِنَّ ابْنَ عَبَّاسٍ يَأْمُرُ بِالْمُتَّعَةِ وَكَانَ ابْنُ

الرَّبُّ بِمِرْيَتِهِ عَنْهَا قَالَ حَدَّثْتُكَ ذَلِكَ لِيَجَابِرَ
ابْنُ عَبْدِ اللَّهِ فَقَالَ عَلَى يَدَيَّ دَارَ الْحَدِيثِ تَمَعْنَا
مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَقْنَا قَامَ
عُمَرُ قَالَ إِنَّ اللَّهَ كَانَ يُحِلُّ لِرَسُولِهِ مَا شَاءَ
بِمَا شَاءَ فَأَتَانَا النِّحَجَ وَالْعُمَرَةَ كَمَا أَمَرَ اللَّهُ
وَأَنْتَهُمَا عَنْ نِكَاحِ هَذِهِ النِّسَاءِ لَا أُوتِي بِرَجُلٍ
نَكَحَ امْرَأَةً إِلَى آجِلٍ إِلَّا رَجَمْتُهُ -

(احکام القرآن جلد دوم ص ۱۷۹)

ترجمہ:

اپنے سلسلہ سند کے ذریعہ ابو نصرہ نے نقل کیا ہے۔ کہ ابن عباس متہ
کا حکم دیتے تھے۔ اور ابن زبیر متہ سے منع کرتے تھے۔ ابو نصرہ کہتا ہے
کہ میں نے جابر سے اس کا تذکرہ کیا تو جابر نے کہا کہ میرے ہی ہاتھوں
پر حدیث آگے بڑھی ہے۔ ہم نے سرور کونین کے زمانہ میں متہ کیا جب
عمر حکم ان بنا تو اس نے کہا کہ اللہ اپنے رسول کے لیے جو چاہتا تھا
کر دیتا تھا۔ اب حج اور عمرہ تو حکم خدا کے مطابق پورا کرو۔ لیکن عورتوں کے
میں عادی نکاح سے باز آ جاؤ سمجھا اگر کسی ایسے مرد کی اطلاع ملی جس نے میاوی
نکاح کیا۔ تو میں اسے سنگسار کر دوں گا۔

۳۔ براۓہ المجتہد

فَقَتَلَ ابْنُ رَشْدٍ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ
وَعُمَيْرُ بْنُ دِينَارٍ عَنْ عَطَاءٍ قَالَ سَمِعْتُ

جَابِرُ ابْنِ عَبْدِ اللَّهِ يَقُولُ تَمَتَّعْنَا عَلَى عَهْدِ
رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَيُّ بَكْرٍ
وَفَضْلًا مِمَّنْ خِلَافَتُهُ عُمَرُ ثُمَّ نَهَى عَنْهَا
عُمَرُ النَّاسَ -

(برایۃ المحدث جلد دوم ص ۵۸)

ترجمہ:

ابن رشد ابن جریج عمرو بن دینار سے اور عمرو بن دینار عطارد سے نقل کرتا
ہے کہ میں نے جابر سے سنا کہ ہم نے زمانہ سرور کو نین زمانہ ابوبکر
اور خلافت عمر کے نصف دور تک متعہ کیا۔ پھر عمر نے لوگوں کو متعہ سے
منع کر دیا۔

۴۴۔ مسلم:

عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ

قَالَ قَالَ لِحَايِرِ ابْنِ عَبْدِ اللَّهِ كُنَّا نَسْتَمِعُ بِالْقَبْضَةِ
مِنَ الثَّمَرِ وَالذَّقِيقِ إِلَى آتِيَامٍ عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللَّهِ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَيُّ بَكْرٍ حَتَّى نَهَى عَنْهُ عُمَرُ
فِي نِسَائِنِ عُمَرَ وَابْنِ حُرَيْثٍ -

مسلم جلد چہارم ص ۱۸ تا ۱۹ مطبوعہ مکتبہ
شعیب برنس روڈ کراچی (۱)

ترجمہ:

ابوزبیر سے مروی ہے کہ جابر نے کہا کہ زمانہ ابوبکر اور سرور کو نین میں

کچھ روادر آنا کی ایک مٹھی کے عوض متہ کیا کرتے تھے۔ حتیٰ کہ عمر و ابن عدیث کے واقعہ کے بعد عمر نے متہ سے روک دیا۔

۵۔ مسند احمد ضعیف

عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخُصَّيْنِ قَالَ تَزَلَّتْ
آيَةُ الْمُتْعَةِ فِي كِتَابِ اللَّهِ تَبَارَكَ وَتَعَالَى بِعَمَلِنَا
بِهَا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ فَتَنَزَّلَ آيَةُ تَنْسِيخِهَا وَلَمْ
يَنْتَ عَنْهَا النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتَّى مَاتَ.

(مسند احمد ضعیف جلد چہارم ص ۲۳۶)

ترجمہ :

عمران بن حصین سے منقول ہے کہ جب کتاب خدا میں آیت متہ نازل ہوئی۔ تو ہم نے سرور کونین کے ساتھ متہ کیا۔ اور پھر کوئی ایسی آیت نازل نہ ہوئی جو متہ کو منسوخ کر دیتی اور نہ ہی سرور کونین نے اپنی زندگی کے آخری لمحہ تک منع فرمایا۔

۶۔ تفسیر کبیر

فِي حَدِيثٍ صَحِيحٍ الْإِسْنَادِ أَخْرَجَهُ
الطَّبْرِيُّ عَنِ الْحَكَمِ قَالَ قَالَ عَلِيُّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ
لَوْ أَنَّ عُمَرَ نَهَى الْمُتْعَةَ مَا زِلْنَا إِلَّا شَقِيقًا.

(تفسیر ابن کثیر جلد پنجم ص ۱۵)

ترجمہ:

ایک ایسی حدیث میں جس کا سند صحیح ہے۔ طبری نے حکم سے نقل کیا ہے کہ حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا۔ اگر عمر متہ سے منع نہ کرتا تو کوئی بد نصیب ہی زنا کرتا۔

۷۔ درغشور

عَنْ عَبْدِ الرَّزَّاقِ وَأَبْنِ الْمُنْذِرِ عَنْ
عَطَاءٍ قَالَ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ يَرْحَمُ اللَّهُ عُمَرَ مَا كَانَتْ
الْمُنْعَةُ إِلَّا رَحْمَةً مِنَ اللَّهِ رَجِعَ بِهَا أُمَةُ مُحَمَّدٍ
لَوْلَا نَهْيُهَا مَا اخْتَبَجَ إِلَى الزَّيْنَا إِلَّا مَشَقَى

(درغشور جلد دوم ص ۱۴۱)

ترجمہ:

عبدالرزاق اور ابن منذر عطاء سے روایت کرتے ہیں کہ ابن عباس نے کہا اللہ عمر پر رحم کرے۔ منع امت محمد کے لیے ایک نعمت تھا۔ اگر عمر کی روکاوٹ نہ ہوتی۔ تو کوئی بد بخت ہی زنا کرتا۔

۸۔ عمدۃ القاری

عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ
وَجَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ قَالَا تَمَتَّعْنَا إِلَى نِصْفِ مَنْ
خِلَافَةِ عُمَرَ حَتَّى تَهَيَّأَ عُمَرُ النَّاسَ

(عمدة القاری یعنی جلد دوم ص ۲۱۰)

ترجمہ:

ابوسعید خدری اور جابر کہتے ہیں کہ ہم نے عمر کے نصف زمانہ حکومت تک
متعہ کیا۔ حتیٰ کہ عمر نے لوگوں کو متعہ سے روک دیا۔

۹۔ تفسیر کبیر

صَحَّ عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخُصَّيْنِ قَالَ
إِنَّ اللَّهَ أَنْزَلَ فِي الْمُتْعَةِ آيَةً وَمَنْسَخَهَا بِآيَةٍ
أُخْرَى وَأَمَرَنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
وَمَا نَهَانَا عَنْهَا شَرًّا قَالَ رَجُلٌ بِرَأْيِهِ .

(تفسیر کبیر جلد ۱ ص ۵۳)

ترجمہ:

عمر بن حصین کی روایت صحیحہ میں ہے کہ ذاتِ اہدیت نے متعہ کے بارے
میں آیت نازل کی۔ اور پھر اُسے کسی دوسری آیت سے منسوخ نہیں کیا۔ اور
ہمیں سرورِ کونین نے اجازت دی۔ اور منع نہ فرمایا۔ پھر ایک فرد نے اپنی
مرضی کا حکم دے دیا۔

امام فخر الدین رازی نے تفسیر کبیر جلد ۱ ص ۵۳ و تفسیر فی تفسیر الساری جلد ۲
ص ۱۶۹ اور ابن حجر نے فتح الباری ص ۳۳۹ میں بھی یہی لکھا ہے۔ بطورِ نمونہ یہ چند ایک
احادیث لکھ دی ہیں۔ جن میں متعہ سے منع کرنے والے صرف حضرت عمر ہیں۔ نہ تو
ذاتِ اہدیت نے متعہ منسوخ کیا۔ اور نہ ہی سرورِ کونین نے اس سے منع فرمایا ہے۔ یہ
بھی آپ دیکھ چکے ہیں۔ کہ حضرت عمر کے باوجود حضرت علی علیہ السلام
عبداللہ بن عباس، جابر بن عبداللہ انصاری ابوسعید خدری اور عمران بن حصین نے جوازِ متعہ

کی تصریح کی ہے۔ اور یہ بھی آپ دیکھ چکے۔ کہ حضرت عمرؓ بھی اعتراض کرتے ہیں۔ کہ منہ قرآن میں بھی ہے۔ اور سرور کونین کے زمانہ میں بھی تھا۔ لیکن اب میں اسے حرام کرتا ہوں (جواز متعص ۳۸ تا ۵۲)

جواب :

مذکورہ نو عدد روایات تعداد میں قویٰ ہی ہیں۔ لیکن ان میں جو متصد بیان ہوا ہے اُسے ہم تین حصوں میں تقسیم کرتے ہیں۔ پہلے حصہ میں روایت نمبر ۲۱ دوسرا حصہ میں ۲۱، ۲۲، ۲۳ اور تیسرے حصہ میں ۵۔ اور ۹ ہوں گی۔ ترتیب وار ان پر بحث ملانے فرمائیے۔

روایت نمبر ایک اور دو۔ سنن بیہقی میں روایت اولیٰ کی سند میں ایک راوی جن کا نام قتادہ ہے۔ سنت مجروح بحوالہ یہ ہے۔

تہذیب التہذیب

وَقَالَ حَنْظَلَةُ بْنُ أَبِي سُفْيَانَ كَانَ طَاوُسٌ يَقْرَأُ مِنْ
قَتَادَةَ وَكَانَ قَتَادَةُ يَرْمِي بِالْقَدْرِ وَقَالَ جَرِيرٌ
عَنْ مُغِيرَةَ عَنِ الشَّعْبِيِّ قَالَ قَتَادَةُ حَاطَبُ الْكَلِيلِ .

(تہذیب التہذیب جلد ۵ ص ۳۵۳)

ترجمہ :

حنظلہ بن ابی سفیان نے کہا۔ کہ طائوس، قتادہ سے روایت کرنے میں بھاگتا تھا۔ اور قتادہ ”پر فرقہ قدریہ“ میں سے ہونے کا الزام بھی ہے۔ جریر نے مغیرہ اور انہوں نے شعبی سے بیان کیا۔ کہ قتادہ حاطب الکلیل تھا۔ (یعنی جو ہاتھ لگے۔ اُسے لے لینے والا تھا)

اسی طرح روایت مذکورہ کا آخری راوی محمد بن عبد اللہ ہے۔ اور اس پر شیعیت کا الزام ہے۔ صاحب میزان نے لکھا ہے۔

میزان الاعتدال

مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ التَّيْسَابُورِيُّ الْحَاكِمُ أَبُو عَبْدِ اللَّهِ
صَاحِبُ التَّصَانِيفِ إِمَامٌ صُدُوقٌ لِكُنْهَ يُصَحِّحُ
فِي مُسْتَدْرِكِهِ أَحَادِيثَ سَاقِطَةً وَيَقْصُرُ مِنْ ذَلِكَ
فَمَا أَدْرَى الْخِيعَةَ عَلَيْهِ مَا هُوَ لِمَنْ يَجْهَلُ ذَلِكَ
وَإِنْ عَلِمَ فَهَذِهِ خِيَانَةٌ عَظِيمَةٌ ثُمَّ هُوَ شَيْعِيٌّ
مَشْهُوبٌ بِذَلِكَ مِنْ غَيْرِ تَعَرُّفٍ لِلشَّيْخَيْنِ وَ
قَدْ قَالَ ابْنُ الطَّاهِرِ سَأَلْتُ أَبَا إِسْمَاعِيلَ عَبْدَ اللَّهِ
الْأَنْصَارِيَّ عَنِ الْحَاكِمِ أَبِي عَبْدِ اللَّهِ فَقَالَ
إِمَامٌ فِي الْحَدِيثِ رَافِضِيٌّ حَيْثُ قُلْتُ اللَّهُ يُحِبُّ
الْإِنْصَافَ مِنَ الرَّجُلِ بِرَافِضِيٍّ بَلَى شَيْعِيٌّ فَقَطَّ

(میزان الاعتدال جلد سوم ص ۸۵ تذکرہ)

محمد بن عبد اللہ مطہر مصر قدیم)

(۲۔ لسان المیزان جلد ۵ ص ۲۳۳)

ترجمہ :-

محمد بن عبد اللہ کم نیشا پوری بہت سی تصانیف کا مصنف ہے۔ اور
امام صدوق ہے۔ لیکن اس نے مستدرک میں بہت سی ایسی احادیث
کو صحیح حدیث کے طور پر پیش کیا ہے۔ حالانکہ وہ ساقط میں اور وہ

دربہ صحت تک نہیں پہنچتیں۔ پس میں نہیں جانتا کہ یہ بات اس پر کس طرح مخفی رہی۔ کیونکہ وہ ایسی باتوں سے جاہل نہیں ہو سکتا۔ اور اگر اسے ان احادیث کے ساقط ہونے کا علم تھا۔ اور اس کے باوجود اس نے انہیں صحیح بنا دیا۔ تو یہ بہت بڑی خیانت ہے۔ پھر وہ شیعہ ہونے میں بھی مشہور ہے۔ اگرچہ شیخین پر اعتراض نہیں کرتا۔ ابی طاہر نے کہا۔ کہ میں نے ابراہیم بن اسماعیل عبداللہ انصاری سے حاکم کے بارے میں پوچھا۔ تو انہوں نے کہا۔ حدیث میں امام تھا۔ رافضی خبیث تھا۔ میں کہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ انصاف کو پسند فرماتا ہے۔ وہ یعنی حاکم رافضی نہیں بلکہ فقط شیعیں تھا۔

لسان المیزان

اِنَّهُ ذَكَرَ جَمَاعَةً فِي كِتَابِ الصُّعْفَاءِ لَهُ وَقَطَعَ
بِتَرْكِ الرِّوَايَةِ عَنْهُمْ وَمَنْعَ مِنَ الْاِخْتِجَاجِ
بِهِمْ اَخْرَجَ اَحَادِيثًا بَعْضُهُمْ فِي مُسْتَدْرِكِهِ
وَصَحَّحَهَا مِنْ ذَلِكَ اِنَّهُ اَخْرَجَ حَدِيثًا
لِعَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ زَيْدِ بْنِ اَسْلَمَ وَكَانَ قَدْ
ذَكَرَهُ فِي الصُّعْفَاءِ فَقَالَ اِنَّهُ رَوَى عَنْ اَبِيهِ
اَحَادِيثَ مَوْضُوعَةٍ لَا تَخْفَى عَلَى مَنْ تَامَلَهَا
مِنْ اَهْلِ الصَّنْعَةِ اَنَّ الْحَمَلَ فِيهَا عَلَيْهِ .

(لسان المیزان جلد پنجم ص ۲۳۳)

ترجمہ:

حاکم نے ایک جماعت کا اپنی کتاب الصغافہ میں ذکر کیا۔ اور لکھا کہ ان کی روایت کو ہرگز نہ لیا جائے۔ اور ان کی روایت کو حجت نہ بنایا جائے۔ اور انہی لوگوں کا حاکم نے اپنی دوسری تصنیف مستدرک میں ذکر کیا۔ اور ان کی روایات کی تصحیح کی۔ ان میں سے بطور نمونہ ایک یہ ہے کہ ایک روایت عبدالرحمن بن زید بن اسلم کی ذکر کی۔ حالانکہ اس کا ذکر ضعیف راویوں میں بھی حاکم نے کیا ہے۔ وہاں لکھا کہ یہ عبدالرحمن اپنے باپ سے احادیث موضوعہ کی روایت کرتا ہے۔ اور یہ طریقہ الحاکم کا ہر اس شخص پر واضح ہے۔ جو اس فن کو جانتا ہے۔ اس بنا پر اس سے اعتماد اٹھ جاتا ہے۔

المستدرک

قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
لِعُبَادَةَ بْنِ أَبِي طَالِبٍ لِعَمْرِو بْنِ عَبْدِ وَدٍّ
يَوْمَ الْخَنْدَقِ أَفْضَلُ مِنْ أَعْمَالِ أُمَّتِي إِلَى
يَوْمِ الْيَعْلَامَةِ۔

۱) المستدرک ص ۲۲ کتاب المغازی جلد ۲
مطبوعہ دکن حیدرآباد

ترجمہ:

حضرت علیؑ نے فرمایا کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے غزوہ خندق میں جو مقابلہ کیا۔ وہ ماقیامت تمام امت کے اعمال سے افضل ہے۔

خوٹ:

اس روایت کی تحقیق میں علامہ ذہبی نے لکھا قُلْتُ سَمِعْتُ اللَّهَ رَافِضِيًّا اِقْتَرَاهُ۔
ترجمہ: اللہ تعالیٰ اس کا برا کرے۔ اس رافضی نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر افتراء
باندھا۔

اہل سنت اگرچہ حاکم صاحب مستدرک کو احادیث میں عموماً قابل اعتبار سمجھتے
ہیں لیکن رافضی شیعہ ہونے کی بنا پر ایسی احادیث و روایات کے بارے میں جن کا تعلق
عقائد کے ساتھ ہو ممانعت ہے، اس کی بات ناقابل اعتبار ہوتی ہے۔ اور عقیدہ کے خبط
کے علاوہ فہم حدیث و روایت میں بھی اس کی بے اعتدالی بیان کی گئی کہ ایک جگہ
ایک شخص کو ضعیف کہہ دیتا ہے۔ اور دوسری جگہ اسی کی روایت کو دروایت صحیحہ کا
درجہ دے دیتا ہے۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے غزوہ خندق میں عمرو کو قتل
کیا۔ یہ تسلیم کہ عمرو ایک بے دین اور پکا کافر تھا۔ لیکن اس کی اہمیت اور کفر میں مقام وہ نہ
تھا۔ جو ابو جہل کا تھا۔ اسی لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے اپنی امت کا فرعون کہا۔ اور
اس کے واصل جہنم ہونے پر آپ نے سجدہ شکوہ بھی ادا کیا تھا۔ لیکن عمرو مذکور کے قتل پر
آپ نے اس قدر خوشی نہ منائی۔ کیونکہ اس کی کفار میں کوئی وقعت نہ تھی۔ کوئی سردری
نہ تھی۔ اب ایک ایسے شخص کو قتل کرنے پر یہ عمل بے مثل ہو جائے۔ تو پھر ابو جہل کو مارنا کیا
ہوگا؟ معلوم ہوا کہ رافضی ہونے کی وجہ سے اس نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے متعلق یہ حدیث
بیان کی۔ اور اس میں اپنے عقیدہ کو بھی ختم کر دیا۔ اسی حاکم نیشاپوری کا تواتر اہل شیعہ
کی کتب سے بھی ملاحظہ کریں۔

اعیان الشیعہ

قَالَ ابْنُ الظَّاهِرِ سَأَلْتُ أَبَا إِسْمَاعِيلَ الْأَنْصَارِيَّ

عَنِ الْحَاكِمِ فَقَالَ ثِقَةٌ فِي الْحَدِيثِ رَافِضِيٌّ
خَبِثَتْ ثُمَّ قَالَ ابْنُ الطَّاهِرِ كَانَ شَدِيدَ التَّعَصُّبِ
لِلشَّيْعَةِ فِي الْبَاطِنِ وَكَانَ يُظْهِرُ التَّقَدُّيمَ الشَّيْخَانِ
فِي الْخِلَافَةِ وَكَانَ مُتَحَرِّفًا عَنِ مُعَاوِيَةَ وَإِلَيْهِ
مُتَظَاهِرٌ بِذَلِكَ وَلَا يَسْتَرِدُّ مِنْهُ قُلْتُ إِنَّمَا انْخِرَافُهُ
عَنْ خُصُومٍ عَلَيْنِ فَظَاهِرٌ قَامَا الشَّيْخَانِ
فَيُعْظَمُ هُمَا فُلُوحُ شَيْعَةٍ لَا رَافِضِيٍّ.

(ایمان الشیعہ جہم ص ۲۹۱)

ترجمہ:

ابن طاہر کہتا ہے کہ میں نے ابواسمعیل انصاری سے حاکم کے بارے
میں پوچھا۔ تو اس نے کہا۔ وہ حدیث میں ثقہ تھا۔ غیث رافضی تھا۔ پھر
کہا باطنی طور پر وہ سنت متعصب شیعہ تھا۔ اور ظاہری طور پر شیعیان کی غلاط
کا اقرار کرتا تھا۔ امیر معاویہ اور ان کی اولاد سے منحرف تھا۔ یہ بات وہ
علی الاعلان کرتا تھا۔ میں کہتا ہوں کہ اس کا انحراف حضرت علی کی لڑائی
سے تروہ ظاہر ہے۔ بہر حال وہ شیعہ تھا۔ رافضی نہ تھا۔

الکفی والالتاب

وَقَدْ يُقَالُ لَهُ الْحَاكِمُ التَّيْسَابُورِيُّ هُوَ أَبُو عَبْدِ اللَّهِ
مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مُحَمَّدٍ ابْنِ حَمْدٍ وَبِهِ
الْحَافِظُ الْمَعْرُوفُ بِابْنِ الْبَيْعِ وَهُوَ مِنْ أَبْطَالِ
الشَّيْعَةِ وَسَدَنَتِهِ الشَّرْعِيَّةِ وَكَانَ ابْنُ الْبَيْعِ

يَعْمِلُ إِلَى التَّشْيِيعِ صَرَاحَ جَمْعٍ مِنَ الْفَرِيقَيْنِ
يَتَشَيَّعُهُ عَنِ الذَّهَبِيِّ عَنِ ابْنِ الطَّاهِرِ كَانَ شَدِيدَ
التَّعَصُّبِ لَشِيعَتِهِ فِي الْبَاطِنِ وَذَكَرَهُ ابْنُ
شَهْرَآشُوبٍ فِي مَعَالِمِ الْعُلَمَاءِ وَصَاحِبِ
الرِّيَاضِ فِي الْقِسْمِ الْأَوَّلِ فِي كَعْدَا إِذَا مَا مِثَّةٍ
عَلَى مَا نَقَلَ عَنْهُمَا.

(الکتبی واللقاب تعنیف شیخ عباس قمی
جلد دوم ص ۱۶۱ تا ۱۶۷ مطبوعہ تہران
طبع جدید)

ترجمہ:

جسے حاکم نیشاپوری کہا جاتا ہے۔ وہ ابو عبد اللہ محمد بن عبد اللہ حنفی تھا۔ اور
ابن ابی عمیر عرف رکھتا تھا۔ وہ بہت بڑا شیعہ مجتہد تھا۔ اور ان کا ستون تھا۔
یہ حاکم نیشاپوری تشیع کی طرف مائل تھا۔ اس بات کی دونوں فریق نے
تصریح کی ہے۔ امام ذہبی نے ابن طاہر سے ذکر کیا ہے۔ کہ یہ حاکم اپنے
شیعہ بھائیوں کے حق میں بہت متعصب تھا۔ ابن شہر آشوب نے معالم العلماء
اور صاحب الریاض نے اُسے شیعہ امامی علماء میں سے صف اول کا عالم
لکھا ہے۔

مذکورہ

حاکم نیشاپوری عرف علمائے اہل سنت کے نزدیک ہی شیعہ نہیں بلکہ شیعہ
سنی دونوں کے نزدیک متفقہ شیعہ ہے۔ اور وہ بھی بہت بڑا عالم اور مجتہد ہے۔ اب جس

عبارت سے جاڑوی پھول نہیں سماتا۔ وہ اسی حاکم سے مروی ہے۔ جاڑوی کو اگر احقاق
حق مطلوب ہوتا۔ تو کسی ایسے شخص کی روایت پیش کرتا۔ جو قابل محبت ہوتی۔ آخری راوی
شیعہ ہے۔ اور دوسرا دوسرا دوسر کی جمع کرنے والا ہے۔ ان حالات میں مذکورہ روایت پر
اعتماد جاڑوی اینڈ کمپنی تو کر سکتے ہیں۔ لیکن ہم اہل سنت کے نزدیک یہ ناقابل اعتماد ہے
علاوہ ازیں یہ بھی کی مذکورہ روایت اگر من وعن مکمل طور پر نقل کی جاتی۔ تو سرے
سے اس کی اہمیت ختم ہو جاتی۔ اور جاڑوی کے ارادوں پر پانی پھر جاتا۔ اب ایسے
ہم وہ عبارت پیش کر دیتے ہیں۔

یہ بھی شریف

وَالْأُخْرَى مُتَعَةُ الْحَجِّ أَوْ صَلَوَاتُ حَجَّكُمْ مِنْ
عُمْرَتِكُمْ فَيَاثَهُ أَتَمَّ لِحَجَّكُمْ وَأَتَمَّ لِعُمْرَتِكُمْ
أَخْرَجَهُ الْمُسْلِمُ فِي الصَّحِيحِ مِنْ وَجْهِ آخَرَ
عَنْ حَمَّامٍ قَالَ السَّيِّخُ نَحْنُ لَا نَشْكُ فِي كَوْنِهِ
عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
لَكِنْ وَجَدْنَاهُ نَهَى عَنْ تِكَاكِجِ الْمُتَعَةِ عَامَ
الْفَتْحِ بَعْدَ الْإِذْنِ فِيهِ شَرَّ لَمْ نَجِدْهُ أَذِنَ
فِيهِ بَعْدَ التَّهْمِ عَنْهُ حَتَّى مَضَى لِسَيِّبِهِ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَكَانَ نَهَى عُمَرَ بْنِ
الْخَطَّابِ عَنْ تِكَاكِجِ الْمُتَعَةِ مُوَافَقًا لِسُنَّةِ
رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَآخَذْنَا بِهِ
وَلَمْ نَجِدْهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى عَنْ

مُتَعَةِ الْحَجِّ فِي رِوَايَةٍ صَحِيحَةٍ عَنْهُ وَ
وَجَدْنَا فِي قَوْلِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ مَا دَلَّ
عَلَى أَنَّهُ أَنْ يَفْصَلَ بَيْنَ الْحَجِّ وَالْعُمْرَةِ لِيَكُونَ
أَتَقَّ لِهَذَا فَحَمَلْنَا نَهْيَهُ عَنْ مُتَعَةِ الْحَجِّ
التَّنْزِيهِهِ وَعَلَى اخْتِيَارِ الْإِفْرَادِ عَلَى غَيْرِهِ
لَا عَلَى التَّخْرِيعِ وَيَا لَلِثَّقَاتِ

(یعنی شریف جلد ۲ ص ۶۰ کتاب النکاح)

ترجمہ :

دوسرا متعہ الحج۔ تم اپنے حج کو اپنے عمرہ کے ساتھ ملا کر ادا کرو کیونکہ یہ
طریقہ تمہارے حج اور عمرہ کا کامل طریقہ ہے۔ امام مسلم نے اپنی جمع میں ایک
اور سند کے ساتھ جو حمام سے ہے۔ اسے ذکر کیا۔ ہم متعہ النکاح کے
عہد رسول میں جواز کا انکار نہیں کرتے۔ لیکن ہمیں ایسی احادیث پہنچی ہیں
جن میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حج کے سال متعہ سے منع فرمایا تھا۔ لہذا
اس نبی کے بعد کوئی ایک حدیث ایسی ہمیں نہیں ملی۔ جس میں پھر سے
اجازت دینے کا ذکر ہو۔ حتیٰ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کائنات
سے تشریف لے گئے۔ لہذا حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کا متعہ النکاح
سے منع کرنا بصورتِ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کے موافق ہے۔ اس لیے ہم نے
اس پر عمل کرنا قبول کر لیا۔ اس کے مقابلہ میں متعہ الحج سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم
کا منع فرمانا ایک بھی صحیح روایت سے ثابت نہیں۔ ہمیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ
کے قول میں اس سے منع کرنا ملتا ہے۔ لہذا یہ اس امر کی دلالت کرتا ہے۔ کہ
حضرت عمر بن الخطاب نے حج اور عمرہ کے درمیان جدائی رکھنا مجرب سمجھا۔

تاکہ اس طرح دونوں بطریقہ کامل ادا ہوں۔ لہذا ہم نے ان کے منع کرنے کو محض احتیاط اور پسندیدگی پر محمول کیا۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ حج اور عمرہ دونوں کو اکٹھا ادا کرنا ان کے نزدیک حرام تھا۔ وبالله التوفیق۔

خلاصہ:

امام بیہقی کی تحقیق سے یہ بات واضح ہو گئی۔ کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے اگرچہ متہ الحج اور متہ الکاح دونوں سے منع فرمایا تھا۔ لیکن اول الذکر سے منع فرمانا۔ اونویت کے پیش نظر تھا۔ نہ حرمت کی بنا پر۔ اس لیے ان کے اجتہاد کے مطابق حج اور عمرہ دونوں کو ملحدہ علیحدہ ادا کرنا تمتع سے بہتر ہے۔ لیکن متہ الکاح سے منع کرنا ان کی اپنی رائے نہ تھی۔ بلکہ سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کی تائید اور تقریر ہے گویا میعاد ہی مکاح یا تمتع سے منع کرنے کی ابتداء حضرت عمر نے نہیں بلکہ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائی۔ اور جب سے آپ نے اس سے منع فرمادیا۔ دوبارہ اس کی اجازت کے لیے ایک بھی حدیث صحیح نہیں ملتی۔ اب جو کچھ جاڑوسی نے تانا بانا بنایا تھا۔ اس کا مرکز سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ اقدس بنتی ہے۔

۳، ۴، ۵، ۶، ۷ اور ۸ نمبر روایات۔ ان پانچ عدد روایات کا خلاصہ یہ ہے کہ متہ الکاح حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ پھر اس کے بعد ابو بکر صدیق کے پورے دورِ خلافت اور عمر بن الخطابؓ کے ابتدائی دورِ خلافت تک جائز رہا۔ اس کے منع کی ابتداء عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے کی۔ اگر عمر منع نہ کرتے۔ تو کوئی بد بخت ہی نہ کرنا۔

”کوئی بد بخت ہی نہ کرنا“ اس جملہ کی نسبت حضرت علی المرتضیٰ کی طرف کی گئی ہم گذشتہ صفحات میں اس کی تفصیلی بحث ذکر کر چکے ہیں۔ اس روایت کا مرکز ہی

اور پہلا راوی ”حکم“ سنت مجروح اور ناقابل اعتبار ہے۔ جاڑوی نے یہاں بھی ”صحیح الاسناد“ کہہ کر اپنا الو سیدھا کیا۔ طبری میں اس کی اسناد کی صحت کا نشان تک موجود نہیں۔ اس پر قزقم صرف یہی کہہ سکتے ہیں۔ کہ لعنة الله على الكاذبين۔

ان تمام روایات کا ایک ہی جواب ہے۔ وہ یہ کہ جن حضرات نے جواز متعہ کی روایات ذکر کیں۔ چونکہ ان کو ابھی تک حرمت متعہ کی روایت نہ پہنچی تھی۔ اس لیے انہوں نے اپنے سابقہ علم کے مطابق متعہ کے بارے میں وہی کچھ بیان کیا۔ جو انہیں معلوم تھا۔ حضرت عمر بن الخطاب کے پاس چونکہ حرمت کی روایات موجود تھیں اس لیے آپ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد پر عمل کرانے میں سختی فرمائی۔

خوٹ:

روایات مذکورہ میں اگرچہ منہ کی نسبت حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کی طرف ہے۔ لیکن یہ حقیقت پر مبنی نہیں۔ بلکہ از روئے مجاز ہے۔ اور اس قسم کی نسبت قرآن و حدیث میں بکثرت وارد ہے۔ جبریل امین نے مریم سے کہا: ”میں تجھے صاف ستھرا بیٹا عطا کرتا ہوں“ حالانکہ اولاد عطا کرنا درحقیقت اللہ رب العزت کے اختیار میں ہے۔ تو جس طرح یہاں مجازی طور پر نسبت ہے اسی طرح حرمت متعہ کی نسبت مجازاً فاروق اعظم نے اپنی طرف کر دی۔

اب اس کی تائید کہ حضرت فاروق اعظم نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حرمت متعہ والی حدیث پر عمل کرایا۔ ہم درج ذیل حوالہ جات سے پیش کرتے ہیں:-

درمنثور

أَخْرَجَ الْبَيْهَقِيُّ عَنْ عُمَرَ أَنَّهُ خَطَبَ وَقَالَ مَا
بَالُ رِجَالٍ يَنْكِحُونَ هَذَا الْمُتْعَةَ وَقَدْ نَهَى
رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْهَا لَا
أَوْقِي بِأَحَدٍ تَكَهَّنَ إِلَّا رَجَمْتُهُ .

(۱- درمنثور جلد دوم ص ۱۴۱)

(۲- بیہقی جلد ہفتم ص ۶۰۶ مطبوعہ دکن حیدرآباد)

ترجمہ :

بیہقی نے عمر ابن الخطاب سے ذکر فرمایا۔ کہ انہوں نے خطبہ دیتے ہوئے
یہ کہا۔ ان لوگوں کا کیا حال ہے جو نکاح متعہ کرتے ہیں۔ حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم نے اس سے منع کر دیا تھا۔ کوئی ایک آدمی بھی اگر ایسا نکاح
کرنے والا پایا گیا۔ تو میں اسے رجم کرنے کا حکم دوں گا۔

ابن ماجہ

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ خَلْفٍ الْعَسْقَلَانِيُّ شَا الْفَرَّائِي
عَنْ أَبِي بَرٍّ عَنْ أَبِي حَازِمٍ عَنْ أَبِي بَكْرِ بْنِ حَفْصٍ عَنْ
ابْنِ عُمَرَ قَالَ لَمَّا وَلى عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ خَطَبَ
النَّاسَ فَقَالَ إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ أَذِنَ لَنَا فِي الْمُتْعَةِ ثَلَاثًا شَهْرًا حَتَّى مَهَا
وَاللَّهِ لَا أَعْلَمُ أَحَدًا يَتَمَتَّعُ وَهُوَ مُحْصِنٌ إِلَّا

رَجَمْتُهُ بِالْحِجَارَةِ إِلَّا أَنْ تَأْتِيَنِي بِأَرْبَعَةٍ
يَشْهَدُونَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
أَحْلَاهَا بَعْدَ إِذْ حَرَّمَهَا.

(سنن ابن ماجہ - باب نبی عن نکاح المتعة)

ص ۴۱۱ مطبوعہ نور محمد آرام باغ کراچی)

ترجمہ:

حضرت عبداللہ بن عمر کہتے ہیں۔ جب عمر بن الخطاب خلیفہ بنے۔ تو
آپ نے لوگوں سے خطاب فرماتے ہوئے کہا۔ بے شک رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں تین مرتبہ متعہ کرنے کی اجازت دی تھی۔ پھر اسے
حرام کر دیا تھا۔ خدا کی قسم! اگر کوئی شخص آدمی متعہ کرتے پایا گیا۔ تو میں اسے رجم
کی سزا دوں گا۔ ہاں اگر وہ چار گواہ ایسے پیش کر دے۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم نے متعہ کو حرام فرمانے کے بعد پھر حلال کر دیا تھا۔ (تو اسے چھوڑ
دیا جائے گا۔)

سہقی

حَدَّثَنَا أَبُو مُحَمَّدٍ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُونُسَ
الْأَصْبَهَانِيُّ ابْنُ أَبِي مُحَمَّدٍ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ
يَحْيَى الزُّهْرِيُّ الْقَاضِي بِمَكَّةَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ
بْنُ إِسْمَاعِيلَ الصَّائِعُ حَدَّثَنَا أَبُو خَالِدٍ الْأَمَوِيُّ
حَدَّثَنَا مَنْصُورُ بْنُ دِينَارٍ حَدَّثَنَا عَنْ عُمَرَ بْنِ
مُحَمَّدٍ عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ عَنْ أَبِيهِ عَنْ

عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ صَعِدَ
عُمَرُ عَلَى الْعِشْبَرِ فَحَمِدَ اللَّهَ وَأَثْنَى عَلَيْهِ
ثُمَّ قَالَ مَا بَالُ رِجَالٍ يَتَنَكَّهُونَ هَذِهِ الْمُنْتَعَةَ
وَقَدْ نَهَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
عَنْهَا إِلَّا وَرَاقِي لَا أُوتِي بِأَحَدٍ نَكَحَهَا إِلَّا
رَجَعْتُهٗ .

(اسنن الکبریٰ البیہقی جلد ہفتم ص ۲۰۷)

ترجمہ:

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے منبر پر جلوہ فرما کر ہو کر اللہ کی حمد و ثناء
کہی۔ پھر فرمایا۔ ان لوگوں کا کیا حال ہے جو نکاح منع کرتے ہیں۔ حالانکہ رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی سے منع کر دیا تھا۔ خبردار! اگر کوئی شخص یہ نکاح کرتا
پکڑا گیا۔ تو میں اسے رجم کر دوں گا۔

لمنفکر یہ :-

ان تین عدد روایات میں صاف صاف موجود ہے۔ کہ حضرت عمر بن الخطاب نے
متحد سے از خود منع کرنے کی ابتداء نہ فرمائی۔ بلکہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم
کی تعمیل کرتے ہوئے آپ نے یہ حکم دیا۔ اس لیے آپ نے علی الاعلان کیا۔ کہ کوئی چار
گواہ پیش کر دو۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمانے کے بعد پھر سے اس کی اجازت
دی تھی۔ ان روایات کے پیش نظر حضرت عمر بن الخطاب کا متحد سے منع کرنے
کو اپنی طرف منسوب کرنے سے واضح ہو جاتا ہے۔ کہ یہ مجاز تھا۔

روایت ۱۵ اور ۹ - تفسیر کبیرہ مسند امام احمد بن حنبل کے حوالہ سے عمران بن حصین

کی روایت کہ ہم حضور کے زمانہ میں متعہ کرتے رہے۔ اور آپ کے دنیا سے تشریف لے جانے تک کوئی ایسی حدیث نہ فرمائی کہ جس سے اس کی حرمت فرمادی گئی ہو۔ ان دونوں روایتوں کے سلسلہ سند میں دو راوی یحییٰ بن سلیم اور عمران بن مسلم ایسے شخص ہیں جو قابل اعتماد نہیں۔ جس کی بنا پر روایت مذکورہ قابل حجت نہیں۔

یحییٰ بن سلیم: تہذیب التہذیب:-

يَحْيَى بْنُ سَلِيمٍ التَّمِيمِيُّ الْقَطِيفِيُّ هُوَ مُتَكِرٌّ
الْحَدِيثَ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرِو قَالَ الدَّوْلَانِ
لَيْسَ بِالْقَوِيِّ قَالَ الْعَقِيلِيُّ قَالَ أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ
أَتَيْتُهُ فَكَتَبْتُ عَنْهُ شَيْئًا فَرَأَيْتُهُ يَخْلُطُ فِي
الْأَحَادِيثِ فَتَرَكْتُهُ وَفِيهِ شَيْءٌ قَالَ أَبُو
جَعْفَرٍ وَلَيْتَ أَمْرُهُ وَقَالَ السَّاجِيُّ مَدُّو قُ
يَبْلُهُمْ فِي الْحَدِيثِ وَاحْطَأَ وَقَالَ الدَّارِ قُطَيْبِيُّ
سُوءُ الْحِفْظِ وَقَالَ الْبُخَارِيُّ فِي تَارِيخِهِ فِي
تَرْجَمَةِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ نَافِعٍ مَا حَدَّثَ
الْحَمَّيْدِيُّ عَنْ يَحْيَى بْنِ سَلِيمٍ فَلَهُوَ صَحِيحٌ.

(تہذیب التہذیب جلد دوم ص ۱۲۶)

ترجمہ:

یحییٰ بن سلیم ”منکر الحدیث“ ہے۔ دولابی نے کہا یہ ”قوی نہیں“۔
عقبیل نے امام احمد بن حنبل سے بیان کیا۔ کہ امام احمد بن حنبل کہتے
ہیں۔ میں یحییٰ بن سلیم کے پاس گیا۔ تو اس سے کچھ روایات میں نے لکھیں مگر

دیکھا کہ وہ احادیث میں ”دغلط“ کرتا ہے۔ لہذا میں نے اس کو چھوڑ دیا
ابو جعفر نے کہا۔ اس کا معاملہ سمجھتے ہوئے۔ ساجی کے بقول وہ حدیث میں
صدوق ہے اور مہتمم بھی۔ اور حدیث میں غلطی کرتا ہے۔ دافقطنی نے
سواء الحفظ کہا۔ اور امام بخاری نے اپنی تاریخ میں لکھا کہ وہ روایات جو
حمیدی نے یحییٰ بن سلیم سے بیان کیں۔ وہ صحیح ہیں۔

عمران بن مسلم: تہذیب التہذیب :-

عِمْرَانُ بْنُ مُسْلِمٍ الْمُنَقَرِي ذَكَرَهُ ابْنُ حَبَّانٍ فِي
الْمِشْقَاتِ قُلْتُ وَنَادَا اِلَا اَنْ فِي رِوَايَةٍ يَخِي ابْنُ
سَلِيمٍ عَنْهُ بَعْضُ الْمَنَاقِبِ وَكَذَا فِي رِوَايَةٍ
سُوَيْدِ بْنِ عَبْدِ الْعَزِيزِ عَنْهُ اَنْتَهَى -

(تہذیب التہذیب جلد ۱ ص ۱۳۸)

مطبوعہ جید آباد

ترجمہ :-

عمران بن مسلم المنقری کو ابن جہان نے ثقہ راویوں میں سے ذکر کیا۔ میں کہتا
ہوں۔ کہ اس کے علاوہ یہ بھی زائد عبارات موجود ہے۔ کہ یہی عمران بن
مسلم ان روایات میں جو اس نے یحییٰ بن سلیم اور سدید بن عبدالعزیز
سے ذکر کیں۔ بہت سی مناکیر ہیں۔

المؤلف مکرر :-

روایت مذکورہ کے ان دونوں راویوں کے متعلق کتب اسما الرجال سے

سے جرح آپ نے ملاحظہ فرمائی۔ دونوں ناقابل اعتماد اور ناقابل حجت ہیں۔
 سوء الحفظ، معتدل، منکر الحدیث وغیرہ صفات کا راوی کب قابل حجت ہو سکتا ہے
 اور صاحب تہذیب التہذیب نے تو بالکل صراحت کر دی ہے۔ کہ وہ روایت
 جو روایت جو عمران بن مسلم کی کہنے بن سلیم نے روایت کی وہ ”منکر“ ہے۔

جاڑوی کی ذکر کردہ ۹ عدد روایات میں جو کچھ جواز متہ پر پیش کیا گیا تھا۔ ہم نے
 ان میں سے ہر ایک کی تحقیق پیش کر دی ہے۔ انہی روایات کے سہارے جاڑوی
 نے یہ باور کرانے کی کوشش کی تھی۔ کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ وہ پہلے شخص ہیں جنہوں
 نے متہ کی حرمت کا حکم دیا۔ اور ان کے حرام کر دینے کے باوجود حضرت علی المرتضیٰ
 عبداللہ بن عباس، جابر بن عبداللہ، ابوسعید خدری اور عمران بن حصین بدستور
 جواز متہ کے قائل تھے۔ مذکورہ تحقیق کے پیش نظر ان ۹ عدد روایات میں ایک بھی
 روایت اس درجہ کی نہیں جو جاڑوی کا مقصد پورا کرنے میں متحد معاون ہو۔ ان
 روایات سے ہمیشہ ہمیشہ کے لیے متہ کو جائز ثابت کر دیکھانے میں بھی روایت
 اس درجہ انتہائی مکاری اور چالاک کی کامظاہرہ کیا تھا۔ لیکن کچھ کام نہ آ سکا۔

(فاختبر و یا ادلی الالبصار)

دھوکہ اور کذب بیانی ۱۵

جواز متعہ

حضرت عمرؓ نے ایسا کیوں کیا؟ ابن عبد اللہ نے اپنی شہرہ آفاق تصنیف الاماۃ فی تہذیب العیابؒ کی جلد دوم ص ۶۲ میں تحریم متعہ کا واقعہ یوں لکھا ہے۔ کہ مسلمہ بن امیہ بن خلف جس نے حکیم بن امیہ بن اقص اسلمی کی کنیز سے متعہ کیا جس سے ایک بچہ پیدا ہوا۔ لیکن مسلمہ بن امیہ نے بچہ لینے سے انکار کر دیا۔ حضرت عمرؓ کو اس کی اطلاع ملی۔ تو آپ بڑے غضب ناک ہوئے۔ اور مسجد میں کھڑے ہو کر جواز متعہ ہی کو کالعدم قرار دیدیا۔ نہ سہے بانس اور نہ بکے بانسری۔ ہر دانشمند چاہتا ہے۔ کہ ہر قانون میں قانون شکنی ہوتی رہے۔ لیکن کوئی بھی یہ نہیں کہے گا کہ کسی ایک شخص کی قانون شکنی سے قانون ہی کو کالعدم قرار دے دیا جائے۔ حق تو یہ تھا۔ کہ حضرت عمرؓ کو سزا دیتے تھے تاکہ پھر کسی کو جرأت نہ ہوتی۔ حضرت عمرؓ کے اس فعل کا تو مطلب یہ ہے۔ کہ اگر چند لوگ نماز پڑھنا چھوڑ دیں۔ تو نماز ہی کو ممنوع قرار دے دیا جائے۔ اگر کچھ لوگ زانیہ نہ رکھیں۔ تو زانیہ پر ہی خطہ منیخ کھینچ دیا جائے۔ جبکہ کوئی بھی دانشمند اس نظر پر کی حمایت نہیں کرے گا۔ اور نہ ہی آج تک سینے والے عالمی قوانین میں سے

کسی قانون کو اس طرح پامال کیا گیا۔ جس طرح سے متبرک کیا گیا۔ حالانکہ قرآن کے متعلق ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ سورہ فصلت آیت ۴۲۔

الکتاب الذی لایاتیه الباطل من بین ید ید ولامن خلفہ

تمذیل من حکیم حمید۔

ایسی کتاب جس کے ہاں باطل نہ تو سامنے سے آسکتا ہے۔ اور نہ ہی پیچھے سے یہ تو حکم حمید کا نازل کردہ ایمین حیات ہے۔ پھر سرور کونین کے متعلق ارشاد قدرت ہے۔ سورہ حشر۔

ما اتاکم الرسول فخذوہ۔ وچو کچھ سرور کونین نہیں فرمادیں اس پر عمل کرو۔

اب ذرا علامہ توشیحی جواہل سنت والجماعت کے اشاعرہ گروپ سے تعلق رکھتے ہیں۔ اور علم کلام میں اپنا نظیر نہیں رکھنے کا نظریہ شرح تجرید الاعتقاد میں بحسب امامت کے آخر میں ملاحظہ فرمائیں۔ کہ حضرت عمرؓ نے صرف متہ النساء پر ہی خط نسخ نہیں کھینچا بلکہ کچھ اور احکام الہیہ میں بھی جو حضرت عمرؓ کی نظر کرم میں نہ سما سکے۔ انہوں نے انہیں کالعدم قرار دے دیا۔ علامہ توشیحی لکھتے ہیں۔

اِنَّ عُمَرَ قَالَ وَهُوَ عَلَى الْمَشْرِبِ اَيْنَهَا النَّاسُ
ثَلَاثٌ كُنْتُ عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللَّهِ وَ اَنَا اَنْثٰى
عَنْهُمْ وَ اُخَرٌ مُّهُمْ وَ اَعَاقِبُ عَلَيْهِمْ مُّثْعَةٌ
النِّسَاءِ وَ مُثْعَةٌ الْحَبِجِ وَ حَتَّى عَلَى خَيْرِ الْعَمَلِ
اِنَّ ذٰلِكَ لَيْسَ بِمَا يُوجِبُ قَدْحًا فِيْهِ فَاِنَّ
مُخَالَفَةَ الْمُجْتَمِعِ لِغَيْرِهِ فِي الْمَسَائِلِ الْاِجْتِمَاعِيَّةِ
لَيْسَ بِبِدْعٍ۔

ترجمہ:

حضرت عمر منبر پر کھڑے تھے۔ آپ نے فرمایا۔ اے لوگو! یہ چیزیں
 زنا، زہر، رسول میں تھیں۔ اور میں ان سے منع کرتا ہوں۔ انہیں ناجائز قرار
 دیتا ہوں۔ اور ان پر سزا دوں گا سو وہ ہیں متعہ النساء، حج تمتع اور
 حی علی خیر العمل۔ لیکن ان پر قدح نہیں ہو سکتی کیونکہ کسی ایک
 مجتہد کا دوسرے مجتہد سے اجتہادی مسائل میں اختلاف بدعت نہیں
 ہوا کرتا۔ دیکھ لیا آپ نے حضرت عمر کا ارشاد بھی آپ کے سامنے
 ہے اور علامہ قوشچی کی معذرت بھی آپ کی نگاہوں میں ہے۔

علامہ قوشچی کی نگاہ میں جس طرح ذاتِ احدیت، اباحت متعہ میں مجتہد ہے۔
 اسی طرح حضرت عمر حرمت متعہ میں مجتہد ہیں۔ علامہ قوشچی کی نظیر میں جس طرح سرور
 کونین اعلان اباحت متعہ میں مجتہد ہیں۔ اسی طرح حضرت عمر اعلان حرمت متعہ میں
 مجتہد ہیں۔ علامہ قوشچی کی نظر میں جس طرح ذاتِ احدیت دین سازی میں مختار محض
 ہے۔ اسی طرح حضرت عمر بھی کلی مختار ہیں۔ علامہ قوشچی کی نظر میں جس طرح سرور کونین
 نفاذ شریعت میں مالک ہیں۔ اسی طرح حضرت عمر بھی آزاد ہیں۔ اب آپ ہی انصاف
 فرمائیں۔ کہ اگر یہ اصول بنایا جائے تو پھر ذاتِ احدیت کے حاکم مطلق ہونے
 سرور کونین کے مرسل ہونے اور حضرت عمر کے حکمران ہونے میں کیا فرق رہ جاتا
 ہے۔ اور سلسلہ وحی و نبوت کی کیا حیثیت رہ جاتی ہے۔ علاوہ ازیں یہ بھی مقام
 ہے۔ کہ کیا سرور کونین مجتہد تھے، کیا سرور کونین احکام دین میں ذاتی رائے رکھتے
 تھے۔ اگر تسلیم کر لیا جائے۔ کہ سرور کونین بھی حضرت عمر، ام المؤمنین عائشہ۔
 امام ابو حنیفہ، امام شافعی، امام مالک، امام حنبلی کی طرح ایک مجتہد تھے۔ تو پھر
 سلسلہ وحی اور دین الہی کا تصور کیسے ممکن ہو سکے گا۔ اور قرآن کریم کا مقام کیا رہ

جائے گا۔؟

میرے دوستو! یہ دو مجتہدین کا اختلاف نہیں ہے۔ بلکہ نبی و امتی کا اختلاف ہے۔ خالق اور مخلوق کا اختلاف ہے۔ قرآن اور انسان کا اختلاف ہے۔ نبی مجتہد نہیں تھا بلکہ نبی تھا۔ اور یہ مقابلہ مجتہدین کے فتاویٰ کا نہیں بلکہ نص اور اجتہاد کا ہے۔ سرور کونین کا ارشاد نص ہے۔ فتویٰ نہیں۔ حضرت عمر کا حکم فتویٰ ہے نص نہیں ہے۔ اور کوئی بھی مسلمان سرور کونین کے جواز متعہ کو فتویٰ نہیں سمجھتا۔ بلکہ حکم الہی سمجھتا ہے۔ اور کوئی بھی مسلمان حضرت عمر کے حکم کو نص نہیں بلکہ فتویٰ سمجھے گا۔ اور ایسی صورت میں جہاں نص اور فتویٰ کا اختلاف ہو۔ تو جس طرح نص قابل پذیرائی ہوگی۔ اس طرح فتویٰ دیوار سے مارنے کے قابل ہوگا۔ خواہ وہ فتویٰ حضرت عمر کا ہو یا مفتی محمود کا۔ (جواز متعہ ص ۵۲)

جواب:

وہ جواز متعہ سے پیش کیا گیا اقتباس اجمالاً تین امور پر مشتمل ہے۔

- ۱۔ مسلم بن امیہ نے ایک لڑکی سے متعہ کیا۔ اس سے نطفہ ٹپھر گیا۔ جب بچہ پیدا ہوا۔ تو مسلم بن امیہ نے اسے نہ لیا۔ اس پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے متعہ کو حرام کر دیا۔
- ۲۔ قرآن کریم اپنے اعلان کے مطابق غیر قبل ہے۔ لیکن حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اللہ تعالیٰ کے حلال کردہ کو حرام قرار دے کر اسے تبدیل کر دیا۔
- ۳۔ علامہ قزوینی شنی نے حضرت عمر کے بارے میں لکھا۔ کہ انہوں نے تین چیزوں کو حرام کر دیا۔ حالانکہ وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دور میں موجود تھیں۔
- ۴۔ جاڑوی شیعہ کو اس بات کا انتہائی مددہ کہ حضرت عمر فاروق اعظم نے حرمت متعہ پر سختی سے عمل کیا یہ اس مددہ کو کچلے ہوئے سانپ کی طرح

بل کھاتے ہوئے اظہار کرتا ہے۔ اور بے باکی سے حضرت عمر کو قرآن کا محرف ثابت کر رہا ہے۔ اور اس کے ثبوت کے لیے ”الاصابة في تمييز الصحابة“ کا سہارا لیا۔ مذکورہ کتاب میں لونڈی کا واقعہ جہاں درج ہے۔ اس کی سند اس طرح موجود ہے

روى عمرو بن شبة في اخبار المدينة من طريق سماك

ابن حرب عن رجل ان رجلا ان سلمة بن امية تزوج

مولاة

ترجمہ :

یعنی اخبار المدینہ میں سماک بن حرب کے طریقہ سے عمرو بن شہرہ روایت کرتا ہے۔ کہ ایک مرد نے بیان کیا۔ کہ سلمہ ابن امیہ نے ایک لڑکی کو روایت مذکورہ میں سلمہ بن امیہ کا واقعہ ایک ”رجل“ بیان کر رہا ہے۔ یہ رجل ”کون ہے اس کا نام و پتہ کیا ہے؟ جاڑوی ہی بتا دے تو منہ مانگا انعام پائے۔ تو ایسے نامعلوم آدمی کی روایت سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی ذات پر الزام تراشی کی جا رہی ہے۔ روایت مذکورہ کا ایک پہلو تو یہ تھا۔ اب دوسرا پہلو بھی پیش خدمت ہے۔ روایت مذکورہ میں یہ الفاظ موجود ہیں۔

قلت و ذکر ذالک ابن الحکمی و زاد فبلغ ذالک عمر

فصلی عن المتعة و روی ایضاً ان سلمة استمتع

بامرأة قبل بلغ عمر فتوعد۔

ترجمہ :

صاحب اصا بہ کہتا ہے۔ کہ روایت تو اسی طرح ہے۔ کہ سلمہ بن امیہ نے بچہ قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ لیکن ابن کلبی کچھ زیادہ بیان کرتا

ہے۔ کہ عمر نے متعہ سے منع فرمایا۔ اور یہ بھی روایت ہے۔ کہ سلمہ نے ایک عورت سے متعہ کیا۔ جب حضرت عمر کو اس کی خبر ہوئی تو آپ نے اُسے ڈانٹا۔

گویا روایت مذکورہ میں جہاں یہ بات آئی ہے۔ کہ عمر بن الخطاب نے متعہ سے منع کر دیا۔ وہاں یہ بھی موجود ہے۔ کہ آپ نے متعہ کرنے والے کو ڈانٹ پلائی اور ان دونوں باتوں کے علاوہ صرف اتنا بھی ہے۔ کہ سلمہ بن امیہ نے متعہ کا بچہ لینے سے انکار کر دیا۔ اس سے اُن کے حضرت عمر کا منع کرنا یا ڈانٹنا مذکور نہیں۔ اب ان مختلف باتوں میں سے صرف ایک کو لے کر حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کو موجب الزام قرار دینا کہاں کا انصاف ہے۔؟ اور اگر صرف یہی بات اختیار کر لی جائے۔ کہ حضرت عمر نے متعہ سے منع کر دیا۔ تو اس بارے میں ہم کچھ صفحہ صحت پر کچھ چکے ہیں۔ کہ حضرت عمر نے اس لیے منع فرمایا۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی ممانعت فرمادی تھی اسی لیے آپ نے جوازِ متعہ کے لیے چار گواہ مانگے۔ جاڑوی کے پیش نظر حقیقت معلوم کرنا نہیں بلکہ کوئی دکوئی جیل یہاں چاہیئے کہ جس سے اپنا کام نکلتا دکھائے۔ اور حضرات صحابہ کرام پر زبان طعن و تشنیع دراز کرے۔

(د) قرآن کریم غیر مبدل ہے۔ الخ اس سلسلہ میں جاڑوی نے جس قرآنی آیت کا حوالہ دیا۔ وہ خود اس کے لیے مفید ہونے کی بجائے نقصان دہ ہے۔ وہ اس طرح کہ قرآن کریم میں متعہ کی حلت پر کوئی آیت نہیں آتری۔ بلکہ اس کا وقتی طور پر حکم حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دیا تھا۔ اب حلت و جوازِ متعہ کو قرآنی آیت سے ثابت کرنا دراصل قرآن میں باطل داخل کرنا ہے۔ جس کا ارتکاب خود جاڑوی اپنے ٹیکسٹ کی بنیاد پر کیا۔ صرف حلتِ متعہ پر اکتفا نہیں یہ صرف ہماری طرف سے ہی الزام نہیں، بلکہ اہل تشیع کا یہ عقیدہ ہے

کہ موجودہ قرآن مکمل قرآن نہیں۔ اس میں کمی بیشی ہو چکی ہے۔ ہم اس کا ثبوت عقائد جعفریہ جلد سوم میں بالتفصیل ذکر کر چکے ہیں۔ یہاں سرودست صرف ایک حوالہ پیش کرتے ہیں:-

انوار نعمانیہ

الْأَخْبَارُ الْمُسْتَفِيدَةُ بِلِ الْمُتَوَاتِرَةِ الدَّالَّةُ
بِمَصْرِحِهَا عَلَى وَخُوجِ التَّحْرِيفِ فِي الْقُرْآنِ
كَلَامًا وَمَادَّةً وَإِعْرَابًا۔

(انوار نعمانیہ جلد دوم ص ۳۵، نور فی الصلوۃ
طبع قدیم ص ۱۳۹)

توجہ:

اخبار مستفیدہ بلکہ متواترہ اس بات پر مراحۃ دلائل کرتی ہیں۔ کہ
قرآن کریم میں کلام، مادہ اور اعراب میں تحریف واقع ہے۔ نعمت اللہ
جزا ئری نے اہل تشیع کا قرآن کریم کے بارے میں کس مراحۃ سے
عقیدہ ذکر کیا۔ اس کے ہوتے ہوئے جاڑوی کا بیان یا تئید
الباطل، کا تحریر کرنا خود جال میں پھنسا ہے۔

ج۔ علامہ توشیحی کی ایک عبارت اور اسے اہل سنت اشاعرہ کا بہت بڑا
عالم کہنا والا۔

علامہ توشیحی نے تو دینی علوم کا امام ہے۔ اور نہ ہی ایسے محدثین میں سے ہے
جو متقی اور صالح ہوئے ہیں۔ بلکہ علوم عقلیہ میں ماہر اور آزاد خیال آدمی تھا اور
اسی بنا پر اسے ”توشیحی“ کہا گیا۔ یعنی کھیل کود کا رسیا۔ ”ہمارے“ اس علامہ

کا حال تم اپنی کتابوں میں ہی دیکھ لیتے۔ تو شرما جاتے۔

الکفی واللقاب

الْقَوْشِجِيُّ الْمَوْلَى عَلَاءُ الدِّينِ عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ
الَّذِي حَصَلَ فِي حِدَاثَةِ سَنَةِ غَالِبِ الْعُلَمَاءِ
وَبِهِمَّتِهِ كَمَلْ رِیْجِ الْغَى بِيكَ وَكَانَ مُوَحَّافُظَ
الْبَازِئِ وَهُوَ مَعْنَى الْقَوْشِجِيِّ فِي لُغَتِهِمْ وَلَهُ
مِنَ التَّصَانِيفِ شَرْحُهُ لِلشَّجَرِیْدِ الْمَشْهُورِ
بِالشَّرْحِ الْجَدِیْدِ وَرِسَالَةُ الْمُحَمَّدِيَّةِ فِي
عِلْمِ الْحِسَابِ سَمَاهَا بِاسْمِ السُّلْطَانِ مُحَمَّدِ بْنِ
وَرِسَالَةُ الْفَتْحِيَّةِ فِي عِلْمِ الْهَيْئَةِ سَمَاهَا بِذَلِكَ
بَعْضُهَا قَتَحِ السُّلْطَانِ مُحَمَّدُ بْنُ
عِزَّاقِ الْعَاجِمِ۔

(الکفی واللقاب جلد سوم ص ۹۴ ،
تذکرہ القوشجی -)

ترجمہ :

قوشجی مولیٰ علاء الدین علی بن محمد جس نے چھوٹی عمر میں بہت سے علوم
دیکھ لیے تھے۔ اور انجمنیگ کی رزک پڑھی۔ یہ کھیل کود کا شوقین تھا لفظ
قوشجی کا ان کی لغت میں یہی معنی تھا۔ اس کی تصانیف میں سے تجرید
کی شرح ہے۔ جسے شرح الجدید کہتے ہیں، اور محمدیہ نام کا ایک رسالہ
جو علم حساب میں ہے۔ اس کا نام اپنے بادشاہوں محمد خان کے

نام پر رکھا۔ ایک اگرا لہ فقیہ ہے۔ جو علم ہیئت سے متعلق ہے۔ اس کے نام کی وجہ یہ بنی کہ سلطان محمد خان نے عراق و عجم کو فتح کیا تھا۔

توضیح

علامہ توشیحی کا تعارف جو شیخ عباس قمی نے کرایا۔ وہ یہ کہ علم ہیئت، حساب اور منطقی و فلسفہ کا ایک فاضل آدمی تھا۔ ان علوم کو علوم شرعیہ نہیں کہتے۔ ایسے کھنڈرے منطقی اور حساب دان آدمی کی بات ہے کہ سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی ذات پر الزام تراشی کسی عقلمند کو ذریعہ نہیں دیتی۔ جاڑوی نے فلسفہ کے کیمچر میں پڑے ہوئے توشیحی کو آسمان پر چڑھا کر فاروق اعظم کو بدنام کرنے کی ناپاک کوشش کی۔

علاوہ ازیں توشیحی کو اہل سنت اشاعرہ کا عالم قرار دینا دوسری بڑی حماقت ہے۔ توشیحی کی عبارت جس کتاب سے پیش کی گئی۔ وہ تجرید الکلام کی شرح ہے اور تجرید الکلام اس شخص کی تصنیف ہے جسے محمد بن الحسن الطوسی کہتے ہیں۔ جو صراح اربعہ شیعہ میں سے دو کا مصنف ہے۔ توشیحی نے جب اس کی شرح لکھی تو اس کے مصنف کی تعریف میں کیا کچھ کہا۔ خود شیعہ تصنیف سے سینے۔

الذریعة

تَجْرِيدُ الْكَلَامِ فِي تَخْرِيرِ عَقَائِدِ الْإِسْلَامِ
لِسُلْطَانِ الْحُكَمَاءِ وَالْمُتَكَلِّمِينَ بِخَوَاجِهِ
نَصِيرِ الدِّينِ مُحَمَّدِ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ الْحَسَنِ
الطُّوسِيِّ الْمُتَوَفَّى سَنَةِ ٤٤٢ وَهُوَ أَجَلُ كِتَابِ

فِي تَحْرِيرِ عَقَائِدِ الْإِسْلَامِيَّةِ وَقَدْ مَدَحَهُ
الْفَاضِلُ التَّوَشُّحِيُّ مِنَ الْعَامَّةِ فِي شَرْحِهِ
الْمَعْرُوفِ بِالشَّرْحِ الْجَدِيدِ بِأَنَّهُ مَخْرُوجٌ
بِالْعَجَائِبِ مَشْحُونٌ بِالْفَرَائِبِ صَغِيرُ الْحِجْمِ
وَجِيزُ النِّظْمِ كَثِيرُ الْعِلْمِ جَلِيلُ الشَّانِ حَسَنُ
النِّظَامِ مَقْبُولُ الْأَيْتَةِ الْعِظَامِ لَا يُظْفَرُ بِمِثْلِهِ
عُلَمَاءُ الْأَمْصَارِ -

(الذریعۃ الی تمایض الشیعہ جلد سوم)
ص ۳۵۲ تذکرہ تجریدہ مطبوعہ بیروت
طبع جدید)

ترجمہ :

”تجرید الکلام“ خواجہ نصیر الدین محمد بن حسن طوسی متوفی ۷۴۸ھ کی تصنیف
ہے۔ یہ کتاب امامیہ عقائد میں جلیل الشان کتاب ہے۔ فاضل توشیحی نے اس
کی شرح المعروف ”شرح الجدید“ میں ان الفاظ سے اس کی تالیف
کی۔ عجائب کا خزانہ، غرائب سے لبریز، حجم میں مختصر نظم میں بے نظیر
کثیر العلم، جلیل الشان، حسن النظام، ائمہ عظام کی مقبول اور ایسی کتاب
کہ اس دور میں کسی عالم کو ایسی تصنیف لکھنا ناممکن۔

توضیح

توشیحی نے جس کتاب کی شرح لکھی۔ وہ عقائد امامیہ میں لکھی گئی تھی۔ اگر
توشیحی واقعی سنی تھا۔ تو اسے شیعہ عقائد کی شرح لکھنے کی کیا ضرورت تھی۔ عمر فاروق رضی

کے بارے میں تین باتوں کا تذکرہ ”بحث امامت“ کیا گیا۔ جس سے اس نتیجہ بارے میں یہ ثابت کر دیا کہ کھانے کی کوشش کی۔ کہ امامت حقہ وہی ہے۔ جسے اہل تشیع تسلیم کرتے ہیں۔ جواز متعہ بھی اسی امامت کا ایک رکن ہے۔ لیکن حضرت عمرؓ سے متعہ کے بارے میں حرمت پر زور ملتا ہے۔ اسی لیے توشیحی نے متعہ کے ضمن میں فاروق اعظم کی ذات پر کیمچر اچھالا۔ اور تاویلات باطلہ کے سہارے جناب فاروق اعظم کی ذات کو داغدار کرنے کی ناکام کوشش کی۔ اس لیے ایسے شخص کی عبارت سے قطعاً کوئی دلیل پیش نہیں کی جاسکتی۔ جو عقائد شیعہ کے موافق اور نظریات اہل سنت کے مخالف ہو۔

(فاعتبروا یا اولی الابصار)

دھوکہ

اور

کذب بیانی

جس کا نتیجہ

اب آئیے ذرا علامہ توشیحی کے اس نظریہ اجتہاد کو حضرت عمرؓ کے فرزند عبداللہ بن عمرؓ کی نگاہ سے دیکھیں۔ اور پھر اندازہ کریں کہ علامہ توشیحی کا نظریہ اجتہاد درست ہے۔ یا ہمارا نظریہ رسالت، ترمذی جلد اول ابواب الحج ص ۴۰۵ حدیث ۸۰۵ مطبوعہ محمد سعید اینڈ سنز تاجران کتب قرآن محل مقابل مولوی مسافر خانہ کراچی۔

مترجم حافظ حامد الرحمن صدیقی کاندھلوی۔

ترندی شریف

سَالِمُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ حَدَّثَنَا أَنَّهُ سَمِعَ رَجُلًا
مِّنْ أَهْلِ الشَّامِ وَهُوَ يُسَالُ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عُمَرَ
عَنِ السَّمْعِ بِالْعُمَرَاءِ إِلَى الْحَجِّ فَقَالَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ
عُمَرَ هِيَ حَلَالٌ فَقَالَ الشَّامِيُّ إِنَّ أَبَاكَ قَدْ
نَهَى عَنْهَا فَقَالَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عُمَرَ أَرَأَيْتَ إِنْ
كَانَ أَبِي نَهَى عَنْهَا وَضَعَهَا رَسُولُ اللَّهِ أَمْ كَانَ
يُتَّبَعُ أَمْرُ أُمِّ رَسُولِ اللَّهِ فَقَالَ الرَّجُلُ بَلْ أَمَرَ
رَسُولُ اللَّهِ فَقَالَ لَعَدُ ضَعَهَا رَسُولُ اللَّهِ هَذَا
حَدِيثٌ نَحْسَنُ صَحِيحٌ.

(ترندی شریف جلد اول ابواب الحج ۲۰۵)

حدیث ۸۰۵ مطبوعہ محمد سعید اینڈ سنز کراچی

ترجمہ :

سالم بن عبد اللہ سے روایت ہے کہ انہوں نے ایک شامی کو سنا کہ
وہ حضرت ابن عمر سے حج تمتع کے متعلق پوچھ رہا تھا۔ آپ نے فرمایا وہ
حلال ہے۔ شامی نے کہا کہ آپ کے والد نے تو اس سے منع کیا ہے۔
حضرت عبد اللہ نے کہا تمہارا کیا خیال ہے۔ اگر میرے باپ نے منع کیا
اور رسول نے وہ عمل کیا تو کیا رسول اللہ کے طریقہ کی پیروی کی جائے
گی۔ یا میرے باپ کے طریقہ کی۔ اس آدمی نے کہا رسول اللہ کے

طریقہ کی اس پر آپ نے فرمایا کہ رسول اللہ نے ایسا کیا ہے۔ یہ حدیث حسن اور صحیح ہے۔

بیٹے قادیان اب فیصلہ ہو گیا۔ ایک شامی شخص حضرت عبداللہ بن عمر کے پاس اگر حج تمتع کے بارے میں پوچھتا ہے عبداللہ بن عمر جواب دیتے ہیں کہ حج تمتع کرنا جائز ہے۔ شامی کہتا ہے کہ آپ کے باپ نے حج تمتع کرنے سے منع کیا ہے۔ عبداللہ بن عمر شامی سے پوچھتے ہیں۔ میرے باپ کا حکم مانو گے یا رسول اللہ کا؟ شامی کہتا ہے رسول کا۔ عبداللہ بن عمر کہتا ہے۔ پھر رسول نے حج تمتع کیا ہے۔ علامہ توشیحی نے سرور کونین اور حضرت عمر و فزول کو ایک ہی درجہ کا مجتہد قرار دے کر ان کے باہمی اختلاف کو دو مجتہدوں کا اختلاف بنایا ہے۔ جب کہ عبداللہ بن عمر نے سرور کونین کو سپر اور قرار دیا ہے۔ اور سرور کونین اور حضرت عمر کے باہمی اختلاف کی صورت میں ایشا سرور کونین کو آخری حکم فرمایا ہے۔ ایک مامان پڑھ شامی کی کتاب میں بھی سرور کونین کے مقابل میں حضرت عمر کا کوئی مقام نہیں۔ بجلاب بتلئے سرور کونین کا جواز اللہ کا حکم باقی ہے۔ یا حضرت عمر کا حرمت متہ کا ارشاد؟ اب بھی اگر حرمت متہ پر اصرار ہو تو پھر کھلے لفظوں سے اعلان کر دیں۔ کہ ہمیں حضرت عمر کا قول منظور ہے اور سرور کونین کا ارشاد منظور نہیں۔

اب آئیے اور امام احمد بن حنبل سے پوچھئے وہ کیا فرماتے ہیں۔

مسند امام حنبل

سَأَلَ رَجُلٌ ابْنَ هُرَيْرَةَ عَنْ مُتَعَةِ الْبَنَاتِ فَقَالَ وَ
 اللَّهُ مَا كُنَّا عَلَيَّ عَمَلٍ وَ سَوَّلَ اللَّهُ رَأْسَيْنِ وَلَا
 مَسَافِحَيْنِ - (مسند امام حنبل جلد دوم ص ۱۹۵)

ترجمہ:

ایک شخص نے عبداللہ بن عمر سے متعلقہ النساء کے متعلق پوچھا۔ تو اس نے جواب دیا۔ بخدا۔ ہم زمانہ رسول میں نہ تو زنا کرتے تھے۔ اور نہ ہی سفاح کرتے تھے۔ یعنی متعہ جائز نکاح ہے۔ ہم زمانہ رسالت پناہ میں کرتے تھے۔ اور آپ کو اس کا علم تھا۔

تفسیر قرطبی

عَنْ مَالِكِ بْنِ أَنَسٍ أَنَّ ابْنَ
عُمَرَ فِي الْمَسْجِدِ إِذْ جَاءَهُ رَجُلٌ مِنْ أَهْلِ
الشَّامِ فَسَأَلَهُ عَنِ التَّمَتُّعِ بِالْعُمْرَةِ إِلَى الْحَجِّ
فَقَالَ ابْنُ عُمَرَ حَسَنٌ بِمِثْلِ قَالَ فَإِنَّ بَابَكَ كَانَ
يَنْهَى عَنْهَا فَقَالَ وَبِكَ فَإِنْ كَانَ ابْنِي نَهَى عَنْهَا
وَقَدْ فَعَلَهُ رَسُولُ اللَّهِ وَأَمَرِيهِ أَقْبِلْ
ابْنِي أَخَذَ أَمْرًا بِرَسُولِ اللَّهِ فَمَرَعَتْنِي۔

تفسیر قرطبی جلد دوم ص ۲۶۵

ترجمہ:

سالم کہتا ہے۔ کہیں ابن عمر کے ساتھ مسجد میں بیٹھا ہوا تھا۔ کہ شام سے ایک شخص آیا۔ اس نے حج تمتع کے متعلق پوچھا۔ تو ابن عمر نے کہا اچھا کام ہے۔ شامی نے کہا آپ کے والد تو اس سے منع کیا کرتے تھے۔ ابن عمر نے کہا۔ تجھ پر ویل ہو۔ اگر میرا باپ منع کرتا ہے۔ اور سرور کو زمین حکم دیتے ہیں۔ تو کیا میں اپنے باپ کی بات مانوں یا حکم رسول؟ اٹھ جا میرے

پاس ہے۔

محرم قارئین دیکھ لیا اپنے عبد اللہ بن عمر اپنے باپ کو مجتہد تو مانتا ہے لیکن سرور کونین کو اپنے باپ بیبا مجتہد نہیں بلکہ باپ کے مقابل میں سپر پاور مانتا ہے۔

(جواز متعصم ۵۷)

جواب

جاڑوی اپنے کلام سے یہ ثابت کرنا چاہتا ہے۔ کہ قوشبی نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ہم پڑ مجتہد کہا ہے۔ اور کثیث مجتہد ہونے کے حضرت عمر کو یہ حق پہنچتا ہے۔ کہ وہ دوسرے مجتہد یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت کرے اور اس کی تردید جاڑوی نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کے قول سے پیش کی۔ تو اس سلسلہ میں ادلّیہ بات پیش نظر ہے۔ کہ قوشبی ہمارا نہیں بلکہ شیعہ سے تعلق رکھنے والا ایک فلسفی اور آزاد خیال فاضل ہے۔ اس نے اگر حضرت عمر اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم دونوں کو برابر کا مجتہد کہا۔ تو اس سے شیعہ مسلک کی بدعتیہ کی ادبے باکی ثابت ہوتی ہے۔ اگرچہ ہمارے پاس قوشبی کی شرالحدید نہیں۔ پھر بھی معلوم ہوتا ہے۔ کہ جاڑوی نے دوسرے حوادث کی طرح اس میں بھی بدویانہی کی ہوگی۔ کیونکہ یہ اس کی فطرت ہے اور اگر واقعی قوشبی نے یہ کچھ لکھا۔ تو اس کا جواب تمہیں دینا چاہیے۔ ہم تو تمہاری ایک گزشتہ فریاد کے جواب میں اس کی تحقیق پیش کر چکے ہیں۔ کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے متعصم سے منع فرمایا۔ وہ ان کا اپنا اجتہاد یا حکم نہ تھا۔ بلکہ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم پر عمل کرنا مقصود تھا۔ اس لیے کوئی اہل سنت اس بات کی سوچ بھی نہیں سکتا کہ حضرت عمر کا اجتہاد حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اجتہاد سے بڑھ کر یا برابر ہی تھا عا شاؤ کلّا۔ یہ بہتان ہے۔ باقی جاڑوی نے عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی جارت پیش کی

کہ انہوں نے اپنے والد کے کلام کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کے مقابل میں ٹھکرا دیا۔ تو حقیقت بیان فرمائی۔ کون ایسا مسلمان ہے۔ جو کسی مجتہد یا عالم کے قول کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات پر ترجیح دے۔ ابن عمر رضی اللہ عنہ کے مذکورہ قول سے حضرت فاروق اعظم کی ذات پر کچھ اچھا لانا انتہائی بددیانتی ہے۔

سیدنا حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کے مذکورہ شامی مرد کو خاموش کرانے کے لیے لازمی جواب عطا فرمایا۔ لیکن جاڑوی کے دماغ میں ایسی باتیں کہاں آسکتی ہیں۔ اس میں تو بغض صحابہ اور نام نہاد محبت اہل بیت سمائی ہوئی ہے۔ جب شامی سے آپ نے دریافت فرمایا۔ تم بتاؤ کہ تمہارے نزدیک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بات مضبوط ہے یا عمر بن خطاب کی؟ تو اس نے فوراً جواب دیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی۔ اس میں اس طرف اشارہ تھا۔ کہ میں باوجود عمر بن الخطاب کے فرزند ہونے کے اُن کی باتوں کا وہ مطلب نہ سمجھ سکا جو تم نے سمجھا۔ یعنی شامی کا خیال تھا۔ کہ حضرت عمرؓ نے حج تمتع کو منہ کر دیا تھا۔ یا اس کی حرمت کے قائل تھے۔ اُن کی بات کا مطلب یہ ہے۔ کہ عمرؓ کو حج میں داخل نہ کر دے۔ اور عمرہ الگ اور عمرہ الگ کرنا چاہیے۔ یعنی احرام حج کو فاسد کر کے عمرے کا احرام نہ باندھو۔ اس کا ثبوت احادیث میں موجود ہے۔

اس کا پس منظر مختصر یہ ہے۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے کچھ صحابہ کے ہمراہ جب پہلی مرتبہ حج کے لیے مکہ تشریف لانا چاہتے تھے۔ تو مکہ شریف کے قریب پہنچ کر اپنے فرمایا۔ تم میں سے جو اپنے ساتھ قربانی لے کر نہیں آیا وہ حج کے احرام کو توڑ دے۔ اور عمرے کا احرام نہ باندھ لے۔

عمرہ پورا کرنے پر وہ احرام کو کھول دے۔ اور پھر حج کا احرام نہ باندھ لے۔ حج کا احرام توڑ کر عمرے کا احرام نہ باندھنا صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ خاص تھا اس کی بعد میں اجازت نہ تھی۔ حوالہ ملاحظہ ہو۔

ارشاد الساری

وَفِي حَدِيثِ أَبِي ذَرٍّ عِنْدَ الْمُسْلِمِ كَانَتْ الْمُتَعَةِ
فِي الْحَجِّ لِأَصْحَابِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ خَاصَّةً يُعْنَى فَسَخَّ الْحَجَّ إِلَى الْعُمْرَةِ
وَعِنْدَ النَّسَائِيِّ عَنِ الْحَزْبِ بْنِ بِلَالٍ عَنْ أَبِيهِ قَالَ
قُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ فَسَخَّ الْحَجَّ لَنَا خَاصَّةً أَمْ
لِلنَّاسِ عَامَّةً فَقَالَ لَا بَلَّ لَنَا خَاصَّةً.

(ارشاد الساری جلد دوم ص ۲۷۰)

ترجمہ :

امام مسلم نے ابو ذر سے روایت لکھی کہ حج میں متذکرنا صرف رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کے لیے مخصوص تھا۔ یعنی حج کا احرام باندھ لینا
امام نسائی نے حرب بن بلال کے واسطے سے ان کے والد کی ایک روایت
ذکر کی۔ کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا۔ یا رسول اللہ! حج کا فسخ
کیا ہمارے لیے ہی مخصوص ہے یا عام لوگوں کو اس کی اجازت ہے؟
آپ نے فرمایا۔ نہیں۔ بلکہ صرف ہمارے لیے یہ رعایت تھی۔

مسند امام احمد بن حنبل

عَنْ سَالِمٍ قَالَ كَانَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عُمَرَ يُعْنَى بِالَّذِي
أَنْزَلَ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ مِنَ الرُّخَصَةِ يَتَمَتَّعُ وَ
سَنَّ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيهِ

فَيَقُولُ نَاسٌ لَا يَمِنُ عُمَرَ كَيْفَ تَخْلَعُ أَبَاكَ وَقَدْ
 نَهَى عَنْ ذَلِكَ فَيَقُولُ لَهُمْ عَبْدُ اللَّهِ وَيُذَكِّرُكُمْ
 إِلَّا تَتَّقُونَ اللَّهَ إِنْ كَانَ عُمَرُ نَهَى عَنْ ذَلِكَ
 فَيُبَيِّنُ فِيهِ الْخَيْرَ يَلْتَمِسُ بِهِ تَعَامُ الْعُمْرَةِ
 فَلَمْ تُحَرِّمُوا ذَلِكَ وَقَدْ أَحَلَّهُ اللَّهُ وَعَمَلَ
 بِهِ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَمَرَ
 رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَحَقُّ أَنْ
 تَتَّبِعُوا سُنَّتَهُ أَمْ سُنَّةَ عُمَرَ إِنْ عُمَرَ لَمْ
 يَقُلْ لَكُمْ إِنَّ الْعُمْرَةَ فِي أَشْهُرِ الْحَجِّ حَرَامٌ
 لِكُنَّ قَالَا أَنْ أَتَمُّوا الْعُمْرَةَ أَنْ تُفَرِّدُوا
 مِنْ أَشْهُرِ الْحَجِّ -

(مسند امام احمد بن حنبل ص ۹۵ جلد دوم)

ترجمہ :

سالم کہتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا فتویٰ اللہ تعالیٰ کی
 آیات کے مطابق ہوتا تھا۔ وہ حج تمتع کی اجازت دیتے تھے۔ اور یہ
 حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کے مطابق ہے۔ لوگوں نے اس پر انہیں
 کہا کہ تم اپنے والد کی مخالفت کیوں کرتے ہو۔ حالانکہ انہوں نے حج
 تمتع سے منع کر دیا ہے اس پر جناب ابن عمر نے لوگوں سے کہا خدا کا خوف
 کرو۔ اگر عمر نے اس سے منع کیا ہے تو وہ اس لیے کہ وہ عمرہ کو کامل ادا
 کرنے کے خواہش مند تھے۔ تم اسے حرام کیوں قرار دیتے ہو۔ حالانکہ
 اللہ تعالیٰ نے اسے حلال فرمایا۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر

عمل کیا۔

لہذا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت، عمر کی سنت سے اتباع کے لیے زیادہ
 ہفتہ کہتی ہے۔ عمر نے یہ نہیں کہا کہ عمر حج کے دنوں میں حرام ہے لیکن ان کا کہنا یہ ہے کہ
 عمرہ کو حج سے الگ ادا کرو۔

نوٹ:

سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے حج تمتع کے بارے میں یہ قول منقول ہیں۔
 ۱۔ اول یہ کہ حج کے مہینوں میں پہلے عمرہ کرنا اور پھر حج کرنا اس سے منع فرماتے ہیں۔
 ۲۔ دوسرا قول یہ کہ آپ حج کا احرام توڑ کر عمرہ کا احرام باندھ لینا اس سے منع کرتے تھے
 ان دونوں میں سے جس قول کو صحیح کہا گیا وہ یہ کہ آپ حج کے احرام کو توڑ کر عمرے کا احرام
 باندھنا اس سے روکتے تھے۔ حوالہ ملاحظہ ہو۔

نودی شرح مسلم شریف

قَالَ الْمَاذِرِيُّ اخْتَلَفَتْ فِي الْمُتَعَةِ الَّتِي فَهِى عَنْهَا
 عُمَرُ فِي الْحَجِّ فَقِيلَ هِيَ قَسْعُ الْحَجِّ إِلَى الْعُمْرَةِ
 وَقِيلَ هِيَ الْعُمْرَةُ فِي أَشْهُرِ الْحَجِّ ثُمَّ الْحَجُّ
 مِنْ عَامِهِ وَعَلَى هَذَا إِشْعَا فَنَهَى عَنْهَا تَرْغِيْبًا
 فِي الْإِسْرَاءِ الَّذِي هُوَ أَفْضَلُ لِأَنَّهُ يَنْتَقِذُ
 بَطْلَانَهَا أَوْ تَحْرِيمَهَا وَقَالَ الْقَاضِي عِيَّاضُ ظَاهِرُ
 حَدِيثِ جَابِرٍ وَعِمْرَانَ وَابْنِ مُوسَى أَنَّ الْمُتَعَةَ
 الَّتِي اخْتَلَفُوا فِيهَا إِشْعَا هِيَ قَسْعُ الْحَجِّ إِلَى

الْعُمْرَةُ قَالَ وَلِهَذَا كَانَ عُمَرُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ
يَضْرِبُ النَّاسَ عَلَيْهَا وَلَا يَضْرِبُهُمْ عَلَى
مَجَرَّدِ التَّمَتُّعِ فِي أَشْهُرِ الْحَجِّ .

(النووی شرح المسلم جزا اول ص ۳۹۴)
(اصح المطابع کراچی)

ترجمہ:

الماذری کا کہنا ہے کہ جس تمتع سے حضرت عمر نے منع کیا اس میں
اختلاف ہے۔ پہلی گائی کہ حج کو توڑ کر عمرہ کرنا ہے۔ یہ بھی قول ہے کہ حج
کے مہینوں میں عمرہ کرنے کے بعد پھر اسی سال حج کرنا۔ اس دوسری وجہ
کے مطابق منع کرنے میں احتمال ہوگا کہ آپ دراصل حج مفرد کرنے کی
ترغیب دینا چاہتے تھے۔ جو افضل ہے۔ یہ مطلب نہیں کہ حضرت عمرؓ
ایسا کرنے کو باطل یا حرام کا عقیدہ رکھتے تھے۔ قاضی عیاض نے کہا کہ
جابر، عمران اور ابو موسیٰ کی حدیث کے ظاہر سے یہی معلوم ہوتا ہے
کہ جس تمتع میں اختلاف ہے۔ وہ یہ ہے کہ حج کا احرام توڑ کر عمرہ کا احرام
باندھنا۔ اسی لیے حضرت عمر رضی اللہ عنہ ایسا کرنے والے کو سزا دیا کرتے
تھے۔ اور حج کے مہینوں میں محض تمتع کرنے پر نہیں مارتے تھے۔

نوٹ ہے:

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی گفت گو سے جاڑوی نے یہ تاثر دینے کی
کوشش کی ہے۔ کہ یہ اپنے والد جناب عمر بن الخطابؓ کے خلاف تھے۔ اگرچہ مخالفت
حج تمتع کے بارے میں ذکر کی۔ لیکن متوالساد بھی چونکہ بعض جگہ اس کے ساتھ ذکر ہوا
اس لیے حج تمتع کی مخالفت کے ضمن جاڑوی نے یہ تاثر دینا چاہا۔ کہ حضرت عبداللہ بن

عمر رضی اللہ عنہ اپنے والد گرامی کے برعکس متعہ کے جواز کے قائل تھے۔ حالانکہ عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ اگرچہ اس بات کے قائل ہیں کہ شروع شروع میں متعہ کو جائز کیا گیا تھا لیکن بعد میں اسے حرام قرار دے دیا گیا۔

بیہقی

أَنْبَأَ ابْنُ وَهْبٍ أَخْبَرَ نِيَّ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عُمَرَ
عَنْ تَافِعٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ
عَنْهُمَا أَنََّّهُ سُئِلَ عَنْ مُتْعَةِ النِّسَاءِ فَقَالَ
حَرَامٌ.

(بیہقی جلد ہفتم ص ۲۰۶ کتاب النکاح)

ترجمہ:

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے متعہ النساء کے بارے میں پوچھا گیا۔ آپ نے فرمایا: حرام ہے۔

طحاوی

عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ أَخْبَرَ نِيَّ سَالِمُ ابْنُ
عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ عَنِ الْمُتْعَةِ فَقَالَ حَرَامٌ
قَالَ فَإِنَّ قُلْدًا يَقُولُ فِيهَا قَالَ وَاللَّهِ لَعَدَ
عَلِمَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
حَرَّمَ مَهَا يَوْمَ خَيْبَرَ وَمَا كُنَّا مُسَافِحِينَ.

(طحاوی جلد دوم ص ۱۶۱ باب نکاح المتعہ)

ترجمہ :

ایک شخص نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے متعہ کے بارے میں پوچھا۔ تو آپ نے فرمایا۔ وہ حرام ہے۔ سائل نے کہا کہ ایک آدمی متعہ کے بارے میں چرمیگوٹیاں کرتا ہے۔ آپ نے فرمایا۔ خدا کی قسم! وہ جانتا ہے۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یوم خیبر کو اسے حرام کر دیا تھا۔ اور ہم تو آئی نہیں۔

اس میں گفتگو سے یہ بات اظہر من الشمس ہو گئی۔ کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اعلان کے مطابق حرام قرار دیا۔ اور لوگوں سے سختی کے ساتھ اس پر عمل کرنے کا مطالبہ کیا۔ اپنی طرف سے اجتہاد نہ کیا۔ اور نہ ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام کی مخالفت کی۔ اس امر کی تائید آپ کے صاحبزادے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے بھی فرمائی۔ لیکن جاڑوی کی آنکھوں میں مخالفت کی چٹی اور دماغ میں متعہ کی ہوس تھی۔ اس لیے ادھر ادھر کی ہانک کر اپنے مذموم مقاصد کو پورا کرنا چاہا۔ لیکن اسے منہ کی کھانی پڑی۔ امید واثقی ہے۔ کہ غیر جانب دار کے لیے حق کی پہچان ہو جائے گی۔

(فاعتبروا یا اولی الابصار)

طھوکہ

اور

کذبِ بیکانیؑ

سکوتِ صحابہ

جوازِ متعہ

ملن ہے کہ بعض خوش فہم اور سادہ لوح افراد یہ سوچنے کی کوشش کریں کہ اگر سرورِ کونین کے جائز کردہ حکم کو جب عمر ناجائز کر رہے تھے۔ تو صحابہ کے اتنے بڑے مجمع میں سے کسی صحابی نے حضرت عمر کو کیوں زد روکا؟ اگر صحابہ نے اس کی مخالفت کی ہے تو مخالفتِ ثابت کی جائے۔ اور اگر صحابہ نے مخالفت نہیں کی۔ تو اس کا دوسرا مطلب یہ ہوگا۔ کہ حرمت کے حکم سے دوسرا کوئی صحابی مطلع نہ تھا۔ اور جب حضرت عمر نے اعلانِ حرمت کیا تو تمام صحابہ سن کر فاشوش ہو گئے گویا اعلانِ حضرت عمر فی الواقع اعلانِ رسول تھا۔ اور تحریمِ حضرت عمر تحریمِ رسول تھی۔

امام رازی سے بیچے تفسیرِ کبیر جلد ۵ ص ۵۲ میں فرماتے ہیں۔ اگر عمر کا مقصد یہ تھا۔ کہ متعہ زمانہ رسول میں تو مباح تھا۔ لیکن میں اسے ناجائز قرار دیتا ہوں۔ تو اس سے حضرت عمرؓ کا کفر لازم آئے گا۔ اور تمام ان افراد کو بھی کافر کہنا ہوگا۔ جو حضرت عمرؓ سے نیر د آزاد ہوئے حتیٰ کہ امیر المومنین علیؓ کو بھی کافر کہنا ہوگا۔ چونکہ کسی صحابی کو کافر نہیں کہا جاسکتا۔ لہذا ایسی صورت رہ جاتی ہے۔ کہ ہم یہ بات مان لیں۔ کہ حضرت عمرؓ کے کہنے کا مقصد یہ تھا۔ کہ زمانہ رسالت

میں تو متہ مباح تھا۔ لیکن چونکہ دوسرے کسی کو بھی رسول اللہ ﷺ متہ معلوم نہیں۔ اس لیے میں نسخ متہ کا اعلان کرتا ہوں۔

مصر کے عظیم مفتی محمد عبدو نے بھی اپنی تفسیر المنار جلد پنجم ص ۱۵ پر تقریباً امام رازی کی تقلید کرتے ہوئے لکھا ہے۔ حرمت متہ کی تیسری دلیل یہ ہے کہ حضرت عمر نے اپنے دور حکومت میں متہ سے منع فرمایا۔ اور برسر منبر تحریم متہ کا سختی سے اعلان کیا۔ جبکہ صحابہ نے اس کا اعتراف کیا۔ اور ہمیں معلوم ہے کہ صحابہ کبھی غلط بات کا اعتراف نہیں کرتے۔

اب آئیے امام رازی اور محمد عبدو کے اس استدلال کی حقیقت معلوم کریں کہ کیا واقعاً تمام صحابہ اعلان حضرت عمر کے بعد اباحت متہ سے منکر ہو گئے تھے؟ کیا پھر کسی صحابہ نے اباحت متہ کا فتویٰ نہیں دیا؟ کیا تمام صحابہ نے حضرت عمر کی بات مان لی تھی؟ کتب حدیث و تاریخ بیانگ دہل اس دعویٰ کا مذاق اڑاتی ہیں اور کتب حدیث و تفسیر نے عظیم تر صحابہ کی مخالفت کو بھی اسی طرح نقل کیا ہے جس طرح حضرت عمر کے اعلان حرمت متہ کو نقل کیا ہے۔

۱۔ تفسیر طبری جلد پنجم ص ۱۳ میں حضرت علیؑ کھلے لفظوں میں حضرت عمرؓ کا نام لے کر مخالفت کا اعلان کرتے ہیں۔

تفسیر طبری

كَوْلَا اِنَّ عُمَرَ ظَلَمَ عَنِ الْمُتَّحَةِ لَمَا رَفَى اِلَّا شَقِيًّا۔

(تفسیر طبری جلد پنجم ص ۱۳)

ترجمہ:

اگر عمر متہ سے منع نہ کرتے تو بد نصیب ہی زنا کرتا۔

صحیح مسلم

أَخْبَرَ فِي عُرْوَةَ ابْنِ الزُّبَيْرِ أَنَّ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ الزُّبَيْرِ
قَامَ بِمَكَّةَ فَقَالَ إِنَّ نَاسًا أَعْمَى اللَّهُ قُلُوبَهُمْ
كَمَا أَبْصَارُهُمْ يَفْتُونُ بِالْمُتْعَةِ يَغْرِضُونَ بِرَجُلٍ
فَتَأْوَاهُ فَقَالَ إِنَّكَ حَلَفْتَ حَافٍ فَلِعُمَرَ لَقَدْ
كَانَتْ الْمُتْعَةُ تَفْعَلُ فِي عَهْدِ إِمَامِ الْمُتَّقِينَ
يُرِيدُ رَسُولُ اللَّهِ فَقَالَ لَهُ ابْنُ الزُّبَيْرِ مَعْجُوبٌ
بِنَفْسِكَ وَاللَّهِ لَئِنْ فَعَلْتَهَا لَأَرْجَمَنَّكَ بِأَجَارِكَ.

(صحیح مسلم جلد چہارم ص ۲۳ مطبوعہ مکتبہ
شیب برنس روڈ کراچی ۱۷ نثر جمہورانا
وحید الدین۔)

ترجمہ:

مجھے عروہ ابن زبیر نے خبر دی۔ کہ عبد اللہ بن زبیر مکہ میں خطبہ دینے کو کھڑے
ہوئے۔ اور کہا کہ بعض لوگوں کے دل اللہ اس طرح اندھے کر دیتے ہیں
یہ اشارہ کیا انہوں نے ابن عباس کی طرف کہ وہ آخر عمر میں نابینا ہو
گئے (کہ وہ جواز متعہ کا فتویٰ دیتے ہیں۔ جناب عباس نے فرمایا۔ تو غم عقل
اور گستاخ۔ بخدا ہم نے متعہ امام المتقین کے زمانہ میں کیا ہے۔ ابن زبیر
نے کہا ذرا اب تجربہ کر کے دیکھو۔ اگر تو نے متعہ کیا تو میں تجھے پتھروں سے
سنگسار کروں گا۔

ملاحظہ فرمایا ابن عباس کتنا مصر ہے متعہ کے معاملہ میں اور دوسری طرف انکا متعہ

پر کتنا اصرار ہے۔ کاش کہ علامہ وحید الدین اپنے ترجمہ میں انصاف سے کام لیتے۔ فرماتے ہیں کہ ابن عباس کو نسخ متعہ معلوم نہ تھا۔ اور ابن زبیر کو نسخ متعہ معلوم تھا۔ حدیث آپ کے سامنے ہے۔ ذرا عبد اللہ بن عباس کا انداز بیان بھی دیکھ لیں۔ اور عبد اللہ بن زبیر کا انداز گفتگو بھی ملاحظہ کر لیں۔ عبد اللہ بن زبیر دورانِ خطبہ عبد اللہ بن عباس پر بطور طنز اشارہ کرتا ہے کہ اللہ نے کچھ لوگوں کی آنکھوں کی طرح دل کو بھی اندھا کر دیا ہے جس کی بدولت وہ جو از متعہ کا فتویٰ دیتے ہیں۔ جواب میں ابن عباس کا انداز گفتگو ملاحظہ فرمائیں۔ وہ ابن زبیر کو نادان اور گستاخ کہہ کر حکم رسول مٹاتے ہیں۔

ابن زبیر حکم رسول کے جواب میں زکوٰۃ متعہ کی ناسخ آیت پڑھتا ہے۔ اور نہی قول رسول پڑھتا ہے۔ ابن زبیر تشدد پر اتر آتا ہے۔ اور کہتا ہے کہ ذرا اب متعہ کر کے دکھائیں تجھے سنگسار کر دوں گا یعنی دلیل کے جواب میں دھونس اور قول رسول کے مقابل میں ڈنڈا۔ یہ ہے حرمت متعہ کا ثبوت۔ (جو از متعہ ص ۶۴)

جواب:

ادھر ذکر کی گئی عبارت میں ایک تو وہی استدلال ہے۔ یعنی حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے حوالہ سے حضرت عمر بن الخطاب کے متعہ حرام فرمانے پر افسوس کرنا اس استدلال کا تفصیلی جواب گزشتہ صفحات کی زینت ہو چکا ہے۔ مختصر یہ کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت مذکورہ کا اصلی اور مرکزی لاوی وہ حکم ہے۔ اور وہ سخت قسم کا مجروح ہونے کی وجہ سے اس قابل نہیں کہ اس کی روایت کو حجت کا درجہ دیا جاسکے۔ ہاں ایک نئی بات جاڑوی نے ذکر کی۔ وہ یہ کہ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کی مخالفت اور جو از متعہ پر اصرار کرنا بحوالہ جصاص کی کتاب احکام القرآن۔ اس کا اولاً جواب یہ ہے کہ اس روایت کی کوئی سند ذکر نہیں کی۔ اس بنا پر یہ روایت ناقابل قبول ہے۔ اور ثانیاً یہ کہ احکام القرآن کے

مذکورہ مقام سے جو عبارت جاڑوی نے ذکر کی۔ اس سے متصل عبارت میں اس کی وضاحت تھی لیکن مغالطہ دینے کی خاطر اسے ہڑپ کر لیا گیا۔ عبارت ملاحظہ ہو۔

احکام القرآن

كَوْلَا نَهْيَهُ لَمَّا اُحْتِاجَ اِلَى التَّوْبَةِ اِلَّا شَيْخِي فَنَالَنِي
مِنْ اَكَاوِيلِ ابْنِ عَبَّاسٍ الْقَوْلُ بِاِبَاحَةِ الْمُتَعَةِ
فِي بَعْضِ رَوَايَةٍ مِنْ غَيْرِ تَقْيِيدٍ لَهَا بِضُرُورَةٍ
وَلَا غَيْرِهَا وَالْقَائِلُ أَنَّهَا مَنِيَّةٌ يُحِلُّ لِضُرُورَةٍ
وَالْقَائِلُ أَنَّهَا مُحَرَّمَةٌ وَقَدْ قَدُمْنَا ذِكْرَ
سَنَدِهِ وَقَوْلُهُ اَيْضًا إِنَّهَا مَنْسُوخَةٌ مِنَّا
يَدُلُّ عَلَى رُجُوعِهِ عَنْ اِبَاحَتِهَا مَا رَوَى
عَبْدُ اللَّهِ بْنُ وَهَبٍ قَالَ أَخْبَرَنِي عَمْرُو بْنُ
الْحَرِثِ أَنَّ بُكَيْرَ بْنَ الْأَشَّجِ حَدَّثَهُ أَنَّ أَبَا انْحَاقَ
مَوْلَى بَنِي هَاشِمٍ حَدَّثَهُ أَنَّ رَجُلًا سَأَلَ ابْنَ
عَبَّاسٍ فَقَالَ كُنْتُ فِي سَفَرٍ وَمَعِيَ جَارِيَةٌ
لِي وَلِي أَصْحَابٌ فَحَلَلْتُ جَارِيَتِي لِأَصْحَابٍ
يَسْتَمْتِعُونَ مِنْهَا فَقَالَ ذَلِكَ السَّفَاحُ فَهَذَا
اَيْضًا يَدُلُّ عَلَى رُجُوعِهِ .

(احکام القرآن جلد دوم ص ۴۷۱ تا ۴۷۲ مطبوعہ دار الفکر)

ترجمہ:

اگر حضرت عمر متہ سے منع نہ فرماتے۔ تو کوئی بدبخت ہی ہوتا جو زنا کرتا

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کے متو کے بارے میں چند اقوال ہیں۔ پہلا قول یہ ہے۔ کہ آپ اس کی اباحت، ضرورت کے وقت دینے کے قائل تھے۔ اور دوسرا قول یہ کہ آپ اس کی اباحت، ضرورت کے وقت دینے کے قائل تھے۔ اور تیسرا قول یہ ہے۔ کہ متعہ حرام ہے۔ اس تیسرے قول کی سند ہم بیان کر چکے ہیں۔ اور ان کا ایک قول یہ ہے کہ آیت جواز متعہ منسوخ ہے۔ اور آپ کے مباح کہنے سے آپ کا رجوع اس دلیل سے بھی ثابت ہوتا ہے۔ وہ ایک روایت ہے جو عبد اللہ بن وہب بن عمرو بن حرث سے اور انہوں نے بکیر بن اشج سے بیان کی۔ بنی اشج کا ایک مولیٰ ابواسحاق بیان کرتا ہے کہ ایک شخص نے حضرت عباس سے پوچھا۔ اُس نے بیان کیا۔ کہ میں ایک سفر میں تھا۔ اور میرے ساتھ میری ایک لونڈی بھی تھی۔ میں نے بطور متعہ وہ اپنے ساتھیوں کے لیے صلال کر دی۔ یعنی اجازت دے دی۔ کہ وہ اُس سے متعہ کر سکتے ہیں۔ تو حضرت عبد اللہ بن عباس نے فرمایا۔ یہ زنا ہے۔ لہذا یہ روایت بھی آپ کے رجوع پر دلالت کرتی ہے۔ (یعنی اس پر کہ آپ نے جواز متعہ سے رجوع فرمایا تھا۔ اور حرمت کے قائل ہو گئے تھے)

ابا جازدی کا آخری حوالہ جس میں حضرت ابن عباس اور حضرت عبد اللہ بن زبیر کا کلام بیان کیا ہے۔ اس کا جواب بھی وہی ہے۔ جو اوپر لکھا جا چکا ہے۔ یعنی یہ اس وقت کا واقعہ ہے جب ابن عباس نے اباحت متعہ سے رجوع نہیں فرمایا تھا۔ جب آپ کا رجوع ثابت اور آپسے اس کی حرمت ثابت ہے۔ تو پھر دونوں کے مابین تنازع کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ تفسیر ابن عباس سے اس بارے میں ہم حوالہ لکھ چکے ہیں۔

(فاعتبروا یا اولی الابصار)

کڑھوکہ

اور

کذب بیانی

جابر بن عبد اللہ صحابی نے جواز متعہ کا اعلان کیا

جواز متعہ :-

جابر بن عبد اللہ جلیلا جلیل القدر صحابی حکم عمر کی پرواہ نہ کرتا۔ اور کھلے لفظوں میں منافقت عمر کرتے ہوئے جواز متعہ کا اعلان کرتا ہے۔ ملاحظہ ہو۔

صحیح مسلم

عَنْ عَطَاءٍ قَالَ قَالَ جَابِرُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ مُخْتَصِرًا
فَحِثْنَا فِي مَنْزِلِهِ فَسَأَلَهُ الْقَوْمُ عَنْ أَشْأَاءِ
ثُمَّ ذَكَرُوا الْمُتْعَةَ فَقَالَ تَعْمَلُوا سَتَمُتُّنَا عَلَى
عَهْدِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَبِي
بَكْرٍ وَعُمَرَ

(صحیح مسلم جلد چہارم ص ۱۸ مطبوعہ مکتبہ شیب برنس روڈ

کراچی) مترجم مولانا وحید الزمان

ترجمہ:

عطاء نے کہا جابر بن عبد اللہ عمرے کے لیے آئے۔ اور ہم سب نے
 کے لیے ان کی منزل میں گئے۔ لوگوں نے اُن سے بہت سی باتیں پوچھیں
 پھر متعہ کا ذکر کیا تو انہوں نے کہا۔ ہاں، ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
 کے زمانہ مبارک اور ابوجہود عمر کے زمانہ خلافت میں متعہ کیا۔

نوی شرح مسلم جلد ۷ ص ۱۷۹۔ جن لوگوں نے متعہ میں حضرت عمر کی مخالفت
 کی ہے۔ ان میں عظیم صحابی جناب عبد اللہ بن مسعود بھی ہیں۔ جو بھرے محبوبوں میں ہونما
 استمتعتم بہ منہن، کی آیت پڑھ کر وہ اِلٰی اَجَلٍ مَّسْخُوعٍ، (مدت معینہ تک)
 پڑھا کرتے تھے۔ اور حجاز متعہ پر نص قرآن کا ثبوت دیتے تھے۔ عبد اللہ بن مسعود سے حدیث
 متواتر حجاز متعہ میں منقول ہے۔ ملاحظہ فرمائیے۔

درمنثور

عَنْ قَيْسٍ قَالَ قَالَ عَبْدُ اللَّهِ كُنَّا نَفْزُ وَامَعَ رَسُولِ
 اللَّهِ وَلَيْسَ لَنَا شَيْءٌ فَقُلْنَا أَلَا نَسْتَخْصِمُ فَنَهَانَا
 عَنْ ذَلِكَ ثُمَّ رَخَّصَ لَنَا كَيْ أَنْ تُنِكَحَ الْمَرْأَةُ
 بِالشُّؤْبِ ثُمَّ قَرَأَ عَلَيْنَا يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا
 تُحَرِّمُوا طَيِّبَاتِ مَا أَحَلَّ اللَّهُ لَكُمْ۔

درمنثور جلد دوم ص ۳۰۷۔ احکام القرآن

جلد دوم ص ۱۸۴۔ میحیح بخاری جلد ۱ کتاب النکاح

ص ۷۰ حدیث ۴۹ ملخصہ یعنی کتاب ۳۸ / اردو بازار

لاہور۔ مترجم قاری محمد عادل خان

ترجمہ:

قیس کہتا ہے۔ کہ عبداللہ بن مسعود نے کہا۔ کہ ہم سرکارِ دو عالم کے ساتھ جنگ میں جاتے تھے۔ اور ہمارے پاس کچھ نہ ہوتا تھا۔ تو ہم نے عرض کیا۔ ہم خفی نہ ہو جائیں۔ تو آپ نے ہمیں اس فعل سے منع فرمایا۔ پھر ہمیں ایک کپڑے کے عوض نکاح کرنے کی اجازت دے دی۔ اور یہ آیت تلاوت کی۔ اے ایمان والو! پاک چیزیں اپنے لیے حرام مت کرو۔ جو اللہ نے تمہارے لیے حلال کیں ہیں۔

آئیے اور سوچئے۔ عبداللہ بن مسعود اور دیگر صحابہ عورتوں کے نہ ہونے کا شکوہ کرتے ہیں۔ سرورِ کونین منع فرماتے ہیں۔ پھر کپڑے کے عوض عقد کرنے کی اجازت دیتے۔ اور حکمِ قرآن سناتے۔ کہ اللہ کے حلال کو حرام مت کرو۔ اب ظاہر ہے کہ کپڑے کے عوض جس نکاح کا تذکرہ ہے۔ وہ نکاح متعہ ہی ہو سکتا ہے۔ جیسا کہ جابر کی احادیث اور صحیح مسلم کی دیگر احادیث میں کپڑے کے عوض نکاح متعہ ملتا ہے۔ پھر سرورِ کونین کا یہ فرمانا کہ جو اللہ نے حلال کیا ہے۔ اسے حرام مت کرو۔ ظاہر ہے بات عورت سے نکاح کی مراد ہی ہے۔ اس لیے آپ یہاں کبوتروں اور بیڑوں کا حلال ہونا تو بیان نہیں کریں گے۔ کیسی نکاح ہی کی بات ہوگی۔ اور نکاح بھی دائمی کی نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ وہ تو عبداللہ بن مسعود نے پہلے ہی بتا دیا ہے۔ کہ نکاح دائمی والی بیسیاں ہمارے ساتھ نہ تھیں۔ اب نکاح متعہ بھی رہتا ہے۔ جس کے متعلق سرورِ کونین مذمت پڑھ کر متوجہ فرمانا چاہتے ہیں۔ کہ جو چیز اللہ نے حلال کر دی ہے اس سے فائدہ اٹھاؤ اور کپڑے کے عوض مدتِ معینہ تک نکاح متعہ کرو۔ تفسیر طبری جلد ۱۲ نم ۱۲ کھول کر دیکھئے عبداللہ بن مسعود کی طرح ابی بن کعب بھی حضرت عمر کی تحریم متعہ کے خلاف گھٹے عام آیت متعہ کی تلاوت والی اہلِ منہج سے کرتے ہیں۔ فتح ابی شرح

جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ اور متعہ کی منسوخی

مسلم شریف

عَنْ أَبِي نَضْرَةَ قَالَ كُنْتُ عِنْدَ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ
فَإِذَاهُ ابْنُ فَصَّالَ ابْنُ عَبَّاسٍ وَابْنُ الزُّبَيْرِ
إِخْتَلَفَا فِي الْمُتْعَتَيْنِ فَقَالَ جَابِرٌ فَقَدْ نَامَا
مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ
نَهَانَا عَنْهُمَا عَمَرَ فَلَمْ نَعُدْ لَهُمَا.

(مسلم شریف جلد اول ص ۴۵۱ باب النکاح)

ترجمہ:

ابو نضرہ روایت کرتے ہیں کہ میں حضرت جابر بن عبد اللہ کے پاس حاضر
تھا کہ ایک آدمی آیا۔ اور کہنے لگا۔ ابن عباس اور ابن زبیر دونوں متعہ الحج
اور متعہ النکاح میں اختلاف کرتے ہیں۔ اس پر جناب جابر نے کہا۔
ان دونوں کو ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں کیا ہے پھر
ہمیں عمر بن الخطاب نے منع کر دیا۔ پس اس کے بعد ہم نے پھر اس کا
اعادہ نہیں کیا۔

توضیح:

مسلم شریف کی مذکورہ روایت سے حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ

کی شخصیت کا عقیدہ اور نظریہ ٹھکر کر ماننے آگیا۔ اسی لیے جاڑوی تے یہ روایت ذکر نہ کی تھی۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے جب دو ٹوک الفاظ میں فرما دیا کہ متعہ ہم ضرور کرتے تھے۔ لیکن حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث یوم خیبر اور فتح مکہ کے پیش نظر لوگوں کو سختی سے ٹانٹا تو ہم نے اس کے بعد اس خبیث فعل کی طرف خیال بھی نہ کیا۔ اور اسے حرام سمجھ کر کنارہ کش ہو گئے۔ گویا جاڑوی نے حضرت جابر کے بارے میں جو روایات ذکر کی۔ وہ اگرچہ جواز متعہ کی خبر دیتی ہے۔ لیکن اس سے انہوں نے حضرت عمر کے اعلان کے بعد رجوع فرمایا تھا۔ اس وضاحت کے ہوتے ہوئے حضرت جابر کا حقیقی نظریہ بیان نہ کرنا اور یہ کہنا کہ انہوں نے حضرت عمر کے حرمت متعہ کے اعلان کی پرواہ نہ کرتے ہوئے جواز متعہ کا اعلان کیا۔ کتنا صاف اور کھلا ہوا جھوٹ ہے۔ جھوٹ سے بچنے کی وہی کوشش کرتا ہے۔ جسے خوف خدا اور شرم مصطفیٰ وآل مصطفیٰ ہو۔ اور جسے ستر سے زائد زنا کرنے کے گناہ سے بچنا مقصود ہو۔ جن میں کم درجہ اپنی ماں سے زنا کرنا ہے۔ (بحوالہ تہذیب الامال جلد اول) حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ کے بعد دوسرے جلیل القدر صحابی حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا مسک بھی ملاحظہ فرمائیں۔

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اور متعہ کی منسوخی

احکام القرآن

وَقَدْ رَوَى عَنْ عَبْدِ اللَّهِ أَنَّهُ مَسُوحَةٌ
بِالْطَّلَاقِ وَالْعِدَّةِ وَالْعِيَرَاتِ

ترجمہ:

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ کہ ”متفقہ“، آیت طلاق، عدت اور میراث سے منسوخ ہو گیا ہے۔

بہت ہی شریف

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَسْعُودٍ قَالَ نَسَخَتْهَا الْعِدَّةُ وَالطَّلَاقُ وَالْمِيرَاثُ.

(بہت ہی جلد ہفتم ص ۲۰۶ مطبوعہ جبر آباد دکن)

ترجمہ:

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ کہ آیات عدت، طلاق اور میراث نے ”متفقہ“ کو منسوخ کر دیا ہے

ابی بن کعب اور ابن عباس کی قرأت شاذہ ہے

تفسیر طبری

أَمَّا مَا رَوَى عَنْ أَبِي بِنِ كَعْبٍ وَابْنِ عَبَّاسٍ مَنْ قَرَأَ بِهِنَّمَا فَمَا اسْتَمْتَعْتُمْ بِهِ مِنْهُنَّ إِلَى أَجَلٍ مُسَمًّى فَعَرَأْتُمْ بِخِلَافِ مَا جَاءَتْ بِهِ مَصَاحِفُ الْمُسْلِمِينَ وَغَيْرُ جَائِزٍ لِأَحَدٍ أَنْ يُلْحِقَ فِي كِتَابِ اللَّهِ تَعَالَى شَيْئًا لَمْ يَأْتِ بِهِ

الْخَبَرُ الْقَاطِعُ الْعَدَدُ عَمَّنْ لَا يَجُوزُ خِلَافُهُ -

(تفسیر طبری جلد ۱۰، نجم ص ۱۰، مطبوعہ بیروت)

ترجمہ :

بہر حال وہ زائد الفاظ جو حضرت ابی بن کعب اور ابن عباس رضی اللہ عنہما سے آیت فما استمتعتم بہم میں ”الی اجل مسمى“ سے مروی ہیں۔ یہ ایسی قرآنہ ہے جو مسلمانوں کے مصاحف کے خلاف ہے اور کسی کو اس بات کی اجازت نہیں کہ اشد تعالیٰ کی کتاب میں کوئی ایسے لفظ ملائے جو یقینی خبر کے ذریعہ ثابت نہ ہوں اور جو اس کی مخالفت جائز نہیں سمجھتا اس کے مقرر کو ختم کر دے۔

توضیح

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے ہم نے چند حالات پیش کیے جو ان کی طرف سے ”متفقہ“ کے منسوخ ہونے کی مراحات کہتے ہیں۔ موصوف سے جو جاڑوی نے روایت ذکر کی۔ وہ فتح مکہ سے پہلے کی ہے۔ جبکہ متفقہ قطعی طور پر منسوخ نہ ہوا تھا۔ اس لیے حرمت کے بعد اس کی ناسخ آیات کی نشاندہی کر دی گئی اور دوسری بات جو قرأت کے سلسلہ میں تھی۔ تفسیر طبری نے اس کا بھی جواب پیش کر دیا کہ کوئی ایسی روایت جو مسلمانوں کے مصاحف کے ساتھ متفق ہو۔ اس سے کتاب اللہ پر زیادتی جائز نہیں ہے۔ اب اس خبر واحد سے کتاب اللہ پر زیادتی کا ثبات کرنا تو خبر واحد کو اس قدر اہمیت دینا ہے۔ جو قرآن کی مراحات کی ناسخ ہو سکے۔ اگر ہاں کا یہی عقیدہ ہے۔ کہ خبر واحد قرآن کی ناسخ ہوتی ہے۔ تو اس کی یہ بہت بڑی جہالت ہے۔ ان کی اپنی کتب بھی اس کی تائید نہیں کرتیں۔ یا پھر یہ کہنا چاہتا ہے۔ کہ اتالی اجل مسمى..

کے الفاظ آیت متقدم موجود تھے۔ اب نہیں۔ تو یہ ثبوت جاڑوی کے ذمہ ہے کہ یہ الفاظ قرآن کریم میں دیکھا ہے۔ تو منہ مانگا انعام پائے۔ یا پھر تسلیم کر لیا جائے کہ موجود قرآن ناقص اور محترق ہے۔ یہ خود اس کی کچھلی تقریر کے خلاف ہے۔ لایب تیلہ الماثل من بین ید یدہ الخ

اُدھر اعلان یہ تھا۔ کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے متہ کو حرام فرمانے کے بعد ان صحابہ کرام نے آپ کی مخالفت کی۔ اور حضرت عبداللہ بن مسعود کی روایت وہ ہمیش کی جاڑوی ہے۔ جو فتح مکہ سے پہلے کی ہے۔ اب جاڑوی کے لیے دو ہی راستے ہیں۔ ایک تو یہ کہ ثبات کیا جائے۔ کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے جواز متہ کے متعلق جو کچھ کہا۔ وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اعلان حرمت متہ کے بعد کہا۔ دوسرا یہ کہ اگر بعد میں ہی کہا تو پھر اسے خبر متواتر یا کم از کم خبر مشہور ہی ثابت کر دکھائے۔ کیونکہ کتاب اللہ پر زیادتی یا اس کے مطلق کو مفید کرنا خبر واحد سے نہیں ہوتا۔

ابوسعید خدریؓ جواز متہ والی روایت مجروح ہے۔

فتح الباری

وَأَمَّا أَبُو سَعِيدٍ فَأَخْرَجَ عَبْدُ الرَّزَّاقِ عَنِ ابْنِ جَرِيرٍ أَنَّ عَطَاءً قَالَ أَخْبَرَنِي مَنْ شِمْتُ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ قَالَ لَقَدْ كَانَ أَحَدٌ نَاسِئْتُمْ بِمَدَائِدِ الْقُدُجِ سَوِيْمًا وَهَذَا مَعَ كُتُبِهِ ضَعِيفًا لِلْجَهْلِ بِأَحَدٍ وَآيَتِهِ لَيْسَ فِيهِ التَّصْرِيحُ بِأَنَّهُ كَانَ

بَعْدَ الشَّيْءِ مَكَلَى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔

(فتح الباری جلد ۹ ص ۴۳ مطبوعہ بیروت
طبع جدید)

ترجمہ :

بہر حال جناب ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کا متعہ کے بارے میں نظریہ تو
عبدالرزاق نے ابن جریر سے بیان کیا۔ کہ عطاء نے مجھے میری پسندیدہ
شخصیت کے حوالے سے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے بیان کیا
کہ جناب ابوسعید نے فرمایا۔ ہم میں سے کوئی ایک ستو کے بھرے ہوئے
پیلے کے عوض متعہ کیا کرتا تھا۔ یہ بات ضعیف ہے۔ کیونکہ اس کا ایک
راوی مہمل ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ اس میں اس بات کی تصریح بھی موجود
نہیں۔ کہ کیا ایسا کرنا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے انتقال کے بعد تھا؟

توضیح :-

فتح الباری کے حوالے سے اشیر جاڑوی نے حضرت ابوسعید خدری کے متعلق یہ تاثر
دینے کی کوشش کی تھی۔ کہ کتاب مذکورہ میں ان کے جواز متعہ کی صراحت ہے۔ صاحب
فتح الباری علامہ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے اس جواز متعہ کی روایت کو ضعیف اور صریح
نہ ہونے کے طور پر پیش کر کے جاڑوی کے کیلے پر پانی پیر دیا۔ اگر فتح الباری کی
پوری بات نقل کر دی جاتی۔ تو انصاف ہوتا۔ لیکن دھوکہ اور کذب بیانی کا کام تو
ان شیعوں کو اپنے اسلاف سے منتقل ہوتا چلا آ رہا ہے۔ قرائن یہ بتاتے ہیں کہ جناب
ابوسعید کی جواز متعہ والی روایت اس دور کی ہوگی۔ جب متعہ جاڑوا تھا۔ جیسا کہ حضرت
جابر بن عبد اللہ کے قول میں تھا۔ اس لیے جاڑوی کو چاہیے تھا۔ کہ ان حضرات کوئی
ایسی روایت پیش کرتا۔ جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے منع فرمانے کے بعد سے متعلق

ہوتی۔ کیونکہ جاڑوی نے یہی باور کرانے کی کوشش کی تھی۔ کہ حضرت عمر کے حرمت منہ کے مخالفین بڑے بڑے صحابہ کرام ہیں۔ جن میں عبداللہ بن مسعود ابوسعید خدری وغیرہ بھی ہیں لیکن قارئین کرام! آپ دیکھ چکے ہیں کہ جاڑوی اپنی اس بے ہودہ کوشش میں بری طرح ناکام ہو چکا ہے۔

(فاعتبروا یا اولی الابصار)

دھوکہ

اور

کذب بیانی

عبداللہ بن زبیر متبع کی پیداوار تھے۔ راغب اصفہانی کی عبارت

جواز منۃ

مماضرات راغب جلد دوم ص ۹۴۔ اٹھا کر دیکھیں۔ عظیم صحابی زبیر بن العوام اور علیہ السلام صحابیہ حضرات اسماء بنت ابی بکر خواہرام المؤمنین عائشہ زہرا حضرت عمر کی قولی مخالفت کرتے ہیں بلکہ حکم منہ کی عملی تفسیر کر کے آپس میں متد کرتے ہیں۔ جس سے حضرت عبداللہ بن زبیر جیسا عظیم القدر سپرٹ جنم لیتا ہے۔ تفسیر کبیر جلد ۱ ص ۵۲ سے امام رازی سے پرچھے فرماتے ہیں۔ صحابہ میں سے عمران بن حصین حضرت عمر کے خلاف جواز منۃ کا قائل تھا۔

مسند امام احمد بن حنبل جلد دوم ص ۹۵ میں حضرت عمر کے فرزند رشید اور صحابہ کے بلند پایہ راوی عبداللہ بن عمر اپنے باپ کے خلاف جواز متعہ کا فتویٰ دیتے ہیں۔ ارشاد الساری جلد ۸ ص ۷۸ میں مہدی بن امیہ ابن خلف بھی مسئلہ متعہ میں حضرت عمر کے کھلے مخالفین میں سے ہیں۔ ارشاد الساری جلد ۸ ص ۸۷ میں مہدی بن امیہ ابن خلف بھی مسئلہ متعہ میں حضرت عمر کے مخالفین میں سے ہیں۔ سنہ ۲۰۵ میں خالد بن ہماجر جیسا صحابی تھی حضرت عمر کی مخالفت کرتے ہوئے جواز متعہ کا قائل نظر آئے گا۔ کنز العمال جلد ۷ ص ۲۹۳ کھول کر دیکھیں عمرو بن حریث نے بھی حضرت عمر کی مخالفت میں جواز متعہ کا فتویٰ دیا ہے۔ موطا جلد دوم ص ۱۱۳ اٹھا کر دیکھیے ربیعہ بن امیہ بھی حضرت عمر کے خلاف جواز متعہ کا فتویٰ دیتا ہے۔ علاوہ ازیں دیگر صحابہ کی کثیر تعداد جواز متعہ کی قائل رہی ہے۔ اور بعض نے تو کھلے الفاظ میں حرمت متعہ کو حضرت عمر کی طرف منسوب بھی کیا ہے۔ اور پھر مخالفت بھی کی ہے۔ اور بعض نے حضرت عمر کا نام نہیں لیا۔ البتہ حضرت عمر کے حکم متعہ کو تسلیم کرنے سے انکار کرتے ہوئے جواز متعہ کا فتویٰ دیا ہے۔ اب رہے عموم صحابہ نوارش وال ساری جلد ۸ ص ۸۷ کے مطابق جواز متعہ تقریباً تمام سے مروی ہے لکھا ہے۔

نَدَوِی جَابِر عَنْ جَبْرِیْع الصَّحَابَةِ - جابر نے تمام صحابہ سے جواز متعہ روایت کیا ہے۔ یہ علیحدہ بات ہے۔ کہ بعض صحابہ حضرت عمر کے فتوے حرمت متعہ کے خلاف سے خاموش رہ جاتے تھے۔ اور مخالفت نہیں کرتے تھے۔ مثلاً حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا ”حسی علی خیر العمل“ سے روکن، نماز تراویح کا حکم دینا اور تدوین و نقل حدیث وغیرہ پر پابندی عائد کرنا جیسے مسائل میں صحابہ خاموش رہے۔ لیکن صحابہ کی خاموشی کا معنی ہرگز یہ نہیں کہ وہ حضرت عمر کے تمام ان کاموں کو جائز قرار دیتے تھے۔ جو کتاب نجد اور سنت رسول کے خلاف تھے۔

(جواز متعہ ص ۷۸)

راغب اصفہانی غالی شیعہ ہے

بحوالہ شیعہ کتب

جواب

سیدنا حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کے بارے میں ”مقتہ کی پیداوار“ جیسے غلط اور خبیث عقیدت سے بھرے ہوئے الفاظ دراصل گندی ذہنیت کی سوئی ہے اور پھر اس کو ثابت کرنے کے لیے محاضرات راغب اصفہانی کا سہارا ایک کر بلا دوسرا نیم چڑھا۔ کے مترادف ہے۔ قابل توجہ یہ امر ہے کہ عبداللہ بن زبیر کے والد گرامی جناب زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ اور ابو بکر صدیق کی فقر اور ام المؤمنین عائشہ کی ہمیشہ سیدہ اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا یہ دونوں کیا باقاعدہ دائمی نکاح کی زندگی بسر کرتے تھے۔ یا میعاد کی نکاح کے طور پر رہ رہے تھے۔ ہاں یہ شاہد ہے کہ ان دونوں نے نکاح متعہ نہیں بلکہ نکاح دائمی کر رکھا تھا۔ دائمی نکاح میں وطی کے بعد پیدا ہونے والا بچہ معتق کی پیدائش نہیں کہلاتا۔ بلکہ اسے اُن الفاظ سے وہی ذکر کرتا ہے۔ جو خود اس راستے سے آیا ہو۔ لہذا دائمی نکاح سے پیدا ہونے والی اولاد پر ”معتہ“ کا اطلاق سخت تعصب کی نشاندہی کرتا ہے۔ محاضرات راغب اگرچہ ہمارے پاس نہیں۔ چلو ہم تسلیم کرتے ہیں کہ اس میں یہ عبارت ہو گی۔ تو پھر بھی یہ کوئی قابل توجہ بات نہیں۔ کیونکہ راغب اصفہانی بھی کوئی دو قابل اعتماد نہیں لگتا۔ بلکہ وہ بھی اشیر جاڑوی کا ہم نوالہ وہم پیالہ ہے۔ نیچے ان کی اپنی کتابوں سے اس کا تعارف۔

الکئی واللقاب

فَقَالَ الْمَاهِرُ الْخَبِيرُ الْمِرْزَا عَبْدُ اللَّهِ فِي (رض) فِي
تَرْجُمَتِهِ وَفَقَلَ الْخِلَافَ فِي إِعْتِرَافِهِمْ وَتَشْيِيعِهِمْ
هَذِهِ الْفُتْلَةُ لِيَكُنَّ الشَّيْخَ حَسَنَ بْنِ عَلِي الطُّيْسِي قَدْ
صَرَّحَ فِي آخِرِ كِتَابِهِ إِسْرَارًا لِأَمْلَعَةِ أَنَّهُ أَمَى الزَّاعِبِ
كَانَ مِنْ حُكَمَاءِ الشَّيْعَةِ الْإِمَامِيَّةِ لَهُ مُصَنِّفَات
فَالْتَمَّةٌ مِثْلُ الْمَفْرَدَاتِ فِي غَرِيبِ الْقُرْآنِ وَأَفَانِينَ
الْبَلَاغَةِ وَالْمَحَاضِرَةِ -

«الکئی واللقاب جلد دوم صفحہ نمبر ۲۶۸»

مطبوعہ تہران طبع جدید

ترجمہ:

ماہر اور باخبر شخص مرزا عبد اللہ نے اصہبانی کے حالات کے متعلق کہہ
کہ اس کے معتزلہ اور تشیع ہونے میں اختلاف ہے لیکن شیخ حسن
بن علی طبرسی نے اپنی تصانیف اسرار الامامہ کے آخر میں اس کی حرمت
کردی ہے۔ کہ راغب اصہبانی شیعہ امامیہ حکماء میں سے تھا۔ اس کی
اعلیٰ درجہ کی تصانیف میں مختلف مفردات فی غریب القرآن اور افانین
البلاغت والمحاظرہ -

الذریعہ فی تصانیف الشیعہ

(جامع التفسیر) الإمام أبو القاسم حسين بن

مُحَمَّدُ بْنُ فَضْلِ بْنِ مُحَمَّدٍ الشَّهِيدِ رِبِّ اِغْبِ
 اِلَاصْفَهَانِي ذِكْرَ فِي الرِّيَاضِ اَوَّلًا وَتَوَعُّعِ الْخِلَافِ
 فِي تَشْيِيعِهِ ثُمَّ قَالَ لَكِنَّ الشَّيْخَ حَسَنَ بْنِ عَلِي
 الطَّبْرَسِي صَاحِبُ كَامِلُ الْبَهَائِي صَرَّحَ فِي اٰخِرِ
 كِتَابِهِ اسْرَارُ الْاِمَامَةِ اَنَّهُ كَانَ مِنْ حُكَمَاءِ
 الشَّيْعَةِ الْاِمَامِيَّةِ

(الذریعہ فی تصانیف الشیعہ جلد ۵)

(۲۵ ص)

ترجمہ :

جامع التفسیر امام ابوالقاسم لاغیب امفہانی کے بارے میں ”ریاض“
 میں پہلے تو یہ ذکر کیا گیا کہ اس کے تشیع میں اختلافات تھے پھر لکھا کہ شیخ بکری
 مصنف مرت بہائی نے اپنی کتاب اسرار الامامہ کے آخر میں یہ تصریح
 کی ہے کہ راعب شیعہ حکماء میں سے تھا۔

الذریعہ فی تصانیف الشیعہ

اَلْحَسَنِ بْنِ مُحَمَّدٍ فَضْلِ بْنِ مُحَمَّدٍ الْمُتَوَفَّى كَمَا
 وَرَّخَهُ فِي اَنْحِيَارٍ اَبْشَرَفِي سَنَةِ اَثْنَتَيْنِ وَ
 خَمْسِمِائَةِ الْمُرُوهُو بَيْنِ كَوْنِهِ مَعْتَزِلِيَا وَشَيْعِيَا
 وَجَزَمَ بِاَلثَانِي حَسَنَ بْنِ عَلِي كَامِلُ الْبَهَائِي فِي اٰخِرِ
 كِتَابِهِ اسْرَارُ الْاِمَامَةِ وَلِذَا تَرَجَمَهُ صَاحِبُ الرِّيَاضِ
 فِي الْقِسْمِ الْاَوَّلِ - (الذریعہ جلد ۵ ص ۱۲۸)

ترجمہ ۱

راعب اصفہانی متوفی ۵۲۶ھ اس کے شیعہ یا معتزلی ہونے میں اختلاف ہے۔ لیکن حسن بن علی نے اپنی تصنیف اسرار الامم کے آخر میں اس کے شیعہ ہونے پر حزم کیا ہے۔ اسی وجہ سے صاحب الریاض نے اس کا ذکر ”قسم اول“ میں کیا ہے۔

ایمان الشیعہ

فِي الرِّيَاضِ اخْتَلَفَ فِي كَوْنِهِ شِيعِيًّا هَا نَعَامَةً صَرَّحَ
بِكَوْنِهِ مُعْتَزِلِيًّا قَدْ بَعْضُنَا الْخَامِسَةِ صَرَّحَ بِذَلِكَ
وَلَكِنَّ الشَّيْخَ حَسَنَ بْنَ عَلِيٍّ الْقَطْرِبِيَّ قَدْ صَرَّحَ فِي
آخِرِ كِتَابِ أَمْرٍ بِالْإِمَامَةِ بِأَنَّهُ كَانَ مِنْ حُكَمَاءِ
الشَّيْعَةِ فَإِنَّ كَثِيرًا مِنَ النَّاسِ يَطْلُبُونَ أَنَّهُ
مُعْتَزِلِيٌّ أَقُولُ يُؤَيِّدُ كَفَيْعَةَ قَوْلَ مَنْ قَالَ إِنَّهُ
مُعْتَزِلِيٌّ فَإِنَّهُمْ كَثِيرٌ أَمَا يَخْلُطُونَ بَيْنَ الْقَبِيحِ
وَالْمُعْتَزِلِيِّ لِلشَّوَابِقِ فِي بَعْضِ الْأَصُولِ وَيُؤَيِّدُهُ
أَيْضًا كَثَرَةُ رِوَايَتِهِ عَنْ أَيْمَنَةِ أَهْلِ الْبَيْتِ
وَتَعْبِيرُهُ عَنْ عَلِيٍّ عَلَيْهِ السَّلَامُ بِأَمِيرِ الْمُؤْمِنِينَ
وَقَوْلُهُ فِي مَحَاضِرَاتِهِ كَمَا فِي رَوْضَاتِ الْجَنَابِ
وَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا مَسَرَّ
الْمُؤْمِنِينَ إِلَّا بِرَضَائِهِمْ لَنْ تَكُونَ مِنِّي بِمَنْزِلَةِ
هَارُونَ مِنْ مُوسَى غَيْرَ أَنَّهُ لَا نَبِيَّ بَعْدِي وَقَالَ

عَنْ اَبِي النَّبِيٍّ قَالَ قَالَ اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا نَ
 خَلِيْلِي وَوَزِيْرِي وَخَلِيْفَتِي وَخَيْرُ مَا اَتْرَكُ
 مِنْ بَعْدِي يَقُوْنِي يَحْيٰى وَيَسْحَرُ مَوْعِدِي
 عَلٰى اَبْنِ اَبِي طَالِبٍ فَقَالَ يَحْيٰى بْنُ اَقْسَمَ
 لِلشَّيْخِ بِالبَصْرَةِ بِمَنْ اَقْتَمَيْتَ فِيْ جَوَارِ الْمُتْعَةِ فَقَالَ
 بِعَمْرِ بْنِ الْخَطَّابِ فَقَالَ كَيْفَ هَذَا وَعُمَرُ كَانَ
 اَشَدَّ النَّاسِ فِيْهَا قَالَ لِاَنَّ الْخَبْرَ صَحِيْحًا قَدْ اَتَا
 اَكْبَهُ صَعْدًا الْمُنْبَرِ فَقَالَ اِنَّ اللهَ وَرَسُوْلَهُ قَدْ اَحْلَا
 لِحُكْمٍ مُّتَعَتَيْنِ وَاَنَا اَحْرَمُهُمَا عَلَيْكُمْ وَاَعَايِبُ عَلَيْهِمَا
 فَقِيلَ لَنَا شَهَادَتُهُ وَلَمْ نَقْبَلْ تَحْرِيمَهُ هَذَا اَمَا لَقَدْ
 فِي الرُّؤْيَا حِينَ الْمَحَاضِرَاتِ -

(راعیان الشیعہ جلد ششم مذکورہ راغب ۱۲)
 اصفہانی مطبوعہ بیروت طبع جدید

ترجمہ:

”درایض“ میں ہے کہ راغب اصفہانی کے شیعہ ہونے میں اختلاف
 کیا گیا ہے۔ عام لوگوں نے اس کو معتزلی کہا اور بعض خاص لوگوں نے
 بھی اسی کی تصریح کی۔ لیکن شیخ حسن بن علی طبرسی نے اپنی کتاب
 اسرار الامامہ کے آخر میں لکھا کہ یہ شیعہ حکماء میں سے تھا۔۔۔۔۔ بہت سے
 لوگوں کا ظن ہے کہ راغب اصفہانی معتزلی ہے۔ میں کہتا ہوں جن
 لوگوں نے اس کے معتزلی ہونے کا قول کیا ہے۔ اسی سے اس کا شیعہ
 ہونا ثابت ہوتا ہے۔ وہ اس طرح کے شیعہ اور معتزلہ بہت مسائل میں

ایک دوسرے کے موافق نظریات رکھتے ہیں کیونکہ کچھ اصول میں ان دونوں کا اتفاق ہے۔ اور اس کے شعور جو بنے کی تائید اس سے بھی ہوتی ہے کہ اس کی اکثر روایات کا تعلق ائمہ اہل بیت سے ہے۔ اور اس سے بھی کہ حضرت علی المرتضیٰ کو ”امیر المؤمنین“ کہہ کر لکھتا ہے۔ اور اس کے شیعہ ہونے کی تائید اس قول سے بھی ہوتی ہے۔ جو اس نے محاضرات میں لکھا۔ اسی طرح کا قول روایات الجنات میں بھی ہے۔ قول یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ علی! کیا تو اس پر راضی نہیں کہ تو میرے ساتھ اس طرح ہر جائزے جس طرح موسیٰ کے ساتھ ہارون کا معاملہ تھا۔ صرف یہ بات ہے کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا۔ اور حضرت انس سے روایت ہے۔ کہ میرا خلیل، وزیر، خلیفہ اور میرے بہترین وارثوں میں سے وہ ہے جو میرے فرض ادا کرے گا۔ اور میرے وعدوں کو پورا کرے۔ وہ علی ابن ابی طالب ہے۔۔۔۔۔۔ شیخ کو بعہ میں یکے بن انتم نے عرض کیا کہ تو نے جو امتہ کا فتویٰ کسی کی رائے پر دیا ہے کہنے لگا عمر بن الخطاب کی رائے پر پوچھا کس طرح کیا۔ کہ انہوں نے برسر منبر اعلان کیا تھا۔ پوچھا گیا ان سے جو امتہ کیونکہ وہ تو اس بارے میں بڑے سخت تھے۔ کیا وہ اس طرح کو صحیح خبر ہے۔ کہ حضرت عمر منبر پر تشریف فرما ہونے پھر فرمایا۔ اللہ اور اس کے رسول کے تم پر دو متہ حلال کیے تھے۔ اور میں ان دونوں کو حرام کرتا ہوں۔ ان پر عمل کرنے والوں کو سزا دوں گا۔ تو ہم نے ان کی گواہی تو قبول کر لی۔ لیکن متہ کو حرام قرار دینا قبول نہ کیا۔ یہ ہے وہ جو روایات میں بحوالہ محاضرات ذکر کیا گیا ہے۔

ملحوظ فکر دیا۔ جاڑ دی نے محاضرات کا حوالہ دے کر اپنا دعویٰ ثابت کرنے کی

کوشش کی ہے اور صاحب محاضرات کے بارے میں یا تو اسے معلوم تھا۔ کہ وہ بھی شیعہ ہے۔ لیکن عوام کو مخاطب کرنے کے لیے اس کا مذہب بیان نہ کیا۔ یا پھر کلمی کی بنا پر راغب اصفہانی کے بارے میں اس کے مذہب کا کوئی علم نہ تھا۔ ان کے علاوہ طبرسی نے راغب کے شیعہ ہونے پر بطور دلیل وہی عبارت پیش کی ہے جس کو جازوی نے جواز متعہ کے لیے پیش کیا ہے۔ اب کون ذی علم یہ مانے گا۔ کہ ایک شیعہ کی تحریر سے اہل سنت پر حجت قائم کی جائے۔ اب اس کے بعد تفسیر کبیر سے جو حوالہ دیا گیا ہے اور عمران بن حصین کے جواز متعہ کا مسئلہ بیان کیا گیا ہے ذرا اس کی طرف چلتے ہیں۔ اس روایت میں یحییٰ بن سلیم اور عمران بن مسلم دو راوی ہیں۔ جن پر جرح کی گئی ہے۔ ان کا ذکر پچھلے اوراق میں ہو چکا ہے۔ لہذا مجروح راویوں کی روایت مقام حجت و استدلال پر کھڑے ہونے کے قابل نہیں ہوتی۔

آخر میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کو متعہ کے جائز ماننے والا بیان کیا ہے اس کا تفصیلی تذکرہ بھی ہم لکھ چکے ہیں۔ آپ منہ کی حرمت کے واضح طور پر الفاظ فرماتے ہیں۔ جواز متعہ کی روایات سے مراد متعہ النساء نہیں بلکہ متعہ الحج ہے میعاد نکاح یعنی متعہ کی حرمت کی تصریحات ملاحظہ ہوں۔

بیہقی شریف

عن نافع عن عبد اللہ بن عمر اَنَّہ سَئِلَ عَنْ مُتْعَةِ النِّسَاءِ
فَقَالَ حَرَامٌ۔

(بیہقی شریف جلد ۱ ص ۲۰۶)

ترجمہ:

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے بروایت نافع ہے۔ کہ ان سے متعہ النساء

کے بارے میں پوچھا گیا۔ تو آپ نے فرمایا۔ وہ حرام ہے۔

بیہقی شریف

اخبر فی شعیب عن نافع قال قال ابن عمر لا یحل
لرجل ان یتکح امرأۃ الا نکاح الاسلام یمہرھا و یرثھا
و ترثہ و لا یقا فیھا الی اجل معلوم اقلھا امرأتھ فان
مات احدھما لم یرثوا رثا۔

دیہقی شریف جلد ۷ ص ۲۰۷ کتاب النکاح
مطبوعہ حیدرآباد دکن

ترجمہ

جناب نافع سے شعیب بیان کرتے ہیں۔ کہ حضرت ابی عمر رضی اللہ عنہ
نے فرمایا۔ کسی مرد کے لیے یہ جائز نہیں کہ وہ کسی عورت سے نکاح اسلام
کے سوا کوئی نکاح کرے۔ اسی عورت کو حق مہر دے۔ مرد اس عورت
کا وارث ہوگی۔ اور ایک مقررہ وقت تک کے لیے نکاح نہ کرے۔ پھر
اگر اس عورت میں اُن میں سے کوئی ایک مر جائے۔ تو ان کے درمیان
وراثت جاری نہ ہوگی۔

توضیح

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کے بارے میں جاڑوی نے کہا تھا۔ کہ بیٹا اپنے باپ
کے خلاف فتویٰ دے رہا ہے۔ یعنی حضرت عمر رضی اللہ عنہ متعہ کی حرمت کے قائل
اور ان کے بیٹے اس کے جواز کے قائل تھے۔ ہم نے جو دو روایات بیان کی ہیں۔ ان

میں اور جاڑوی کے بیان میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ ابن عمر نکاح متعہ کو اسلامی نکاح کہتے ہیں نہیں۔ ان کے نزدیک اسلامی نکاح وہ ہے جس کے بعد مرد اور عورت ایک دوسرے کے وارث بنیں۔ نکاح متعہ میں وراثت نہیں ہوتی اس کی تحقیق ہم بیان کر چکے ہیں۔ تو معلوم ہوا کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ بھی اپنے والد گرامی کی طرح متعہ النساء کی حرمت کے بالتصریح قائل و معتقد تھے۔

سلمہ بن امیہ معبد بن امیہ اور عمرو بن حریس کے علت متعہ کی حقیقت

ان تینوں حضرات کے متعلق جاڑوی کا کہنا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اعلان حرمت متعہ کے بعد یہ تینوں حضرات بھی اس اعلان کے سنت مخالف تھے۔ اور یہ کہ تینوں حضرات متعہ کے جواز کے قائل تھے۔ یہ اس کا دھوکہ اور مغالطہ وہی ہے۔ اگرچہ اس کے حوالہ کے طور پر ارشاد الساری کتاب کا نام لیا گیا۔ لیکن اصل کتاب یہ نہیں۔ بلکہ فتح الباری ہے۔ کتاب مذکورہ میں علامہ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ ابن حزم کی اس عبارت کی تردید کر رہے ہیں۔ جس میں ابن حزم نے چند ان صحابہ کرام کے نام گنوائے ہیں۔ جن کے بارے میں اس کا خیال یہ تھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے انتقال کے بعد یہ حضرات متعہ کی علت کے قائل تھے۔ صاحب فتح الباری نے ان تمام دلائل و روایات کا ایک اجمالی جواب ذکر کیا۔ دیکھئے حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے وہ الفاظ کہ متعہ ہم نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم، ابو بکر صدیق اور حضرت عمر کی خلافت کے کچھ حصہ تک کیا۔ ”رواہ جابر عن جمیع الصحابہ“ اس پر صاحب فتح الباری لکھتے ہیں۔ فان كان قوله فعلنا يعمر جميع الصحابة فقولہ فاعلم لقد يعمر جميع الصحابة

فیکون اجماعاً۔ یعنی اگر حضرت جابر کا یہ کہنا کسب کرتے رہے۔ اس ”ہم سب“ سے مراد تمام صحابہ کرام ہیں۔ تو پھر اس کے بعد ان کا یہ قول کہ پھر ہم نے دوبارہ یہ نہیں کیا۔“ سے مراد بھی تمام صحابہ کرام ہی ہو گا۔ جب تمام صحابہ کرام نے متفقہ کرنا چھوڑ دیا تو حرمت متعہ پر اجماع صحابہ ہو گیا۔ اور اگر اس سے مراد تمام نہ ہوں۔ تو پھر اس سے مراد صرف حضرت جابر کی اپنی ذات ہو گی۔ اور اس طریقہ سے تمام صحابہ کرام کا متعہ کرنا ثابت نہ ہوا۔ اسی لیے ابن حزم نے جب ”فعلنا“ سے مراد تمام صحابہ لیے تو ابن حجر نے اس پر تعجب کا اظہار کیا۔ بہر حال اگر ”فعلنا“ سے مراد تمام صحابہ ہوں۔ تو ”لہو لعد“ سے بھی تمام مراد ہوں گے۔ اس طریقہ سے حرمت متعہ پر اجماع صحابہ ثابت ہو گی۔ اور اگر ”فعلنا“ سے مراد صرف حضرت جابر کی اپنی ذات ہے تو پھر تمام صحابہ کرام کو اس میں شامل کرنا زیادتی ہے۔ اس سے صرف یہ معلوم ہو گا۔ کہ حضرت جابر متعہ کے قائل تھے۔ لیکن پھر اس کی حرمت کے قائل ہو گئے تھے۔ یہ تھا حال اس روایت کا جو حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے مروی تھا۔ غلط فہمی کی بنا پر جاڑوی نے دوسروں کو بھی غلط فہمی کا شکار کرنا چاہا۔ اب آخر میں خالد بن مہاجر کے بارے میں حقیقت حال پیش قدمت کرتے ہیں۔ کیونکہ ان کے بارے میں بھی جاڑوی نے یہی تاثر دیا ہے۔ کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے منع فرمانے کے باوجود یہ حضرت اس کی مخالفت پر ڈٹے رہے۔ اور اس کے ثبوت کے لیے سنن بیہقی کا حوالہ دیا گیا۔ اس میں بھی کذب بیانی سے کام لیا گیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اعلان حرمت متعہ کے بعد جناب خالد بن مہاجر کا ایسا ایک قول بھی جاڑوی نہیں دکھا سکتا جس میں اس کا ”بنا ہونا“ یا ”بانا نظر آنا“ برہنہ بیہقی کی عبارت ملاحظہ ہو۔

بیہقی شریف:

قَالَ ابْنُ شَهَابٍ فَأَخْبَرَنِي خَالِدُ بْنُ مَهَاجِرٍ أَنَّ سَيْفَ اللَّهِ

اَنَّهُ بَيْنَمَا هُوَ جَالِسٌ عِنْدَ رَجُلٍ جَاءَهُ رَجُلٌ فَاُتَمَّتَتْهُ
 فِي الْمُنْتَعَةِ فَقَالَ لَهُ ابْنُ أَبِي عُمَرَ الْاَنْصَارِيُّ مَهْلًا
 قَالَ مَا هِيَ وَاللّٰهُ لَقَدْ فَعَلْتُ فِي عِلْمِي اِمَامَ الْمُتَّقِيْنَ
 قَالَ ابْنُ أَبِي عُمَرَ اِنَّمَا كَانَتْ رُحَصَةً فِي اَوَّلِ الْاِسْلَامِ
 لِمَنْ يَنْظُرُ اِلَيْكَ كَالْمَيْتَةِ وَالذَّمُّ وَالْعَمْرُ الْخَيْرُ
 ثُمَّ احْكَمَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ وَفَّقَهُ عَمَلًا۔

(سنن شریف جلد ۵ ص ۵۰ کتاب النکاح)

ترجمہ:

ابن شہاب کہتے ہیں کہ مجھے خالد بن مہاجر نے بتایا کہ وہ ایک مرتبہ بیٹھا
 ہوا تھا کہ ایک مرد آیا۔ اور اس نے اس سے متعہ کے بارے میں فتویٰ
 طلب کیا۔ اُسے ابن ابی عمر انصاری نے کہا۔ ٹھہرو۔ کہا۔ وہ کیا ہوتا ہے؟
 خدا کی قسم! میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دور میں متعہ کیا ہے۔ ابن ابی
 عمر نے کہا۔ متعہ کرنا اول اسلام میں رخصت تھا۔ لیکن اس شخص کے لیے
 جو اس پر مجبور ہو جائے۔ جس طرح مجبور کے لیے مردار، خون اور خنزیر
 جائز ہو جاتے ہیں۔ پھر جب اللہ تعالیٰ نے دین کو مضبوطی عطا فرمادی
 تو پھر اس متعہ سے منع کر دیا۔

توضیح

خالد بن مہاجر اگرچہ متعہ کے جواز کے قائل تھے لیکن انہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم
 کے منع فرمانے کا چونکہ علم نہ تھا۔ اس لیے جب ابن عمر انصاری نے حقیقت حال
 کی وضاحت کی۔ اور متعہ کی ممانعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کی۔ تو اس

کون کوفالہ بن ہماجر کے پاس کوئی دلیل دیتی۔ آپ نے اس پر خاموشی فرمائی۔ جس کا مطلب یہ ہوا۔ کہ انہوں نے سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادِ گرامی کے ہوتے ہوئے اپنے نظریہ سے رجوع فرمایا تھا۔ یہ ہرگز ہرگز ثابت نہیں۔ کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ اگر متہ کی حرمت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالہ سے بیان فرمائیں۔ تو خالد بن ہماجر اسے تسلیم نہ کریں۔ اور ابن ابی عمرہ انصاری کہیں۔ تو اسے تسلیم کر لیں۔ اس لیے حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور خالد بن ہماجر کے اقوال کا فرضی اختلاف پیش کر کے جاڑوی سنے لوگوں کو گمراہ کرنے کی کوشش کی۔

ربیعہ بن امیہ

موطا امام مالک کے حوالہ سے حضرت عمر اور ربیعہ بن امیہ کی متعہ کے بارے میں جاڑوی نے مخالفت ذکر کی۔ جھوٹ اور فریب دہی کی یہ بھی ایک جیتی جاگتی تصویر ہے۔ موطا میں اس اختلاف کا کوئی نام و نشان نہیں۔ بلکہ جو کچھ ربیعہ بن امیہ سے ہوا۔ وہ لاطمی کی بنا پر تھا۔ اگر مقابلے یا مخالفت کے طور پر ہوتا۔ تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ انہیں رجم کر دیتے۔ سینے امام مالک موطا میں کیا فرماتے ہیں۔

موطا امام مالک

مالك عن ابن شهاب عن عروة زبیر ان خولة بنت حكيم دخلت على ابن الخطاب فسألت ان ربیعہ بن امیہ اسمع یا امرأة فحملت منه فخرج عمر بن الخطاب قرحا یجذر داءه فقال هذه المتعة لو كنت ثقنت

فِيهَا الرَّجِمَتُ۔

(موطا امام مالک ص ۷۷ نکاح متد مطبوعہ
میر محمد کراچی)

ترجمہ:

خزانت حکیم ایک دفعہ حضرت عمر بن الخطاب کے ہاں آئیں۔ اور ان سے پوچھا۔ کہ ربیعہ بن امیہ نے ایک عورت سے نکاح متد کیا۔ تو وہ عورت اس سے حاملہ ہو گئی۔ یہ سن کر حضرت عمر غصہ میں باہر نکلے۔ لائے۔ اور آپ اپنی چادر گھسیٹ رہے تھے۔ پھر فرمایا۔ یہ متد ہے۔ اگر میں اس بارے میں پہلے سے اعلان کر چکا ہوتا۔ تو ربیعہ کو سنگسار کر دیتا۔

توضیح

موطا کی درج بالا عبارت واضح طور پر یہ اعلان کر رہی ہے۔ کہ ربیعہ بن امیہ کا واقعہ داصل متد کی حرمت سے لاعلمی کی بنا پر وقوع پذیر ہوا۔ جب انہیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی طرف سے اس اعلان کا علم ہوا۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یوم فتنہ کو اس سے منع کر دیا تھا۔ تو انہوں نے اس کی مخالفت نہ کی۔ اسی بنا پر جناب فاروق اعظم نے ربیعہ کو رجم نہ کرایا۔ اب اس وضاحت کے ہوتے ہوئے ان دونوں حضرات کے مابین فرضی مخالفت ثابت کرنا ظلم ہے۔

نوٹ:

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے متد کی مخالفت کا اعلان یوم فتنہ مکہ کو فرمادیا تھا۔ بعد میں جب ابو بکر صدیق اور فاروق اعظم کا دور خلافت آیا تو ان دونوں خلفاء کو اغیار

کی سازشوں اور جہاد میں مصروفیات کی بنا پر اس کا موقع نہ مل سکا۔ کہ وہ اپنے اپنے دور میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اسی اعلان کو شہرت دیتے۔ اس لیے بہت سے افراد اس کی مخالفت سے بے خبر تھے۔ بعد میں حضرت فاروق اعظم نے اعلان عام فرما دیا۔ تاکہ کسی کے لیے کوئی حجت نہ رہے۔ اسی بنا پر انہوں نے ربیعہ کو بوجہ لاعلمی رجم کی سزا نہ دی۔ اور علم ہو جانے کے بعد ربیعہ نے پھر اس قسم کی حرکت نہ کی۔ ایک طرف جاڑوی نے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی کہ حضرت عمر کے اعلان کے خلاف صحابہ کرام کی بہت سی شخصیات میدان میں آئیں۔ اور دوسری طرف اس نے یہ منطقی اپنائی۔ کہ دو صحابہ کرام اگرچہ متعہ کے بارے میں یہ سمجھتے تھے کہ یہ جائز ہے لیکن حضرت عمر کی مخالفت انہیں کر سکتے تھے۔ جیسا کہ حسی علی خیر العمل اور تدوین قرآن ایسی باتوں پر صحابہ کرام نے مخالفت نہ کی۔ حالانکہ یہ ان کے نزدیک ناجائز تھے۔“

ایک طرف کھلی مخالفت اور دوسری طرف ڈر کے مارے چپ سادھے ہوئے۔ کیا یہ صحابہ کرام کی عظمت بیان ہو رہی ہے؟ چلو مان لیتے ہیں۔ کہ عمر بن الخطاب کا ڈر تھا۔ لیکن جب عمر فاروق کا انتقال ہو گیا۔ عثمان غنی کا دور سازشوں کی زد میں تھا۔ اور علی المرتضیٰ خلیفہ چہارم بن کر مسند خلافت پر متمکن ہوئے۔ امام حسن رضی اللہ عنہ حتیٰ کہ ائمہ اثناعشر نے اپنے اپنے دور میں اس کا رواج جائز کیوں نہ قرار دیا۔ اب عمر بن الخطاب تو نہ تھے۔ پھر کس کا ڈر تھا۔ کوئی شیعہ یہ ثابت کرنے کی جرات کر سکتا ہے۔ کہ ان کے بارہ اماموں میں سے کتنے وہ ہیں جنہوں نے متعہ پر عمل کیا۔ جب ان کا دعویٰ یہ ہے۔ کہ متعہ کے بغیر ایمان نہیں۔ تو پھر اس کا اپنا تاہت ضروری تھا۔

سیدنا عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے متعہ سے منع فرمایا۔ اس میں

ان کا اپنا ذاتی مفاد کیا تھا جتنے کا اجرا خواہشات نفسانیہ کی تکمیل کا ایک ذریعہ ہے۔ اس کے منع کرنے سے حضرت عمر کو کیا ملا؟ اگر کوئی صاحب عقل و خرد غور کرے۔ تو اسے یہ تسلیم کرنا پڑے گا۔ کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ خواہش پرست نہ تھے اور اس عمل سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نفسانی خواہشات نہ اپنے لیے پسند کرتے تھے۔ اور نہ ہی اپنے دوسرے مسلمان بہن بھائیوں کے لیے پسند فرماتے تھے۔ دراصل حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان **وَدَّ الشَّيْطَانُ يَفْرِدَ مَنْ ظَلَّ عَمَدًا**، کا یہ عملی نمونہ تھا۔ حضرت فاروق اعظم نے اول آخر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کا تحفظ کیا ہے۔ ذاتی اغراض و مقاصد پیش نظر نہیں تھے۔ اللہ تعالیٰ حتی سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے۔ امین ثم امین

دھوکہ

اور

کذب ثبانی ۲

حرمتِ متعہ کی روایات باہم متضاد ہیں

جواز متعہ: نظریہ ابن حجر۔

ابا آئے اور حضرت عمر کے روکنے اور صحابہ کرام کے خاموش رہنے کا سبب جو ابن حجر نے بیان کیا ہے۔ کہ صحابی کی خاموشی ان کی رضا اور موافقت کے علاوہ حکم رسول پر دلالت کرتی ہے۔ اس کا جائزہ لیں کہ یہ نظریہ کہاں تک درست ہے

جہاں تک سکوت صحابہ کا تعلق ہے۔ وہ تو آپ ﷺ کا ملاحظہ فرمایا جکے ہیں۔ کہ صحابہ نے قاضی نہیں کی بلکہ بانگِ دہل مخالفت کرتے رہے ہیں۔ البتہ ارشادِ ساری جلد ۱ ص ۷۷ میں حرمتِ متعہ کے لیے تین روایات پیش کی گئی ہیں۔ ایک روایت ابو ہریرہ سے ہے اور وہ عبداللہ بن عمر سے ہے۔

جہاں تک ابو ہریرہ کی روایت کا تعلق ہے۔ صاحبِ ارشادِ ساری نے ابو ہریرہ کی حدیث نقل کرنے کے بعد خود اس حدیث پر یوں تبصرہ کیا ہے۔

ان فی حدیث ابی ہریرۃ مقالاً فانہ من روایۃ عومل
ابن اسماعیل عن عکرمہ ابن عمار و فی
کل منہا مقال

ترجمہ :

ابو ہریرہ کی حدیث سلسلہ سند کے اعتبار سے ضعیف ہے۔ کیونکہ اس حدیث میں مومل بن اسماعیل اور عکرمہ بن عمار ہیں۔ اور یہ دونوں مجروح ہیں۔ اب انہیں اور عبداللہ ابن عمر کی دو احادیث دیکھیں۔ ان کی عبارت کچھ یوں ہے۔

لما ولی عمر خطب فقال ان رسول اللہ اذن لنا
فی المتعۃ۔

جب عمر حکمران بنا تو اس نے دورانِ خطبہ کہا۔ کہ سرورِ کونین نے ہمیں

تین بار متعہ کی اجازت دی تھی۔ لیکن پھر اسے حرام قرار دے دیا۔ ان احادیث کے سلسلہ سے قطع نظر اصل حدیث کو دیکھیں۔ عبداللہ بن عمر سرور کو مین سے حدیث نقل نہیں کر رہا۔ حضرت عمر حکمران بنتے ہیں۔ تو دوران خطبہ فرماتے ہیں۔ کہ سرور کو مین نے اجازت متعہ دینے کے بعد متعہ سے منع فرما دیا تھا۔ علاوہ ازیں سابقا مسند احمد ضعیف جلد دوم ص ۹۵ پر یہی عبداللہ بن عمر حجاز متعہ کی حدیث نقل کرتا ہے۔ جو گزر چکی ہے۔ جس میں عبداللہ بن عمر وضاحت سے بتاتے ہیں۔ کہ سرور کو مین کے زمانہ میں متعہ ہوتا رہا ہے۔ کیا عبداللہ بن عمر کے کلام میں تضاد نہیں ہے؟ کیا حدیث کو عبداللہ بن عمر نے اپنے باپ سے منسوب کیا؟ اور کیا عبداللہ بن عمر کی حجاز متعہ کی احادیث کے مستند روای حرمیت متعہ کے ضعیف راویوں پر غالب نہیں رہیں گے؟

(حجاز متعہ ص ۶۹)

جواب:-

نظریہ ابن حجر کے تحت جو کچھ جاڑوی نے کہا۔ اس کا خلاصہ تین امور ہیں۔
اول:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اعلان حرمیت متعہ پر صحابہ کرام کی خاموشی دراصل حکم رسول کی موافقت ہے۔ کہ متعہ جائز ہی ہے۔

دوم: حرمیت متعہ کی تین ہی روایات ہیں۔ ان میں سے روایت ابو ہریرہ مخرج ہے۔ کیونکہ وہ عبداللہ بن عمر سے مروی ہے۔

سوم: عبداللہ بن عمر کی روایات میں تضاد ہے۔ اور حرمیت متعہ کی روایات بمقابلہ حجاز متعہ ضعیف ہیں۔

اول: حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اعلان حرمیت متعہ پر صحابہ کی خاموشی خود جاڑوی کی اپنی تحریر اس کا منہ چڑاتی ہے۔ گزشتہ سطور میں آپ پڑھ چکے ہیں۔

کہ بقول جاڑوی اعلانِ عمر کے وقت پر او اس کے بعد عظیم صحابہ کرام نے اس کی مخالفت کی۔ اور پھر ان کے نام بھی جاڑوی نے گوائے۔ اب یہاں اوروں کے ساتھ انہیں بھی ”غاموشی“ بنالیا گیا۔ یہ تو تھا ایک پہلو کہ جس سے جاڑوی کی بدحواسی ٹپک رہی ہے۔ دوسرا پہلو یہ کہ حضرات صحابہ کرام نے مخالفت کی بجائے موافقت میں اپنا تائیدی کردار ادا کیا۔ حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ کا وہ قول بطور حجت کافی ہے جس میں آپ نے تمام صحابہ کرام کی کیفیت بیان فرمائی۔ فرمایا۔ اعلانِ حرمتِ متعہ کے بعد ”فَلَمْ نَعُدْ مَا“ ہم نے پھر اس (متعہ) کا اعادہ نہ کیا۔ کیا یہ غاموشی ہے؟

دوم: ”حرمتِ متعہ پر روایت ابو ہریرہ سخت مجروح ہے“ فتح الباری سے جو یہ اقتباس پیش کیا گیا۔ جاڑوی نے اس کا پس منظر بیان ذکر کے تالیف و تصنیف میں بددیانتی کا ارتکاب کیا۔ صاحب فتح الباری بحث یہ کر رہے۔ کہ حرمتِ متعہ کی روایات کے مقامات مختلف ہیں۔ یعنی یہ اعلانِ خیر کے دن ہوا، فتح مکہ کے دن، طائوس کے دن۔ تبوک یا حجة الوداع کے دن۔ سفر تبوک کے دوران جن روایات سے حرمتِ متعہ ثابت ہوتی ہے۔ وہ تین ہیں۔ جن میں ایک روایت حضرت ابو ہریرہ کی ہے۔ یعنی ابن حجر بیان یہ کرنا چاہتے ہیں۔ کہ حرمتِ متعہ کا اعلان دوم مرتبہ ہوا۔ ایک اس وقت جبکہ یومِ خیر تھا۔ یا اعلان اس بنا پر کیا گیا۔ کہ دورِ جاہلیت میں لوگ متعہ کیا کرتے تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس جاہلی فعل کو ممنوع فرمادیا۔ پھر فتح مکہ کے موقع پر صرف تین دن کے لیے اس کی اباحت کر دی گئی۔ پھر آپ نے ہمیشہ ہمیشہ کے لیے اس سے منع فرمادیا۔ اس بحث کے بعد ابن حجر تحقیق کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔ کہ وہ روایات جن میں سفر تبوک کے دوران متعہ کی حرمت ملتی ہے۔ وہ قابلِ اعتبار نہیں۔ یعنی ان روایات کو حرمتِ متعہ پر پیش کرنا درست نہیں۔ کیونکہ یہ حرمت بعد میں اٹھالی گئی۔ اور پھر دائمی حرمت کا اعلان فتح مکہ ہوا۔ جس کے بعد دوبارہ متعہ کی اجازت نہ دی گئی۔

اب اس حقیقت کو سامنے رکھ کر اور ادھر جاڑوی کی تحقیق سے کس کا موازنہ کیا جائے۔ تو بات صاف صاف نظر آئے گی۔ کہ ابن حجر یہ ثابت کرنے کے لیے کہ حرمت متعہ یوم فتح مکہ کو ہوئی۔ سفر تبوک کی روایات ناقص ہیں۔ تین روایات پر جرح کر رہے ہیں لیکن جاڑوی اینڈ کمپنی ان تین روایات کی جرح تو پیش کر رہا ہے۔ یہ نہیں بتا رہا کہ ابن حجر نے یہ جرح کیوں کی۔ چلے مان لیا۔ کہ مذکورہ تین روایات جن میں سے ایک روایت ابو ہریرہ کی بھی ہے۔ جرح ہیں۔ لیکن وہ روایات جو حرمت متعہ کو یوم فتح مکہ سے ثابت کرتی ہیں۔ ان کے بارے میں جاڑوی کا کیا خیال ہے؟ فتح الباری کی عبارت اور پھر اس کا مطلب اپنے حق میں ہموار کرنے کے لیے جاڑوی نے کیا کیا جن کیے۔ اُیے فتح الباری کی عبارت دیکھیں۔ کہ وہ جاڑوی کا کس طرح منہ چڑاتی ہے۔

فتح الباری

والمشہور فی تحریریمہ ان ذالک کان فی غزوة الفتح كما اخرجہ المسلمون حدیث الربیع بن ثمرہ..... فاما رواية التبوک اغربها اسحاق بن راهويه وابن حبان من طريقه من حدیث ابی ہریرہ الخ۔

(فتح الباری جلد ۱ ص ۱۳۸)

ترجمہ:

متعہ کی تحریم کے متعلق مشہور یہ ہے کہ فتح مکہ کے دن کے ہوئی۔ جیسا کہ امام مسلم نے ربیع بن سمرہ کی حدیث بیان کی۔..... لیکن وہ روایات

کہ جن سے حرمت متعہ یوم تبوک کو ثابت ہوئی ہے۔ جن کا اخراج اسحاق بن راہویہ اور ابن جہان لے کہا۔ اور حدیث ابو مریرہ اس پر پیش کی۔ یہ غیر مشہور ہے۔ سوحد: حضرت عبداللہ بن عمر کی احادیث میں تضاد۔ جاڑوی کو تو "تضاد" کی تعریف کا ہی علم نہیں۔ اسے کیا حق پہنچتا ہے۔ کہ وہ حضرت عبداللہ بن عمر کی احادیث میں اس لفظ کا استعمال کرے۔ حضرت ابن عمر کی وہ دونوں احادیث پیش خدمت ہیں۔ اُن میں تضاد تلاش کیجئے۔

- ۱۔ حضرت عمر نے دورانِ خطبہ کہا۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تین دن تک کے لیے متعہ کی اجازت دی تھی۔ اس کے بعد آپ نے اس سے منع فرمادیا۔
- ۲۔ بحوالہ مستدام احمد بن حنبل، حضرت عبداللہ بن عمر نے متعہ کو جائز قرار دیا۔

روایت اولیٰ اور ثانیہ میں ایک بات متفق علیہ ہے۔ وہ یہ کہ متعہ جائز تھا۔ پہلی روایت میں اس کی اجازت تین دن تک مخصوص ذکر کی گئی ہے۔ اور دوسری روایت میں جواز متعہ کی روایت علی الاطلاق ہے۔ اس حد تک دونوں روایتوں میں اتفاق ہے۔ لیکن پہلی روایت میں تین دن کے بعد حرمت کا ذکر ہے دوسری میں نہیں۔ لیکن حرمت متعہ کا حکم دوسری روایت کے خلاف نہیں۔ خلافت تب ہوتا۔ کہ اس میں یہ بیان کیا جاتا۔ کہ متعہ کا جواز تین دن کے بعد منسوخ نہیں ہوا۔ جاڑوی کو یہ فرق نظر آیا۔ اور تضاد کی بھینس کی اندھے کی لاٹھی سے ہانکنا شروع کر دیا۔

غلاوہ ازہی حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ جس متعہ کے جواز کے قائل ہیں وہ متعہ النساء ہے ہی نہیں۔ (اس کی ہم تحقیق پیش کر چکے ہیں) بلکہ اس سے مراد متعہ الحج ہے اب یہ کس قدر ستم ظریفی ہے۔ کہ ایک روایت میں متعہ النساء کی

تین دن تک اباحت اور پھر ابدی حرمت کا ذکر اور دوسری روایت میں متعہ الحج کے جواز کا مسئلہ، ان دونوں کو باہم متضاد بنایا گیا۔ کیا تفاد کے لیے ایک ہی چیز کا متعین ہونا ضروری نہیں۔ اگر جاڑوی کے نزدیک تفاد ہی ہے۔ کہ دو مختلف چیزیں دو مختلف حکم رکھیں۔ تو پھر اتفاق کہاں ہوگا؟ آخر میں یہ دعویٰ جڑا گیا۔ کہ روایات جواز متعہ مضبوط ہیں۔ اور حرمت والی ضعیف۔ ہمارا چیلنج ہے۔ کہ جاڑوی اینڈ کمپنی کوئی ایک ایسی روایت پیش کر دیں۔ جس میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے یہ فرمایا ہو۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جب فتح مکہ کے دن متعہ النساء کے حرام ہونے کا اعلان فرمایا۔ تو اس کے بعد متعہ النساء کے جواز کا بھی ارشاد فرمایا۔ منہ مانگا انعام دیا جائے گا۔

مختصر یہ کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے جواز متعہ کی روایات مقبول ہیں۔ لیکن یہ جواز قبل تحریم کی ہیں۔ دائمی جواز کی ایک روایت بھی ان سے مروی نہیں۔

لہذا ضعیف دعویٰ کہنے کو تو جاڑوی نے کہہ دیا۔ لیکن اس کا ثابوت کرنا اس کے لیے بلکہ اس کی تمام ”امت شیعیت“ کے لیے مشکل ہے۔

(فَاعْتَبِرُوا يَا أُولِيَ الْأَبْصَارِ)

ۛ

کتاب الفہم

اور

حاصل مطالعہ

جواز متعہ

ماقبلہ بیان سے جو حقیقت ثابت اور واضح ہوئی ہے۔ وہ یہ ہے کہ (۱) جواز متعہ احکام شریعہ میں سے ہے۔ (۲) قرآن کریم سے جواز متعہ ثابت ہے (۳) سرور کونین سے جواز متعہ ثابت ہے (۴) سرور کونین سے متعہ کی حرمت ثابت نہیں (۵) صحابہ کی اکثریت زمانہ رسالت میں عملاً متعہ پر عمل کرتی رہی۔ صحابہ کی واضح اکثریت تا دم آخر جواز متعہ کی قائل رہی (۶) متعہ حضرت ابو بکر اور حضرت عمر کے ابتدائی دور میں ہوتا رہا (۷) حضرت عمر نے اپنے زمانہ حکومت میں متعہ پر سختی سے پابندی عائد کی (۸) بعض صحابہ نے حضرت عمر کے دورہ کے دورے چپ سادہ لی (۹) جلیل القدر صحابہ نے حضرت عمر کی پروا نہ کرتے ہوئے کھلے عام مخالفت کی بعد کے فقہائے اہل سنت کی دو قسم ہوئیں۔ کچھ متعہ کو جائز قرار دیتے رہے۔ اور کچھ متعہ کو حرام اور غیر شرعی کہتے رہے (۱۰) متعہ کو حرام کہنے والے علماء نے حضرت عمر کی تحریم کو سامنے رکھ کر آیات قرآن کی مختلف تاویسیں کیں۔ اور حضرت عمر کی تحریم کو درست ثابت کرنے کی خاطر مقام مصطفیٰ تک کا خیال نہ کیا (۱۱) حتیٰ کہ توشیحی جیسے علم کلام کے مسلم علماء نے حضرت عمر اور سرور کونین دونوں کو اجتہاد کی ایک لڑی میں پرو دیا۔ اور انتہائی بے باکی سے کہہ دیا۔ کہ اجتہاد عمر اجتہاد رسول

سے متصادم ہو گیا۔ (۱۲۳) متعہ کو جائز قرار دینے والوں نے قرآن مجید اور رسول کریم کے اصل جواز کو سامنے رکھا۔ اور حضرت عمر کی تحریم متعہ کی پروا نہ کی (۱۳) حضرت عمر کو امتی اور سرور کونین کو ذات احدیت کا نمائندہ سمجھا۔ سرور کونین کو مجتہد نہیں بلکہ شائع اور حضرت عمر کو دوسرے صحابہ کی طرح کا ایک جماعتی سمجھا۔ حضرت عمر کی رائے کو دیگر افراد امت میں سے ایک فرد کی ذاتی رائے قرار دے کر قابل اعتماد نہیں سمجھا۔ (۱۴) یہی نظریہ ائمہ اہل بیت اور شیعیان علی بن ابی طالب کا ہے۔ حتیٰ کہ شیعیان اہل بیت میں گزشتہ چودہ صدیوں میں ایک بھی اسی نظریہ کا مخالفت نہیں ہوا۔ آخر میں مناسب ہو گا کہ اگر علماء امامیہ میں سے شیخ مفید کی مختارات شیخ مفید سے اثبات متعہ پر ایک مناظرہ لکھ دیں۔ تاکہ قارئین کرام کی بصیرت میں اضافہ ہونے کے ساتھ ساتھ تفریق طبع ہو جائے۔ (جواز متعہ ص ۷۱، ۷۲)

جواب بالترتیب

- ۱۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جب یرم فتح کو متعہ کی حرمت کا اعلان فرما دیا۔ تو اب جواز نہیں بلکہ حرمت متعہ احکام شرعیہ میں سے ہے۔
- ۲۔ جس آیت قرآنیہ سے جواز متعہ ثابت کیا جاتا ہے۔ اولاً وہ آیت نکاح دائمی کے لیے اتنی ہی ذکی میعاد نکاح کے لیے، دوم اگر میعاد نکاح کے لیے قہری تو پھر اس کے حکم کو منسوخ کر دیا گیا۔
- ۳۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے اگرچہ متعہ کی اجازت ثابت ہے۔ لیکن صرف تین دن تک کے لیے قہری۔ بعد میں اسے ممنوع فرما دیا۔
- ۴۔ مندرجہ بالا حدیث صحیحہ سے متعہ کی حرمت ثابت ہے۔ لیکن صرف تین دن تک کے لیے قہری۔ بعد میں اسے قرآن کریم نے منسوخ فرما دیا۔ تو اصل

حرمیت پھر سے موجود ہو گئی۔

۵۔ بامر مجبوری تین دن کے لیے متعہ کی اجازت اور وہ بھی اُن صحابہ کرام کے لیے جو آپ کے ساتھ غزوہ میں تھے۔ صحابہ کی تعداد ایک لاکھ اور چوبیس ہزار سے متجاوز تھی ان میں سے اکثریت کے بارے میں قول کرنا تو بہت آسان ہے۔ لیکن ہم چیلنج کرتے ہیں۔ کہ جاڑوی وغیرہ تمام اصناف و اکابر و پچاس صحابہ کرام کے اسماء گرامی ہی گنوا دیں۔ جنہوں نے فتح مکہ کے وقت متعہ کی وقتی حلت اور پھر حرمت کے بعد اس سے فائدہ اٹھایا ہو۔ بلکہ جاڑوی تو اپنے ہم مسکوں کی اکثریت بھی نہیں دیکھا سکتا۔ کہ جنہوں نے اس ”شریعتِ عمل“ کو بگلے لگایا ہو۔

۶۔ فتح مکہ کے دن حرمتِ متعہ کا اعلان ہوا۔ بعد میں دورِ ابوبکر اور عمر کے ابتدائی دور میں چونکہ سازشوں اور قتلوں نے سراٹھا رکھا تھا۔ اس لیے اس اعلان کی تشہیر اور اس پر سختی سے عمل کرانے کا موقع نہ مل سکا۔ جس کی وجہ سے کچھ لوگ اس کی حرمت کا علم نہ ہونے کی بنا پر اس میں مصروف رہے۔ حالات سازگار ہونے پر حضرت عمرؓ نے اس پر سختی سے عمل کروایا۔

۷۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے از خود اپنی طرف سے متعہ کی حرمت نہیں فرمائی۔ بلکہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات و احادیث کے پیش نظر ایسا کیا۔ اسی لیے آپ نے اعلان میں یہ بھی فرمایا۔ کہ جوازِ متعہ پر چار گواہ پیش کر دو۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے بعد اس کی حرمت کو ختم فرما کر اجازت فرمائی تھی۔

۸۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا دودھ ٹھیک سے بہت کارگر تھا۔ لیکن کس کے لیے؟ حضرات صحابہ کرام نے ”وَلَمْ يَلْعَبْ هَا“ کہہ کر حرمتِ متعہ پر اجماع کر لیا۔ اب انہیں کس دوسے کا ڈر تھا۔ پھر یہ بھی اگر ایک بڑھیا کمڑی ہو کہ حضرت عمرؓ کو لو کہ

سکتی ہے۔ جس کا ذکر کتب اہل تشیع میں بھی موجود ہے۔ اور حضرت علی المرتضیٰ نے جنہیں ”عادول“ فرمایا۔ ان کے دُوسے سے ڈرنے کا کیا مطلب؟ صحابہ کرام کوئی ”شیعوہ“ تھوڑے ہی تھے۔ کہہ تھوڑے ”کر لیتے۔ انہوں نے خاموشی اختیار نہیں کی۔ بلکہ بیانِ کدہل حضرت عمر کا ساتھ دیا تھا۔

۹۔ جلیل القدر صحابہ کرام نے مخالفت نہیں بلکہ موافقت کی۔ جس کی دلیل حضرت جابر کا یہ جملہ ہے۔ ”ہم نے متعہ کو دوبارہ نہیں اپنایا۔ اور یہ بات کہ اہل سنت کی دو قسمیں ہو گئیں۔ ایک جواز کی قائل اور دوسری حرمت کی تو یہ بھی کذب ہے۔ اس سے مراد امام مالک کی ذات ہے۔ کہ وہ جواز متعہ کے قائل تھے۔ لیکن موطا امام مالک میں حرمت متعہ کی روایات موجود ہوتے ہوئے یہ کہنا بھی غلط ہے۔ تاویلوں کی ضرورت تب پڑتی ہے۔ جب قرآن کریم اور احادیث مصطفیٰ سامنے نہ ہوں۔ جب آیات ناسخ اور صریح احادیث موجود ہیں۔ تو پھر تاویل کی کیا ضرورت؟

۱۱۔ توسل بھی ہمارا نہیں تمہارا بزرگ ہے۔ اور اسی لیے اس نے تمہاری طرح تجھ کو اس کی بجائے۔ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی عظمت کو داغدار کرنے کے لیے اس نے یہ منطق و فلسفہ جھاڑا ہے۔

۱۲۔ کیا جواز متعہ والوں نے قرآن کے اصل جواز اور رسول اللہ کے اصل ارشاد کو سامنے رکھا؟ وہ ہیں کون؟ جاڑوسی اینٹ لکھتی ہی جواز کی شائق ہے۔ جبکہ تمہارے نزدیک روایات صحیحہ متواترہ سے ثابت ہے کہ موجود قرآن، محرف اور غیر کمال ہے۔ پھر کس شوخی پر ”قرآن کے اصل جواز“ کو پیش کیا جا رہا ہے۔ ہاں وہ آیات جو اکتیس سے چالیس تک کے کسی سپارے میں ہوں۔ وہ پیش کر دو۔ تو شائد بات بن جائے۔ یہی دوسری اصل یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی

امادیت، تو اس سے بھی تمہارا دامن خالی ہے۔ اِدھر اُدھر سے گھڑ کر صحاح اربعہ بنائیں۔ اور ائمہ اہل بیت کے نام سے دکان چکائی۔ ائمہ اہل بیت نے اسی لیے فرمادیا تھا۔ کہ غیر دار ہماری طرف سے پیش کردہ ہر بات کو ہماری بات نہ سمجھنا۔ ہاں اگر قرآن و سنت مصطفیٰ سے مطابقت رکھے تو ٹھیک ورنہ پھینک دینا۔ کیونکہ کسی کی سازش ہوگی۔

۱۳۔ حضرت عمر واقعی حضور کے امتی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم اللہ رب العزت کے محبوب خلیفہ اور نمائندہ ہیں۔ ہمیں اس سے کب انکار کرے۔ اگر انکار کیا تو تمہارے ملاں جی تو شخی نے کیا۔ اب سننا یا نہیں بار بار ہے۔ ٹھیک ہے الشاچور کو تو ان کو مٹانے۔

۱۴۔ ائمہ اہل بیت کا نظریہ اور شیعیان علی کا پسندیدہ درمتنع ہے۔ جہاں تک اول الذکر کا دعویٰ ہے۔ تو اس پر کوئی ایک مستند حوالہ کہ کسی امام نے خود یا اپنے افراد کو اس کا شوق دلایا ہو۔ رہا موخر الذکر وگوں کا معاملہ تو ان کے لیے تو نفس پرستی اور خواہش برآری کے سامان چاہئیں۔ لیکن بد قسمتی سے شام، لبنان اور عراق کے ”شیعیان علی“ بڑے بے وفا اور کم ہمت نکلے۔ کہ انہوں نے اپنے ائمہ کے نظریہ کو اپنے گھروں میں داخل نہ ہونے دیا۔ بلکہ ایسا کرنے والوں کو بے شرم، کہا۔

شرم تم کو مگر نہیں آئی۔

✽

کھوکھ

— اور —

کذب بیانی ۲۲

مناظرہ شیخ مفید برائے متواتر ابن لؤلؤ کے ساتھ

جواز متعہ:

ابن لؤلؤ نے شیخ مفید سے سوال کیا۔ ثبوت متعہ پر آپ لوگوں کے پاس کیا دلیل ہے
 شیخ مفید نے جواب دیا۔ ہمارے پاس قرآن کی یہ آیت ہے۔ احل لکم ما واد
 ذالکمر ان تبغوا باموالکم محصنین غیر مسافحین فما استمتعتم
 بہ منہن فاتوہن اجورہن فریضۃ ولا جناح علیکم فیما
 تراصیتم بہ من بعد القریضۃ ان اللہ کان علیما حکیم
 علاوہ ان میں تمہارے لیے سب کچھ حلال ہے۔ اگر تم اپنے مال کے ذریعہ بدکاری
 سے بھٹ کر شرافت کے ساتھ دلی کرنا چاہو چنانچہ جن عورتوں سے متعہ کرو
 انہیں ان کی اجرت واجیباً ادا کر دو۔ اور باہمی رضامندی کے بعد اگر کچھ کمی بیشی
 (مدت اور اجرت) کرنا چاہو تو کر سکتے ہو۔ اللہ علیم و حکیم ہے۔ ذات احدیت
 نے واضح الفاظ سے نکاح متعہ کا شرائط و اوصاف کے ساتھ ذکر فرمایا۔ مثلاً اجرت

باہمی رضامندی، اجرت اور مدت میں بعد از عقد کی یا پیشی کا اختیار وغیرہ۔۔۔ ابن ابی نؤیل نے اس کے جواب میں کہا۔ کہ جہاں تک میں سمجھتا ہوں۔ یہ آیت منسوخ ہے۔ اور اس کی ناسخ یہ آیت ہے۔

والذین ہرلفرو وجہہم حافظون۔ الاعلیٰ از واجہہم او ما ملکتم ایما نلہم فانہم غیر ملومین فمن ابتغی وراء ذالک فاو لئک ہر العادون۔

اور جو لوگ اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرتے ہیں۔ سوائے اپنی بیویوں اور کنیزوں کے کسی طرف نہیں دیکھتے وہ قابلِ مذمت نہیں۔ علاوہ ازیں جو بھی نچاؤ کرے گا۔ تو وہ نافرمانوں میں شمار ہوگا۔ شیخ مفید نے ابن ابی نؤیل کی دلیل کا رد کرتے ہوئے کہا۔ جہاں تک یہ سمجھتا ہوں۔ تو وجہ کی بنا پر آپ کو اشتباہ ہوا۔ کہ آیت متعہ کی، ناسخ ہے۔

وجہ اول:

آیت میں ازواج کو مستثنیٰ کیا گیا ہے۔ اور آپ نے اپنے ذاتی مفروضہ کی بنا پر متعہ والی عورت کو زوجہ شمار نہیں کیا۔ حالانکہ اثباتِ متعہ کے قائل متعہ والی عورت کو زمرہ زوجہ مانتے ہیں۔ بلکہ متعہ والی عورت کی زوجیت کو بھی ثابت کرتے ہیں

وجہ دوم:

شائد اپنے خیال نہیں فرمایا۔ اور ممکن ہے کہ جامعین قرآن کو بھی اس بات کا خیال نہ رہا ہو۔ کہ ناسخ اس آیت کو کہا جاتا ہے۔ جو بعد میں آئے۔ اور منسوخ اس کو کہتے ہیں۔ جو پہلے آچکی ہو۔ جبکہ زیر بحث مسئلہ میں آپ اگر غور فرمائیں تو

معاذ برعکس نظر آئے گا۔ جو آپ نے آیت پیش کی ہے۔ وہ سورہ مومن سے ہے۔ یہ قرآن پڑھتے والا جانتا ہے۔ کہ سورہ مومن کو جامعین قرآن نے مکی سورتوں سے میں شمار کیا ہے۔ اور یہ تو آپ جانتے ہی ہوں گے۔ کہ مکی سورتیں نزول کے اعتبار سے پہلے نازل ہوئیں ہیں۔ جب کہ آیت متعہ سورہ نساء میں ہے۔ اور سورہ نساء کو جامعین قرآن نے مدنی سورتوں کی فہرست میں شمار کیا ہے۔ اور آپ اچھی طرح جانتے ہیں کہ مدنی سورتیں وقت نزول میں مکی سورتوں کے بعد نازل ہوئی ہیں۔ اب بھلا آپ بتائیں۔ کہ مدنی حکم کا نسخ مکی ہو سکتا ہے۔ اگر آیت متعہ مکی ہوتی۔ اور آیت ازواج مدنی ہوتی تو پھر آپ کہہ سکتے تھے۔ کہ آیت متعہ منسوخ ہے۔ اور آیت ازواج نسخ ہے۔ (جواز متعہ تصنیف اشیراز دی فاضل قم)

جواب امر اول

”عورت متمتعہ ازواج“ میں داخل ہے۔ اور اس کی زوجیت ہی ثابت ہے۔ کہنے کو تو بات بڑی آسان ہے۔ اور بزرعم خود بہت بڑا اعتراض ہے۔ لیکن اس دعویٰ پر دلائل کا مطالبہ کرنا ابن لؤی کا حق بنتا ہے۔ جلد تمہارے کہنے کے مطابق مان لیتے ہیں۔ کہ ابن لؤی نے مطالبہ نہ کیا۔ اور تم نے اپنی طرف سے ڈگری جاری کر دی لیکن اب ان کی طرف سے ہمارا مطالبہ ہے۔ کہ جاڑوی وغیرہ اس دعویٰ پر دلائل پیش کریں۔ تاکہ سنی علماء کو تسلی ہو جائے۔ اس کے برعکس ابن لؤی کی تائید میں ہم یہ کہتے ہیں۔ کہ چند وجوہ کی بنا پر عورت متمتعہ ازواج، میں داخل نہیں ہو سکتی۔

۱۔ منکوحہ مدخولہ کو طلاق ملنے پر عدت گزارنا قرآن سے ثابت ہے۔ لیکن

متمتعہ کے ساتھ عیسیٰ گئی کی صورت میں عدت کی کوئی ضرورت نہیں۔

۲۔ منکوحہ کے ساتھ اس کا خاوند یا ملاکر ناچاہیے۔ تو ہو سکتا ہے۔ متمتعہ کے ساتھ نہیں۔

- ۲۔ منکوحہ کے ساتھ اظہار بھی ہو سکتا ہے۔ متمتعہ کے ساتھ نہیں۔
- ۳۔ منکوحہ کے وطی کرنے والا "محصن"، کہلائے گا۔ متمتعہ کے ساتھ ہم بستری سے "واحسان"، ثابت نہیں ہوتا۔
- ۵۔ نکاح دائمی میں عورت کی رہائش، نان و نفقہ وغیرہ کا ذمہ دار مرد ہوتا ہے نکاح میعادی میں ان میں سے کسی کی ذمہ داری مرد پر نہیں ہوتی۔
- ۶۔ خاوند اور بیوی کے مابین اگر عصمت فروشی یا بدکاری کا الزام آجائے۔ تو تقاضی مان کرائے گا۔ نکاح متمتعہ اس کی کوئی ضرورت نہیں۔
- ۷۔ میاں بیوی میں سے کسی کے انتقال کی صورت میں دوسرا اس کا لازماً وارث ہوگا۔ نکاح متمتعہ میں تو وارث نہیں۔
- ۸۔ نکاح دائمی میں توالد و تناسل ہوتا ہے۔ متمتعہ میں صرف نفس کی خواہش پورا کرنا ہے۔
- ۹۔ منکوحہ دائمی ان عورتوں میں سے ہر ایک ہوتی ہے۔ جن کو چار تک زوجیت میں لایا جاسکتا ہے۔ یعنی چار عورتوں سے زائد بیک وقت نکاح میں نہیں آسکتیں۔ لیکن عورت متمتعہ ان میں داخل نہیں۔ (بحوالہ فروع کافی جلد ۵ نمبر ۴۷)
- متمتعہ محض لونڈی کی حیثیت والی ہے۔ چاہے ایک ہزار ہو جائیں۔
- ۱۰۔ بیوی یا منکوحہ کا از روئے عرف اطلاق اس عورت پر ہوتا ہے۔ جو دائمی نکاح میں ہو۔ اور میعادی نکاح والی کو اہل میت نے "مستاجرہ"، کہا ہے (فروع کافی جلد ۵ ص ۴۵۱)

چیلنج

شیخ منید نے عورت متمتعہ کو ازواج، میں داخل کیا۔ اور جاڑوی نے اس

مناظرہ پر غلبہ نہیں بجائیں۔ اب مفید تو ”غیر مفید“ ہو گیا۔ اس لیے اُس سے مطالبہ نہیں ہاں جاڑوی ایندھن کی کمی سے ہمارا یہ مطالبہ ہے۔ کہ مذکورہ کس امور پر حکومت کے لیے ہم نے بیان کیے۔ متمتعہ کے لیے ان کا ثبوت کہیں سے پیش کر دو۔ اور پچاس ہزار کا انعام پاؤ۔

جواب امر دوم

آیت متمتعہ مدنی صورت میں ہے۔ اور اس کی ناسخ مکی ہے۔ لہذا بعد میں اترنے والی منسوخ نہیں ہو سکتی الخ۔ ہم یہ سمجھتے ہیں۔ کہ یہ دلیل اور درجہ شیخ مفید نے بیان نہیں کی ہوگی جاڑوی نے اپنی دکان چمکانے کے لیے اس کا نام استعمال کیا ہے۔ اور اگر شیخ مفید کی ہی تسلیم کر لی جائے یا جاڑوی کی خود ساختہ تو حیرت اس امر پر ہے۔ کہ ایسی کچی اور گھٹی گزری باتوں پر ”مناظرہ“ کی فتح کا دھول پیٹا جا رہا ہے۔ مکی اور مدنی صورتوں کی تعریف کیا ہے؟ علماء نے اس کی تین صورتیں پیش کی ہیں۔

اول: ہجرت مدینہ سے پہلے نازل ہونے والی مکی اور اس کے بعد اترنے والی مدنی ہیں۔
دوم: جن میں اہل مکہ سے خطاب دہ مکی اور جن میں اہل مدینہ مخاطب وہ مدنی ہیں۔
سوم: جو مکہ میں نازل ہوئیں چاہے ہجرت سے پہلے یا بعد وہ مکی اور جو ایسی نہیں وہ مدنی ہیں۔

ان تینوں تعریفوں میں سے زیادہ مشہور آخری ذکر ہے۔ گزشتہ اوراق میں ہم تفصیل سے لکھ چکے ہیں۔ کہ متمتعہ کی حرمت فتح مکہ کے دن ہوئی اور ہمیشہ ہمیشہ کے لیے ہوئی اس لیے صاحب تفسیر روح المعانی نے لکھا ہے۔ ”والذین ہعبر و جعلہم حافظون“ اس دن نازل ہوئی ہوگی۔ جس دن (یعنی فتح مکہ کے دن) آپ نے متمتعہ کو ابدی حرام قرار دے دیا۔ لہذا معلوم ہوا۔ کہ شیخ مفید اور ابن تومر کا مناظرہ محض شیعوں کو خوش کرنے کے لیے گھڑا گیا۔ تاکہ اپنی بدتری ثابت کر کے ”متمتعہ“ کو جزو ایمان بنائے رکھیں۔ دفاعتہ و یا دون الاصلہ

دھوکہ

— اور —

کذب بیانی ۲۳

متعدی عورت کو میراث نہ ملنے کی بھونٹھی بحث

جواز متعدی:

ابن لاؤ۔ اگر متعدی عورت زواج حقیقہ ہوتی تو اسے وراثت میں سے بھی حصہ ملنا چاہیے تھا۔ اور اسے طلاق بھی دی جاسکتی۔ چونکہ متعدی عورت کو نہ میراث سے حصہ ملتا ہے۔ اور نہ ہی اسے طلاق دی جاتی ہے۔ اور ان دونوں صورتوں پر علماء امامیہ کا اتفاق ہے۔ تو پھر اسے کس طرح زواج حقیقہ کہا جاسکتا ہے۔
 شیخ مفید۔ یہ بھی آپ کا اشتباہ ہے۔ وراثت کا سبب صرف زوجیت ہی نہیں ہوتی۔ بلکہ زوجیت کے ساتھ کچھ اور بھی ہو تو میراث سے حصہ لے سکے گی۔ آپ کو اچھی طرح معلوم ہے کہ حسب ذیل بیویاں میراث سے حصہ نہیں لے سکتیں۔

۱۔ مطلقہ عورت کو میراث سے کچھ نہیں ملتا۔

۲۔ لونڈی اگر لونڈی ہوتے ہوئے بیوی ہو تو اسے میراث سے کچھ نہیں ملتا۔

۳۔ جو بیوی اپنے شوہر کی قاتلہ ہو اسے میراث نہیں ملتی۔

۴۔ بیوی اگر کافرہ ذمیہ ہو تو اسے مسلمان شوہر کی میراث سے حصہ نہیں ملتا۔ مذکورہ بالا ہوتی تو بیویاں ہیں۔ لیکن وفات شوہر کے بعد انہیں پوری امت مسلمہ کی کوئی نفع بھی میراث کا حق دار نہیں سمجھی۔ گویا میراث کے لیے صرف زوجیت ہی کافی نہیں اب لیجئے آپ کا دوسرا ارشاد ہے۔ کہ متہ والی عورت کو طلاق نہیں دی جاسکتی لہذا یہ حقیقی زوجہ نہیں۔ آپ خود غور فرمائیں۔ اور امت مسلمہ کے ہر مکتب فکر کی فکر کو دیکھ لیں۔ آپ کو معلوم ہو جائے گا۔ کہ یہاں اور بیوی کی جدائی طلاق سے مشروط نہیں۔ بلکہ طلاق کے علاوہ اور بھی اسباب ہیں۔ جن میں میاں اور بیوی بغیر طلاق ایک دوسرے سے جدا ہو جاتے ہیں۔ توجہ فرمائیں۔

- ۱۔ جو عورت لعان کر دے۔ کیا وہ طلاق کے بغیر شوہر سے علیحدہ نہیں ہو جاتی۔
- ۲۔ جس عورت سے خلع کر لیا جائے۔ کیا وہ طلاق کے بغیر مرد سے علیحدہ نہیں ہو سکتی
- ۳۔ جس مسلمان بیوی کا فادہ مرد مر نہ ہو جائے کیا وہ بلا طلاق شوہر سے جدا نہیں ہو سکتی۔

۴۔ اگر نانی، نواسے، یا نواسی کو شرائط رضاع کے ساتھ دودھ پلا دے۔ تو کیا ان بچوں کی ماں ان بچوں کے باپ کے لیے بلا طلاق حرام مہربان نہیں ہو جاتی آپ اندازہ لگائیں۔ کیا یہ ازدواج حقیقیہ نہیں ہیں؟ دونوں فہرستیں آپ کے سامنے ہیں۔ وہ بھی ازدواج حقیقیہ ہی ہیں۔ جو زوجہ ہونے کے باوجود میراث سے حصہ نہیں لے سکتیں۔ اور وہ بھی ازدواج حقیقیہ ہی ہیں۔ جو زوجہ ہونے کے باوجود میراث کی مستحق اور طلاق کی پابند نہیں اسی طرح بنا برائیں آپ کا یہ کلیہ کلیہ نہ رہا۔ جو زوجیت کے لیے طلاق اور میراث دونوں ضروری ہیں۔ لہذا جس طرح مذکورہ بالا عورتیں حقیقی ازدواج ہونے کے باوجود میراث کی مستحق اور طلاق کی پابند نہیں اسی طرح متہ والی عورت بھی زوجہ ہونے کے باوجود میراث کی مستحق اور

طلاق کی پابند نہیں۔ جب ابن ابی رافعہ شمش ہو گئے۔ اور انہوں نے کوئی جواب نہ دیا۔
 قرین نے کافی دیر خاموش رہنے کے بعد کہا محترم آپ انصاف فرمائیں۔ مسئلہ متفقہ میں
 ہمارا اور جمہور مسلمین کا عجیب معاملہ ہے۔ جب جمہور مسلمین اس بات پر متفق ہیں کہ متفقہ
 فرقہ جعفریہ کی بدعات سے ہے۔ جمہور مسلمین اس بات پر متفق ہیں کہ آیت متفقہ قرآن میں
 موجود ہے۔ سرور کونین نے اجازت دی اور زمانہ رسالت میں متفقہ ہوتا بھی رہا ہے۔
 صحابہ اور صحابیات باہم متفقہ بھی کرتے رہے ہیں۔ جمہور مسلمین اس بات پر بھی متفق ہیں کہ
 ائمہ اہل بیت کا اباحت متفقہ پر اجماع ہے۔ اور جمہور مسلمین اس بات پر بھی متفق ہیں کہ
 متفقہ کے عدم جواز کا حکم حضرت عمرؓ نے اپنے دور حکومت میں دیا تھا۔ اور اعتراف کرنے
 کے بعد کہ زمانہ رسالت میں متفقہ تھا۔ لیکن میں اُسے حرام کہتا ہوں۔ گویا جس طرح دیگر
 صحابہ زمانہ رسالت میں اثبات متفقہ کی روایت کرتے ہیں۔ حضرت عمرؓ بھی ان صحابہ
 میں شامل ہو جاتے ہیں۔ اور زمانہ رسالت میں اثبات متفقہ کی روایت کرتے ہیں۔
 البتہ روایت اثبات متفقہ کرنے کے بعد حرمت متفقہ کا فتویٰ فرماتے ہیں۔

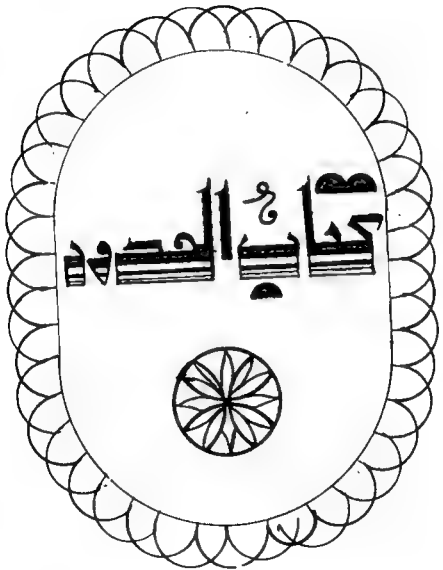
واقعہ شیخ مفید ختم ہوا۔ اب آپ دیکھیں فرقہ جعفریہ کا کیا مقصد ہے۔ فرقہ جعفریہ
 نے صرف یہی کہا ہے کہ ہم نے دیگر صحابہ کے ساتھ حضرت عمرؓ کی اثبات متفقہ کی روایت
 کو تسلیم کر لیا ہے۔ اور حضرت عمرؓ کا فتویٰ منسے سے انکار کر دیا ہے۔ اور ہمارا یہ فعل صرف
 ہمارا نہیں۔ بلکہ اس میں سرور کونین کے حلیل القدر صحابہ بھی ہمارے ساتھ ہیں۔ جن
 کی فہرست سابقہ آپ پڑھ چکے ہیں۔ اب امت مسلمہ کی مرضی خواہ ہمیں کچھ بھی کہیں ہم
 قرآن کریم سرور کونین کے فرامین اصحاب سرور کونین خواہم الامونین عائشہ کے عمل اور
 ائمہ اہل بیت علیہم السلام کے عمل کو ٹھکرا کر کسی طرح صرف حضرت عمرؓ کے فتویٰ کو تسلیم کر
 سکتے ہیں؟
 (جواز متفقہ ص ۷۵)

جواب: اثیر جاڑوی نے ایک فرضی مناظرہ اور دو مناظرہ اپنی طرف پیش کر کے

ادھر ادھر کی ہانک کر خود ہی فاتح بن گیا۔ قرضی طور پر دو اعتراضات کے جو جوابات دیئے گئے۔ آپ پر ان کی اصلیت چھپی نہیں۔ اہل سنت کا دعویٰ یہ ہے کہ اگر نکاح دائمی ہو اور اس کو توڑنا چاہیں۔ تو طلاق کی ضرورت پڑتی ہے۔ جبکہ طلاق کا کوئی مانع نہ ہو۔ وہ جو جاڑوی نے شیخ مفید کی طرف سے چار چار باتیں ذکر کیں۔ وہ موانع کی فہرست میں آتی ہیں۔ مطلقہ کو میراث نہیں ملتی۔ لیکن متمتعہ مطلقہ کب سے ہوئی؟ مطلقہ کو طلاق دے کر فارغ کر دیا گیا متمتعہ کو فارغ کس طلاق سے کیا گیا؟ لونڈی بیوی ہو تو وراثت نہیں۔ اور اگر اگراد عورت ہو تو پھر کیا خیال ہے؟ لیکن متمتعہ لونڈی ہو یا آزاد دونوں صورتوں میں وراثت سے محروم ہے۔ شوہر کی قاتل نہ ہو تو پھر متمتعہ اور منکوحہ میں فرق ہوگا یا نہ؟ شکوہ اگر مسلمان ہو کہ فریاد میں نہ ہو۔ تو وراثت ہوگی یا نہیں؟ صرف دھوکہ دینے کی کوشش کی گئی ہے طلاق، رقیّت، بقیل اور اختلاف دین وہ امور ہیں۔ جو وراثت سے محروم کر دیتے ہیں کیا ان میں کے کچھ ہوتے ہوئے بھی زوجہ وراثت سے محروم ہوگی؟ ہماری گفتگو ان موانع کے نہ ہونے کی صورت میں ہے۔ یعنی منکوحہ اگر مطلقہ، لونڈی، قاتلہ یا کافرہ نہیں تو کیا وارث ہوگی یا نہیں۔ اور انہی اوصاف کے ساتھ متمتعہ وارث ہوگی یا نہیں؟ صاف بات ہے کہ منکوحہ وارث ہوگی۔ اور متمتعہ نہیں۔ لہذا متمتعہ اور منکوحہ دونوں ایک جیسی کیسی ہو گئیں؟ یہاں شیخ مفید کے سر پر مناظرہ کی پگڑی باندھ کر یہ باور کرایا جا رہا ہے۔ کہ نکاح دائمی اور نکاح میعاد میں آنے والی عورت ایک جیسی ہے۔ اور جاڑوی نے اپنی اسی کتاب کے شروع میں منکوحہ اور متمتعہ کے درمیان خود فرق بیان کرتے ہوئے کہا تھا کہ عورت متمتعہ سے جب مقررہ وقت تک استفادہ ہو جائے تو اس کے جدا کرنے کے لیے طلاق کی ضرورت نہیں۔ اور یہ بھی کہ متمتعہ ان چار عورتوں میں سے نہیں ہوتی جو شرعاً ایک وقت میں اکٹھی نکاح میں لانا جائز ہیں۔ اور متمتعہ کے لیے وراثت کا محروم ہونا اور خود حقیقی شرط ہے۔ ایک طرف خود فرق بیان کیا جا رہا ہے اور دوسری

طرت دونوں کو ایک کر کے دکھایا جا رہا ہے۔ سچ ہے۔ دوسرا گورا مظہر نہ باشد۔
 ”اجماع مسلمین“ کے ضمن میں جاڑوسی نے چند اجتماعی صورتیں ذکر کیں۔ ہم ان میں
 سے ہر ایک کا تفصیل جواب تحریر کر چکے ہیں۔ مختصر یہ کہ آیت متعہ اگر تسلیم کر لی جائے کہ
 قرآن میں ہے۔ تو وہ منسوخ ہو چکی ہے۔ صحابہ کرام نے متعہ کیا۔ لیکن حرمت کے بعد اور
 علم حرمت کے بعد ایک واقعہ بھی پیش نہیں کیا جاسکتا۔ باقی رہا یہ کہ ہم اہل تشیع قرآن کو
 چھوڑ کر سنت پیغمبر سے منہ موڑ کر اہل بیت کے عمل کو ترک کر کے صرف ایک عمر کے
 فتویٰ پر عمل کرنے کے لیے تیار نہیں۔ اس کا مختصر جواب یہ ہے۔ کہ حضرت عمرؓ نے از خود
 اسے حرام نہیں کیا تھا۔ بلکہ اس پر سنت رسولؐ پیش کی تھی۔ اہل بیت کرام نے بھی متعہ
 کی حرمت کو تسلیم کیا ہے۔ فروع کافی وغیرہ کتب کو دیکھ لیا جائے۔ اور اہل بیت کے
 سردار حضرت علیؓ امر لفظی رضی اللہ عنہ نے اس کی حرمت کو صراحتاً بیان فرمایا ہے۔ ان
 حالات میں قرآن کریم سے روگردانی سنت مصطفیٰ سے جان چھڑوانی اور اہل بیت
 کے ارشادات پر من مانی نہیں مبارک ہو۔

(فاعتبروا یا اولی الابصار)



کتاب الحدود

حدود الہیہ کا مقصد بنی نوع انسان سے جرائم کا خاتمہ ہے۔ اور ان کے قیام سے ظالم و مظلوم کے مابین عدل و انصاف کے باعث معاشرہ صراط مستقیم پر گامزن ہوتا ہے۔ چوری کرنے پر اگر چور کے ہاتھ کاٹ دیئے جائیں تو دوسروں کے لیے یہ بات باعث عبرت ہو جائے گی۔ قاتل کو قصاصاً مار دیا جائے تو انسانی جانوں کو تحفظ مل جائے گا۔ اسی طرح کسی کی عزت و آبرو سے کھیلنے والا اگر کوڑوں کی زد میں آجائے۔ تو مرد و زن کی عزت و آبرو محفوظ ہو جائے گی۔ مختصر یہ کہ قطع ید، قصاص، رجم اور ستویا انتی کوڑے چند سنگین جرائم کی سزا کے طور پر اللہ تعالیٰ نے مقرر فرمائے۔ ان میں سے سخت ترین سزائانی (رشادی شدہ) کیلئے ہے۔ وہ یہ کہ اسے پتھر مار مار کر موت کی نیند سلا دیا جائے۔ لیکن ہم یہ دیکھتے ہیں کہ فقہ جعفریہ میں اس سزا کا ذکر تو ضرور ہے۔ لیکن اس کے اجرا کے لیے ایسا طریقہ کار اور دروازہ کار کشیں ان کے ہاں موجود ہیں۔ جن کے ہوتے ہوئے اس کا نفاذ ناممکن ہو گیا ہے۔ اس عدم امکان پر حوالہ جات سے پہلے ہم ضروری سمجھتے ہیں کہ دوزنا، کی تعریف کر دی جائے۔ تاکہ اصل مقصد تک رسائی آسان ہو جائے۔

”زنا“ کسی ایسی عورت سے وطی کرنا ہے۔ جو نہ ملکِ یمن (نونی) میں ہو اور نہ ہی اس سے نکاح کیا گیا ہو۔ نکاح یا عقد شرعی کا انعقاد ایجاب و قبول بشرطِ دو گواہ ہوتا ہے۔ شہادت اس لیے شرط ہے۔ کہ اس سے دو افراد کا رشتہ زوجیت میں مسلک ہونے کا نیا تعلق (زوجیت) لوگوں میں شہرت پکڑے۔ اور ان کے اکٹھا ہونے پر کوئی اعتراض نہ کرے۔ اس کے برخلاف اگر صرف ایجاب و قبول پر ہی عقد شرعی کو موقوف رکھا جائے۔ اور گواہی شرط نہ ہو۔ تو پھر زنا اور عقد شرعی میں فرق مشکل ہو جائے گا۔ زنا میں بھی زانی اور مزنیہ اکثر باہم راضی ہوتے ہیں۔ لیکن فقہ جعفریہ میں عقد شرعی کے لیے گواہی شرط نہیں رکھی گئی۔ جس کا نتیجہ یہ ہو گا۔ کہ آپ کسی جوڑے کو بدکاری کا الزام نہیں دے سکتے۔ کیونکہ وہ کہہ دیں گے۔ ہم نے باہم رضامندی سے یہ کام کیا ہے اب زنا کے ثبوت اور اس پر مقرر حد کا نفاذ کیونکر ہو گا؟

اگر اہل تشیع اس امر سے انکار کریں۔ کہ احناف کی طرح ہمارے ہاں بھی عقد شرعی کے لیے گواہی شرط ہے۔ اور ہم پر یہ الزام ہے۔ کہ ہم شہادت کو شرط قرار نہیں دیتے۔ تو اس بارے میں گزارش ہے۔ کہ ان کے ہاں انعقادِ نکاح کے لیے شہادت کا نہ ہونا بطور نص ثابت ہے۔ اہل تشیع کے نزدیک نکاح میں شہادت اس لیے ہونی چاہیے۔ کہ کل کلاں اگر میاں بیوی کے درمیان تنازعہ ہو جائے تو میراث یا اولاد کے بارے میں یہ گواہی کام دے گی۔ اس لیے گواہی کو تحسن اور اولیت کا درجہ دیا گیا ہے۔ اب اس شرط کے فائدہ کے ساتھ جس عیاشی اور بے راہ روی کی گنجائش نکالی گئی۔ وہ کسی پر مغفی نہیں ہے۔ حوالہ ملاحظہ ہو۔



گواہی کے بغیر نکاح شرعی ہو جاتا ہے

فروع کافی

علی بن ابراہیم عن ابیہ عن ابن ابی عمیر
عن عمر بن اذینہ عن زرارۃ بن اہین قال
سُئِلَ أَبُو عَبْدِ اللَّهِ عَنْ الرَّجُلِ يَتَزَوَّجُ
الْمَرْأَةَ بِغَيْرِ شَهَادَةٍ فَقَالَ لَا بَأْسَ بِتَزْوِيجِ الْبَيْتَةِ
فِيمَا بَيْنَهُمَا وَبَيْنَ اللَّهِ إِنَّمَا جُعِلَ الشَّهَادَةُ تَزْوِيجُ
الْبَيْتَةِ مِنْ أَجْلِ الْوَلَدِ لَوْلَا ذَلِكَ لَمْ يَكُنْ
يُجِبُ بَأْسًا۔

دفعہ کافی جلد ۵ ص ۳۸۷۔ باب

التزویج بغیر البیتہ۔

ترجمہ:

زرارہ کہتا ہے کہ امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے ایسے مرد کے نکاح
کے بارے میں پوچھا گیا۔ جو بغیر گواہوں کے نکاح کرتا ہے؟ فرمایا
اللہ اور اس مرد کے مابین اس نکاح کے ہونے میں کوئی حرج نہیں

گواہ تو اس لیے رکھے جاتے ہیں۔ تاکہ اولاد کے بارے میں بوقتِ ضرورت کام آئے۔ اگر یہ (اولاد) نہ ہو۔ تو گواہی کے بغیر نکاح ہو جاتا ہے

توضیح

جب نکاح شرعی کے لیے گواہی کی ضرورت نہ رہی۔ اور اگر ہے بھی تو صرف اولاد کے ملالی ہونے کے لیے۔ تو پھر واضح ہے۔ کہ زانی اور مزنیہ یہ بدکاری حصولِ اولاد کی خاطر تو کرتے ہیں۔ بلکہ خواہشِ نفس کو پورا کرتے ہیں۔ اور اولاد سے بچنے کا ہر ممکن طریقہ اختیار کرتے ہیں۔ تو معلوم ہوا۔ کہ اہل تشیع کے نزدیک زنا اور عقد شرعی میں کوئی فرق نہیں ہے۔ اگر کچھ فرق نظر آتا ہے۔ تو شاید ایجاب و قبولِ ادرہ بھی زبان سے کہنا۔ ورنہ باہم رضامندی تو دل میں موجود ہی ہوتی ہے۔ اسی لیے ان کے ہاں اگر عقد کیے بغیر بھول کر کسی عورت سے وطی کر لی۔ تو وہ سزا کے زمرے میں نہیں آئے گا۔



عقد کیے بغیر اگر بھول کر عورت سے وطی کر لی جائے تو کوئی سزا نہیں

فروع کافی

عَدَّةٌ مِنْ اصْحَابِنَا عَنْ اَحْمَدَ بْنِ مُحَمَّدٍ عَنْ بَعْضِ

اصحابہ عن زرع بن محمد عن سماعة قال
سَأَلْتُ عَنْ نَجْلِ أَدْحَلِ جَارِيَةٍ يَسْمَعُ بِهَا ثَمَرٌ
أَكْثَى أَنْ يَشْرَطَ حَتَّى وَاقَعَهَا يَجِبُ عَلَيْهِ
حَدُّ الزَّانِي قَالَ لَا وَلَكِنْ يَسْمَعُ بِهَا بَعْدَ النِّكَاحِ
وَيَسْتَعْظِرُ اللَّهَ مِنْ مَا أَرَىٰ

(۱۔ فردع کافی جلد پنجم ص ۴۶ کتاب النکاح)

(باب الزناور)

(۲۔ وسائل الشیخ جلد ۱۱ ص ۳۹۲)

کتاب النکاح باب ان من اراد تمتع

بامرأة ففسى العقد حتى وطئها

ترجمہ:

اسماء کہتا ہے۔ کہ میں نے امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ
ایک مرد کسی عورت کے پاس نکاح متعہ کے لیے گیا۔ لیکن وقت وغیرہ
کی شرط مقرر کرنا بھول گیا۔ اور اس سے ہم بستری کر بیٹھا۔ کیا اس پر
زنا کی حد واجب ہوگی؟ فرمایا نہیں۔ لیکن اس عورت کے ساتھ
نکاح کرے۔ اور پھر وطی کرے۔ اور جو پہلے کرچکا۔ اس کی اللہ تعالیٰ
سے معافی مانگے۔

توضیح

حوالہ مذکورہ میں نکاح متعہ کا ذکر ہے۔ اور وہ بھی اس طرح کر متعہ کرنے
والا ایجاب و قبول اور وقت کی تعیین سب کچھ بھول گیا۔ اگر یاد رہا تو

صرت خواہش نفس پوری کرنا۔ وہ پوری کر چکا۔ تو یاد آیا۔ ہٹے میں کیا کر بیٹھا۔ لیکن امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے ”اپنے لاڈلے، کو قبول سماء وہ رعایت کی۔ کہ اس پر مرثیہ کو جی چاہتا ہے۔ فرمایا۔ چلو اب نکاح کرو۔ اور شرائط باندھ لو۔ اور چھرم بستی کرو۔ اس سے پہلے رہ گئی کسر پوری ہو جائے گی۔ اور صرف اللہ تعالیٰ سے معافی مانگ لینا۔ بتلایے۔ کہ اس طریقہ سے کس چیز کو رواج دینے کی کوشش کی جا رہی ہے۔ اور پھر وہ بھی امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کے حوالہ سے؟ شہادت تو پہلے ہی شرط نہ تھی ایجاب و قبول بھی نکاح کے رکن نہ رہے۔ ملاحظہ ہو۔

منہ ۳
ہر منہ

ایجاب و قبول اور گواہی کے بغیر نکاح ہو
سکتا ہے

فروع کافی

علی بن ابراہیم عن ابیہ عن نوح بن شعیب
عن علی بن حسان عن عبد الرحمن بن کثیر
عن ابی عبد اللہ علیہ السلام قال جاءت
امراة الى عمر فقالت ائی زینت قطلیر فی
فامرک بها ان ترجمہ فاحیر ید الیک امیر المؤمنین

فَقَالَ كَيْفَ زَيْتٍ فَقَالَتْ مَرَرْتُ بِالْبَادِيَةِ
فَأَمَّا بَنِي عِطْشٍ مَشْدِيدٌ فَأَسْتَقَيْتُ إِحْرَاقِيًّا
فَأَجَبَنِي أَنْ يَسْقِيَنِي إِلَّا عَنْ أَمْكَنَةٍ مِنْ نَفْسِي فَلَمَّا
أَجَلَدَ فِي الْعِطْشِ وَخَفِيَ عَلَى نَفْسِي سَقَانِي
فَأَمْكَنَتُهُ عَنْ نَفْسِي فَقَالَ أَمِيرُ الْمُؤْمِنِينَ
تَزَوُّيْجٌ وَكَرِيَةُ الْكَحْبَةِ.

(فردوسی کافی جلد پنجم ص ۴۰ کتاب النکاح)

(باب النواذر۔)

ترجمہ:

امام جعفر صادق فرماتے ہیں۔ کہ ایک عورت حضرت عمر بن الخطاب کے پاس آئی۔ اور کہنے لگی۔ میں نے زنا کر لیا ہے۔ لہذا مجھے اس گناہ سے پاک کرو۔ آپ نے اسے رجم کا حکم دیا۔ جب اس کا علم حضرت علی المرتضیٰ کو ہوا۔ تو آپ نے اس عورت سے پوچھا۔ تو نے زنا کیسے کیا؟ کہنے لگی۔ میں بے آباد جگہ سے گزری۔ مجھے سخت پیاس لگی۔ تو ایک دیہاتی سے میں نے پانی مانگا۔ وہ کہنے لگا۔ اگر تم مجھے اپنے ساتھ دھکی کرنے دو۔ تو میں پانی وے دوں گا۔ مجھے چونکہ سخت پیاس لگی تھی۔ اور جان جانے کا خطرہ تھا۔ اس لیے میں نے اس کی یہ شرط مان لی۔ پانی پینے کے بعد اس نے مجھ سے بدکاری کر لی۔ یہ سن کر حضرت علی المرتضیٰ نے فرمایا۔ رب کعبہ کی قسم! یہ تو شادی ہے۔

مذکورہ حوالہ سے درج ذیل امور ثابت ہوئے

- ۱۔ عورت چورنگو مسلمان تھی۔ اس لیے اسے مسئلہ شرعی یہی معلوم تھا۔ کہ جو کچھ میں نے کروایا ہے۔ وہ زنا ہے۔ اور ہیئت بڑا جرم ہے۔ اس کی تلافی اور خدا غر فی کے سبب حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس آگیا کہ اس کی غلامی کا کوئی طریقہ اسے بتائیں۔
- ۲۔ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے بھی اس کا فیصلہ بمطابق شرع کیا۔ اور دیگر صحابہ کرام کی موجودگی میں رجم کی سزا کا حکم دیا۔ جس سے یہ معلوم ہوا۔ کہ تمام صحابہ کرام بھی اس فعل کو زنا ہی سمجھتے ہیں۔ ورنہ ان میں سے کوئی نہ کوئی اس کے خلاف بول پڑتا۔ گویا رجم کی سزا "اجماعی" تھی۔
- ۳۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسے اللہ تعالیٰ کی قسم کے ساتھ فرمایا یہ نکاح ہے۔
- ۴۔ مذکورہ صورت جماع جس طرح بھی وقوع پذیر ہوئی۔ اس عورت اور اس مرد کے درمیان قطعاً عجباب و قبول نہ پایا گیا۔

خلاصہ کلام:

ایک عورت جو مسلمان ہوتے ہوئے اپنے فعل کو زنا سمجھ کر اس سے طہارت کا طریقہ معلوم کرنا چاہتی ہے۔ پھر اس کے فعل کو خلیفۃ المسلمین اور دیگر موجود صحابہ کرام نے بھی زنا ہی سمجھ کر اس پر حد رجم کی توثیق کر دی۔

ایسے فعل کو حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے مذکوح کہنا کس قدر زیادتی ہے۔ لیکن زیادتی تو ہمیں معلوم ہوتی ہے۔ ان کے ”مجموع“ کو تو یہ رعایت مل رہی ہے۔ کہ مولانا علی نے بغیر ایجاب و قبول ایک مرد و عورت کے جماع کو ناجائز نہیں کہا۔ بلکہ رب کعبہ کی قسم اٹھا کر اسے عقد شرعی قرار دے دیا۔ لہذا ان کا عقیدہ ٹھہرا۔ کہ ایجاب و قبول کے بغیر بھی نکاح شرعی ہو جاتا ہے۔

خوف:

روایت مذکورہ کے محشین کو عجیب چکر پڑا۔ کبھی یہ تاویل کرتے ہیں کہ مطلوبہ پانی اس نکاح کا حتی مہر ہو گیا۔ اور کبھی یہ تاویل کہ اضطراب اور مجبوری کی بنا پر یہ فعل زنا نہ رہا۔ اور کلینی کہتا ہے۔ کہ یہ نکاح بالمعاوضہ ہونے کی بنا پر متہ ہو جائے گا۔

لیکن پانی کا حتی مہر ٹھہرایا جائے۔ تو پھر عورت اس کو زنا کیوں کہہ رہی ہے۔ جس کے ساتھ یہ معاملہ پایا۔ معلوم ہوا کہ اگر ایجاب و قبول کے بغیر کچھ معاوضہ ٹھہر کر مختصر وقت کے لیے خواہش نفس پوری کر لی جائے۔ تو اسے زنا ہی کہا جائے گا۔ البتہ یہ شیعی متہ، تو شاید بن جائے۔ لیکن نکاح شرعی نہیں ہو سکتا۔ اسی طرح دوسری تاویل سے بھی یہ فعل مذکوح شرعی، نہیں بن سکتا۔ کیونکہ نہ تو اس کی تائید پر کوئی آیت یا حدیث پیش کی جاسکتی ہے۔ اور نہ ہی عقل اسے تسلیم کرتی ہے۔ ورنہ حالت اضطراب میں کی گئی بدکاری معاف ہو جاتی۔ اور کلینی صاحب نے خواہ مخواہ اسے متہ ٹھہرا دیا۔ سوچا ہوتا۔ کہ وہ عورت سستی تھی۔ یا شیعہ۔ اگر شیعہ تھی تو پھر پہلے ہی دو طاہرہ، ہے۔ دو بارہ فاروق اعظم کے پاس طہارت کے لیے حاضر کیوں ہوئی۔ اور اگر سستی تھی۔ تو متہ اہل سنت کے نزدیک حرام ہے۔ لہذا وہ حرام، حلال کس طرح ہو گیا؟ مختصر یہ کہ یہ فعل فقہ جعفریہ کی رو سے نکاح ہوا۔ اور وہ بھی ایجاب و قبول کے بغیر۔ لہذا اس میں اور زنا میں کوئی امتیاز باقی نہ رہا۔

چوری کی حد میں خصوصی رعایت

قرآن کریم میں چوری کرنے والے کی سزا ان الفاظ سے بیان ہوئی ہے۔
 التارق والتارقة فاقطعوا ايديهما۔ چور مرد اور چور عورت
 کے ہاتھ کاٹ دو۔ اس حد میں بھی اہل تشیع نے دخل اندازی کی۔ اور ہاتھ کاٹنے
 کی بجائے صرف انگلیوں کے کاٹنے پر اکتفا کیا۔ بلکہ انگلیوں میں سے بھی صرف
 انگوٹھا کاٹنا بطور حد کہا۔ ہاتھ کلائی سے کاٹنے پر احادیث شاہد ہیں۔ اور یہی
 اہل سنت کا مسلک ہے۔ لیکن اہل تشیع کو اپنے مسلک پر ایک حدیث مصطفیٰ
 بھی بطور دلیل نہیں مل سکتی۔ اس سلسلہ میں ان کی دو دزد و چور ائمہ اہل بیت کے
 اقوال و افعال تک ہے۔ اور ان میں بھی وہ صرف ان حضرات کے قیاس
 ہی کا حوالہ دیتے ہیں۔ یعنی یہ کہ ہاتھ سے مراد انہوں نے انگوٹھا لیا ہے پھر اس
 کے بہت سے مقیس علیہ گنوائے۔ کہیں لکھنے کے لیے ہاتھ کا استعمال بطور دلیل
 پیش کیا۔ کہیں اعضائے سجدہ پر قیاس کرتے ہوئے صرف انگلیاں مراد
 لیں۔ ہم ان کے چند دلائل اور پھر ان کے جوابات تحریر کرتے ہیں جو اظہار حق ہیں

÷

چوٹی پر صرف انگلیاں کاٹنے کے مسائل

اور ان کے جوابات

وسائل شیعہ

محمد بن مسعود العیاشی فی تفسیرہ عن زرقان صاحب ابن ابی داؤد عن ابن ابی داؤد، الدرر
 مِن عِنْدِ الْمُتَعَمِّمِ وَ مُوَمَّئِثٌ فَقُلْتُ لَهُ فِي
 ذَٰلِكَ إِلَىٰ أَنْ قَالَ فَقَالَ إِنَّ سَارِقًا اقْتَرَعَ عَلَىٰ نَفْسِهِ
 بِالسَّرْقَةِ وَ سَأَلَ الْخَلِيفَةَ تَطْهِيرَهُ بِإِقَامَةِ
 الْحَدِّ عَلَيْهِ فَجَمَعَ لِذَٰلِكَ الْفُقَهَاءَ فِي مَجْلِسِهِ
 وَ قَدْ احْتَضَرَ مُحَمَّدُ بْنُ عَلِيٍّ عَلَيْهِ السَّلَامُ فَسَأَلْنَا
 عَنِ الْقَطْعِ فِي أَيْ مَوْضِعٍ يَجِبُ أَنْ يُقَطَعَ فَقُلْتُ
 مِنَ الْكُرْسُوعِ لِقَوْلِ اللَّهِ فِي الْقِيَمَةِ قَامُسَعُوا
 يَوْمَئِذٍ يَكْمُرُوا وَيَدْيَكْمُرُوا اتَّفَقَ مَعِيَ عَلَىٰ ذَٰلِكَ
 قَوْمٌ وَقَالَ آخَرُونَ بَلْ يَجِبُ الْقَطْعُ مِنَ الْمِرْفَقِ
 قَالَ وَمَا الدَّلِيلُ عَلَىٰ ذَٰلِكَ؟ قَالَ لِأَنَّ اللَّهَ قَالَ
 وَ أَيْدِيكُمْ إِلَى الْمَرَافِقِ قَالَ قَالَتْ قَتْلُ إِلَى مُحَمَّدٍ
 بْنُ عَلِيٍّ عَلَيْهِ السَّلَامُ فَقَالَ مَا تَقُولُ فِي هَذَا

یَا أَبَا جَعْفَرٍ؟

قَالَ قَدْ تَكَلَّمَ الْقَوْمُ فِيهِ يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ
قَالَ وَغَنِي وَمَا تَكَلَّمُوا بِهِ أَحَى شَيْءٍ عِنْدَكَ؟
قَالَ اغْنِي عَنِّ هَذَا يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ قَالَ ائْتَمْتُ
عَلَيْهِ بِاللَّهِ لَمَّا أَخْبَرْتُ بِمَا عِنْدَكَ فِيهِ فَقَالَ
أَمَّا إِذَا أَقْسَمْتَ عَلَيَّ بِاللَّهِ إِنِّي أَقُولُ إِنَّكُمْ أَخْطَأُوا
فِيهِ السُّنَّةَ فَإِنَّ الْقَطْعَ يَجِبُ أَنْ يَكُونَ مِنْ مَوْصِلِ
أَصُولِ الْأَمَانِ فَيُتْرَكُ الْكَفَّ قَالَ يَقُولُ رَسُولُ اللَّهِ
مَنْ لِيَ اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَلَسَّجُودٌ عَلَى سَبْعَةِ
أَعْضَاءٍ أَوْ جَبْرٍ وَالْيَدَيْنِ وَالتَّرْكَبَيْنِ وَالتَّرْجَمَيْنِ
فَإِذَا قُطِعَتْ يَدُهُ مِنَ الْكُفْرِ سُرِعَ أَوَّلُ يَدٍ فِي
لَمْرٍ يَبْقَى لَهُ يَدٌ يَسْجُدُ عَلَيْهَا وَقَالَ اللَّهُ تَبَارَكَ وَتَعَالَى
وَأَنْ الْمَسَاجِدَ لِلَّهِ يَعْنِي بِهِ هَذِهِ الْأَعْضَاءُ السَّبْعَةُ
(۱- وسائل الشیعه جلد ۱ ص ۹۰ کتاب الجہاد)

والتعزیرات (در باب حد السرقة)

۲- تفسیر عیاشی جلد اول ص ۳۱۹ زبیرایت

السارق والسارقة الخ)

ترجمہ:

محمد بن مسعود عیاشی نے اپنی تفسیر میں زرقان کے حوالہ سے ابن
ابی داؤد سے روایت بیان کی۔ کہ جب ابن ابی داؤد، معتم
بالہ کے ہاں سے واپس آیا۔ تو وہ غلگین تھا۔ میں نے اس

سے پریشانی کے متعلق پوچھا۔ اس نے بیان کیا کہ ایک چور نے چوری کا اقرار کیا۔ اور خلیفہ سے کہا کہ مجھے اس جرم سے پاک کیا جائے۔ اور مجھ پر چوری کی حد لگائی جائے۔ خلیفہ نے اپنے ہاں تمام فقہاء کو جمع کیا۔ ان میں محمد بن علی (امام محمد باقر) بھی تھے۔ خلیفہ نے ہم سے ہاتھ کاٹنے کے بارے میں پوچھا کہ چور کا ہاتھ کہاں سے کاٹا جائے۔ میں نے کہا کلائی سے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ اپنے مومنوں اور ہاتھوں کا مسح کرو۔ میری اس رائے پر لوگوں نے اتفاق کیا۔ کچھ دوسرے لوگ بولے کہ کہنی سے ہاتھ کاٹنا واجب ہے۔ خلیفہ نے پوچھا اس پر کوئی دلیل؟ کہا۔ دلیل یہ قول باری تعالیٰ ہے ”تم اپنے ہاتھوں کو مرنے تک دھوؤ“ وہ پھر امام باقر کی طرف متوجہ ہوا۔ اور کہا۔ اے ابو جعفر! آپ کی اس رائے میں کیا رائے ہے؟ کہنے لگے۔ اے امیر المؤمنین! لوگوں نے اس بارے میں کافی گفتگو کر لی ہے۔ خلیفہ کہنے لگا۔ چھوڑیے ان باتوں کو۔ آپ اپنی رائے بتلائیں؟ امام باقر نے کہا مجھے اس سے معاف رکھو۔ پھر خلیفہ نے انہیں قسم دلائی کہ اپنی رائے کا اظہار کریں۔ فرمایا اب جبکہ تم نے مجھے قسم دلائی ہے۔ تو میں کہتا ہوں کہ ان تمام کی آراء سنت کے خلاف ہیں۔ کیونکہ ہاتھ انگلیوں کے جوڑ سے کاٹا جاتا ہے۔ نہ کہ تھیلی باقی رہ جائے۔ پوچھا کیوں! فرمایا اس لیے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے۔ سجدہ سات اعضاء پر ہوتا ہے۔ جبہ، دونوں ہاتھ، دونوں گھٹنے اور دونوں پاؤں۔ اگر کسی چور کا کلائی یا کہنی سے ہاتھ کاٹ

دیا گیا۔ توجہ کرنے کے لیے اس کا ہاتھ نہ رہے گا اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ ”ان المساجد للہ“ یعنی مسجد کے ساتوں اعضاء اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں۔

توضیح:

امام محمد باقر رضی اللہ عنہ نے ہاتھ کاٹنے کی حد خود بیان فرما کر دوسری اُراد کو خلاف سنت فرمایا۔ یعنی کہتی یا کلائی سے کاٹنا غلط ہے۔ بلکہ انگلیوں کی جڑوں سے کاٹنا واجب ہے۔ تاکہ حدیث مصطفیٰ کی مخالفت لازم نہ آئے امام محمد باقر کا منقول قول ہی اہل تشیع کا عقیدہ ہے۔ چونکہ پہلے دو جواب مع دلیل امام موصوف نے ذکر دیئے تھے۔ اس لیے اُن کی تردید کی ضرورت نہ رہی۔ صرف امام صاحب کی طرف منسوب قول کے جزیات عرض کیے جاتے ہیں۔

جوابِ اوّل

خلیفہ نے جب ایک دو مرتبہ امام محمد باقر سے چہرے کے قطع ید کے بارے میں پوچھا۔ تو وہ خاموش رہے۔ اور فرمایا۔ نہ پوچھو۔ یہی بہتر ہے۔ یہ بات بطور تقیہ تو جو نہیں سکتی۔ اس لیے کہ تقیہ خوف کے وقت ہوتا ہے۔ یہاں جب خلیفہ وقت خود ان کی عزت کرتا ہے۔ اور اُن سے اس امر کی تحقیق چاہتا ہے۔ تو پھر بطور تقیہ کو ناس فرما درست ہوا۔ لہذا نہ آپ نے خاموشی بطور تقیہ فرمائی۔ اور نہ ہی جو کچھ بیان کیا وہ بطور تقیہ تھا۔ لیکن اگر اس روایت کو درست تسلیم کر جائے۔ تو لازم آئے گا۔ کہ وقت کا امام، مسائل شرعیہ کو بلاوجہ چھپا رہا ہے۔ اور یہ اُن کی شان کے لائق نہیں۔ علاوہ ازیں اگر دلیل کو دیکھا جائے۔ تو ایک اور خرابی لازم آتی ہے۔

کہ ہم نے مان لیا کہ ہاتھ کلائیوں سے کاٹنے کی صورت میں اعضاء سجدہ صرف پھر رہ جائیں گے۔ لہذا سجدہ کا سات اعضاء کے ساتھ نہ ہونے کی صورت میں ایک فرض رہ گیا۔ اور یوں فرض کے وہ جانے سے نماز نہ ہوئی۔ لیکن انگلیوں کی جڑ سے کاٹنے پر بھی ایک بہت خرابی اُسے گی۔ وہ یہ کہ نماز کے لیے وضو فرض ہے اور فرض وضو میں سے ایک فرض ہاتھوں کا دھونا بھی ہے۔ اور ہاتھوں کا دھونا انگلیوں سمیت فرض ہے۔ لہذا جس چور کی صرف انگلیاں کاٹی گئیں۔ اب ان کا وضو میں دھونا ختم ہو گیا۔ جب وضو کا ایک فرض ناقص ہوا۔ تو پورا وضو ناقص ہو گیا۔ بلکہ فرض رہ جانے کی وجہ سے وضو ہوا ہی نہیں۔ جب وضو ہی نہ ہوا تو نماز کس طرح درست ہوگی۔ لہذا معلوم ہوا۔ کہ سرے سے ہاتھ کی ایک انگلی بھی نہیں کاٹنی چاہیئے۔ اور اگر ایسا کیا جائے۔ تو چوری کی سزا بالکل ختم۔ اور اگر اس پر امام باقر کی رائے کے مطابق عمل کیا جائے۔ اور اسی طرح کا سہارا لیا جائے تو پھر نماز کی بالکل چھٹی ہو گئی۔

جواب دوم:

قرآن کریم کی آیت قصاص اس طرح ہے۔

إِنَّ النَّفْسَ بِالنَّفْسِ وَالْعَيْنَ بِالْعَيْنِ وَالْأَنفَ
بِالْأَنفِ وَالْأَذْنَ بِالْأَذْنِ وَاللِّسَنَ بِاللِّسَنِ وَالْجُرُوحَ
قِصَاصٌ۔

یعنی جو عضو کسی کا کسی نے ضائع کر دیا۔ اس کا قصاص یہی ہے۔ کہ اس ضائع کرنے والے کا بھی وہی عضو ضائع کر دیا جائے۔ اب اس قانون کے پیش نظر اگر کسی نے دو سرے کا ہاتھ کلائی یا کہنی سے کاٹ دیا۔ تو اس کا

قصاص بھی یہی ہو گا۔ کہ اس کا ہاتھ بھی اسی جگہ سے کاٹا جائے۔ اب ہم پوچھتے ہیں۔ کہ اس قصاص کے بعد وہ اگر نماز پڑھنا چاہے۔ تو اس کی نماز ہوگی۔ یا نہیں؟ اگر ہوگی۔ تو چوری کی بھی ہو جائے گی۔ اور اگر نہیں ہوئی؟ تو پھر نماز معاف ہونی چاہیے کیونکہ ساتواں عضو اس کا رہا ہی نہیں۔ اب وہ ساتوں اعضاء پر سجدہ کیسے کرے؟ معلوم ہوا کہ اہل تشیع نے جو دلیل امام محمد باقر کی طرف منسوب کی ہے۔ وہ غلط ہے۔ اس پر عمل نہیں ہو سکتا

جواب سوہ:

اگر کسی شخص کا ہاتھ بطور قصاص کاٹا گیا۔ اب اس نے چوری کی۔ اور حرم ثابت ہونے پر چوری کی حد اس پر قائم ہو گئی۔ کیونکہ حقوق العباد میں سے ہے۔ اور اس کی تصریح شیخ الطائفہ محقق طوسی نے بھی کی ہے۔ محقق طوسی کے الفاظ ملاحظہ ہوں۔

تہذیب الاحکام

فَقُلْتُ لَهُ كَذَّابٌ رَجُلًا قَطَعْتَ يَدَهُ الْيُسْرَى فِي
قِصَاصٍ فَسَرَقَ مَا يُصْنَعُ بِهِ قَالَ فَقَالَ لَا يَمْلِكُ
وَلَا يُدْرِكُ يَعْنِي مَسَاقٍ قَالَ قُلْتُ فَكَلِمَاتٌ رَجُلًا
قَطَعْتَ يَدَهُ الْيُسْرَى فِي قِصَاصٍ ثَعَرَ قَطْعَ يَدِ رَجُلٍ
أَيَقْتَصُّ مِنْهُ أَمْ لَا فَقَالَ إِنَّمَا يُدْرِكُ فِي حَقِّ اللَّهِ
عَزَّ وَجَلَّ قَامًا فِي حَقِّ النَّاسِ فَيَقْتَصُّ مِنْهُ فِي
الْأَرْبَعِ جَمِيعًا۔

(تہذیب الاحکام جلد ۱ ص ۱۰۸ فی حدیث شریفہ المطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ:

عبداللہ بن حجاج کہتا ہے کہ میں نے امام جعفر صادق سے پوچھا کہ اگر ایک آدمی کا بایاں ہاتھ کسی قصاص میں کاٹا جائے۔ پھر وہ چوری کرے تو اس کے ساتھ کیا کیا جائے گا کہہ گئے۔ ممکن کاٹا جائے اور نہ بغیر پنڈلی کے چھوڑا جائے۔ میں نے عرض کیا۔ اگر کسی شخص کا دایاں ہاتھ قصاص میں کاٹ دیا گیا۔ پھر اس نے ایک اور آدمی کا ہاتھ ظلمًا کاٹا تو کیا اب اس سے قصاص لیا جائے گا؟ فرمایا اللہ تعالیٰ کا حق تو چھوڑا جاسکتا ہے۔ لیکن حقوق العباد میں چاروں صورتوں میں قصاص لیا جائے گا۔

توضیح

مسئلہ مذکورہ کی تفصیل یوں ہوگی کہ ایک آدمی نے کسی دوسرے کا ظلمًا ہاتھ کاٹ دیا۔ اب اس نے دایاں کاٹا ہو یا بایاں۔ اس کے متعلق امام صاحب کا فیصلہ یہ ہے۔ کہ جو ہاتھ اس نے کاٹا۔ وہی اس کا کاٹا جائے گا۔ اسی طرح اگر کسی نے ظلمًا کسی کے دونوں ہاتھ کاٹ دیئے۔ تو اس ظالم کے بھی دونوں ہاتھ کاٹیں جائیں گے کیونکہ یہ حقوق العباد میں سے ہے۔ اس لیے اس کی معافی یا رعایت نہیں ہو سکتی۔ اب یہ سزائیں جب امام جعفر صادق سے منقول ہیں۔ تو ہم دریافت کرتے ہیں کہ اگر ایک ہاتھ کاٹ دیا۔ یا دونوں ہاتھ قصاصًا کاٹ دیئے گئے۔ بلکہ آپ کے آخری الفاظ چاروں صورتوں میں یعنی کسی نے کسی کے دونوں ہاتھ دونوں پاؤں کاٹ دیئے۔ تو اس کے بھی دونوں ہاتھ اور دونوں پاؤں کاٹے جائیں گے۔ تو کیا اس کی نماز ہوگی۔ یا نہ۔ کیونکہ ایک ہاتھ کاٹنے کی صورت میں اعضائے سجدہ چھ رہ گئے اور دونوں

ہاتھ کاٹنے کی صورت میں پانچ رہ گئے۔ اور اگر دونوں پاؤں بھی کاٹ دیئے گئے۔ تو صرف تین اعضاء رہ گئے۔ اب تو اکثر اعضاء بعد کے بغیر سجدہ کیا جا رہا ہے۔ لہذا پجوری والی دلیل کے مطابق تو نماز بالکل نہیں ہوئی چاہیئے۔ اس لیے ایسے آدمی پر نماز کی فرضیت ہی نہیں رہتی چاہیئے۔ اور اگر قصاصاً ہاتھ پاؤں نہیں کاٹے جاتے تو امام صاحب کے فتویٰ کے خلاف ہو گا۔ لہذا معلوم ہوا کہ پجور کے ہاتھ کاٹنے کے متعلق یہ فتویٰ کہ صرف اس کی انگلیاں کاٹی جائیں۔ امام صاحب کا ہرگز نہیں ہو سکتا اور نہ مذکورہ دلیل ان کی دلیل ہے۔ یہ سب کچھ جان چھڑانے کے لیے کسی نے امام صاحب پر بہتان باندھا ہے۔

فَاَعْتَبِرُوا يَا اُولِيَ الْاَبْصَارِ -

صرف انگلیاں پر دو ہتھری دین

مسائل الافہام

وَأَمَّا حَدْ مَا يُقَطَّعُ عِنْدَ نَاقِلِ لَوْ مِنْ أَصُولِ
الْأَصَابِعِ وَ يُعْرَكَ لَهُ الرَّاحَةُ وَالْأُجْمَامُ وَ رَوَاهُ
أَصْحَابُ بَنَاءٍ عَنْ أَبِي ثَعْلَبَةَ وَ رَوَاهُ الْعَامِدِيُّ أَيُّضًا عَنْ
عَلِيِّ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَ إِبْرَاهِيمَ ابْنِ أَبِي حَسْبٍ عَلَى ذَلِكَ
كَثِيرَةٌ قَالَ اللَّهُ تَعَالَى فَوَيْلٌ لِلَّذِينَ يَكْتُمُونَ
الْكُتُبَ بِأَيْدِيهِمْ وَلَا خِلاَفَ فِي أَنَّ الْكَاتِبَ لَا

يَكْتُمُ إِلَّا بِأَمْرِهِمْ وَعَلَىٰ هَذَا أَتِيكَونُ
فِي هَذَا الْحَمْلِ قَدْ وَفَيْتَنَا الْقَامِرَ حَقَّهُ
وَمَا زَادَ عَلَيْهِ يَحْتَأْجِ إِلَىٰ ذَلِيلٍ إِذْ هُوَ
بَاقٍ عَلَى التَّحْرِيمِ لِعَافِيَةٍ مِنْ إِذْ خَالَ
الضَّرِيرَ وَالْقَاتِمَ عَلَى الْعِيَّانِ وَهُوَ عَلَى جَائِزٍ
عَقْلًا وَنَقْلًا إِلَّا بِذَلِيلٍ يَقْطَعُ الْعُدْرَ.

(مسئله انصاف جلد ۲ ص ۶۶۱ کتاب الحدود)

(مدا سرتہ)

ترجمہ:

اور بہر حال (جہاں تک) چوری کی حد ہاتھ کاٹنا ہے۔ تو ہمارے نزدیک
یہ ہے۔ کہ انگلیوں کی جڑوں سے ہاتھ کاٹ دیا جائے۔ پتھیلی اور انگوٹھا
چھوڑ دیے جائیں۔ ہمارے ائمہ سے ہمارے اصحاب نے یہی روایت
کیا ہے۔ اور عام علینے بھی حضرت علی المرتضیٰ سے یہ روایت کی ہے۔
اس قدر پر ہاتھ کا اطلاق بکثرت آیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ وہاں
لوگوں کے لیے تباہی ہے۔ جو کتاب کو اپنے ہاتھوں سے لکھتے ہیں،
اور یہ بات بغیر اختلاف کے سبھی مانتے ہیں۔ کہ لکھنا مرت انگلیوں
سے ہوتا ہے۔ (جن کے لیے اللہ تعالیٰ نے لفظ "ید" فرمایا ہے۔)
اس طریقہ سے انگلیوں تک کاٹنے کی منرا دینا ظاہری طور پر مکمل معنی
ہے۔ اور اس سے زائد کاٹنا دلیل کا محتاج ہو گا۔ کیونکہ اس کی حرمت
باقی ہے۔ کیونکہ بقیہ ہاتھ کے کاٹنے سے ذی حیات کو تکلیف پہنچانا
ہے۔ جواز دوسرے عقل و نقل ناجائز ہے ہاں اگر کوئی دلیل ہو جو اس مقرر

کو ختم کر دے۔

توضیح

مختصر یہ کہ آیت ”فَاقْطِعُوا آيِدَ يَلَمَّا“ میں لفظ ”ید“ کا اطلاق انگلیوں پر ہوا ہے جس کی دلیل ”يَكْتَبُونَ الْكِتَابَ بِاَيْدِيهِمْ“ ہے جب کتابت کے فعل کے لیے لفظ ”ید“ کا اطلاق صرف انگلیاں ہیں۔ تو قطع ید سے مراد بھی انگلیاں ہوں گی۔ انگلیوں سے زائد کا ٹنڈا دل کا محتاج ہے۔ کیونکہ زائد کاٹنے سے تکلیف ہوگی۔ اور کسی ذی روح کو بلا دلیل تکلیف دینا حرام ہے

جواب:

دلیل مذکورہ از روئے عقل ونقل ناقابل اعتبار ہے۔ عقلاً اس طرح کہتے وقت صرف انگلیوں کا استعمال ہونا خلاف عقل ہے۔ کیونکہ جب آدمی کسی کاغذ وغیرہ پر لکھتا ہے۔ تو قلم انگلیوں میں سے دوا انگلیوں اور ایک انگوٹھے میں پکڑا ہوتا ہے۔ باقی دوا انگلیاں فارغ ہوتی ہیں۔ ان میں چھنگلیاں تو سطح کاغذ پر لگی رہتی ہے اور اس کے ساتھ والی نہ سطح کاغذ پر اور نہ ہی اس پر قلم رکھا ہوتا ہے۔ لہذا لکھنے میں ان دونوں کا کوئی دخل نہیں۔ اس لیے عقلاً کتابت صرف دوا انگلیوں اور انگوٹھے سے ہوتی ہے۔ اور اہل تشیع انگوٹھے کو ”قطع ید“ میں شامل نہ کر کے خود اپنی دلیل کی مخالفت کر رہے ہیں۔ لہذا یہ دوسرے پر حجت کس طرح ہوگی؟ اگر انگوٹھے اور چھنگلیاں کو داخل کرنے کے لیے یہ کہا جائے کہ یہ بھی لکھتے وقت حرکت کرتی ہیں تو پھر یہ کہا جاسکتا ہے۔ کہ اگر ہتھیلی کا نیچلا حصہ سطح کاغذ پر نہ رکھا جائے۔ تو صرف انگلیاں لکھنے میں ناکام رہیں گی۔ اس لیے لکھتے وقت انگلیوں کے ساتھ ہتھیلی کا نیچلا حصہ کلائی تک بھی استعمال ہوتا ہے۔ لہذا کتابت کے وقت

مرث انگلیوں کا استعمال ملحوظ رکھنا کسی طرح بھی درست نہیں۔
 رہا دلیل کا دوسرا پہلو کہ انگلیوں کے علاوہ حصہ کو کاٹنے پر کوئی مستقل دلیل
 ہونی چاہیئے۔ کیونکہ ایذا و رسانی کی بنا پر حرمت موجود ہے۔ سو اس بارے میں
 ہم یہ کہتے ہیں۔ کہ لفظ ”دید“ کا اطلاق کندھے تک پورے بازو پر ہوتا ہے۔
 پورے بازو کو چھوڑ کر مرث انگلیوں تک کا حصہ ایک حصہ مخصوص ہے۔ اس
 تخصیص کی کوئی دلیل ہونی چاہیئے۔ اور دلیل قرآن و حدیث سے اہل تشیع کے پاس
 مرکز نہیں ہے۔ البتہ ہم جب کلائی تک کاٹنے کا کہتے ہیں۔ تو یہ بھی تخصیص ہے
 لیکن ہمارے پاس اس تخصیص کے لیے احادیث رسول اللہ ہیں۔ ملاحظہ ہوں۔

تبیین الحقائق

وَلَنَا مَا رَوَى أَنَّهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَمَرَ بِقَطْعِ
 يَدَيْ سَارِقٍ مِنَ التَّرْشِيعِ۔

(تبیین الحقائق ص ۲۲ تذکرہ حدیث السرقہ)

ترجمہ:

ہمارے پاس چور کے کلائی سے ہاتھ کاٹنے پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم
 کی یہ حدیث دلیل ہے۔ ”آپ نے ایک چور کے کلائی سے ہاتھ
 کاٹنے کا حکم دیا۔“

علاوہ ازیں اسی کتاب میں دوسری اجماع امت ذکر فرمائی۔ وَ لَا تَـ

قُلْ مَنْ قَطَعَ مِنَ الْاِمَامَةِ مِنَ الرِّسْعِ فِضَارًا اِجْمَاعًا فَعَلًا
 فَلَا يَجُوزُ خِلَافُهُ۔

یعنی ہر دور میں خلفاء اور حکام نے چور کا ہاتھ کلائی سے کاٹا۔ لہذا یہ فعلی اجماع

ہو گیا۔ اس کی غلات و دزدی جائز نہیں مختصر یہ کہ سالک الانہام میں چور کی موت انگلیاں کاٹنے پر جو دلیل پیش کی گئی۔ وہ باطل اور بے اصل ہے۔

فَاَعْتَبِرُوا يَا اُولِيَ الْاَبْصَارِ۔

حد سرقہ میں صرف انگلیاں کاٹنے کی تیسری دلیل

تہذیب الاحکام

سہل ابن زیاد عن محمد بن سلیمان البدیعی عن
 ہارون ابن الجہم عن محمد بن مسلم عن ابی جعفر
 علیہ السلام قال اتی امیر المؤمنین بقور وخص
 قد سرقوا فقطع اید یہم من نصف الکف
 وترك الابلہم لم یقطعہا وامر ہران یدخلوا
 دار الضیافۃ وامر باید یہم ان تعالج واطعمہم
 السن والعلس واللحم حتی یبرءوا وادعابہم
 وقال یا ہولاء ان ایدیکم قد سبقت الی النار فان
 تبتم علم اللہ عز وجل صدق النبی تاب اللہ علیکم
 وجبرتم ایدیکم الی الجنۃ وان انتم لم
 تتوبوا ولم تقلعوا عما انتم علیہ جرتکم ایدیکم
 الی النار۔

(تہذیب الاحکام جلد ۱ ص ۱۲۵ تذکرہ فی حد السرقہ)

ترجمہ:

امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے سامنے چوروں کی ایک جماعت پیش کی گئی۔ اپنے اُن کے نصف متعین سے ہاتھ کاٹنے کا حکم دیا۔ اور فرمایا انکو ٹھٹھا چھوڑ دینا۔ پھر انہیں مہمان خانے میں لے جانے کو کہا۔ اور ان کے ہاتھوں کا علاج کرواتے اور انہیں لگھی، شہد اور گوشت کھلانے کو کہا۔ تندرست ہونے پر انہیں بلوایا۔ اور فرمایا اے لوگو! تمہارے ہاتھ لگ (دور زخ) کی طرف بوقت لے گئے۔ سو اگر تم توبہ کرتے ہو۔ اور اللہ تعالیٰ تمہاری صدق نیت کو جانتا ہے۔ تو وہ تمہاری توبہ قبول فرمائے گا۔ اور تم اپنے اُن ہاتھوں کو دور زخ سے نکال کر جنت لے جانے والے ہو جاؤ گے۔ اور اگر تم نے توبہ نہ کی۔ اور اپنے کتوں سے باز نہ آئے تو تمہارے ہاتھ تمہیں دور زخ میں کینچ کر لے جائیں گے۔

توضیح:

روایت مذکورہ میں متفق طوسی نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے حوالہ سے یہ ثابت کیا ہے۔ کہ آپ چوری کی سزائیں ہاتھ کو صرف نصف متعین تک کاٹتے تھے۔ اور انکو ٹھٹھا چھوڑ دیا کرتے تھے۔ لہذا حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے ارشاد کے مطابق اہل تشیع کا یہ عقیدہ ہے۔

جواب:

مذکورہ روایت پر کئی طرح سے جرح ہو سکتی ہے۔ جس کی بنا پر اسے دلیل نہیں بنایا جاسکتا۔ پہلی بات یہ ہے۔ کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ

سے منقول اس روایت میں نصفت، تہی علی ایک ہاتھ کاٹنے کا ثبوت ہے۔ جب کہ اہل تشیع صرف انگلیوں کو کاٹنے پر اکتفا کرتے ہیں۔ لہذا یہ روایت اہل تشیع کا مسلک ثابت نہیں کرتی۔ دوسری بات یہ ہے کہ اپنے اکثر راویوں کے سخت مجروح ہونے کے باعث یہ روایت قابل حجت نہیں ہے۔

پہلا راوی سہل ابن زیاد کے متعلق تنقح المقال کی تحقیق

تنقح المقال

سہل ابن زیاد الادمی الرازی ابو سعید
عن موضع من الاستبصار ان اباسعید الادمی
ضعیف جداً عند نقاد الاخبار وقال نقاشی
سہل ابن زیاد ابو علی ادمی الرازی کان
ضعیف فی الحدیث غیر معتمد فیہ وکان
احمد بن محمد عیسیٰ یشہد علیہ بالغلو
والکذب و اخرجہ من القم الی الری وقال
ابن العضا ئری سہل ابن زیاد ابو سعید الادمی
الرازی کان ضعیفا جدا فاسد الروایۃ والبدین
وکان احمد بن محمد بن عیسیٰ الاشعری
اخرجہ من قم و اظهر البراءۃ منہ و نلی
الناس عن السماع منہ والروایۃ عنہ
و یروی المر اسیل و یعتمد المجاہیل و نقل

عن علی بن محمد القتیبی انه قال سمعت
الفضل بن شاذان يقول فی ابی الخیر و هو
صالح بن سلمی ابی حماد الرازی ابد الخیر کما
کنی و قال کان ابو محمد الفضل یر قضیه و
یمدحه و لا یر قضی اباسعید الادمی و یقول
هو احمق۔

(تفیع المقال جلد دوم ص ۵۵، باب سهل
من ابواب السین)

ترجمہ ۱

کتاب الاستبصار میں کئی مقام پر سهل ابن زیاد آدمی کو بہت زیادہ
ضعیف فی الروایہ کہا گیا۔ نجاشی نے اسے ضعیف فی الحدیث کہا۔
اور غیر معتقد آدمی قرار دیا۔ احمد بن محمد عینی اس پر غلو اور کذب کی شہادت
دیتا تھا۔ اور اس نے اسے قسم سے نکال دیا۔ ابن العساکری نے بھی
اسے بہت زیادہ ضعیف کہا۔ روایت اور دین میں ناسد کہا۔
جب احمد بن محمد عینی نے اسے قسم سے نکال کر اُچی بھیج دیا۔ تو اس
سے بری الذمہ ہونے کا اعلان کر دیا۔ لوگوں کو اس سے روایت
سننے سے منع کر دیا کہ یہ مرسل اور مبہول روایات ذکر کرتا ہے۔ علی بن
قتیبی کہتا ہے۔ کہ میں نے فضل بن شاذان کو یہ کہتے ہوئے سنا۔ کہ صالح
بن موبسی اپنی کینت کی طرح ابو الخیر تھا۔ اور وہ اس کو پسند کرتا۔ اور
اس کی تعریف بھی کرتا تھا۔ لیکن ابوسعید آدمی (سهل بن زیاد) کے
بارے میں کہتا۔ کہ یہ بے وقوف ہے۔

راوی نمبر ۲: محمد بن سلمان الدیلمی

جامع الرواة

ضَعِيفٌ جِدًّا لَا يَعُولُ عَلَيْهِ فِي شَيْءٍ (صہ جش) لہ

(۱) جامع الرواة - جلد دوم ص ۱۲۲

مصنف محمد ابن علی اردبیلی

(۲) تنقیح المقال جلد سوم ص ۱۲۲ باب

محمد بن ابیاب الیم

ترجمہ:

محمد بن سلمان الدیلمی بہت زیادہ ضعیف فی الروایات ہے۔

کسی چیز کے متعلق اس پر اعتماد نہیں کیا جاسکتا۔ علامہ اور نجاشی نے

یہی لکھا ہے۔

راوی نمبر ۳: محمد بن سلم

رجال کشی

عَنْ أَبِي الصَّبَّاحِ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا عَبْدِ اللَّهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ

يَقُولُ يَا أَبَا الصَّبَّاحِ هَلْكَ الْمُسْتَرِيْبُونَ فِي أَذْيَانِهِمْ

مِنْهُمْ زَرَارَةٌ وَبِرِّيدُ مُحَمَّدُ بْنُ مُسْلِمٍ وَاسْمَاعِيلُ

الجعفی۔۔ عن مفضل بن عمر قال سمعت ابا عبد الله
عليه السلام يقول لعن الله محمد بن مسلم كان
يقول ان الله لا يعلم الشئ حتى يكون۔

درجال کشی ص ۱۵۱۔ تذکرہ محمد بن مسلم الطائفی۔

مطبوعہ کربلا طبع جدید

ترجمہ:

ابو الصباح روایت کرتا ہے۔ کہ میں نے امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ
سے سنا۔ وہ لوگ جو اپنے دین میں شک لاتے ہیں۔ ہلاک ہو گئے۔ ان
میں سے زرارہ، برید، محمد بن مسلم اور اسماعیل جعفی بھی ہیں۔۔۔ مفضل بن
عمر سے روایت ہے۔ کہ امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔
محمد بن مسلم پر خدا کی لعنت۔ وہ یہ کہا کرتا تھا۔ کہ اللہ تعالیٰ کو کسی چیز کے
وجود میں آنے سے پہلے علم نہیں ہوتا ہے۔

ملحہ فکریہ

روایت مذکورہ کہ جس میں حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا چہرہ روں کے
نصف بتھیلی تک ہاتھ کاٹنے کا ثبوت تھا۔ اس کے راوی وہ لوگ ہیں۔ جو
انتہائی ناقابل اعتبار، غلو اور کذب کے عادی و معمول روایتوں کے راوی، احسن
نا قابل اعتماد اور ان سب خرابیوں سے بڑھ کر اپنے دین میں شک لانے
والے اور امام جعفر کی پھٹکار کے مارے ہوئے ہیں۔ جو اللہ تعالیٰ کو معاذ اللہ
جاہل جانے۔ کیا ان راویوں کی روایت سے استدلال کرتے ہو؟ یہی وہ
لوگ ہیں۔ جنہوں نے حضرات ائمہ کی روایات میں ادھر ادھر کی ہزاروں باتیں

جس کی بنا پر ائمہ کو تنبیہ کرنا پڑی، لہذا یہ روایت بھی دیگر روایات کی طرح من گھڑت اور بے اصل ہے۔ جس کی نسبت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی طرف کردی گئی ہے۔

فَاعْتَبِرُوا يَا أُولِيَ الْاَبْصَارِ-

چوری کے جرم پر سے ہاتھ کاٹنے پر

اہل سنت کے دلائل

چوری کے بارے میں حد کا ذکر اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں ان الفاظ سے بیان فرمایا ہے۔ السَّارِقُ وَالسَّارِقَةُ فَاقْطَعُوا أَيْدِيَهُمَا الْخ۔ ترجمہ: ”چور مرد اور چور عورت کے ہاتھ کاٹ دو،“ آیت مذکورہ میں ہاتھ کاٹنے کا حکم موجود ہے۔ لیکن اس کی تفصیل موجود نہیں یعنی کہاں سے کاٹا جائے۔ اور کونسا کاٹا جائے؟ اس لیے اس کی تفصیل کے لیے شارح علیہ الصلوٰۃ والسلام سے رہنمائی کی ضرورت پڑی۔ آپ نے قولاً اور عملاً جو اس کی تشریح و تفسیر بیان فرمائی، وہی قابل قبول اور قابل عمل ہوگی۔ نہ کہ کسی دوسرے مجتہد یا امام کی۔ آیت کریمہ کی تشریح میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات اور حضرات ائمہ مجتہدین کا اس کے تعلق فہم و ادراک کیا کہتے ہیں؟ ملاحظہ ہو۔

نصب الراية لاحاديث الهداية

قَالَ الْمُصَنِّفُ وَقَدْ صَحَّ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

قَطَعَ يَمِينُ السَّارِقِ مِنَ الزُّنْدِ قُلْتُ فِيهِ
 أَحَادِيثٌ قِيمَتُهَا مَا أَخْرَجَهُ الدَّارُ قُطْنِي فِي
 مُسْنَدِهِ عَنْ أَبِي نَعِيمٍ النَّخَعِيِّ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ
 بْنُ عَبْدِ اللَّهِ الْهَرَزِيُّ عَنْ حَمْرٍ وَبْنِ
 شُعَيْبٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَدِّهِ قَالَ كَانَ
 صَفْوَانُ بْنُ أُمَيَّةَ بْنِ حَلَفٍ تَائِبًا
 فِي الْمَسْجِدِ وَثِيَابُهُ تَحْتَ رَأْسِهِ فَجَاءَ
 سَارِقٌ فَأَخَذَ مَا فِي يَدِهِ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ
 عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَقْرَأَ السَّارِقُ كَأَمْرَ بِهِ
 النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يُقَطَّعَ
 فَقَالَ صَفْوَانُ يَا رَسُولَ اللَّهِ أَيْقُطَّعُ رَجُلٌ
 مِنَ الْعَرَبِ فِي ثَوْبِي فَقَالَ لَكَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ
 عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَفَلَا كَانَ قَبْلَ أَنْ تَأْتِيَنِي
 بِهِ ثُمَّ قَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ شَفَعُوا مَا لَمْ يُصِلْ
 إِلَى الْوَالِي فَإِذَا وَصَلَ إِلَى الْوَالِي فَعَضَمًا فَلَا
 عَقَا اللَّهُ عَنْهُ ثُمَّ أَمَرَ بِقَطْعِهِ مِنَ الْمِفْصَلِ -
 (نصف الراية لا ما ديش الہدیہ)

جلد سوم ص ۲۷۰ فصل فی کیفیت

(القطع مطبوع قاہرہ)

قر جمہ :

مصنف نے کہا کہ تحقیق یہ بات صحیح اور ثابت ہے کذبی اگر ملے تو اس پر عمل

نے چور کا دایاں ہاتھ کلائی سے کاٹا۔ میں کہتا ہوں کہ اس بارے میں بہت سی احادیث ہیں۔ ان میں سے ایک یہ ہے جسے دارقطنی نے اپنی سنن میں ذکر کیا۔ ابونعیم کہتے ہیں کہ محمد بن عبید اللہ عزمی نے عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ سے ہمیں ایک حدیث سنائی کہ صفوان بن ایہہ بن خلف مسجد میں سویا تھا۔ اور اس نے اپنے کپڑے اپنے سر کے نیچے رکھے تھے۔ چور آیا۔ اور وہ کپڑے لے اٹھا۔ بعد میں پکڑے جانے پر اسے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لایا گیا۔ چور نے چوری کا اقرار کر لیا۔ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا ہاتھ کاٹنے کا حکم دیا۔ یہ دیکھ کر صفوان بوسے۔ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا ایک عرب کا ہاتھ میرے کپڑے چرانے کی وجہ سے کاٹا جائے گا؟ اس پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ چور کے میرے پاس آنے سے پہلے تم نے یہ کیوں نہ کہا؟ (مطلب یہ ہے کہ اب اس کی معافی کا کوئی فائدہ نہیں) حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اس وقت سفارش کرو کہ جب کہ مجرم والی کے پاس نہ پہنچا ہو۔ اور جب حاکم کے پاس آئے لے جایا جا چکا ہو۔ اور پھر اس کو معاف کر دیا جائے۔ تو اللہ اس کو معاف نہیں کرتا۔ یعنی ہاتھ کاٹنے کی سزا منسوخ نہ ہوگی) اس کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ اس کا ہاتھ کلائی (جڑ) سے کاٹ دو۔

فتح القدیر

اٰخَرَجَ ابْنُ اَبِي شَيْبَةَ عَنْ رَجَاءَ بْنِ

حَيْسُوا إِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَطَعَ
رَجُلًا مِنَ الْمُفْصَلِ وَإِنَّمَا فِيهِ الْإِرسَالُ
وَأَخْرَجَ عَنْ هُمَزٍ وَعَلَيْهِ إِثْمًا قَطَعَا مِنَ الْمُفْصَلِ
وَأَنْعَقَدَ عَلَيْهِ الْإِجْمَاعُ۔

(فتح القدير جلد چہارم ص ۲۴۷ فصل

فی کیفیۃ القطع۔ مطبوعہ

مصر جدید)

ترجمہ:

رباع بن جریۃ سے ابن ابی شیبہ نے روایت کی کہ حضور
صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کا کلائی سے ہاتھ کاٹا۔ (یعنی چوری
کے جرم میں) اسی روایت میں ارسال ہے۔ اور حضرت عمر و علی
رضی اللہ عنہما نے چور کا ہاتھ کلائی سے کاٹا ہے۔ اسی پر اجماع
منعقد ہوا۔

بدائع الصنائع

أَمَّا الْمَرْصُوعُ الَّذِي يُقَطَّعُ مِنَ الْيَدِ
الْيُمْنَى فَلَهُوَ مُفْصَلُ الزَّنْدِ عَشَدَ عَاتَةِ
الْعُلَمَاءِ وَقَالَ بَعْضُهُمْ تُقَطَّعُ الْأَصَابِعُ
وَقَالَ الْخَوَارِجُ تُقَطَّعُ مِنَ الْيَمْنَى يَظَاهِرُ
قَوْلُهُمْ سُبْحَنَهُ وَتَعَالَى مَا قَطَعُوا أَيْدِيَهُمَا
وَالْيَدُ إِسْرَءِيلُ لِهَذِهِ الْجُمْلَةِ وَالصَّحِيحُ

قَوْلُنَا لِمَا رَوَى اللَّهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَطَعَ يَدَ السَّارِقِ
مِنْ مِفْصَلِ الزَّنْدِ فَكَانَ فِعْلُهُ بَيَانًا لِلْمُرَادِ
مِنَ الْآيَةِ الشَّرِيفَةِ كَمَا نَدَّ نَصَّ سَبْحَانَهُ
فَقَالَ فَا قَطَعُوا أَيْدِيَهُمَا مِنْ مِفْصَلِ الزَّنْدِ
وَعَلَيْهِ عَمَلُ الْأُمَّةِ مِنْ لَدُنْ رَسُولِ اللَّهِ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى يَوْمِنَا هَذَا قَالَهُ
سُبْحَانَهُ وَتَعَالَى أَعْلَمُ

(بدائع الصنائع جلد ۱ ص ۸۸ حد سرقہ)

(ملفوظات بیروت طبع جدید)

ترجمہ :

بہر حال وہ مقام کہ جہاں سے دایاں ہاتھ کاٹا جائے تو وہ کلائی
ہے۔ اور یہ قول عام علماء کا ہے۔ اور بعض نے صرف انگلیاں
کاٹنے کو کہا۔ اور خارجی کہتے ہیں کہ کندھے سے کاٹنا چاہیے۔ کیونکہ
اللہ تعالیٰ کے اس قول کا ظاہری معنی یہی ہے۔ فا قطعوا ایدیہما
اس میں لفظ "وید" کا اطلاق کندھے تک ہاتھ پر ہوتا ہے۔ لیکن صحیح
قول یہی ہے۔ کہ کلائی سے کاٹا جائے۔ کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
سے مروی ہے۔ کہ آپ نے چور کا ہاتھ کلائی سے کاٹا تھا۔ گویا
حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فعل شریف قرآن کے اجمال کا بیان ہوا۔ یوں
سمجھئے کہ گویا اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہی ایسے کہ چور کے ہاتھ کلائی سے
کاٹو۔ اسی مقدار پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ اقدس سے لے کر
آج تک تمام امت کا عمل ہے۔ اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے۔

تبیین الحقائق

وَلَنَا مَا رُوِيَ أَنَّكَ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
أَمَرَ بِقَطْعِ يَدِ السَّارِقِ مِنَ الرُّسْغِ وَلِإِنَّ
كُلَّ مَنْ قَطَعَ مِنَ الْأَيْمَةِ مِنَ الرُّسْغِ فَصَارَ
إِجْمَاعًا فِعْلًا فَلَا يَجُوزُ خِلَافُهُ۔

تبیین الحقائق ص ۲۲۲ کیفیہ قطع السرقة
مطبوعہ مصر طبع جدید

ترجمہ:

ہماری دلیل یہ روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے چور کا ہاتھ
کھائی سے کاٹنے کا حکم دیا تھا۔ اور ہم یہ اس لیے بھی کہتے ہیں کہ تمام
ان اہل سنت نے چور کا ہاتھ کھائی سے ہی کاٹنے کا کہا ہے۔ لہذا یہ
فعلی اجماع ہو گیا۔ سو اس کی مخالفت جائز نہ ہوگی۔

تبیین الحقائق

أَنَّ الْيَدَ ذَاتَ مَقَاطِعَ ثَلَاثَةٍ وَهِيَ أَنَّ الرُّسْغَ
وَالْمِرْفَقَ وَالْمِنْكَبَ وَكُلٌّ فِيهَا يَحْتَمِلُ أَنْ
يَكُونَ مُرَادًا فَزَالَ الْإِحْتِمَالُ بِبَيَانِ
النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَيْثُ أَمَرَ
بِقَطْعِ الْيَدِ الْيُمْنَى مِنَ الزَّنْدِ وَلِإِنَّ مِفْصَلَ الزَّنْدِ
مِنَ الرُّسْغِ يَتَيَقَّنُ بِهِ لِكُونِهِ مُرَادًا لِمَا أَقُلُّ

فِيؤْخَذُ بِهِ لِأَنَّ الْاَعْقُوْرَ بَاقٍ لَا تَقْبُتُ بِشَبَهَةٍ
وَرَفِيْمًا زَادَ عَلَى الرَّسْخِ مُشْتَبِهَةً فَلَا تَتَبَتُ
وَلَا تَمَّا كَانَ مِفْصَلُ الرَّنْدِ يَبَيِّنُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔

(تبيين الحقائق تصنیف علامہ زبیری رحمہ)

ص ۲۲۴

ترجمہ:

ہاتھ میں تین جگہ جوڑ ہوتے ہیں۔ کلائی، کہنی اور کندھا۔ ان تینوں میں سے
ہر ایک کا احتمال تھا۔ لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بیان شریف سے
یہ احتمالات زائل ہو گئے۔ کیونکہ آپ نے ایسا ہاتھ کلائی سے کاٹنے
کا حکم دیا تھا۔ اور یہ اس لیے بھی درست ہے۔ کہ ہاتھ کا کلائی سے کاٹنا
جاننا امر یقینی ہے۔ کیونکہ اس سے اور نیچے کوئی جوڑ ہے ہی نہیں ہنڈا
اسی پر عمل کیا جائے گا۔ اور یہ بات بھی ہے۔ کہ عقوبت شرعی، شبہ
کے ساتھ ثابت نہیں ہوا کرتی۔ ہاتھ کا وہ حصہ جو کلائی سے اوپر
کا ہے۔ دُومشتبہ ہے۔ لہذا یہ ثابت نہ ہوگا۔ بہر حال ہاتھ کا
کلائی والا جوڑ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بیان شریف سے ثابت ہے
اور وہی معین ہو چکا ہے۔

توضیح

کتب مذکورہ کے حوالہ جات سے مندرجہ ذیل امور سامنے آتے ہیں۔
۱۔ چور کا دایاں ہاتھ کاٹنے پر دلالت کرنے والی احادیث ”و صیح“ ہیں۔

- ۲۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بنفس نفیس چور کا دایاں ہاتھ کلائی سے کاٹا۔
 ۳۔ حضرت عمر و علی رضی اللہ عنہما نے بھی چور کے لیے دایاں ہاتھ کلائی سے کاٹنے کی حد لگائی۔
 ۴۔ تمام ائمہ نے اسی پر عمل کیا۔ لہذا دایاں ہاتھ کلائی سے کاٹنے پر اجماع فعلی منقذ ہو چکا ہے۔
 ۵۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دور پاک سے آج تک کلائی سے ہاتھ کٹتا چلا آرہا ہے۔
 ۶۔ اگرچہ بعض نے انگلیوں سے اور قارجیوں نے کندھے سے کاٹنے کا کہا ہے لیکن احادیث جمعی سے اس کی صحت نہیں ہوتی۔
 ۷۔ ہاتھ میں تین جوڑ ہوتے ہیں۔ سب سے کم فاصلہ پر کلائی پھر کہنی اور پھر کندھا ہے۔ لہذا قریب ترین تو یقینی ہے، دوسرے شبہ کی بنا پر مرد نہ ہوں گے
- نوٹ:**

احادیث مذکور میں تمام قطع کے لیے تین الفاظ استعمال ہوئے ہیں مفصل، زند، ورنج ان میں سے لفظ مفصل، شیعہ سنی دونوں کی کتابوں میں مذکور ہے۔ ان تینوں الفاظ کا اردوئے لغت معنی معلوم ہونا چاہیئے تاکہ حقیقت حال کھل کر سامنے آجائے۔ اہل تشیع کی کتاب تہذیب الاحکام میں مفصل کا لفظ امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کے حوالہ سے ذکر ہوا جس کا معنی "جوڑ"، ہوتا ہے۔ لیکن اس کی تفصیل میں مفصل الاصابہ لکھا گیا ہے۔ لیکن یہ وضاحت یا تفصیل کسی انجان کی نظر آتی ہے۔ کیونکہ ہاتھ میں انگوٹھے سمیت پانچ انگلیاں ہوتی ہیں۔ اور ہر انگلی کا جوڑ مستقل طور پر موجود ہے۔ اس طرح پانچ انگلیوں کے پانچ جوڑ ہوئے۔ اب ان کی تعبیر کے لیے مفصل الاصابہ نہیں بلکہ مقاصل الاصابہ ہونا چاہیئے تھا۔ لیکن یہ نہیں لکھا گیا

اس لیے لفظ مفصل کا واحد کے صیغہ کے ساتھ لکھا جاتا تھا تاہم ہے۔ کہ کوئی ایک جوڑ
 مراد ہے۔ اور ایک جوڑ (ہاتھ میں) تین جگہ ہیں۔ اسی بحث کو صاحب تبیین الحقائق
 نے ذکر کیا۔ قرآن کریم میں جب ہاتھ کاٹنے کا ذکر آیا۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی
 احادیث میں مفصل کو مقام قطع بتایا گیا۔ تو اس طرح تیسری یہ نکلا کہ کم از کم مفصل رکلائی
 کو یقینی ہونے کی بنا پر کاٹا جائے گا۔ اس طرح کتب شیعہ میں موجود لفظ مفصل نے
 مسلک اہل سنت کی تائید کی ہے۔ لیکن اپنا الوسید حاکر نے کے لیے کسی تاہم نے
 ”والاصابع“ کی قید بڑھا دی۔

چونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث میں مفصل کے علاوہ زند اور رینج بھی متحمل
 ہوئے۔ اس لیے ہم ان کی کتب لغت سے معنی ذکر کرتے ہیں۔

”زند“ کا کتب لغت معنی

لسان العرب

وَقَدْ رَوَى بِإِلْيَاءٍ وَسَيَاءٍ ذِكْرُهُ وَالزَّندَانِ
 طَرَفَا هُظُمَتِ السَّاعِدَتَيْنِ مُزَكَّرَانِ خَلِيفَهُ
 وَالزَّندَانِ عَظُمَا السَّاعِدِ أَحَدُهُمَا أَذَقُ
 مِنَ الْآخِرِ فَطَرَفُ الزَّندِ الَّذِي يَلِي الْإِبْهَامَ
 هُوَ الْكُوعُ وَطَرَفُ الزَّندِ الَّذِي يَلِي
 الْخِضْرَ كُرْسُوعٌ وَالرُّسْعُ مُجْتَمِعُ الزَّندَيْنِ
 وَمِنْ عِنْدِ هُمَا تُقَطَّعُ يَدُ السَّارِقِ وَالزَّندُ

مَوْصَلٌ طَرَفِ الدَّرَاۤءِ فِي نَكْفٍ وَهُمَا زَنْدَانِ
الْكُوعُ وَالْكُوسُوعُ۔

لسان العرب جلد ۱ ص ۱۹۶

تذکرہ لفظ زندا

ترجمہ:

”دیا“ کے ساتھ لفظ زندا آیا ہے۔ اس کا ذکر عنقریب آئے گا۔
لفظ زندان شینہ ہے۔ جو کلائی کی دو طرفوں کو کہتے ہیں جس پر کلائی
ختم ہوتی ہے۔ اس جگہ دو ڈھریاں ہوتی ہیں۔ ایک ڈھری دوسری
کی نسبت کم اُبھری ہوئی ہوتی ہے۔ لہذا زندگی ایک طرف
انگوٹھے کے ساتھ ملی ہوئی اور دوسری طرف چھنگلیا کے ساتھ
ملی ہوئی ہوتی ہے۔ انگوٹھے والی طرف کو د کووع اور چھنگلیا
والی کو د کووسوع، کہتے ہیں۔ ان دونوں طرفوں کو ملائیں۔ تو اسے
”درسغ“ کہتے ہیں۔ جہاں سے چور کا ہاتھ کاٹا جاتا ہے اور زند کلائی
کو ہاتھ سے ملانے والا ہے۔ اس کی دو طرفوں کے کووع اور کووسوع نام
ہیں۔

توضیح:

کلائی کی انگوٹھے کی طرف واقع متصل حصہ کووع اور چھنگلیا سے متصل حصہ
کووسوع ہے۔ ان دونوں کا مقام اتصال رُسغ اور زند کہلاتا ہے۔

÷

رُسْخ کی تحقیق

لسان العرب

الرُسْخ مفصل ما بین الکف والذراع -
وقیل الرُسْخ مجتمع الساقین والقدمین
وقیل هو مفصل ما بین الساعد والكف
والساق والقدم -

(لسان العرب جلد ۱ ص ۴۲۸ بحث
لفظ رُسْخ)

ترجمہ:

تھیلی اور کلائی کے مابین واقع جوڑ کو رُسْخ کہتے ہیں۔ یہ بھی کہا گیا ہے
کہ دونوں پنڈلیوں اور قدموں کے جوڑ کو رُسْخ کہتے ہیں۔ ایک قول یہ
بھی ہے۔ کہ کلائی اور تھیلی پنڈلی اور قدم کے جوڑ کو رُسْخ کہتے ہیں۔

المحکمہ

قارئین کرام! اہل تشیع نے اپنے مسلک کے حق ہونے پر جو دلیل پیش
کی۔ اس کی تائید میں ان کے پاس ایک بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث
نہیں ہے۔ اور جو دلیلیں گھڑی ہیں۔ وہ بھی ترازو بٹے عقل پر پوری نہیں اتریں

اثر اہل بیت کی طرف سے جو حدیث پیش کی گئی اس کے راوی ناقابل اعتبار اور غیر معتمد ہیں۔ لیکن اس کے برخلاف اہل سنت کا مسلک احادیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور عمل صحابہ و ائمہ پر قائم ہے۔ اس سلسلہ میں زندگی اور مصل کے الفاظ بعد تحقیق کنوی آپ پڑھ چکے ہیں۔ اس تمام قیل و قال کا خلاصہ یہ ہوا کہ چور کا ہاتھ دایاں اور وہ بھی کلائی سے کاٹا جائے گا۔ یہی احادیث سے ثابت ہے اور اسی پر آج تک امت محمدیہ کا اجماع ہے۔ صرف انگیوں سے ہاتھ کاٹنا خلاف عقل و مخالف نقل ہے۔

(فَاعْتَبِرُوا يَا أُولِيَ الْأَبْصَارِ ۝)

دو اشکال اور ان کا جواب

اسی بحث میں ایک دو اشکال اور ان کا جواب ذکر کرنا ہم ضروری سمجھتے ہیں۔ پہلا اشکال یہ ہے کہ جن احادیث سے ثابت کیا گیا کہ چور کا دایاں ہاتھ کلائی سے کاٹا جائے گا۔ وہ ضعیف احادیث ہیں۔ لہذا ان سے استدلال درست نہیں۔ اس کا جواب یہ ہے کہ کسی حدیث کا ضعیف ہونا اپنے مقام پر لیکن اگر وہ حدیث کئی طریقوں سے وارد ہو۔ تو اس کا ضعف ختم ہو جاتا ہے اور وہ درجہ صحت پالیتی ہے۔ لہذا یہ احادیث متعدد طریقوں سے روایت ہونے کی بنا پر ضعیف نہ رہیں۔ اور پھر جب ان پر امت کا اجماع ہو چکا ہے۔ تو پھر قطعیت کا درجہ پالیتی ہیں۔ اسی لیے جب کسی روایت پر عمل لگنا اور ہر دور میں بحیثیت ہوتا رہا ہو۔ تو درجہ تو اتاریں داخل ہو جاتی ہے۔ جس طرح کہ شہر مکہ اور مدینہ کا ثبوت۔

ہذا ایسی روایت کے لیے سند کی بھی ضرورت نہیں رہتی۔ اسی بات کو فتح القدیر میں
ان الفاظ سے بیان کیا گیا ہے۔

فتح القدیر

وَأَمَّا كَوْنُهُ مِنَ الزَّكَاةِ وَهُوَ مُفَصَّلُ السُّرْعِ
وَيُقَالُ الْكَوْنُ فَلَا تَكُنْ الْمُسَوَّارِثُ وَمِثْلُهُ لَا
يُطْلَبُ فِيهِ سَنَدٌ۔

(فتح الباری جلد ۱۰ ص ۸۰/ تحت
قوله السارق الخ)

ترجمہ:

ہاتھ کا کلائی سے کاٹنا یعنی کلائی اور ہتھیلی کے درمیان آتے
جوڑے جسے کون بھی کہتے ہیں۔ تو یہ اس لیے کہ اس پر لگتا ہر دور
میں عمل ہوتا چلا آرہا ہے۔ اور اس قسم کی بات کے لیے سند کا مطالبہ
نہیں کیا جاتا۔

دوسرا اشکال یہ کہ قرائن میں صرف ہاتھ کاٹنے کا ذکر ہے۔ دائیں بائیں کی
تخصیص نہیں۔ لہذا یہ کہنا کہ دایاں ہاتھ کاٹا جائے گا۔ یہ تخصیص بلا دلیل ہے۔ اس
کا جواب یہ ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی قرائت کے مطابق
لفظ ”یَمِین“ موجود ہے۔ اور اس پر کچھ احادیث بھی دلیل ہیں۔ ہم نے اپنی
طرف سے تخصیص نہیں کی۔

اعتراض:

کتب اہل سنت میں یہ موجود ہے کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے

ایک چودکی مرث انگلیاں کاٹنے کا حکم دیا۔ لہذا قطع یہ کام تمام انگلیاں ہی ہوگا۔
حوالہ یہ ہے۔

فتح الباری

وَ أَخْرَجَ ابْنُ أَبِي شَيْبَةَ مِنْ طَرِيقِ أَبِي حَيْثَوَةَ أَنَّ
عَلِيًّا قَطَعَهُ مِنَ الْفُتْمَلِ وَ جَاءَ عَنْ عَلِيٍّ أَنَّهُ قَطَعَ
الْيَدَ مِنَ الْأَصَابِعِ وَ الرَّجْلَ مِنَ مِشْطِ الْقَدَمِ
أَخْرَجَهُ عَبْدُ الرَّزَّاقِ عَنْ مَعْمَرٍ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ
وَهُوَ مُنْقَطِعٌ۔

(فتح الباری جلد ۱۱ صفحہ نمبر ۸۰ تحت)

قولہ السارق الخ)

ترجمہ:

ابن حیوہ کے فدیہ ابن ابی شیبہ نے بیان کیا کہ حضرت علی المرتضیٰ
رضی اللہ عنہ نے چوکا ہاتھ مفصل سے کاٹا۔ اور انہی سے روایت ہے
کہ علی المرتضیٰ نے انگلیوں سے ہاتھ کاٹا۔ اور قدم کو درمیان سے
کاٹا۔ اس روایت کو عبد الرزاق نے معمر بن قتادہ سے روایت کیا
ہے۔ اور وہ منقطع ہے۔

جواب:

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا عمل دو طرح سے مذکور ہوا۔ سر دست دوسرا
عمل کہ آپؑ نے چوکا ہاتھ انگلیوں سے کاٹنے کا حکم دیا۔ یہ عمل زیر بحث ہے۔
سو اس بارے میں جواب خود اس روایت کے آخری الفاظ میں۔ یعنی یہ روایت منقطع ہے۔

- لہذا انقطاع کی وجہ سے یہ روایت مقصد کو ثابت کرنے میں ناکافی ہے
اور اگر انقطاع کی پرواہ کیے بغیر عمل شیر خدا کو دیکھا جائے۔ تو یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم
اور خلفاء راشدین کے عمل کے خلاف نظر آتا ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا عمل شریف
وسائل الشیعہ میں اس طرح مذکور ہے۔ کہ آپ چور کا ہاتھ نصف سے زائد کاٹا کرتے
تھے۔ جس کی وجہ سے وہ ہاتھ قابل استعمال درہمتا۔ حوالہ ملاحظہ ہو۔

وسائل الشیعہ

سَأَلْتُ أَبَا عَبْدِ اللَّهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ عَنِ السَّارِقِ
يَسْرِقُ فَيَقْطَعُ يَدَهُ ثُمَّ يَسْرِقُ فَيَقْطَعُ رِجْلَهُ
ثُمَّ يَسْرِقُ هَلْ عَلَيْهِ قَطْعُ فَقَالَ فِي حَتَابٍ
عَلَيَّ عَلَيْهِ السَّلَامُ إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَضَى قَبْلَ أَنْ يَقْطَعَ أَكْثَرُ مِنْ يَدٍ
وَرِجْلٍ وَكَانَ عَلَيَّ عَلَيْهِ السَّلَامُ يَقُولُ إِنِّي لَا
مُسْتَعْبِي مِنْ رَقِيٍّ أَنْ لَا أَدْعَى لَهُ يَدًا لِيَسْتَنْجِي بِهَا
أَوْ رِجْلًا يَمْشِي عَلَيْهَا۔

وسائل الشیعہ جلد ۱۸

ص ۹۵ - ۴۔ انوار حد السرقہ

مطبوعہ قلمران طبع جدید۔

ترجمہ:

میں نے حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے ایسے چور کے بارے
میں پوچھا۔ جس نے ایک مرتبہ چوری کی تو اسے قطع ید کی سزا دی گئی

پھر اس نے چوری کی۔ تو اس مرتبہ اس کا ایک پاؤں کاٹا گیا۔ تیسری مرتبہ چوری کرنے پر اس پر قلع کی حد ہے یا نہیں؟ امام نے فرمایا کہ حضرت علی المرتضیٰ کی کتاب میں ہے۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دنیا سے پردہ فرما گئے۔ اور اپنے کسی چور کا ایک ہاتھ اور ایک پاؤں سے زیادہ نہیں کاٹا۔ حضرت علی المرتضیٰ یہ بھی کہا کرتے تھے۔ کہ اگر تیسری مرتبہ چوری کرنے پر اس کا دوسرا ہاتھ اور چوتھی مرتبہ چوری کرنے پر دوسرا پاؤں بھی کاٹ دوں۔ تو مجھے اللہ سے شرم آتی ہے۔ کہ میں نے اس چور کے لیے استیفاء کرنے کے لیے ہاتھ نہ چھوڑا۔ اور چلنے کے لیے پاؤں بھی نہ چھوڑے۔

توضیح

روایت مذکورہ میں ایک ہاتھ اور ایک پاؤں کاٹ جانے کے بعد پھر چوری کرنے والے کے متعلق حضرت علی المرتضیٰ کا قول واضح طور پر بتا رہا ہے۔ کہ جس طرح پہلا ہاتھ کاٹا گیا۔ اگر اسی طرح دوسرا بھی کاٹ دیا جائے۔ تو ایسا آدمی استیفاء نہیں کر سکتا۔ اب آپ بتائیں۔ کہ اگر صرف انگلیوں تک ہاتھ کاٹا جائے اور انگوٹھا بھی چھوڑ دیا جائے۔ تو بتھیلی موجود ہونے کی صورت میں استیفاء کرنا ناممکن کس طرح ہو گیا۔ اس سے معلوم ہوا۔ کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا عمل شریف اس سلسلہ میں یہ تھا۔ کہ آپ ہاتھ کا اتنا حصہ کاٹ دیا کرتے تھے۔ جس کے بعد وہ استعمال کے قابل نہ رہتا۔ اور ایسا کاٹنا کلائی یا اس سے تھوڑا اوپر (نصف بتھیلی) تک ہوتا ہے۔ لہذا حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی یہ روایت کھلی روایت کے خلاف ہے۔ جس میں صرف انگلیاں کاٹنے کی بات تھی۔ اس لیے اس تنازع

کی بنا پر ناقابل عمل ہو گئی۔ اور قابل عمل وہی صورت ہوئی۔ جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے۔

قطع ید کی حکمت

چور کا ہاتھ کاٹنا کیوں بطور حد مقرر کیا گیا؟ صاف ظاہر ہے۔ کہ کام کرنے میں دایاں ہاتھ زیادہ استعمال ہوتا ہے۔ لہذا چوری کرنے میں بھی دایاں ہاتھ کا زیادہ دخل ہونے کی بنا پر اسے یہ سزا دی گئی۔ تاکہ وہ آدہ ہی باقی رہے۔ جس سے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی گئی۔ اگر اس کا ہاتھ صرف انگلیوں تک کاٹا گیا۔ تو پھر دوسری تیسری مرتبہ چوری کرنا اگر چھپیلے کی نسبت ذرا مشکل ہو گا۔ لیکن بہر حال یہ آدھ کا ہاتھ ضرور استعمال ہو گا۔ اس لیے اگر کلائی سے کاٹا جائے گا۔ تو پھر اس کا استعمال کم سے کم بالکل نہ ہو گا۔ اس سے معلوم ہوا۔ کہ ہاتھ کلائی سے کاٹنا ہی مقصد کے حصول کا ذریعہ ہے۔

فَاخْتَبِرُوا يٰٓاُولِيَ الْاَبْصَارِ۔



کتاب الحضروالاباحۃ

”فقہ جعفریہ میں حلت و حرمت کے مسائل میں خصوصی

رعایت

اس سے قبل بہت سے مسائل ہم نے اہل تشیع کی فقہ سے ذکر کئے مقصد یہ ہے کہ چند جدید مسائل کو دیکھ کر بھی قارئین کرام آپ اس فقہ کی مجموعی کیفیت معلوم کریں گے۔ مذکورہ مسائل سے آپ اس نتیجہ پر پہنچ چکے ہوں گے۔ کہ اس فقہ کی بنیاد خواہشاتِ نفسانیہ کی تکمیل ہے۔ خواہ وہ عبادات و معاملات میں ہیر پھیر سے حاصل ہو۔ یا نجاست و پاکیزگی کے ضمن میں میسر آئے۔ ان مسائل کو ہم نے ان کی کتب سے بجاواز ذکر کیا۔ اور پھر ان کے تقابل کے طور پر اہل سنت کا مسلک ذکر کر کے فیصلہ قارئین پر چھوڑ دیا۔ فقہ جعفریہ چونکہ ان لوگوں کی مرویات کا مجموعہ ہے جن پر ائمہ اہل بیت نے ناراضگی اور لعنت تک کا اظہار کیا۔ اس لیے ایسے راویان سے یہ توقع کرنا کہ وہ صحیح اسلامی فقہ پیش کریں گے۔ عبث ہے عقل و نقل دونوں میں سے کسی معیار پر فقہ جعفریہ کے مسائل پورے نہیں اترتے۔ آخر میں حلت و حرمت کے چند مسائل پیش کیے جا رہے ہیں۔ تاکہ کھانے پینے میں جہان لوگوں نے آسانیاں اور نفس پر ولایاں بنا رکھی ہیں آپ انہیں دیکھ پائیں۔

منہ
مستند

”فقہ جعفریہ“ میں گدھا حلال ہے

وسائل الشیعہ

وَفِي الْعَلَى وَ عِيُونِ الْأَخْبَارِ بِأَسْنَادِهِ عَنْ
مُحَمَّدِ بْنِ سَنَانٍ أَنَّ الرِّضَا عَلَيْهِ السَّلَامُ
كَتَبَ إِلَيْهِ فِيمَا كَتَبَ مِنْ جَوَابِ مَسَائِلِهِ كَرِهَ
أَكْلَ لَحْمِ الْبَغَالِ وَالْحُمْرِ الْأَمْلِيَّةِ لِحَاجَةِ
النَّاسِ إِلَى ظُهُورِهَا وَاسْتِعْمَالِهَا وَالْعَوْنِ
فِي فَنَاءِهَا وَقَلَّتِهَا لَا لِقْدَرِ خَلْقِهَا وَلَا لِقْدَرِ
غَذَائِهَا-

(وسائل الشیعہ جلد ۱۶ ص ۹۶ کتاب الطہرۃ)

(والاشریہ)

(۷- عل الشرائع جلد دوم ص ۲۵۰)

(مطلع خیدریہ نجف)

(۳- عیون الاخبار جلد دوم ص ۹۶)

ترجمہ:

عل الشرائع اور عیون الاخبار میں اسناد کے ساتھ محمد بن سنان

سے منقول ہے۔ کہ امام رضا نے چند رسائل کے جواب میں اسے لکھا۔ خچر اور گھریلو گدھے کا گوشت مکروہ ہے۔ اور یہ کراہت اس لیے ہے کہ لوگوں کو ان کی سواری کی ضرورت پڑتی ہے۔ انہیں دوسرے کاموں میں استعمال کرتے ہیں۔ اور ان کی نسل فناء ہونے کا خطرہ یا قلت کا خطرہ ہو جائے گا۔ کراہت کی یہ وجہ نہیں کہ ان کی خلقت گندی ہے۔ یا ان کی غذا خراب ہوتی ہے۔

وسائل الشیعہ

عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ مُسْلَمٍ عَنْ أَبِي جَعْفَرٍ قَالَ سَأَلْتُهُ
عَنْ لَحْمِ الْخَيْلِ وَالْبَعَالِ وَالْعَمِيرِ فَقَالَ حَلَالٌ
وَالْحِكْمُ الثَّامِنُ يَكْفُو نَعْمًا۔

(۱۔ وسائل الشیعہ جلد ۱ ص ۳۹۳)

(۲۔ تہذیب الاحکام جلد ۷ صفحہ ۴۱)

حدیث (۱۶۷)

(۳۔ من لای یحضرہ الفقیہ جلد سوم ص ۲۱۳)

ترجمہ:

محمد بن مسلم نے امام باقر رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ خچر، گدھے اور گھوڑے کا گوشت کھانا کیسا ہے؟ فرمایا حلال ہے۔ لیکن لوگ کھاتے نہیں۔

توضیح:

پہلی روایت میں گدھے اور خچر کے گوشت کو مکروہ کہا گیا۔ وہ بھی اس بناء پر

کہ یہ سواری وغیرہ کے کام آتے ہیں۔ اور لوگوں نے اگر کھانا شروع کر دیئے۔ قرآن کی قنوت ہو جائے گی۔ دوسری روایت میں کراہت کا قول نہیں بلکہ صاف صاف حلال کہا گیا اور پھر لوگوں کے حالات کی شکایت کی گئی۔ کہ وہ ظالمی و باطنی کراہت وغیرہ کی بنا پر کھانا نہیں کھاتے۔ گویا دوسری روایت میں ایک قدم اور بڑھ گیا۔ تاکہ بلا کراہت کھائے جائیں۔ اب ذرا اور آگے چلئے۔ تو نظر آئے گا۔ کہ گھوڑے کا گوشت کھانا سنتِ رسول ہے۔

گھوڑے کا گوشت کھانا دُسنّتِ رسول ہے

تہذیب الاحکام

عَنْ زَيْدِ بْنِ عَبْدِ بْنِ أَبِي يُسَيْفٍ عَنْ أَبِي يُسَيْفٍ عَنْ عَلِيٍّ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ أَتَيْتُ أَبَا وَرَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَجُلًا مِنَ الْأَنْصَارِ فَإِذَا فَرَسٌ لَهُ يَكْبِدُ بِنَفْسِهِ فَقَالَ لَهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ انْحَرَهُ يَصْغَفُ لَكَ بِهِ أَجْرَانِ يَنْحَرُكَ إِذَا دُفِئَ بِكَ لَكَ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ أَلَيْ مِنْهُ شَيْءٌ؟ قَالَ نَعَمْ كُلْ وَأَطْعِمْنِي قَالَ فَأَمَذَى لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَخَذَ أَتْنَهُ فَأَكَلَ مِنْهُ وَأَطْعَمَنِي.

(۱- تہذیب الاحکام جلد ۱۴ ص ۳۹۴ فی الصید واند بائع -)

(۲- وسائل الشیعہ جلد ۱ ص ۳۹۴ کتاب الاطعمۃ

والاشترط

ترجمہ:

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک انصاری کے گھر گئے۔ تو پانک اس کا گھوڑا مرنے کے قریب نظر آیا۔ آپ نے انصاری سے فرمایا۔ اس کو ذبح کر دو۔ دو ہر آداب ملے گا۔ ایک ذبح کرنے کا دو سرانیکی کی نیت کا۔ وہ کہتے تھے۔ یا رسول اللہ! کیا اس میں سے مجھے بھی کچھ کھانے کو ملے گا۔ فرمایا۔ ہاں۔ کھاؤ۔ اور مجھے بھی کھلاؤ۔ حضرت علی المرتضیٰ فرماتے ہیں کہ اس نے ایک ران حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ہریہ دیا۔ آپ نے اس سے کھایا اور مجھے بھی کھلایا۔

توضیح

قارئین کرام! حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے گدے، گھوڑے اور خچر کا گوشت کھانے سے منع فرمایا ہے۔ اگرچہ گھوڑے کے بارے میں علت کی حدیث بھی موجود ہے۔ لیکن فقہائے اسلام نے اسے کھانا مکروہ تحریمی کہا ہے۔ لیکن یہ جرأت کو سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے خود بنفس نفیس گھوڑے کا گوشت کھایا یہ جرأت صرف اہل تشیع ہی کر سکتے ہیں آپ جب منع فرما رہے ہیں۔ تو خود کیونکر تناول کریں گے۔ لیکن اہل تشیع نے اس روایت سے یہ افذ کیا ہے۔ کہ گھوڑے کا گوشت کھانا "سنت رسول" ہے اس کا مقصد یہ ہے۔ کہ مرتا مرتا گدے کا بھی کیوں بیکار جائے۔ اس کے کہاب بنا کر تقسیم کیے جائیں۔ اور علماء و ذاکرین کو ہریہ کھلائے جائیں۔

فقہ حنفی میں گدے کا گوشت کھانا حرام ہے

البنایۃ فی شرح الہدایۃ

عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما
اُخْرِجَ حَدِيثُ الْبَخَارِيِّ مُسْنَدًا إِلَى سَالِمٍ
و نَافِعٍ عَنْ ابْنِ عُمَرَ نَهَى النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ لُحُومِ الْحُمْرِ الْأَقْلِيَّةِ
يَوْمَ خَيْبَرَ -

(البنایۃ فی شرح الہدایۃ جلد دوم ص ۸۸، مطبوعہ
مصر: طبع جدید)

ترجمہ:

مسند ادرم فروع روایت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ کہ حضور
صلی اللہ علیہ وسلم نے خیر کے دن پانچ گدوں کا گوشت کھانا منع کر
دیا تھا۔

البنایۃ فی شرح الہدایۃ

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
نَهَى عَنْ أَكْلِ لُحُومِ الْحُمْرِ الْأَقْلِيَّةِ وَمِنْهُمْ
أَبُو سَلَيْطٍ وَكَانَ بَدْرِيًّا رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَخْرَجَ

حَدَّثَنَا الطَّحَاوِيُّ أَيْضًا بِإِسْنَادِهِ إِلَى عَبْدِ اللَّهِ
بْنِ أَبِي سَلِيطٍ عَنْ أَبِيهِ وَمُثَمَّرِ بْنِ مَالِكٍ
رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَخْرَجَ حَدِيثَهُ الطَّحَاوِيُّ أَيْضًا
بِإِسْنَادِهِ إِلَى ابْنِ مَيْمُونٍ عَنِ النَّسَوِيِّ مَالِكٍ
رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ لَقَدْ افْتَتَحَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَيْبَرَ أَصَابُوا حُمْرًا فَطَبَخُوا
مِنْهَا فَنَادَى مُنَادٍ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
أَلَا إِنَّ اللَّهَ وَرَسُولَهُ يَتْلُمَكُمُ عَنْهَا فَلَا تَلْهَبُوا نَجَسًا
فَاكْفَمُوا الْقُدُورَ-

(البنایہ فی شرح الہدایہ جلد ۹ ص ۷۹)

(مطبوعہ مصر جدید)

ترجمہ:

حضرت ابن عباس فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پالتو
گدھوں کے گوشت (کھانے) سے منع کر دیا ہے۔ ان روایات میں
ابو سلیطہ بدری بھی ہیں۔ جن سے امام بخاری نے حدیث بیان
کی۔ ان میں سے انس بن مالک بھی ہیں۔ ان کی روایت امام طحاوی
نے ذکر کی ہے۔ کہتے ہیں جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر فتح
کیا۔ وہاں کچھ گدھے ہاتھ لگے۔ لوگوں نے کچھ گدھے پکائے حضور
صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک ہلکار سے اعلان کیا کہ اللہ اور اس
کا رسول تمہیں اس (گدھے کے گوشت کھانے) سے منع کرتے ہیں
کیونکہ یہ ناپاک ہے۔ لہذا اپنی ہنڈیوں کو ان کے گوشت سے دُور رکھو۔

اور انہیں اذندھا کر دو۔

البنایہ فی شرح الہدایہ

عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
أَمَدَرَ الْمُتَعَدَّةَ وَحَرَّمَ لَحْمَ الْخُمْرِ الْأَمْلِيَّةِ يَوْمَ
خَيْبَرَ أَخْرَجَهُ الْبُخَارِيُّ وَمُسْلِمٌ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ وَالْحَسَنِ
بْنِ مُحَمَّدٍ بَنِ عَلِيٍّ عَنْ أَبِيهِمَا عَنْ عَلِيٍّ ابْنِ أَبِي طَالِبٍ
رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
نَهَى عَنْ مُتَعَدَّةِ الْيَسَاءِ يَوْمَ خَيْبَرَ وَعَنْ أَكْحَلِ الْحَمِيِّ
الْأُقْسِيَّةِ۔

(البنایہ فی شرح الہدایہ جلد ۱ ص ۸، کتاب النباخ
الخ مطبوعہ مصر جدید)

ترجمہ:

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں۔ کہ بے شک رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم نے متعده کو ختم کر دیا۔ اور پالتو گدھوں کا گوشت حرام
کر دیا۔ یہ اعلان یوم خیبر کو ہوا۔ اسے بخاری اور مسلم نے بالاسناد حضرت
علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ وہ یہ کہ رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم نے عورتوں کے ساتھ متعده کرنا اور پالتو گدھ کے گوشت کھانا یوم خیبر
کو منع فرما دیا ہے۔

توضیح:

صاحب البنایہ علامہ بدر الدین عینی نے پالتو گدھ کے گوشت کی حرمت کی

روایت کرنے والے چند جلیل القدر صحابہ کرام کے اسماء گرامی ذکر کیے۔ جن میں حضرت علی المرتضیٰ، عبداللہ ابن عمر، عبداللہ ابن عمر، ابن العاص، عبداللہ ابن عباس، ابوسلیمان انس بن مالک، ابوہریرہ، جابر بن عبداللہ، مقداد اور سلمیٰ رضی اللہ عنہم ہیں۔ اس قدر جلیل القدر صحابہ کرام کی متفقہ روایت درجہ شہرت تک پہنچتی ہے۔ ایسی روایات سے قرآن کریم کی نصوص کی تفصیص و وضاحت کی جاسکتی ہے۔ اس کے باوجود اہل تشیع گدھے کے گوشت کو ملال قرار دینے پر تے ہوئے ہیں۔ یہ خصوصی رعایت انہیں مبارک ہو۔

گھوڑے کے گوشت کے بارے میں چونکہ روایات مختلف ہیں۔ کہیں گدھے کی طرح اس کے گوشت کو بھی حرام قرار دیا گیا۔ اور کہیں اس کی حلت معلوم ہوتی ہے۔ فقہی ضابطہ کے مطابق (جب حلت و حرمت جمع ہو جائیں۔ تو حرمت رائج ہوتی ہے)۔ امام اعظم رضی اللہ عنہ نے گھوڑے کے گوشت کھانے کو مکروہ لکھا۔ اسے بعض فقہاء نے مکروہ تحریمی پر محول کیا ہے۔ جیسا کہ ابنایہ اور فتح القدیر میں مذکور ہے۔

(۲)
منہ

”فقہ جعفریہ“ میں کو ا بھی حلال ہے۔

تہذیب الاحکام :

الحسین بن سعید عن خضلی عن ابان عن
زرارة عن احدهما علیه السلام اَنَّه قَالَ

إِنَّ أَكْلَ الشَّرَابِ لَيْسَ بِحَرَامٍ لِّمَّا حَرَّمَ مَا حَرَّمَ
اللَّهُ فِي كِتَابِهِ۔

(۱) - تہذیب الاحکام جلد ۹ صفحہ نمبر ۱۸

(فی الصید الخ)

(۲) - وسائل الشیعہ جلد ۱۷ ص ۳۹۷ کتاب

الاطعمۃ والاشربۃ الخ)

ترجمہ:

زارہ نے حضرت امام رضا سے روایت کی ہے کہ آپ نے
فرمایا۔ کڑا کھانا حرام نہیں۔ حرام وہ ہے جسے اللہ تعالیٰ نے اپنی
کتاب میں حرام فرمایا ہو۔

توضیح:

اہل تشیع کے ہاں حرام وہی ہے۔ جسے قرآن کریم نے حرام کہا ہو۔ چونکہ کتب
کا حرام ہونا قرآن کریم میں موجود نہیں۔ اس لیے وہ حرام نہیں ہے۔ اس قانون سے
بہت سی راہیں کھل گئیں۔ مرنے والا ہی نہیں بلکہ چند حیوانات کے علاوہ ان کے لیے
سب کچھ حلال ہو گیا ہے۔ گدھا، گتھا، بلی، چربا یعنی خنزیر کے علاوہ تمام حیوانات
ان کے لیے حلال ہیں۔ اسی طرح پرندوں میں کوئی بھی حرام نہیں۔ کیڑے مکوڑے
اور حشرات الارض بھی ان کے لیے حلال ہو گئے۔ کتنی رعایت ہے۔

فَاعْتَبِرُوا يَا أُولِيَ الْأَبْصَارِ۔

منہج مسئلہ

ساڑھے گیارہ تولہ کے قریب خون اگر ہنڈیا
میں گر جائے تو وہ نجس نہیں ہوتی

وسائل الشیعہ

عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ الْجَبَّارِ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ
إِسْمَاعِيلَ عَنْ عَلِيِّ بْنِ النُّعْمَانِ عَنْ سَعِيدِ الْأَعْرَجِ
قَالَ سَأَلْتُ أَبَا حَبْدٍ اللَّهِ عَنْ قِدْرٍ فِيهَا جُزْءٌ
وَقَعَ فِيهَا قَدْرٌ أَوْ قَيْحَةٍ مِنْ دِمَائِي فُكِّلَ قَالَ
نَعَمْ فَإِنَّ الثَّانِيَ تَاكُلُ الدَّمِ

(وسائل الشیعہ جلد ۱ ص ۶۳ کتاب الطہرۃ)

والاشربة

(۲- فروع کافی جلد ۶ ص ۲۳۵)

(۳- من لا یخضرہ الفقیہ جلد سوم ص ۲۱۶)

ترجمہ:

سعيد اعرج کہتا ہے کہ میں نے امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے
پوچھا کہ ہنڈیا میں اونٹ کا گوشت تھا۔ اس میں ایک اوقیہ

گیارہ تولہ اٹھ ماٹھے) خون پڑ گیا۔ تو کیا اس کا کھانا جائز ہے؟ فرمایا: ہاں
کیونکہ آگ خون کو کھا جاتی ہے۔ اسی لیے خون پڑنے کے باوجود باقی
نذرانہ لہذا اس کے کھانے میں کیا حرج ہے۔

ملفوظ کبیر

”و خون“ ان حرام اشیاء میں سے ایک ہے جسے اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم
میں ذکر فرمایا۔ اَمَّا حَرَمَ وَ عَلِيْكُمْ الْمَيْتَةُ وَ الدَّهْرُ اَلَمْ تَعْلَمُوْا اَنَّ
يَقِيْنًا تَمَّ بِرَمْدٍ اَرَادَ خَوْنٌ حَرَامٌ كَرِيْهًا هُوَ۔ اس نص مریح کے ہوتے ہوئے ایک
ہنڈیا میں پکے ہوئے گوشت کو بچانے کے لیے اہل تشیع نے کیا فریب لگوا ہے
کوٹے کے حلال کرنے کے لیے یہ کہا۔ کہ اس کی حرمت قرآن میں موجود نہیں۔
لیکن خون اور وہ بھی تقریباً ساڑھے گیارہ تولہ ہنڈیا میں پڑ جائے۔ تو قرآن کریم
کے حرام کہنے کے باوجود وہ حرام نہ ہوا۔ اور نہ گوشت کو نجس کیا؟ یہ دو رنگی خوب
ہے۔ اور بہانہ یہ بنایا۔ کہ آگ سے خون کو کھایا ہے۔ اسی جگہ صاحب وسائل الشیعہ
نے اس مسئلہ کے بارے میں لکھا۔ کہ یہ تفتیہ پر محمول ہے۔ محمد بن حسن المحرر العالمی کے
الفاظ یہ ہیں۔ هَذَا مَبْحَثُوْنٌ اِمَّا حَلٰلٌ اَللَّحْمِ وَ اِمَّا حَلٰلٌ اَللَّحْمِ
اَلَا حَلٰلٌ بَعْدَ عَسَلِ اَللَّحْمِ۔ دو تاویلات کی لکھی ہیں۔ اول یہ کہ یہ تفتیہ
پر محمول ہے۔ دوم یہ کہ یہ اسی طرح درست ہو گا۔ کہ گوشت کو دھو کر کھا جائے
لیکن دو تفتیہ، کا الزام امام جعفر پر لگانا انتہائی جرأت کا کام ہے۔ کیونکہ جس دور
میں امام جعفر تھے۔ وہ شیعیت کے پھیلنے پھولنے کا سنہری دور تھا۔ تفتیہ اپنا بستر لہو ریا
باندھ چکا تھا۔ اور اصلیت موجب زن تھی۔ ہزاروں لوگ جعفریت سے کھینچے گئے
تھے۔ ایسے میں امام جعفر کو تفتیہ کہنے کی کیا ضرورت تھی۔ آخر آپ کو کس کا ڈر تھا کہ

جس کی بنا پر حق بات چھپائی جا رہی ہے۔ پھر جب اہل تشیع کا یہ عقیدہ ہے کہ اگر اہل بیت کی اتباع پیغمبروں کی اتباع سے بھی بڑھ کر ہے۔ اور انھیں الشافعی پر جلد سوم صفحہ نمبر ۸۷ مطبوعہ قم جدید پر موجود ہے کہ حضرات انبیائے کلم تقیہ نہیں کرتے۔ اگر وہ ایسا کرتے تو شریعت ختم ہو جاتی۔ جب ان کے نزدیک ادنیٰ کا یہ درجہ تو اعلیٰ کا کیا مقام ہوگا اس لیے تقیہ کا الزام بھی ایک احمق کی بڑے زیادہ کچھ نہیں سہا یہ کہ دھوکہ کھانا ناجائز ہے یہ تاویل بالکل بے معنی اور لاعامل ہے۔ کیونکہ دھونے کی ضرورت تب پڑتی ہے۔ جب سواہ حرام اور نجس رہے۔ خود امام صاحب نے اس کے حلال ہونے کی وجہ یہ بیان فرمائی کہ اگر گنے اس خون کو جلادیا ہے۔ لہذا جمل کر وہ باقی نہ رہا۔ اور ہنڈیا میں موجود گوشت پاک کا پاک رہا۔ اس دلیل کے ہوتے ہوئے اور کیا ضرورت پڑ گئی۔ کہ پاک کو پاک کرنے کے لیے دھویا جائے۔ اسی لیے اس تاویل کی تردید میں لاکھنؤ الفقیہ نے ان الفاظ سے کر دی۔ حَمِلَ الذَّهْرَ عَلَى مَا لَيْسَ بِنَجَسٍ حَكَدَهُ السَّمَكُ وَ شَبَّهَهُ یعنی یہ خون اس خون پر محمول کیا جائے گا۔ جو نجس نہیں ہوتا جیسا کہ مچھلی و حیزہ کا خون۔ لہذا معلوم ہوا کہ یہ تاویلات و دوا از قیاس ہیں۔ حدیث مذکور اپنے ظاہری معنی پر ہے۔ اس لیے ہم کہتے ہیں۔ کہ فقہ جعفریہ میں شکم پر دھونے کے لیے ہر ممکن رعایت پائی جاتی ہے۔ شاید ڈھونڈنے سے آپ کو کوئی خوردنی نوشیدنی چیز حرام ہے۔ ورنہ سب کچھ جائز اور حلال ہے۔ خنزیر نجس اعمین تھا۔ لیکن گوشت کے زہا سے بھی حلال کر گئے۔ اس کی تفصیل باب الطہارت میں گزر چکی ہے۔ لہذا اعادہ کی ضرورت نہیں۔

منہج
۴
عکلمہ

ہندو یا میں چوہا گر کر مر جانے سے بھی
نجات نہیں آتی

تہذیب الاحکام

محمد بن یعقوب عن علی بن ابراہیم عن ابیہ
عن النوفلی عن السکونی عن ابی عبد اللہ علیہ السلام
اَنَّ امِيرًا مُّؤْمِنِيْنَ عَلِيَّهِ السَّلَامُ سَمِعَ اَنَّ قَدْرًا
طَبِخَتْ وَاِذَا فِي الْقِدْرِ قَارَةٌ قَالَ يُحْرَقُ مَرَقُهَا وَ
يُفْسَلُ اللَّحْمُ وَيُؤْكَلُ۔

(۱- تہذیب الاحکام جلد ۱ ص ۸۷ باب فی الزناجح الم)

(۲- وسائل الشیعہ جلد ۱ ص ۴۶۳ باب

ان القدر اذا طبخت)

(۳- فرج کافی جلد ۱ ص ۲۶۱ کتاب الاطعمہ)

ترجمہ :

حضرت امام جعفر صادق بیان کرتے ہیں کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ

سے پوچھا گیا۔ ہنڈیا پک کر تیار ہو گئی۔ اچانک اس میں سے جو ہلا۔
 (تو اس کا حکم کیا ہے؟) فرمایا۔ اس میں سے سائن گرا دیا جائے گوشت
 دھو کر کھایا جائے۔

توضیح

مقصود یہ ہے۔ کہ کھانے کے لیے جو گوشت پکایا۔ وہ کسی نہ کسی حیلے بہانے
 سے کھانا چاہیے۔ سائن کو گرا دو۔ اور اس میں ابل ابل کر جو گوشت پکا۔ اُسے
 دھو کر کھا لو۔ کیا گوشت کے ہر ذرہ میں وہ نجس شوبہا سرایت نہیں کر چکا تھا؟ سرایت
 کرنے کی بنا پر وہ نرم ہو گیا۔ تو جس طرح تنک مرچ اس کے ہر ذرہ میں سرایت
 کر جاتے ہیں۔

اسی طرح چربا پنجس پانی بھی گوشت کے ہر ذرہ میں پہنچا۔ اب دھو کر کھانے
 کی ترکیب ایسی سوچی۔ کہ اس پر بدنشان حیدر، رٹنا چاہیے۔ لہذا معلوم ہوا۔ کہ یہ
 سب کچھ پیٹ کے دھندے کے لیے کیا گیا۔ اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ
 کو خواہ مخواہ اس کا نشانہ بنایا گیا۔

فَاعْتَبِرُوا يَا أُولِيَ الْأَبْصَارِ۔

نمبر ۵ مسئلہ

سُنی کی دکان سے خریدی ہو ا حلال گوشت

خنزیر سے زیادہ حرام ہے

تہذیب الاحکام

محمد ابن احمد بن یحییٰ عن احمد بن حمزہ
عن محمد بن علی عن یونس بن یعقوب عن
ابی بصیر قال سألت ابا عبد اللہ علیہ السلام
عن الرَّجُلِ یَشْتَرِی اللّٰحْمَ مِنَ السُّوقِ وَیَعِدُّهُ
مَنْ یَذِیْبُ وَ یَبِیْعُ مِنْ اَخْدَانِهِ فِیَعْتَمِدُ الشَّوَاءَ
مِنَ النِّصَابِ فَقَالَ اَيُّ شَیْءٍ تَسْمَعُنِیْ اَنْ اَقُولَ مَا
یَا کُلُّ الْاَمْثَلِ الْمِیْثَةِ وَالْدَّهْرِ لَحْمُ الْخِنْزِیْرِ
قُلْتُ سُبْحَانَ اللَّهِ مِثْلُ الْمِیْثَةِ وَالْدَّهْرِ لَحْمُ الْخِنْزِیْرِ
فَقَالَ نَعَمْ وَاعْظَمَ عِندَ اللَّهِ مِنْ ذَٰلِكَ۔

(- تہذیب الاحکام جلد ۱ ص ۱۷۱ فی الزبائح الخ)

(۲- وسائل الشیعہ جلد ۱ ص ۲۵۶)

باب اباحت الذبائح

ترجمہ:

ابو بصیر کہتا ہے۔ کہ میں نے امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ ایک آدمی بازار سے گوشت خریدتا ہے۔ حالانکہ اس کے پاس اپنے ساتھیوں میں سے ذبح کرنے والا بھی موجود ہے۔ پھر وہ بازار سے کسی سٹی سے گوشت خریدتا ہے (تو اس کے بارے میں کیا حکم ہے؟) فرمایا تو کس چیز کے متعلق پوچھتا ہے۔ میں یہ کہتا ہوں کہ وہ ایسا گوشت کھائے گا۔ جو مردار، خون اور خنزیر کے گوشت کی ملتا ہے۔ میں نے عرض کیا۔ سبحان اللہ! آپ اس خریدے گئے گوشت کو مردار، خون اور خنزیر کے ساتھ تھیر دے رہے ہیں؟ فرمایا۔ ہاں اللہ تعالیٰ کے نزدیک تو وہ اس سے زیادہ حرام ہے۔

توضیح

حوالہ مذکورہ سے اہل تشیع کی اہل سنت سے دشمنی اور بغض و عداوت کا اظہار ہو رہا ہے۔ ایک طرف جب ان کے پیٹ کا مسئلہ آتا ہے۔ تو گدھا، کتا، خون، مرا ہوا چرواہا سب جائز۔ اور دوسری طرف حسنی کی دکان سے خریدا ہوا گوشت اس قدر قابل نفرت ہے کہ اس جیسی نفرت والی کوئی دوسری چیز ہے ہی نہیں۔ ان کے حواس باختہ ہونے کا اندازہ اس سے ہوتا ہے۔ کہ اگر عرصہ کو حلال ثابت کرنے کے لیے یہ ضابطہ وضع کیا تھا۔ کہ جسے قرآن نے حرام کیا وہی حرام ہے دوسرا کوئی حرام نہیں۔ اس ضابطہ کے پیش نظر کوئی شیعہ قرآن کریم کی ایک آیت بھی ایسی دکھا دے۔ جس میں یہ کہا گیا ہو۔ کہ سنی سے خریدی گوشت ان سے بھی بڑھ کر حرام ہے۔ اتنے بڑے حرام کے لیے کوئی نص موجود نہیں۔ تو پھر اس کو حرام کہنا

کس طرح درست ہوا؟

حقیقت یہ ہے کہ ان مسائل کا تعلق حضرت ائمہ اہل بیت سے ہرگز نہیں۔ صرف ان کا نام استعمال کر کے اپنی دکان چمکانے کی کوشش کی گئی ہے۔ یعنی روایت جواد بصیر کے حوالہ سے امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے مذکور ہوئی۔ یہ ابو بصیر وہ راوی ہے جس پر امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے کئی بار لعنت بھیجی حوالہ کے لیے رجال کشی ملاحظہ کریں۔ ہم بارہا مذکورہ حوالہ درج کر چکے ہیں ایسے ہی طعن اور کذاب لوگوں کی عادت کے پیش نظر امام جعفر و غیرہ ائمہ اہل بیت یہ فراموشی پر مجبور ہوئے کہ لوگوں نے ہمارے کلام میں خلط غلط کر دیا ہے۔ صحیح اور غیر صحیح روایات اکٹھی کر دی گئی ہیں۔ اس لیے ہماری کسی روایت یا حدیث کے صحیح ہونے کی پہچان یہ ہے کہ اسے کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ پر پیش کرو۔ اگر موافقت ہو۔ تو بہتر و زور و روایات چھوڑ دو۔ اور کتاب اللہ و سنت رسول سے دامن وابستہ رکھو۔ دوسری حدیث جو ہم آگے ذکر کر رہے ہیں ذرا اس پر نظر دوڑائیں۔ اور پھر نتیجہ نکالیں۔

وسائل الشیعہ

عن بشیر بن غیلان قال سألت ابا عبد الله عليه السلام عن ذبائح اليهود والنصارى والتصاب قال فلكوى شدقه وقال كلها الى يوم ملائكة قريظة التقيت لهمنا ظاهراً

(وسائل الشیعہ جلد ۱۶ ص ۳۵۷)

(ابواب الذبائح)

ترجمہ:

بشیر بن غیسلان کہتا ہے۔ کہ میں نے امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے یہود و نصاریٰ اور مسیحیوں کے ذبیحہ کے متعلق پوچھا۔ تو آپ نے باچہ کو مروڑا۔ اور کہا۔ غیر معینہ دل ہلک کھاؤ۔ میں کہتا ہوں۔ کہ اس ارشاد میں تقیہ کرنا واضح ہے۔

لمسکریہ

امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے یہود و نصاریٰ اور ذمہ داروں کا ذبح کردہ حلال جانور کھانے کی اجازت عطا کر دی۔ لیکن خبث باطنی کا مظاہرہ کرنے سے منع نہ کیا۔ ”اقل“، کا دم چھٹا لگا کر امام صاحب کی ذات کو بدنام کرنے کی کوشش کی۔ وہ اس طرح کہ امام صاحب نے ان کے ذبائح کو کھانے کی اجازت بطور تقیہ دی ہے اس تقیہ پر یہاں قرینہ واضح طور پر موجود ہے۔ وہ قرینہ باچھیں مروڑنا، ہی ہو سکتا ہے ہم بار بار یہ ذکر کر چکے ہیں۔ کہ خود شیعہ مومنین اس پر متفق ہیں۔ کہ امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کا زمانہ تقیہ کا زمانہ نہ تھا۔ حالات سازگار تھے لہذا ایسی جلیل القدر شخصیت پر ”و تقیہ“ کی تہمت لگانا خبث باطنی سے کم نہیں۔ لہذا معلوم ہوا۔ کہ امام صاحب کے نزدیک اس گوشت میں کوئی حرمت نہیں۔ اُن پر حرمت کا فیصلہ تھو پنا کسی بناوٹی محب کا کام ہے۔ ظالموں کو اہل سنت سے عداوت نے ائمہ اہل بیت پر افتراء باندھنے کی جسارت دی۔ یہ ہے ان کی عقیدت اور محبت اہل بیت کا ثبوت مختصر یہ کہ ہم نے ان کی کتب سے چیدہ چیدہ مسائل ذکر کئے۔ جن کی نسبت امام جعفر و غیرہ ائمہ اہل بیت کی طرف کی گئی ہے۔ اور حقیقت میں ان حضرات کے اقوال و اعمال ایسے مسائل کی ناجائز دیتے ہیں۔ اور وہی نہیں

دیکھ کر یہ خوش ہوتے تھے۔ کیونکہ عقلاً و نقلاً یہ مسائل ناقابل قبول اور حتیٰ سے سوزیں
 یہ سب کچھ زرارہ، ابوبصیر وغیرہ کی پیداوار ہے کہ دھوکہ دینے کے لیے ان مسائل کی
 نسبت ائمہ کی طرف کر دی گئی۔ اور اس سلسلہ میں زیادہ بدنام امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ
 کو کرنے کی کوشش کی گئی۔ حتیٰ کہ اپنی من مانی روایات اور خود ساختہ احادیث کی
 نسبت ان کی طرف کر کے اس کا مجموعی نام ”موقفہ جعفریہ“ رکھ دیا۔ اللہ تعالیٰ
 حق و صداقت کی بصیرت عطا فرما کر حق کو قبول کرنے اور اس پر عمل کرنے کی توفیق
 عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین۔

(فَاعْتَبِرُوا يَا أُولِيَ الْالْبصَارِ)

پیشی حلال و اہل ہونے کے بارے میں شیعہ سنی نظریہ



توضیح المسائل

اگر چھلکے دار پھلی زندہ پانی سے پکڑ لی جائے۔ اور پانی سے باہر مر جائے تو پاک اور اسے کھانا حلال ہے اور اگر پانی میں مر جائے تو پاک ہے لیکن اس کا کھانا حرام ہے۔ اور جس پھلی کے اوپر چھلکے نہیں ہونے اگرچہ وہ پانی سے زندہ پکڑ لی جائے اور پانی کے باہر وہ مرے تو وہ حرام ہے۔

(توضیح المسائل ص ۴۰۲ ذکر پھلی کا شکار مصنف

امام خمینی)

فروع کافی

عن عبد الله بن مغيرة عن عبد الله بن مسعود
عن أبي عبد الله عليه السلام قال قال كان أمير المؤمنين -
علي ابن ابي طالب عليه السلام بالكو فقتل يركب بعلة
رسول الله ثم يمر قسوق الحيتان فيقول لا

تَاكُلُوا وَلَا تَبِيعُوا مِنْ السَّمَكِ مَا لَمْ يَكُنْ لَهُ
قَشْرٌ عَنْ حَنَّانِ بْنِ سَدِيدٍ قَالَ سَأَلَ
الْعَلَاءُ عَنْ كُلِّ أَبَا عَبْدِ اللَّهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَآتَا
حَاضِرًا عَنِ الْجَرِّي فَقَالَ وَجَدَ نَافِي حِكْمًا بِ هَلِي
عَلَيْهِ السَّلَامُ أَشْيَاءَ مُحَرَّمَةً مِنَ السَّمَكِ فَلَا تَقْرُبُهَا
ثُمَّ قَالَ أَبُو عَبْدِ اللَّهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ مَا لَمْ يَكُنْ لَهُ
قَشْرٌ مِنَ السَّمَكِ فَلَا تَقْرُبُ بَيْتَهُ.

دفعہ کافی جلد ۲ ص ۲۶۱ کتاب الصيد

مطبوعہ تہران جدید

ترجمہ :

امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ کمل المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو فہرست
میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے خنجر پر سوار ہو کر ایک بازار میں سے گزر
رہے تھے۔ وہاں مچھلیوں کی خرید و فروخت ہوتی تھی۔ تو آپ نے فرمایا۔
جب تک کسی مچھلی پر پھلکے نہ ہوں۔ تو نہ اس کو کھاؤ۔ اور نہ ہی اس کی
خرید و فروخت کرو۔۔۔۔۔ علاء بن کاہل نے امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے
ایک مچھلی کے بارے میں پوچھا۔ میں اس وقت موجود تھا۔ آپ نے فرمایا۔
ہم نے علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی کتاب میں مچھلی کی بہت سی اقسام کو حرام
لکھا ہوا پایا۔ لہذا ہمیں ان کے قریب نہیں جانا چاہیئے۔ پھر امام جعفر صادق
رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ جب تک مچھلی پھلکوں والی نہ ہو۔ ہم اس کے ہرگز
قریب نہیں جائیں گے۔

ضروری نوٹ : مچھلی کے بارے میں اہل تشیع کا عقیدہ مذکورہ دو عدد حوالہ جات

سے آپ نے ملاحظہ کیا۔ اس جگہ مجمل کے ساتھ معالمریضین لہ قشور یعنی چھلکے دار ہونے کی پابندی لگائی گئی۔ یہ پابندی کہاں سے لی گئی؟ اس کا کوئی سرا نہیں رہا۔ کیونکہ ان کی تمام کتب فقہیہ وغیرہ فقہیہ میں ایک حدیث بھی اس پابندی کی تائید میں موجود نہیں ہے۔ تہذیب الاحکام میں جو تقریباً پچاس احادیث اسی موضوع پر ہیں۔ ان میں سے ایک حدیث بھی سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے مرفوعاً صحیح ثابت نہیں۔ فروع کافی کی بھی یہی نوعیت ہے۔ ان تمام احادیث کی نسبت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بجائے ائمہ اہل بیت کی طرف سے ہے۔ اب سوال پیدا ہوتا ہے۔ کہ اگر یہ تفسیر شرعی تھی۔ تو پھر اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو کیوں چھپائے رکھا۔ حالانکہ اہل تشیع بھی تسلیم کرتے ہیں کہ نبی تقیہ نہیں کیا کرتا۔ کیونکہ اس طرح حلال و حرام کا امت تک پہنچنا مشکل ہو جاتا۔ ملاحظہ ہو۔

نبی شرعی مسائل میں تقیہ نہیں کرتا

تلخیص الشافی

فَإِنَّمَا الرَّسُولُ قَدْ كَلَّمَكَ تَجْزِي التَّقِيَّةُ عَلَيْهِ لَاقَ الشَّرِيعَةَ
لَا تُعْرِفُ إِلَّا مِنْ جَلَّتِمْ وَلَا يُرْصَلُ إِلَيْهَا إِلَّا بِقَوْلِهِ
فَمَسَى جَا زَتِ التَّقِيَّةُ عَلَيْهِ لَمْ يَكُنْ لَنَا إِلَى الْعِلْمِ بِمَا
كَلَفْنَاهُ طَرِيقًا

(تلخیص الشافی جلد سوم ص ۱۷)

(مطبوعہ قمر جدید)

ترجمہ: بہر حال رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں تقیہ کرنے کا قول

کرنا جائز نہیں۔ کیونکہ شریعت کی معرفت صرف ان کی طرف سے ہو سکتی ہے۔ اور اس کی طرف آگاہی بجز قول رسول کے نہیں ہو سکتی۔ سو اگر تقیہ کا جواز مقصور ہو تو پھر ہمیں اپنے بارے میں احکام کا علم کیسی اور طریقہ سے کیسے ہو گا؟

لہذا معلوم ہوا کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے حلال و حرام میں سے کسی کو نہ غلط بیان کیا۔ اور نہ کسی کے ڈر کے بارے میں اسے چھپایا۔ بلکہ حقیقت حال واضح فرمادی۔ اب زیر بحث مسئلہ میں پوری کتب شیعہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے محلی کے حلال ہونے کے بارے میں مذکورہ شرط مذکور نہیں۔ ہاں اہل تشیع اس بات کے قائل ہیں۔ کہ امام وقت مساعی شریعہ و احکام دینیہ میں تقیہ کر سکتا ہے۔ اور ایک ہی مسئلہ کے مختلف جوابات دے سکتا ہے۔ حوالہ ملاحظہ ہو۔

اصول کافی

عن زرارۃ بن اعیان عن ابی جعفر علیہ السلام قال
سَأَلْتُ عَنْ مَسْئَلَةٍ فَأَجَابَنِي ثُمَّ جَاءَهُ رَجُلٌ فَسَأَلَهُ
عَنْهَا فَأَجَابَهُ بِخِلَافِ مَا أَجَابَنِي ثُمَّ جَاءَهُ رَجُلٌ آخَرُ
فَأَجَابَهُ بِخِلَافِ مَا أَجَابَنِي وَأَجَابَ صَاحِبِي فَلَمَّا خَرَجَ
الرُّجُلَانِ قُلْتُ يَا ابْنَ رَسُولِ اللَّهِ رَجُلَانِ مِنْ أَهْلِ
الْعِرَاقِ مِنْ شِيعَتِكَ قَدْ مَا يَسْأَلَانِ فَأَجِبْتَ كُلَّ
وَاحِدٍ مِنْهُمَا بِغَيْرِ مَا أَجِبْتَ بِهِ صَاحِبَهُ؟ فَقَالَ يَا زَرَّادُ
إِنَّ هَذَا خَيْرٌ لَنَا وَاقْبَلْ لَنَا وَلَكُمْ وَكَمَا اجْتَمَعْتُمْ عَلَیْكُمْ
وَاحِدٍ لَصَدَقْتُمْ النَّاسَ عَلَيْنَا وَلَكُنَّ أَقْلٌ يَبْتَغِيْنَا

وَبَعَا بَكُمْ قَالَ لَسْتُ قُلْتُ لِأَنِّي حَبَدْتُ اللَّهَ شَيْعَتُكُمْ لَوْ حَلَمْتُ
مَعَكُمْ عَلَى الْأَمْسَةِ أَوْ عَلَى النَّارِ لَمَضَوْا وَهُمْ يُخْرِجُونَ
مِنْ عِنْدِكُمْ مُخْتَلِفِينَ قَالَ فَاجَابَ بَنُو بَيْتِ جَوَابٍ
أَيْدٍ-

راصول کا فی جلد ۱ صفحہ ۶۵

مطبوعہ تھران جدید

ترجمہ :

زرارہ بن امین کہتا ہے کہ میں نے امام محمد باقر رضی اللہ عنہ سے ایک مسئلہ
پوچھا۔ آپ نے اس کا جواب مرحمت فرمایا۔ پھر ایک شخص اور آیا۔ اور
اس نے بھی وہی مسئلہ دریافت کیا۔ امام نے اسے مجھے دیئے گئے جواب
کے خلاف جواب دیا۔ پھر ایک اور آدمی آیا۔ اس نے بھی وہی مسئلہ
دریافت کیا۔ امام نے اسے ہم دونوں کے جواب سے الگ تیسرا جواب
دیا۔ جب وہ دونوں آدمی چلے گئے۔ تو میں نے عرض کیا۔ اے فرزند رسول!
دونوں آدمی عراقی تھے۔ آپ کے شیعوں تھے۔ سوال پوچھنے کے لیے آئے
تھے۔ آپ نے دونوں کو ایک ہی سوال کا الگ الگ جواب دیا۔ اس کی
کیا وجہ ہے؟ فرمایا اسے زرارہ! ایسا کرنا ہمارے لیے بہتر ہے۔ اور اس
میں ہماری اور تمہاری زندگی ہے۔ اگر تم ایک بات پر متفق ہو جاؤ تو
لوگ تمہیں اپنی مجلس سے نکال دیں گے۔ پھر ہماری اور تمہاری زندگی
دو بھر ہو جائے گی۔ پھر زرارہ کہتا ہے۔ کہ میں نے امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ
سے ایک مرتبہ پوچھا۔ آپ کے شیعہ ایسے فرمانبردار ہیں۔ اگر انہیں نیزوں
کے سامنے کر دیا آگ میں کودنے کا حکم دو۔ وہ فوراً بجائیں گے۔ لیکن جب

وہ مختلف جواب سنتے ہیں تو اس کی کیا وجہ ہے۔ کہ امام جعفر نے بھی دیا
ہی جواب دیا۔ جیسا کہ ان کے والد نے جواب دیا تھا۔

پھلی حلال و حرام ہونے کے بارے میں ائمہ اہل بیت کے مختلف فتوے

حضرت علی المرتضیٰ کے نزدیک پھلی کی بہت سی
اقسام حرام ہیں۔ صرف چھکے والی پھلی حلال ہے۔

تہذیب الاحکام

عَنْ أَبِي فَضْلٍ عَنْ عَمْرِوٍ وَاحِدٍ مِنْ أَصْحَابِنَا عَنْ أَبِي
عَبْدِ اللَّهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ الْجَارِي وَالْمَارْمَاةُ
وَالظَّافِي حَرَامٌ فِي كِتَابِ عَلِيٍّ عَلَيْهِ السَّلَامُ۔

(۱۔ تہذیب الاحکام جلد ۵ ص ۵ باب

العید والدیان)

(۲۔ وسائل الشیعہ جلد ۱۶ صفحہ ۴۰۳/

مطبوعہ تہران)

ترجمہ:

حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے بہت سے لوگوں نے روایت
کی کہ آپ نے فرمایا۔ پھلی کی جری اور مارماہی اور مرکبانی پر تیرنے والی

اقسام حضرت علی کی کتاب میں حرام ہیں۔

فروع کافی

علی بن ابراہیم عن ابیہ عن عبد اللہ بن المغیرہ عن
عبد اللہ بن سنان عن ابی عبد اللہ علیہ السلام
قال کان امیر المؤمنین علی بن ابی طالب
بِأَكْثَرِهَا يَرْكَبُ بَعْلَةً رَسُولِ اللَّهِ ثُمَّ يَمْشِي بِسُوقِ
الْعِثَّتَيْنِ فَيَقُولُ لَا تَاْكُلُوا وَلَا تَبْنَعُوا مِنَ السَّمَكِ
مَا لَمْ يَكُنْ لَهُ قَشْرٌ..... عَنْ حَنَانِ بْنِ سَدِيدٍ
قَالَ سَأَلَ الصَّلَاءُ بْنُ كَالٍ أَبَا عَبْدِ اللَّهِ وَآثَا حَاضِرًا عَنْ
الْجَبْرِ فَقَالَ وَجَدْنَا فِي كِتَابٍ عَلَى أَشْيَاءَ مُحَرَّمَاتٍ
مِنَ السَّمَكِ فَلَا تَقْرَ فِيهَا ثُمَّ قَالَ أَبُو عَبْدِ اللَّهِ مَا لَمْ
يَكُنْ لَهُ قَشْرٌ مِنَ السَّمَكِ فَلَا تَقْرَ بَشَدٍّ.

(فروع کافی جلد دوم ص ۲۰ کتاب العید)

ترجمہ:

امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کہتے ہیں۔ کہ ایک مرتبہ علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ
رسول اللہ کی خچر پر سوار ہو کر کوفہ کے بارے میں پھلی فراشاں سے گزرے تو
آپ نے فرمایا۔ کہ جس پھلی کے چھلکے نہ ہوں داسے کھاؤ اور نہ اس کا لین
کرد۔ علاوہ ان کا گلے امام جعفر سے پوچھا۔ میں اس وقت حاضر تھا۔ کہ جبری
پھلی کا کیا حکم ہے؟ فرمایا۔ ہم نے علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی کتاب میں
بہت سی پھلی کی اقسام حرام پائی۔ لہذا تم ان کے قریب نہ جاؤ۔ پھر فرمایا۔

جب تک پھلکے والی مچھلی نہ ہو۔ قریب مت جاؤ۔

امام جعفر صادق کے نزدیک جبری مچھلی کے علاوہ

کوئی دوسری مچھلی مکروہ نہیں ہے

تہذیب الاحکام

عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْحَبِيبِ قَالَ قَالَ أَبُو عَبْدِ اللَّهِ لَا يَكْرَهُ
شَيْءٌ مِنَ الْحَيْثَانِ إِلَّا الْجَرْمِيُّ۔

(تہذیب الاحکام جلد دوم ص ۵ / باب

فی الصید والذبايح)

ترجمہ:

امام جعفر صادق نے فرمایا۔ مچھلی کی جبری قسم مکروہ ہے۔ اس کے سوا
بقیہ تمام اقسام حلال ہیں۔

صرف جریث نامی مچھلی مکروہ ہے۔ (امام جعفر صادق)

تہذیب الاحکام

عن فضالہ عن ابان عن جریر عن حکم عن ابی
عبد اللہ قال لا یکرہ من الحیثان شیء الا

الْجَرِيثُ۔

(تہذیب الاحکام جلد دوم ص ۵)

ترجمہ:

امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ جریت نامی پھلی کے سوا کوئی
پھلی مکروہ نہیں ہے۔

سب پھلیاں حلال ہیں (امام جعفر صادق)

تہذیب الاحکام

عنه عن عبد الرحمن بن ابی نجران عن عاصم
بن حمید عن محمد بن مسلم قال سألت ابا
عبد الله عن الجرثي والماری ماری والذمیر وماله
قشر من السمك حرام موه فقال لي يا محمد
اقرأ هذه الآية في الانعام قل لا اجد في ما اوحى
الي من امر على طاعه يطعمه الا ان يكون الخ قال
فقرأتها حتى فرغت عنها فقال انما الحرام ما حرم
الله ورسوله في كتابهم والحلال ما لم يمتنعوا
اشياء فنحن نأكلها۔

(تہذیب الاحکام جلد ۵ ص ۵ کتاب فی الصيد واذ با نحر)

ترجمہ:

محمد بن مسلم کہتا ہے۔ کہ میں نے امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے جری

مارا ہی زیر اور چھلکے والی مچھلی کے بارے میں پوچھا کہ کیا یہ حرام ہیں؟ انہوں نے فرمایا: اے محمد! آیت پڑھو جو سورہ انعام میں ہے۔ قُلْ لَا اَجِدُ فِي مَا اُوْحِيَ اِلَيَّ (الخ) میں نے جب مکمل پڑھی تو فرمایا گئے حرام وہی ہے جسے اللہ اور اس کے رسول نے اپنی کتاب میں حرام قرار دیا ہے لیکن لوگ مچھلیوں کی ان اقسام سے بچتے ہیں۔ اس لیے ہم بھی اقبنا ب کرتے ہیں۔

ملحہ فکریہ

گوشتہ حوالہ جات کو بار بار پڑھیں اور ان کے مضامین کو باہم ملائیں۔ آپ ان میں تطبیق نہ دے سکیں گے۔ بہر حال یہ بات مسلم ہے۔ کو پیغیل حکام شریعہ میں تقیہ نہیں کرتا۔ مچھلی کے بارے میں دو چھلکے دار، جو ہونے کی شرط اہل تشیع کی کسی کتاب میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد سے ثابت نہیں ہے۔ لہذا جن کے کلام میں تقیہ نہ تھا۔ انہوں نے اس شرط کو نہ لگایا۔ اور جن لوگوں نے یہ شرط لگائی۔ وہ ائمہ اہل بیت ہیں اور ان کا تقیہ کرنا جائز ہی نہیں بلکہ فی الفعل اسی مسئلہ میں موجود ہے۔ سب سے پہلے امام علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ ہیں۔ ان کی طرف ایک کتاب کے حوالہ سے یہ ثابت کیا گیا۔ کہ انہوں نے صرف چھلکے والی مچھلی کو حلال فرمایا اس کے علاوہ تمام اقسام کی مچھلیاں حرام ہوئیں۔ ان اقسام میں سے خاص کر جری، مارا ہی اور طانی کا ذکر کیا گیا ہے۔ ان کے بعد امام جعفر صادق کا قول مذکور ہوا۔ جس میں انہوں نے صرف جری نامی مچھلی کی حرمت کا قول کیا ہے۔ طانی اور مارا ہی وغیرہ کا تذکرہ نہیں۔ بلکہ جری کی استثناء سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ مؤخر الذکر دونوں اقسام حلال ہیں۔ حالانکہ علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی کتاب کے حوالہ کے مطابق یہ دونوں حرام ہیں۔ اب ان دونوں میں سے کونسا قول

درست ہے اور کونسا غلط؟ ہم یہ فیصلہ نہیں کر سکتے۔ کیونکہ جب امام بطور تقیہ مسئلہ شرعی بیان کر سکتا ہے۔ تو ممکن ہے۔ کہ علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے تقیہ کر کے ان کو حرام کہا ہو یا امام جعفر صادق نے بطور تقیہ ان کو حلال کہا ہو۔ پھر اس کے بعد امام جعفر صادق کا ایک اور قول منقول ہے۔ کہ مرف جریش نامی مچلی حلال ہے۔ اس قول میں ”جرى“ کا تذکرہ بھی نہیں ایک نئی قسم کی حرمت پائی گئی ہے۔ اول قول کے مطابق یہ قسم ملال اور جری حرام اس قول کے مطابق جری ملال اور جریش حرام۔ اب کیا فیصلہ کریں۔ اور کیسے کریں؟ بالآخر امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے واضح طور پر فرما دیا۔ کہ ہماری باتوں میں چرنکہ ہمارے ہی مارا ستینوں نے اپنی طرف سے اضافہ کر دیا۔ بلکہ من گھڑت باتیں ہماری حدیث بنا کر شیعوں کے سامنے پیش کرنے سے بھی باز نہ آئے۔ اب ہمیں یہ کہنا پڑا ہے۔ کہ ہماری ہر وہ بات قابل تسلیم نہیں جو قرآن و سنت کے خلاف ہو۔ لہذا علت و حرمت میں کسی مچلی کو حلال و حرام قرار دینے کی ہمیں کیا ضرورت۔ اس کا فیصلہ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے کر دیا ہے۔ ہاں ہم بھی لوگوں کے دیکھا دیکھی کچھ مچھلیاں نہیں کھاتے۔ نہ کھانا اور بات ہے اور اسے حرام قرار دینا اور بات آخری بات خود جو سب پر حاوی ہے وہ یہ کہ ائمہ اہل بیت نے یہ سب کچھ بطور تقیہ کیا اور کہا ہے حقیقت مسئلہ وہ جانیں یا ان کا خدا جانے۔ وسائل الشیعہ ص ۴۰۴ جلد ۱ اسکے یہ الفاظ قابل غور ہیں۔ انہیں بار بار پڑھیں۔ مع احتمال حمل الجميع على التیة یعنی یہ احتمال بھی موجود ہے۔ کہ مذکورہ تمام تر روایات تقیہ کا شاہکار ہوں۔ مختصر یہ کہ جب روایات ائمہ اہل بیت باہم متعارض اور متخالف ہیں۔ تو اس تعارض نے انہیں درجہ سقوط میں رکھ دیا۔ لہذا ایسے موقع پر اس سے بالا دلیل پر عمل ہوتا ہے۔ اور نہ قرآن و سنت ہی ہیں۔ اس بات کا علم شیعہ لوگوں کو بھی ہے۔ کہ مچھلی منی الاطلاق حلال ہے۔ لیکن چونکہ یہ اہل سنت کا مسلک بن گیا۔ اس لیے وہ شیعہ ہی کس کام کا

جو اہل سنت کی فقہی جزئیات کی مخالفت نہ کرے۔ اس لیے انہیں مخالفت کے لیے دو آدمیوں کی روایت بھی ایسے مقام پر کام دے جاتی ہے۔ ملاحظہ ہو۔

اصول کافی

فَإِنْ كَانَ الْخَبْرَانِ عَنْكُمَا مَشْهُورَيْنِ قَدْ رَوَاهُمَا
الْفُقَهَاءُ عَنْكُمْ قَالَ يُنْظَرُ فَمَا وَافَقَ مُحْكَمُهُ مُحْكَمُ
الْكِتَابِ وَالشَّعْءِ وَخَالَفَ الْعَامَّةَ فَيُؤْخَذُ بِهِ
وَيُتْرَكُ مَا خَالَفَ مُحْكَمَهُ مُحْكَمُ الْكِتَابِ وَالشَّعْءِ
وَوَافَقَ الْعَامَّةَ قُلْتُ جَعَلْتُ فِدَاكَ أَرَأَيْتَ إِنْ كَانَ
الْفَقِيهَانِ عَرَفَا مُحْكَمَهُ مِنَ الْكِتَابِ وَالشَّعْءِ وَوَجَدَا
أَحَدَ الْخَبْرَيْنِ مُدَافِعًا لِلْعَامَّةِ وَالْآخَرَ مُخَالَفًا لَهُمَا
بِأَحَدِ الْخَبْرَيْنِ يَوْمَئِذٍ؟ قَالَ مَا خَالَفَ الْعَامَّةَ فَوَيْهِ
الرِّشَادُ قُلْتُ جَعَلْتُ فِدَاكَ فَإِنْ وَافَقَهُمَا الْخَبْرَانِ
جَمِيعًا قَالَ يُنْظَرُ إِلَى مَا مَرَّ إِلَيْهِ أَمِيلُ حَتَّى يُلِمَّ
وَقَضَا بِلَهُرٍ فَيُتْرَكُ وَيُؤْخَذُ بِالْآخَرِ۔

اصول کافی جلد اول ص ۶۸ کتاب فہم العلم

ترجمہ:

اگر دو حدیثیں آپ دونوں سے مشہور ہوں۔ اور انہیں آپ سے ثقہ راویوں
نے روایت کیا ہو۔ (تو ان میں سے کس پر عمل کیا جائے گا؟) فرمایا دیکھا
جائے کہ جو روایت ائمہ کی کتاب پر اور حضور کی سنت کے مطابق حکم
دال ہو۔ اور عام (اہل سنت) کے خلاف ہو۔ اس پر عمل کیا جائے گا۔

در جو عام (اہل سنت) کے موافق ہو اور کتاب و سنت کے حکم سے اس کا حکم مخالف ہو اس کو چھوڑ دیا جائے گا۔ میں نے عرض کیا۔ میری جان آپ پر نثار! آپ کیا فرماتے ہیں اس مسئلہ میں کہ دو فقہاء کو کام نے اپنی اپنی روایت کا حکم، کتاب اشد و سنت رسول اشد سے معلوم کیا ہو لیکن ہم ان دونوں میں سے ایک کو عام (اہل سنت) کے موافق اور دوسری کو ان کے مخالف پائیں۔ تو ان دونوں میں سے کس پر عمل کیا جائے گا؟ فرمایا۔ جو عام (اہل سنت) کے خلاف ہے اس میں ہی بہتری اور ہدایت ہے۔ میں نے پھر عرض کیا۔ میری جان آپ پر قربان! اگر دونوں روایتیں عام (اہل سنت) کے موافق ہوں تو پھر کیا کیا جائے؟ فرمایا۔ پھر دیکھو جس کی طرف ان کے حکام اور قاضیوں کا میلان ہے اسے چھوڑ دو اور دوسری کو لے لو۔

پچھلی کے تمام اقسام کی حلت پر اہل سنت کے دلائل

دلیل اول

حدیث پاک کی عمومیت

البنایہ فی شرح الہدایہ

لَقَوْلِهِمْ عَلَيْهِمُ السَّلَامُ اُحِلَّتْ لَنَا مَيْتَتَانِ وَكَذَا مَا بَ اَمَّا
الْمَيْتَتَانِ فَالْتَمَعُكَ وَالْجَرَادُ وَ اَمَّا الدَّمَانِ فَالْحَكْمُ.

وَالْكَلْحَالُ۔

(البنایہ فی شرح الہدایہ۔ جلد ۹ ص ۹۶)

(مطبوعہ دار الفکر طبع جدید)

ترجمہ:

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے۔ کہ ہمارے لیے دو خون اور دو مری ہوئی اشیاء حلال کر دی گئی ہیں۔ دو مری ہوئی اشیاء میں سے ایک پھلی اور دوسری مکڑی ہے۔ اور دو خونوں میں سے پہلا جگر اور دوسرا رتلی ہے۔ (اس حدیث پاک میں پھلی کو کسی قید و شرط کے بغیر ذکر کرنا اس کے عموم پر دلالت کرتا ہے۔)

وسیل دوم

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے جرث

کو حلال فرمایا

البنایہ فی شرح الہدایہ

و روى محمد بن الاصل عن عمرو بن وهب
عن عمره بيان الطبخ قلت خرجت مع وليد
لنا فاشترينا جديشةً بفتين حنطة قد صنعنا ما

فِي ذَنْبِي فَقَسَرَ جَ رَأْسًا مِنْ جَانِبٍ وَذَنْبًا مِنْ
 جَانِبٍ آخَرَ فَمَرَّ بِنَا عَلِيٍّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ فَقَالَ "يَكُمُ
 اخَذْتِ"، قَالَتْ فَأَخْبَرْتَهُ فَقَالَ "أَطْعِمْتِ مَا ارْتَضَيْتِ
 وَأَوْ سَعْتِ لِلْعِيَالِ"، فِيهِ دَلِيلٌ عَلَى أَنَّ الْجَبْرِ يُثَبِّتُ
 يَوْمَ كَلِّ لَا تَنْدَرُغُ مِنَ السَّمَاءِ فَيُجْعَلُ كَسَائِرِ
 الْأَنْوَاعِ وَهَذَا الْحَدِيثُ حُجَّتُهُ لَنَا عَلَى بَعْضِ
 الرَّاغِبِينَ وَاهْلِ الْكِتَابِ فَإِنَّهُمُ يُكْثِرُونَ
 أَكْثَلَ الْجَبْرِ يُثَبِّتُونَ إِنْ كَانَ دَيُّوْنَا يَدْعُونَ
 النَّاسَ إِلَى حِلْيَتِهِمْ فَمُصْنَعٌ بِهِ - وَمَوْمَنُوكُ يَقُولُ عَلِيُّ
 رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ كَذَلِكَ خَوَامِرُ رَأْسِهِ فِي شَرْحِهِ
 وَرَوَى مُحَمَّدٌ أَيْضًا عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ سُلَيْمَانَ بْنَ أَبِي
 فَقَالَ أَمَّا نَحْنُ فَلَا نَرَى بِهِ بَأْسًا وَأَمَّا أَهْلُ الْكِتَابِ
 فَيَكْثَرُ مَوْنٌ فَإِذَا جَاحَ عَنْ عَلِيٍّ وَابْنِ عَبَّاسٍ إِبَاحَةً
 الْجَبْرِ يُثَبِّتُ وَغَيْرُ مَخْلَافَةٍ حَلَّ ذَلِكَ
 مَحَلَّ الْجَمَاعِ .

البنایۃ فی شرح اللمعۃ ایتمجلاً

ص ۱۰۱ مطبوعہ دار الفکر

ترجمہ:

امام محمد نے اصل میں بڑا سطر مروی وہب، عمر سے روایت کی ہے ۔
 کردہ کہتی ہیں کہ میں اپنی ایک لڑکی کی میت میں بازار گئی ۔ وہاں سے ہم
 نے ایک جریث (مچھل) گندم کی ایک بوری کے بدلہ میں خریدی ۔ اور اسے

زمین میں رکھ لیا۔ اس کا ایک سر زمیں کی ایک طرف سے اور دوسرا
دوسری طرف سے باہر نکلا ہوا تھا۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ ہمارے
پاس سے گزرے۔ اور پوچھا۔ کہ یہ کتنے درم کی خریدی ہے؟ میں نے آپ
کو اس کی قیمت بتائی۔ تو فرمانے لگے۔ اللہ نے جو تمہیں اتنی سستی دوا دی
اُسے کھاؤ اور اپنے بال بچوں کے لیے اس میں وصعت ہے۔ علی المرتضیٰ رضی اللہ
عنہ اس قول میں جریت مچلی کے ماکول ہونے کی دلیل ہے۔ کیونکہ وہ بھی مچلی
کی ہی ایک قسم ہے۔ لہذا اس کا معاملہ بھی بقیہ تمام مچلیوں کا سا ہونا چاہیے
یہ حدیث ہم اہل سنت کے لیے بعض راویوں اور اہل کتاب کے خلاف
دلیل ہے۔ کیونکہ یہ دونوں جریت کو مکروہ کہتے ہیں۔ اور کہتے ہیں۔ کہ یہ (جریت)
ایک بے غیرت آدمی تھا۔ جو لوگوں کو اپنی بیوی کے ساتھ بدکاری کے لیے
بٹایا کرتا تھا۔ تو اس مجرم کی پاداش میں اس آدمی کو جریت مچلی کی صورت میں
مسح کر دیا گیا۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے مذکورہ قول کی دہر سے ان
(راویوں، اہل بیت) کی دلیل ختم ہو گئی۔ خواہر زادہ نے اس کی شرح میں
اسی طرح کہا ہے۔ امام محمد نے حضرت ابن عباس سے بھی روایت کی ہے
کہ ان سے جریت کے بارے میں پوچھا گیا۔ تو آپ نے فرمایا۔ بہر حال ہم اس
کے کھانے میں کوئی حرج نہیں پاتے۔ ہاں اہل کتاب اسے مکروہ کہتے ہیں
لہذا جب حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے جریت کی
باحث روایت صحیحہ کے ساتھ ثابت ہے۔ اور ان دونوں کے علاوہ
کسی اور سے اس کا خلاف موجود نہیں۔ تو پھر جریت مچلی کی علت اجماع
امت، کے طور پر ثابت ہو گئی۔

ملخص فکریہ

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اور ابن عباس رضی اللہ عنہ کے ارشاد عالمی بحریث
 مچھلی کی علت بالاتفاق ثابت ہوئی۔ اسی مچھلی کو ٹہی مچھلی بھی کہتے ہیں۔ لہذا رافضیوں کا
 اس کو حرام یا مکروہ کہنا بالکل غلط ہوا۔ اگر اس کی کوئی درست صورت ہوتی۔ تو کم از کم تمام
 ائمہ اہل بیت تو اس پر اتفاق کرتے۔ لیکن گزشتہ حالات میں آپ نے ملاحظہ فرمایا
 کہ ان کا باہم شدید اختلاف ہے۔ بلکہ ایک ہی امام کے متضاد اقوال موجود ہیں۔ اس کا
 واضح نتیجہ یہ ہے کہ ان جلیل القدر حضرات سے ایسے متضاد اقوال کا صدور خلاف
 منصب ہے۔ اس لیے یہ اقوال ان کی طرف سے لوگوں نے خود بنا کر کتابوں میں درج
 کر دیئے ہیں۔ اب ان اقوال پر اعتماد بالکل اٹھ گیا۔ اس لیے بالآخر سرکارِ دہ عالم صلی اللہ
 علیہ وسلم کے ارشادات کی طرف پلٹے بغیر کوئی چارہ نہ رہے گا۔ اور خود کتب شیعہ میں
 حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے صحیح سند کے ساتھ ایک حدیث بھی اس سلسلہ میں موجود
 نہیں۔ ہم نے جریث مچھلی کے بارے میں ایک صریح حدیث جو ہر قسم کی مچھلی کی علت
 بیان کرتی ہے۔ اور اس کے ساتھ علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اور ابن عباس رضی اللہ عنہ کی
 ایک شہادت پیش کی ہے۔ اس کے بعد اب رافضیوں کے پاس اور کون سی حجت
 باقی رہ جاتی ہے۔ جس کی بنا پر ان کے مقابلہ میں اُسے لایا جائے۔ اور ان سے ثابت
 شدہ علت کو چھوڑ کر حمت کا قول کیا جائے۔ محض اہل سنت کی مخالفت برائے
 مخالفت سے کیا فائدہ؟ لہذا ہر قسم کی مچھلی کی علت ہی حکم شرعی ہے۔

بحث دوم

خرگوش کی حلت و حرمت میں شیعہ

بہتی اختلاف

وسائل الشیعہ

وَفِي عَيُّونِ الْأَخْبَارِ وَفِي الْعِلَالِ بِإِسَانِيَّةٍ تَأْتِي فِي الْخِيَرِ
الْكِتَابِ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سَنَانٍ عَنْ الرِّضَا عَلَيْهِ السَّلَامُ
فِيمَا كَتَبَ إِلَيْهِ مِنْ جَوَابِ مَسْأَلِهِ فِي الْعِلِّ وَحُرْمَةِ
الْأَرْنبِ لَا تَلْهَا بِمَنْزِلَةِ السِّنُورِ وَلَهَا مَخَالِبٌ كَمَخَالِبِ
السِّنُورِ وَمَسْبَاعِ الْعَوْحِشِ فَجَرَتْ فَجَرًا هَامًا مَعَ قَدَرِهَا
فِي نَفْسِهَا وَمَا يَكُونُ فِيهَا مِنَ الدَّمِ كَمَا يَكُونُ
مِنَ الْبَاسِ لَا تَلْهَا مَسْجُودٌ

(۱) وسائل الشیعہ جلد ۱۶

ص ۴۸۳ / الجواب الاطعمه -

(۲) العلل الشرائع باب ۵ ص ۳۳

(ص ۲۸۲)

ترجمہ:

محمد بن سنان امام رضا سے روایت کرتا ہے کہ آپ نے کچھ مسائل
کے جواب میں جو مختلف عللوں کے بارے میں تھے اسے لکھا خرگوش

حرام ہے۔ کیونکہ بتی کی طرح ہے اور اس کے پنچے بھی بتی جیسے ہی ہیں۔
 اور دوسرے وحشی پھاڑ کر کھانے والوں کی طرح اس کے پنچے ہیں۔
 لہذا یہ بھی ان کے حکم میں ہی ہے۔ علاوہ انہی اس کی ذات میں گندگی
 بھی ہے۔ اور وہ خون بھی جو عورتوں میں ہوتا ہے (یعنی حیض و نفاس کا خون)
 کیونکہ خرگوش مسخ شدہ عورت ہے۔

توضیح:

عبارت بالائیں خرگوش کی حرمت کی تین وجوہات بیان ہوئیں۔ (۱) خرگوش بتی کی طرح ہے اسی لیے
 جب بتی حرام ہے تو یہ بھی حرام۔ (۲) اس میں گندگی (حیض و نفاس) ہے (۳) بدکرداری کی
 وجہ سے یہ ایک عورت کی مسخ شدہ حالت ہے۔

جواب مجاہد اول

خرگوش اور بتی کی مشابہت درست نہیں۔ کیونکہ مشابہت جس چیز میں دی گئی۔ وہ
 دونوں کے پنچے ہونے میں ہے۔ لیکن ہر ذی عقل اس فرق کو جانتا ہے۔ کہ بتی اور
 خرگوش کے پنچوں میں زمین اور آسمان کا فرق ہے۔ بتی ان درندوں میں سے ہے۔
 جو اپنا شکار پنچے کے ذریعہ پکڑتے ہیں۔ اور اسے چیر پھاڑ کر کھاتے ہیں۔ اور
 خرگوش میں یہ چیز بالکل موجود نہیں ہے۔ وہ نہ کسی کو چیرتا پھاڑتا ہے۔ اور نہ ہی
 اپنی خوراک بنانے کے لیے پنچوں سے شکار کرتا ہے۔ اس لیے یہ قیاس و قیاس
 مع الفارق، ہوگا۔ اور یہ اصولی طور پر درست نہیں ہوتا۔ اور اس سے بڑھ کر
 اسے ”سبأ و الوحش“ میں سے شمار کرنا اور بھی عقل سے گری ہوئی بات ہے۔
 کیونکہ اسے کسی نے بھی درندہ جانوروں میں سے شمار نہیں کیا۔ لہذا اتنی گھٹیا بات

اور پھر اسے امام رضا رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب کرنا کس طرح اسے باور کیا جاسکتا ہے معلوم ہوتا ہے۔ کہ کسی نے ان کی طرف من گھڑت طریقے سے یہ روایت کتابوں میں درج کر دی ہے۔ اس کی تائید ہم اس سے بھی کر سکتے ہیں۔ کہ جی کے پنچوں کو "مخالب" کہہ کر خرگوش کو "ذی مخلب" بتانا اس لفظ سے لاطمی کی دلیل ہے۔ اس کا قائل یہ بھی نہیں جانتا۔ کہ "مخلب" کن جانداروں کے لیے استعمال کہا جاتا ہے۔ اور جو "وحشی منہ" ہیں۔ ان کے پنچوں کے لیے عربی میں کیا لفظ ہے۔ کتب شیعہ سے اس کی مثال مٹینے۔

العلل اشرائع

قَالَ أَبِي عَلِيٍّ السَّلَامُ كُلُّ ذِي نَابٍ مِنَ السِّبَاعِ
وَذِي مِخْلَبٍ مِنَ الطَّيْرِ حَرَامٌ۔

(العلل اشرائع باب ۲۳۵ ص ۲۸۲)

ترجمہ:

امام موسیٰ کاظم نے فرمایا۔ درندوں میں سے ہر ذی ناب حرام ہے۔ اور
پرندوں میں سے ہر ذی مخلب حرام ہے۔

گویا خرگوش کو "ذی مخلب" کہہ کر اسے پرندوں میں شمار کیا گیا۔ حالانکہ یہ پرندہ
نہیں۔ اور جی کے ساتھ تشبیہ دے کر درندہ بتایا گیا۔ حالانکہ یہ درندہ بھی نہیں۔ مختصر
یہ کہ نہ خرگوش، جی کی طرح اپنی خوراک چیر پھاڑ کر کھاتا ہے۔ اور نہ ہی پرندوں کی طرح
اڑتا ہے۔ اور اپنی خوراک حاصل کرتا ہے۔ اس لیے خرگوش کو جی کے مشابہ قرار دینا
عقل و نقل کے خلاف ہونے کی وجہ سے قابل اعتبار نہ ہوا۔

جواب وجہ ثانی:

خرگوش کی گندگی اس کی حرمت کی دلیل بھی پہلی دلیل کی طرح غلط ہے اول تو روایت مذکورہ ہی قابل استدلال نہیں۔ اور اگر اسے تسلیم کر لیا جائے۔ تو پھر بھی مفید حرمت ہرگز نہیں ہو سکتی۔ وہ اس طرح کہ خرگوش میں گندگی اس وجہ سے بیان کی گئی ہے کہ یہ ایک بدکار اور فاحشہ عورت تھی۔ اپنے خاوند کی نافرمان تھی۔ کیونکہ یہ حیض ختم ہونے پر غسل نہیں کرتی تھی۔ گویا خرگوش دراصل عورت تھی۔ اب انسانوں میں سے عورت ہو یا مرد اس کے حرام ہونے کی وجہ سے نفاس یا جنتاب وغیرہ سے پاک نہ ہونا نہیں۔ بلکہ اللہ تعالیٰ نے اس کی کرامت و عظمت کے پیش نظر اسے حرام قرار دیا ہے۔ اگر یہی علت ہوئی۔ تو پھر ہر اس مرد و عورت کو حلال سمجھ کر کھانا درست ہوتا۔ جن میں یہ گندگی نہ ہوئی۔ حالانکہ ایسا نہیں۔ تو جب یہ طے پایا کہ مرد و عورت کی حرمت اس کی تنکیریم کے باعث ہے۔ تو اگر ایک عورت کی شکل کسی غلطی کے ارتکاب سے مسخ کر دی گئی۔ تو اس میں حرمت حیض وغیرہ سے کیسے آگئی۔ علاوہ ازیں اگر یہ عجیب و غریب منطق و دلیل دیکھی جائے۔ تو زیادہ سے زیادہ مادہ خرگوش کی حرمت ثابت کئے گی۔ نہ خرگوش میں جب یہ علت نہیں تو پھر اسے کیوں حرام کہا جاتا ہے عنقریب اس پر ایک حوالہ آرہے ہیں۔ لہذا خرگوش کی حرمت کی علت ”حیض“، قرار دینا بھی درست نہ ہوا۔

جواب وجہ ثالث

خرگوش دراصل مسخ شدہ عورت ہے۔ اس لیے مسخ شدہ ہونے کی وجہ سے یہ حرام ہے۔ اس کی تردید پہلے کرہ ہے۔ کہ روایت مذکورہ صحیح نہیں۔ جو حرمت کی

اس کی وجہ سے ہی اہل تشیع کے نزدیک انبیاء و کرام پر ابتلا و آزمائش کا دور گزرا۔ آدم نے اس کی پاداش میں جنت گنوا یا۔ ساراں بھر تو بہ تا ٹب کرنا پڑا۔ نوح کو طوفان کا سامنا کرنا پڑا۔ ابراہیم کو آگ میں جانا اور اسماعیل کو چھری تلے بیٹھا پڑا۔ اسان تمام خرافات کا تذکرہ ہم عقائد جعفریہ جلد اول میں تفصیل سے کر چکے ہیں۔ لہذا معلوم ہوا کہ خرگوش کے منہ ہونے کو علت حرمت قرار دینا کسی طرح درست نہیں ہے۔

ترویید وجہ ثالث

خرگوش ایک بدکار کی منہ شدہ صورت کا نام ہے۔ اس لیے حرام ہے۔ یہ بھی دھوکہ اور عقل و نقل کے خلاف ہے۔ کیونکہ اہل تشیع و اہل سنت دونوں کا متفقہ فیصلہ ہے کہ جن لوگوں کی شکلیں منہ ہوئی۔ وہ دین و دن سے زائد تک زندہ نہ رہے۔ اس لیے خرگوش جو کسی عورت کی بدکرداری کی صورت میں بنا تھا۔ وہ تو تین دن کے بعد فنا ہو گیا۔ تین دن تک کا اتفاق ملاحظہ ہو۔

وسائل الشیعہ

محمد بن علی بن حسین قال رَوَى أَنَّ الْمُسُوخَ لَمْ
يَبْقَ أَكْثَرُ مِنْ ثَلَاثَةِ أَيَّامٍ وَإِنْ هَذَا مَثَلٌ لَهَا فَتَلَوْا
اللَّهُ هَذَا وَجَلَّ عَنْ أَكْثَرِهَا

۱- وسائل الشیعہ جلد ۱۶

ص ۲۸۳

۲- البنایہ فی شرح الہدایہ

جلد ۹ ص ۸۹

ترجمہ:

محمد بن علی بن حسین نے کہا کہ جن اشخاص کی شکلیں مسخ کر دی گئیں۔ وہ تین دن سے زائد زندہ نہ رہے۔ اور اس وقت جو موجود ہیں۔ وہ ان کی مش میں لہذا اللہ تعالیٰ نے ان کے کھانے سے منع فرمایا ہے۔

اس حوالہ سے یہ ثابت ہوا کہ تمام مسخ شدہ صورتوں والے تین دن کے بعد ختم ہو گئے تھے۔ لہذا ان کے کھائے جانے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ اب اس حوالہ کے آخری الفاظ پر غور کریں۔ تو دراصل یہ خرگوش کی حرمت کی ایک طرح سے چوتھی علت بیان کی گئی ہے۔ وہ یہ کہ چونکہ اس کی شکل و صورت بھی اسی خرگوش کی طرح ہے۔ جو ایک عورت کے مسخ کرنے پر بنی تھی۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے اسے کھانے سے منع کر دیا ہے۔ یہ بہانہ بھی اسی طرح کلبے سر و پا ہے جس طرح پچھلے دو تین تھے۔ شاید اس کا استدلال کچھ یوں کیا گیا ہو۔ کہ اللہ تعالیٰ نے کچھ لوگوں کی شکلیں بندر اور خنزیر کی بنا دی تھیں۔ اور ان دونوں کا ذکر قرآن کریم میں یوں موجود ہے۔ وَجَعَلَ مِنْهُمْ الْقِرَدَةَ وَالْخَنَازِيرَ۔ (ہم نے ان میں سے کچھ بندر اور کچھ خنزیر بنا دیئے۔) اب کوئی فقہی مکتب نکران دونوں میں سے کسی کی علت کا قائل نہیں۔ بلکہ اللہ تعالیٰ نے تو خنزیر کی حرمت خود قرآن کریم میں بیان فرمادی۔ تو معلوم ہوا کہ جن لوگوں کی شکلیں خنزیر کی سی بنا دی گئی تھیں۔ وہ تین دن کے بعد ختم ہو گئے۔ لیکن اب خنزیر کو اس لیے حرام کیا گیا ہے۔ کہ اس کی شکل اس جیسی ہے لہذا ہم (اہل تشیع) بھی یہی کہہ رہے ہیں۔ کہ خرگوش کی حرمت بھی اسی خرگوش سے شکل ملنے کی بنا پر ہے۔ اگرچہ وہ مسخ شدہ خرگوش تین دن کے بعد باقی نہ رہا۔

ہم اس عجیب و غریب دلیل کے جواب میں عرض کریں گے۔ کہ خنزیر کی شکل میں کبھی کا مسخ ہوا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے دور میں ہوا۔ جب ان لوگوں نے مختلف گناہ کیے۔ اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کی۔ تو انہیں یہ سزا دی گئی۔ ملاحظہ ہو۔

تفسیر مجمع البیان

وَجَعَلَ مِنْهُمْ الْقِرَدَةَ وَالْخَنَازِيرَ (آی مَسْحُورٌ
 قِرَدَةً وَخَنَازِيرَ قَالَ الْمُفَسِّرُونَ يَعْنِي بِالْقِرَدَةِ
 اصْصَابَ السَّبَبِ وَالْخَنَازِيرَ كَقَارِ مَا يُدْعَى عَيْسَى -
 (تفسیر مجمع البیان جلد سوم ص ۲۱۶ مطبوعہ

تہران جدید)

ترجمہ:

اللہ تعالیٰ نے ان میں سے بعض کو بند اور بعض کو خنزیر بنا دیا۔ یعنی ان لوگوں
 کی شکلیں مسخ کر کے بند اور سور بنا دیئے گئے۔ مفسرین نے کہا ہے۔ کہ
 بندر کی شکل بننے والے وہ لوگ تھے جو ہفتہ کے دن مچھلی کا شکار کرنے سے
 نہ باز آئے۔ اور سور بننے والے وہ کافر تھے۔ جنہوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام
 پر اترنے والے مادہ کی ناشکری کی۔

اہل تشیع کی اس تفسیر سے واضح ہوا۔ کہ خنزیر ان لوگوں کو بنایا گیا تھا۔ جو مادہ
 کے منکوار ناشکری ہو گئے تھے۔ اور یہ معجزہ حضرت عیسیٰ کو عطا ہوا تھا۔ اس سے قبل
 کسی نبی کی امت کے کسی فرد کو بطور منہ اسور کی شکل میں مسخ نہیں کیا گیا۔ لیکن خنزیر بہر حال
 پہلے موجود تھا۔ اور اس کی حرمت بھی تھی۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام پر بھی اس کی حرمت خود
 اہل تشیع کو تسلیم ہے۔ حالانکہ ان دورانیہ پیغمبروں کے درمیان تقریباً ایک ہزار سال کا طویل
 عرصہ ہے۔ حرام ملاحظہ ہو

و سائل الشیعہ:

إِنَّ الْخَنَازِيرَ كَقَارِ مَا يُدْعَى عَيْسَى شَرِيعَةً مُدْمَنِي

وَمَا وَقَعَ الْمَسْحُ الَّذِي فِي الزَّوَائِعِ إِلَّا عَلَى
عَلَمِ الْمَسْحِ عَلَيْهِ السَّلَامُ كَمَا مَرَّ

(وسائل الشیعہ جلد ۱۴ ص ۲۸۵)

ترجمہ:

بے شک خنزیر، حضرت موسیٰ علیہ السلام کی شریعت میں بھی حرام تھا اور
جو مسخ شدہ خنزیر ہے۔ وہ روایت کے مطابق حضرت عیسیٰ السلام کے
دور میں ہوا۔ جیسا کہ گذر چکا ہے۔

اسی طرح خرگوش کا مسئلہ بھی ہے۔ کہ جب مسخ شدہ خرگوش سے پہلے کا خرگوش
بھی تھا۔ تو اس میں مسخ شدہ کی مثلیت کہاں مستحق تھی۔ لہذا یہ مثلیت کا بہانہ بھی بیکار ہے
جب اہل تشیع کی حرمت کی تمنوں (چاروں) عتیں عقل و نقل کے خلاف ثابت ہو
گئیں۔ تو پھر انہیں بھی تسلیم کر لینا چاہیے۔ کہ خرگوش حرام نہیں۔ جس طرح اہل سنت
اس کی حلت کے قائل ہیں۔ وہ بھی قائل ہو جائیں۔ اب آخر میں ہم اہل سنت کا نظریہ
اسی خرگوش کے مسئلہ میں پیش کرتے ہیں۔ تاکہ قارئین کرام دونوں اطراف کے دلائل کا
تقابل مطالعہ کر کے کسی نتیجہ پر بخوبی پہنچ سکیں۔

خرگوش کی حلت پر اہل سنت کے دلائل

خرگوش کی حلت پر اگرچہ ہم بہت سے دلائل عقلیہ بھی قائم کر سکتے اور کہہ
سکتے ہیں۔ لیکن جب اس مسئلہ میں نصوص قطعیہ موجود ہوں۔ تو پھر عقلی دلائل کی
ضرورت باقی نہیں رہتی۔ حلت خرگوش پر کثیر احادیث موجود ہیں۔ لیکن ہم سب سے
ایک دو حوالہ جات ہی پیش کریں گے۔

البنایہ فی شرح الہدایہ:

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ جَاءَ اَعْرَابِيٌّ إِلَى رَسُولِ
 اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِأَرْتَبٍ قَدْ
 شَقَّاهَا فَوَضَعَهَا بَيْنَ يَدَيْهِ فَأَمْسَكَ رَسُولُ اللَّهِ
 صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَكَرَ بِأَكْلٍ وَأَمَرَ
 الْقَوْمَ أَنْ يَأْكُلُوا وَزَادَ فِي اللَّفْظِ "فَلَا تِي
 لَوْ اِشْتَلَيْتُمَا أَكَلْتُمَا"..... عَنْ عُمَرَ بْنِ
 الْخَطَّابِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ اَعْرَابِيًّا جَاءَ
 إِلَى النَّبِيِّ بِأَرْتَبٍ يَهْدِيهَا إِلَيْهِ فَقَالَ مَا هَذِهِ؟
 قَالَ هَدِيَّةٌ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ لَا يَأْكُلُ مِنْ
 الْهَدَايَةِ حَتَّى يَأْمُرَ صَاحِبُهَا فَيَأْكُلُ مِنْهَا وَمَنْ
 أَحْبَلَ الشَّاةَ الَّتِي أُهْدِيَتْ إِلَيْهِ بِخَيْبَرَ فَقَالَ لَهُ
 النَّبِيُّ كُلْ فَقَالَ إِنِّي صَائِتٌ قَالَ تَصُومُ مَاذَا؟
 قَالَ ثَلَاثَةً مِنْ كُلِّ شَهْرٍ قَالَ فَأَجْعَلْهَا الْبَيْضَ
 الْغَرَّ ثَلَاثَةَ عَشَرَ وَارْبَعَةَ عَشَرَ وَخَمْسَةَ عَشَرَ
 قَالَ فَأَوْحَى رَسُولُ اللَّهِ بِسَيْدِهِ إِلَى الْأَرْتَبِ يَأْخُذُ
 مِنْهَا فَقَالَ ااعْرَابِيٌّ أَمَا إِنِّي رَأَيْتُهَا تَذُوقُ يَعْصِي
 تَحْيِضُ فَقَالَ لِلْقَوْمِ كُلُوا وَلَمْ يَأْكُلْ

(البنایہ فی شرح الہدایہ جلد ۱)

صفحہ ۸۷ تا ۸۸

ترجمہ:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک اعرابی ہاتھ میں بٹھنا ہوا خرگوش لیے سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوا اور وہ خرگوش اس نے آپ کے سامنے رکھ دیا۔ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم رک گئے اور اسے نہ کھایا۔ اور موجود لوگوں سے فرمایا: تم کھاؤ۔ یہ بھی الفاظ زیادہ مذکور ہیں۔ اگر مجھے خواہش ہوتی تو میں بھی اسے کھا لیتا۔۔۔۔۔ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک اعرابی خرگوش بطور ہدیہ لے کر حضور کی بارگاہ میں حاضر ہوا۔ آپ نے پوچھا: یہ کیا ہے؟ کہنے لگا: ہدیہ ہے۔ حاضرین میں سے کسی نے کہا حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہدیہ اس وقت نہیں کھاتے جب تک کہ اس کا دینے والا اس میں سے خود نہ کھائے۔ یہ آپ نے طریقہ اس لیے اپنا رکھا تھا کہ ایک مرتبہ خیبر میں ایک بھری آپ کو ہدیہ کے طور پر بھیجی گئی۔ جس کے کھانے سے کئی صحابہ کرام شہید ہو گئے (حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس ہدیہ لانے والے کو فرمایا: تم کھاؤ۔ اس نے عرض کیا: حضور! میں روزے سے ہوں۔ فرمایا: کیسے روزے؟ کہنے لگا کہ میں ہر مہینہ میں تین روزے رکھتا ہوں۔ اس پر آپ نے فرمایا: اُس سے ۱۵، ۱۴، ۱۳ مقرر کرو۔ راوی بیان کرتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خرگوش کی طرف اشارہ کر کے فرمایا: اس سے کچھ لے لو۔ اعرابی نے کہا: کہیں نے اسے دیکھا۔ کہ اسے حیض آتا ہے۔ اس پر آپ نے توڑ سے فرمایا: تم کھاؤ۔ خود نہ کھایا۔

نوٹ:- مذکورہ روایات میں خرگوش کی اگرچہ حرمت بیان نہیں ہوئی۔

لیکن سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا اسے تناول نہ فرماتا اس بات کی طرف اشارہ کرتا ہے کہ آپ کو ناپسند تھا۔ اور یہی کراہت ہوتی ہے۔ اس کا جواب یہ ہے۔ کہ مذکورہ حدیث میں ہی اس کی وضاحت موجود ہے۔ وہ یہ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”و اگر مجھے خواہش ہوتی تو میں کھا لیتا، ان الفاظ میں آپ نے اسے کھانے کا اظہار فرما کر واضح کر دیا۔ کہ یہ کھانے کی چیز ہے۔ اگر کھانا چاہو تو کھالیا کرو۔ دوسرا یہ بھی استدلال ہے کہ آپ نے تہ نہ کھایا لیکن آپ نے دوسروں کو اپنے سامنے کھانا دیکھ کر منع بھی نہیں فرمایا۔ یہ بھی ”سنّت“ ہی کی ایک قسم ہے۔ لہذا اگر حرام ہوتا تو آپ کھانے کا اظہار بھی نہ فرماتے۔ اور صحابہ کرام کو کھاتے دیکھ کر خاموش بھی نہ رہتے۔ مزید برآں ایک اور روایت ہم ذکر کرتے ہیں۔ جس میں صراحت آپ کا تناول فرمانا موجود ہے۔

حوالہ ملاحظہ ہو۔

البنایہ فی شرح الہدایہ

قَالَ لَا بَأْسَ بِأَكْلِ الْأَرْنَبِ لِأَنَّ النَّبِيَّ أَكَلَ
مِنْهُ جِئْنَا أَمْدِي إِلَى مَشْرِيقًا وَأَمْرًا ضَعْفًا
رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ بِأَكْلِ مِثْلِهِ۔

البنایہ فی شرح

الہدایہ جلد ۹ صفحہ ۸۰

مطبوعہ دار الفکر

ترجمہ

خرگوش کے کھانے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ کیونکہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے خرگوش تناول فرمایا۔ جب کسی نے مجھ کو بطور ہدیہ آپ کی

خدمت میں پیش کیا تھا۔ اور آپ نے اپنے صحابہ کو بھی اس میں سے کھانے کا ارشاد فرمایا۔

اس روایت میں دو ٹوک انداز میں مذکور ہے۔ کہ سرکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بننا ہوا خرگوش خود بھی تناول فرمایا۔ اور حضرات صحابہ کرام کو بھی کھانے کا حکم دیا۔ گویا فعلی اور قولی سنت ہو گیا۔ اس واقعہ میں اعرابی نے وہ علت بھی پیش کی تھی جسے شیعہ لوگ حرمت کی وجہ سے ہیں۔ (یعنی حیض آنا) اس کے باوجود اپنے اسے کھانے کی اجازت دے دی۔ تو معلوم ہوا۔ کہ ”حیض آنے“ کی علت اس میں حرمت ثابت نہیں کر سکتی۔ یہ اہل تشیع کی خود ساختہ علت ہے۔ جو عقل و نقل کے خلاف ہونے کی وجہ سے مردود ہے۔

(فَاعْتَبِرُوا يَا أُولِيَ الْأَبْصَارِ)

ماخذ و مراجع

کتاب اہل تشیع

| مقام طباعت | مصنف | نام کتاب |
|------------|---------------|-------------------|
| جدید | تہران | الاستبصار |
| جدید | بیروت | ایمان الشیعہ |
| جدید | تہران | انوار نعمانیہ |
| جدید | تہران | اصول کافی |
| قدیم | نولکشور | تسمیۃ العوام |
| جدید | تہران | تہذیب الاحکام |
| قدیم | لاہور | ترجمہ مقبول |
| جدید | تہران | تنقیح المقال |
| | | توضیح المسائل |
| جدید | قم | کنہیں الشافعی |
| انوار نجف | دریا خان بھکر | جواز متعہ |
| جدید | قم | جامع الرواة |
| جدید | تہران | بلاد العمون |
| | | حلیۃ المتقین |
| جدید | بیروت | الذریعہ |
| | | آقائے بزرگ طہرانی |

marfat.com

Marfat.com